خطباتِ مدینہ منورۃ ۱۴۲۲ھ

خطباتِ حرمین

خطباتِ جمعہ اور دروسِ مساجد کے لیے راہنما کتاب

لأصحاب الفضيلة

فضيلة الشيخ ڈاکٹر على بن عبد الرحمن الحذيفى حفظه الله

فضيلة الشيخ ڈاکٹر حسين بن عبد العزيز آل شيخ حفظه الله

فضيلة الشيخ صلاح بن محمد البدير حفظه الله

فضيلة الشيخ ڈاکٹر عبد البارى الثبيتي حفظه الله

فضيلة الشيخ ڈاکٹر عبد المحسن القاسم حفظه الله

ترجمہ وتفہیم

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج

حافظ شاہد محمود

فاضل مدینہ یونیورسٹی

مکتبہ کتاب وسنت

ریحان چیمہ - ڈسکہ

Marfat.com

خطبات مدینہ منورہ ۱۴۲۲ھ

خطباتِ جمعہ اور دروسِ مساجد کے لیے راہنما کتاب
سال بھر کی ترتیب کے ساتھ

خطباتِ حرمین

أصحاب الفضيلة

فضيلة الشيخ ڈاکٹر علی بن عبد الرحمن الحذيفی حفظه الله
فضيلة الشيخ ڈاکٹر حسين بن عبد العزيز آل شيخ حفظه الله
فضيلة الشيخ صلاح بن محمد البدير حفظه الله
فضيلة الشيخ ڈاکٹر عبد الباری الثبيتي حفظه الله
فضيلة الشيخ ڈاکٹر عبد المحسن القاسم حفظه الله

ترجمہ و تفہیم
فضیلۃ الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ

تحقیق و تخریج
حافظ شاہد محمود
فاضل مدینہ یونیورسٹی

ناشر

مکتبہ کتاب و سنت
ریحان چیمہ۔ ڈسکہ

ام القری پبلی کیشنز
سیالکوٹ روڈ گوجرانوالہ

22/7/97

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

خطباتِ حرمین

297،04

ترجمہ و تفہیم
فضیلۃ الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ

تحقیق و تخریج
حافظ شاہد محمود
فاضل مدینہ یونیورسٹی

126932

کمپوزنگ: عدنان قمر سلمہ اللہ

جلد ۲ کرا

سیٹنگ: ابوسفیان عزیزی

تعداد: 1100

اشاعت: فروری 2014ء

اُمّ القریٰ پبلی کیشنز

سیالکوٹ روڈ، گوجرانوالہ فون: 055-3823990 / 0321-6466422
hasanshahid85@hotmail.com

مکتبہ کتاب و سنت ریحان چیمہ۔ ڈسکہ۔ ضلع سیالکوٹ

Marfat.com

فہرس

- پیش لفظ: 29
- سوانح ائمہ وخطبائے حرم مدینہ منورہ: 31
- خطبہ مسنونہ: 37

خطبات ماہِ محرم

- **پہلا خطبہ**: مشکلات پر صبر اور اس کی فضیلت 41
- آزمائشوں کا مقصد: 41
- صبر کا مظاہرہ: 43
- آزمائش کا فائدہ: 44
- مشکل کشا کون؟ 47
- نجات کا راستہ: 48
- رزق میں فراوانی کا راستہ 49
- **دوسرا خطبہ**: ہجرت مصطفیٰ ﷺ ... دروس اور نصیحتیں 52
- ذمے داری کا تقاضا: 52
- زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی حالت: 53
- شہادتین کا مفہوم اور ان کا تقاضا: 53
- کلمۂ توحید کا مدلول: 55
- مخاطبین کی تین اقسام: 56
- ہجرت کا حکم: 57

Marfat.com

- کفار کے ناپاک ارادے:........ 58
- ہجرت کے فوائد:........ 60
- گناہوں سے ہجرت:........ 62
- ہجرتِ مدینہ کے دروس:........ 64
- **تیسرا خطبہ:** موت اور اس کی نصیحتیں........ 66
- موت کا ذائقہ:........ 66
- موت کی حقیقت:........ 67
- موت ایک حقیقت ہے:........ 68
- موت کی یاد:........ 70
- ذکرِ موت کے ثمرات:........ 71
- جنت کو ترجیح دیں:........ 71
- قیامت کے دن دو گروہ:........ 72
- دنیا میں واپسی کی خواہش:........ 73
- آخری کلمہ:........ 74
- میت کے حسنِ اعمال کا تذکرہ:........ 75
- **چوتھا خطبہ:** جھوٹی گواہی اور اس کے نقصانات........ 77
- عدل وانصاف کی اہمیت:........ 77
- سچی گواہی کی اہمیت:........ 78
- گواہی چھپانا:........ 79
- گواہی کے ضابطے:........ 80
- جھوٹی گواہی کا انجام:........ 81
- گواہی کا بندوبست:........ 83

Marfat.com

خطبات ماہِ صفر

- پہلا خطبہ: توحیدِ خالص 87
- علاماتِ توحید: 87
- قدرتِ الٰہی کے دلائل: 89
- اللہ تعالیٰ کا حق: 91
- شرک کا انجام: 91
- غیر اللہ کی قسم کھانا: 93
- دوسرا خطبہ: ذکرِ الٰہی 105
- ذکر کی ترغیب: 105
- ذکرِ الٰہی کی اقسام: 106
- افضل ترین ذکر: 106
- تلاوتِ قرآن کی اہمیت وفضیلت: 107
- اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کلمات: 108
- درود وسلام بھی ذکر میں شامل ہے: 109
- ذکرِ الٰہی جہاد سے افضل ہے: 109
- جامع اذکار: 109
- کثرتِ ذکر: 111
- ذکرِ الٰہی کے فضائل وبرکات: 112
- تیسرا خطبہ: حقیقی مردانگی 114
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کی دعائیں: 115
- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مردانگی: 116
- مردانگی کا معیار: 117
- نونہال ہیروز: 122

Marfat.com

۞ ننھے منے ''مرد'': 122
۞ مسلمانوں کی ذمہ داری: 124
۞ **چوتھا خطبہ**: کفار کی صفات اور ان کا انجام 125
۞ کفار کی عادات واطوار: 125
۞ مشابہت کی قباحتیں: 134

خطبات ماہِ ربیع الاول

۞ **پہلا خطبہ**: حرص اور ہوس 139
۞ سابقہ امتوں کا حال: 140
۞ حرص و ہوا کا دیو: 142
۞ بدعات: 146
۞ توبہ: 148
۞ بدعات کا انجام: 148
۞ **دوسرا خطبہ**: اخلاقِ حسنہ 153
۞ اخلاقِ حسنہ کی اہمیت: 153
۞ اخلاقِ حسنہ کیا ہیں؟ 154
۞ مومن اور کافر کے اخلاق کا فرق: 155
۞ حسنِ اخلاق...قرآن کی نظر میں: 155
۞ حسنِ اخلاق...احادیث کی روشنی میں: 157
۞ مقام صحابہ رضی اللہ عنہم: 159
۞ اخلاقِ نبویہ: 160
۞ **تیسرا خطبہ**: سیر وتفریح؛ اہمیت وضرورت اور قواعد وضوابط 164
۞ منہجِ اسلام کی وسعتیں: 164

Marfat.com

۞ سیر و تفریح کی ضرورت و اہمیت:.. 166

۞ شرعی قواعد و ضوابط:.. 166

۞ لمحہ فکریہ:.. 167

۞ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفریح کے بعض نمونے:.. 168

۞ فائدہ مند تفریح:.. 169

۞ پاکیزہ نمونے:.. 169

۞ اسوۂ حسنہ:.. 170

۞ مسئلہ فراغت:.. 172

۞ ماہرین کی گواہی:.. 173

۞ فراغت کو ختم کرنے کے مفید ذرائع:.. 173

۞ **چوتھا خطبہ**: قرض.. 175

۞ حقوق العباد:.. 175

۞ حقوق ادا کرنے کی تاکید:.. 176

۞ حقوق کے ادا نہ کرنے پر وعیدِ شدید:.. 177

۞ قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا:.. 180

۞ برادرانِ اسلام!:.. 180

۞ بہتر طریقے سے قرض ادا کرنا:.. 182

۞ مقروض کو مہلت دینا:.. 182

۞ مزدور کی اجرت:.. 184

خطباتِ ماہِ ربیع الثانی

۞ **پہلا خطبہ**: غزوۂ اُحد... دروس اور عبرتیں.. 189

۞ **دوسرا خطبہ**: گانے بجانے کی شرعی حیثیت.. 198

۞ گانے بجانے کی مذمت، حدیثِ شریف میں:.. 198

Marfat.com

۞ گانے بجانے کی مذمت، قرآنِ کریم میں: 200
۞ لمحۂ فکریہ: 204
۞ جواز کی ایک مشروط شکل: 205
۞ حد سے تجاوز: 206
۞ **تیسرا خطبہ**: اسلامی نظامِ خاندان 207
۞ خاندانی استقامت کے اسباب: 208
۞ بچوں کے انحراف کا اصل سبب: 210
۞ مسلم خاندان کی ذمہ داریاں: 210
۞ لمحۂ فکریہ: 212
۞ اسلامی نظامِ خاندان کا عطیہ: 213
۞ بیرونی حملے: 213
۞ گھر کی کشتی اور مرد ناخدا: 214
۞ مرد و عورت میں فطرتی فرق: 215
۞ قوامیت و سربراہی: 215
۞ **چوتھا خطبہ**: عفت و پاک دامنی کی برکات اور زنا کے خطرات 217
۞ عفت اور پاکدامنی: 217
۞ نظامِ عفت کی برکات: 219
۞ ترکِ نظامِ عفت کے نتائج: 219
۞ اسلامی نظامِ عفت و پاکدامنی: 220
۞ نگاہوں اور شرمگاہوں کی حفاظت: 220
۞ زنا کی قباحت: 222
۞ **پانچواں خطبہ**: تہذیبِ نفس اور دعوتِ محاسبہ 227
۞ دلوں کی آبادکاری: 227

Marfat.com

- نفسِ امارہ کا کام: 227
- زندگی موسمِ عمل ہے: 227
- ہر وقت اللہ کی نظر میں: 228
- تعلقات: 229
- محاسبۂ نفس: 229
- فریبِ صحت و شباب: 230
- وقت ایک غنیمت ہے: 230
- واقعۂ حضرات یعقوب و یوسف علیہما السلام: 231
- واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام: 231
- امید و رجا اور خوف و خشیت: 232
- قبولیتِ دعا میں تاخیر کے اسباب: 232
- ذکرِ موت اور فکرِ آخرت: 233
- غافل انسان: 233

خطبات جمادی الاولیٰ

- **پہلا خطبہ**: زیارت و ملاقات کی اقسام اور اس کے آداب 237
- زیارت و ملاقات کے فوائد: 237
- اسوۂ حسنہ: 238
- اقسامِ زیارت: 238
- والدین کی زیارت: 239
- قرابت داروں کی زیارت: 240
- پڑوسیوں کی زیارت: 241
- بیماروں کی مزاج پرسی اور زیارت: 241

Marfat.com

❀ تعزیت کے لیے ملاقات: 242
❀ یتیموں کی زیارت: 242
❀ اہلِ علم وتقویٰ کی زیارت: 243
❀ عام مسلمان بھائیوں کی زیارت و ملاقات: 243
❀ آدابِ زیارت و ملاقات: 245
❀ 1-مناسب دن اور وقت: 245
❀ 2- فضول ملاقاتیں: 246
❀ 3-اجازت طلب کرنا: 246
❀ 4- آہستہ دستک: 247
❀ 5-دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہونا: 247
❀ 6- تین مرتبہ اجازت طلب کرنا: 247
❀ اخلاقِ اسلامیہ: 248
❀ مستحب زیارتیں: 248
❀ زیارتِ قبور کے لیے رختِ سفر باندھنا؟ 249
❀ **دوسرا خطبہ**: مغربی تہذیب وتمدن کا فتنہ 251
❀ تہذیبِ مغرب کی یلغار: 251
❀ اہلِ مغرب کے ارادے: 253
❀ ایک طوفانِ بدتمیزی: 256
❀ حجاب اور مسلمان خاتون: 256
❀ بچاؤ کا راستہ: 257
❀ ہمارے اپنے...مگر تہذیبِ مغرب کے ایجنٹ..! 258
❀ ہماری ذمے داریاں: 259
❀ **تیسرا خطبہ**: شیطانی مکروفریب اوراس سے نجات کی راہیں 263

Marfat.com

❁ اہلِ جنت: 263
❁ اہلِ جہنم: 264
❁ جہنم کی طرف بلانے والے: 264
❁ شیطان سے نجات کی راہیں: 268
❁ دعوتِ فکر: 273
❁ دعوتِ بدعت: 273
❁ دعوتِ معصیت: 273
❁ دعوتِ مباح: 274
❁ **چوتھا خطبہ**: نعمتِ امن وامان 275
❁ امن وامان کے لیے اسلام کے اقدامات: 276
❁ سعودی عرب اور امن وامان: 277
❁ شکرِ نعمت ... ازدیادِ نعمت کا باعث ہے: 279

خطباتِ ماہِ جمادی الاخریٰ

❁ **پہلا خطبہ**: غیبت اور چغلی 283
❁ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو: 283
❁ غیبت اور چغلی کے دنیا میں برے اثرات: 283
❁ آخرت میں دخولِ نار کا سبب: 284
❁ غیبت کیا ہے؟ 284
❁ حفاظتِ زبان کا حکم اور عدمِ حفاظت کا انجام: 285
❁ غیبت کے نقصانات: 289
❁ چغلی کیا ہے؟ 291
❁ جواز کی چند شکلیں: 291
❁ **دوسرا خطبہ**: تعلیم وتربیت کے اسلامی اہداف 293

Marfat.com

حصولِ علم ایک فریضہ ہے:............ 293
تعلیم کے اغراض و مقاصد:............ 294
علم کے فوائد وثمرات:............ 294
معلمین اور مدرسین کی ذمے داریاں:............ 296
دشمنانِ دین کے منصوبے:............ 297
ہماری ذمے داری:............ 298
تعلیمِ قرآن وحدیث:............ 298
تیسرا خطبہ: چھٹیاں (حکمتیں اور نصیحتیں)............ 300
دروس وعبرتیں:............ 300
زندگی کا اختتام:............ 301
فضیلتِ علم وعلما:............ 302
باعثِ حسرت وندامت:............ 303
باعثِ شرم وعار:............ 303
اپنے گناہوں کا اشتہار دینے والے:............ 304
محاسبۂ نفس اور توبہ:............ 305
علم اور خلوصِ نیت وامانت داری:............ 306
والدین اور مدرسین کی ذمے داریاں:............ 307
چوتھا خطبہ: امام مالک بن انس رحمہ اللہ: (سوانحی خاکہ اور حسین نامۂ اعمال کی ایک جھلک)... 308
علمائے کرام کے بارے میں گفتگو:............ 308
امامِ دارالہجرۃ:............ 308
والدہ کی تربیت:............ 309
ماؤں کی ذمے داریاں:............ 309
دورِ حاضر اور اسلوبِ تعلیم:............ 310

Marfat.com

- تعلیم وتربیت اور ماحول: 311
- منصبِ افتا پر رونق افروزی: 311
- منہجِ دلیل و حجت: 312
- جامد اور اندھی تقلید: 312
- ہر شخص خادمِ دین ہے: 313
- امام مالک رحمہ اللہ اور ایک عبادت گزار کے مابین مکالمہ: 313
- امام مالک رحمہ اللہ اور فتویٰ دینے میں احتیاط: 314
- دورِ حاضر اور فتویٰ بازی: 316
- اجتہاد ورائے: 317
- امام مالک رحمہ اللہ اور وعظ ونصیحت: 317
- وفاتِ امام مالک رحمہ اللہ: 318
- عیوب کی پردہ پوشی: 318

خطباتِ ماہِ رجب

- **پہلا خطبہ:** فتنوں سے نجات کیسے ممکن ہے؟ 321
- کفر والحاد کے خطرات: 321
- کافر معاشرے: 321
- انتہائی تکلیف دہ اور پریشان کن بات: 322
- امن وسلامتی کی ضمانت اور پریشانیوں سے نجات کا ذریعہ: 322
- وحیِ الٰہی کی تعظیم وتعمیل کے درخشاں نمونے: 324
- فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ: 326
- لمحۂ فکریہ: 328
- کتاب وسنت پر زیادتی: 329
- تعظیمِ کتاب وسنت: 329

Marfat.com

۞ **دوسرا خطبہ**: صدق وحق گوئی اور راست بازی.......333
۞ بندے کی قدر و قیمت کا معیار:.......333
۞ صفات واعمال میں تفاوت:.......333
۞ سچائی اور حق گوئی کی اہمیت:.......334
۞ ثوابِ صدق اور عذابِ کذب:.......334
۞ دنیا میں سچائی کا بدلہ:.......335
۞ آخرت میں سچائی کا بدلہ:.......336
۞ حقیقتِ صدق:.......337
۞ سلف میں سچائی کے بعض نمونے:.......338
۞ سچائی کے بارے میں قرآن وسنت کی تعلیمات:.......339
۞ اسلام پر دہشت گردی کا الزام:.......340
۞ **تیسرا خطبہ**: عزت کا راستہ.......343
۞ اللہ ورسول اور اہلِ ایمان کی عزت:.......343
۞ اذان میں عزت:.......344
۞ نماز میں عزت:.......344
۞ اسلامی عقائد میں عزت:.......345
۞ حصولِ عزت کا طریقہ:.......345
۞ عارضی عزت:.......347
۞ دائمی عزت:.......348
۞ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ:.......348
۞ ابوسفیان کی زبان درازی:.......349
۞ مشرک باپ اور بسترِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:.......349
۞ ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ اور رستم کا عبرتناک واقعہ:.......349

Marfat.com

- آج کی ضرورت: 351
- لمحۂ فکریہ: 351
- عزت کے معانی و مفاہیم: 352
- موت و حیات اور روزی کا مالک صرف اللہ ہے: 352
- گھر، مدرسہ اور مسجد کا کردار: 354
- **چوتھا خطبہ**: اسلامی عقیدے کے ثمرات و برکات 355
- اسلامی عقیدہ ایک عظیم نعمت ہے: 355
- اسلامی عقیدے کے ثمرات و برکات: 355
- ایمان سے دوری کے نتائج: 361
- تمام بحرانوں کا علاج ... منہجِ ربانی: 362
- ذرائع اِبلاغ کے نام پیغام: 365

خطبات ماہِ شعبان

- **پہلا خطبہ**: دعا کی اہمیت وفضیلت 369
- شانِ عبودیت: 369
- مقامِ دعا: 370
- دعا ردِ بلا کا ذریعہ اور مومن کا ہتھیار ہے: 371
- عاجز و کمزور کون؟ 371
- دعا کی تاثیر اور طریقۂ کار: 372
- اوقاتِ قبولیت: 374
- مستجاب الدعا: 374
- مصائب و مشکلات میں صرف اللہ کو پکاریں: 375
- مظلوم کی دعا: 376
- قضا و قدر: 378

Marfat.com

آدابِ دعا: 378
خلاصہ کلام: 379
دوسرا خطبہ: زوالِ امت کے اسباب اوران کا علاج 380
اللہ کی عظیم نعمت واحسان: 380
اسلام کے امتیازی اوصاف: 380
دین کی طرف رجوع: 382
عقیدے اور دین کا تعلق: 384
صیہونی دہشت گردی: 388
اسبابِ زوالِ امت کا علاج: 389
تیسرا خطبہ: دینِ رحمت 394
اسلامی تعلیمات میں رحم وکرم: 395
جانوروں سے رحم وکرم: 397
کافروں سے حسنِ سلوک: 399
دورِ حاضر کی ضرورت: 399
کرے کوئی اور بھرے کوئی: 400
مغربی ذرائع اِبلاغ کی یلغار: 401
عام مسلمانوں کی ذمے داری: 402
چوتھا خطبہ: فتنوں سے نجات کی راہیں اور استقبالِ رمضان 404
پیشین گوئیاں: 404
سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کا اہتمام: 404
فتنوں کا دور: 404
فتنوں کا نشانہ: 405
فتنوں سے اجتناب: 405

Marfat.com

۞ فتنوں کے اسباب:.. 405
۞ فتنوں کا پھیلاؤ:.. 406
۞ خطرناک فتنے:.. 407
۞ فتنوں کی حکمتیں:.. 407
۞ فتنوں کا سیلاب:.. 409
۞ فتنوں سے تحفظ کے ذرائع:.. 409
۞ ماہِ رمضان کی آمد آمد:.. 413

خطباتِ ماہِ رمضان

۞ **پہلا خطبہ**: رمضان... تبدیلی کا آغاز.. 419
۞ روزے اور قرآنِ کریم کی سفارش:.. 419
۞ اللہ تعالیٰ کا جنت کے دروازے کھولنا اور جہنم کے دروازے بند کرنا:........ 420
۞ بخشش:.. 420
۞ ایک سنہری موقع:.. 421
۞ ماہِ فتح ونصرت:.. 421
۞ سلف کی فتح وعظمت کے اسباب:.. 421
۞ عظمتِ رفتہ کی بازیابی اور واپسی:.. 421
۞ ماہِ جود وسخا:.. 422
۞ افطاری کا ثواب:.. 422
۞ سلف کے جود وسخا کا ایک نمونہ:.. 423
۞ غربا وفقرا کی امداد:.. 423
۞ خیراتی تنظیموں اور رفاہی اداروں سے تعاون:.. 424
۞ روزے کی ڈھال:.. 424

Marfat.com

۞ روزے کے اغراض و مقاصد:........................ 425
۞ تلاوتِ قرآن:........................ 425
۞ مقاصدِ تلاوت:........................ 426
۞ **دوسرا خطبہ**: ماہِ رمضان سے کیسے فائدہ اٹھائیں؟........................ 428
۞ فضائل و برکات کا مہینا:........................ 428
۞ روزے کے تقاضے اور آداب:........................ 429
۞ ماہِ عبادات و صدقات:........................ 429
۞ صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کا مہینا:........................ 430
۞ قول و کردار سے دعوت و اصلاح:........................ 431
۞ تطہیرِ مال:........................ 432
۞ شرم تم کو مگر نہیں آتی:........................ 432
۞ باز آ، ہر آنکہ ہستی، باز آ:........................ 433
۞ ذریعۂ مغفرت:........................ 434
۞ علاماتِ توبہ:........................ 434
۞ مسلم خاتون سے خطاب:........................ 434
۞ **تیسرا خطبہ**: ماہِ رمضان ...ایک سنہری موقع........................ 437
۞ نیکیوں کا موسم:........................ 437
۞ ایک بیش بہا غنیمت:........................ 437
۞ موت کا آہنی پنجہ:........................ 438
۞ مرحوم اور محروم انسان:........................ 439
۞ کوتاہی چھوڑو:........................ 440
۞ روزے کے مفہوم کی وسعت اور آداب:........................ 440
۞ صالحین کا راستہ:........................ 441

Marfat.com

❀ تلاوت و تدبرِ قرآن: 443
❀ تلاوتِ قرآن اور سلفِ امت: 444
❀ قرآن کے مطابق فیصلے: 445
❀ جہنم سے آزادی کا مہینا: 446
❀ توبہ اور بخشش کا مہینا: 446
❀ اعتکاف: 448
❀ اعتکاف کے بعض احکام اور احترامِ مسجد: 448
❀ مصائب اور دعائیں: 449
❀ **چوتھا خطبہ**: تلاوت و تدبرِ قرآن 450
❀ نعمتِ ایمان و قرآن: 450
❀ معجزۂ قرآن: 451
❀ قرآن کا چیلنج: 451
❀ خیر الامم: 453
❀ ماہِ رمضان... موسمِ قرآن: 455
❀ تلاوت و تدبرِ قرآن: 456
❀ اصحابِ قرآن: 456
❀ جود و سخا: 456
❀ نمازوں کا اہتمام: 457
❀ زکات ادا کرو: 457
❀ تدارک اور تلافیِ مافات: 457
❀ روزوں کا تحفظ: 458
❀ دعاؤں کی کثرت: 458
❀ **پانچواں خطبہ**: الوداع... اے ماہِ رمضان 460
❀ نعیم جنت کے چند اوصاف: 460

Marfat.com

۞ وداعِ رمضان:...................... 462

۞ عید کے شب و روز:...................... 462

۞ صدقۂ فطر (فطرانہ):...................... 463

۞ زیب و زینت:...................... 463

۞ عید الفطر سے قبل کچھ کھانا:...................... 464

۞ عورتوں کا عید گاہ جانا:...................... 464

۞ عید مبارک کہنے کا طریقہ:...................... 465

۞ اصل عید کس کی؟...................... 465

۞ عید کیسی ہو؟...................... 465

۞ سعادتِ مومن:...................... 466

۞ شکرِ الٰہی:...................... 466

۞ آج اور کل:...................... 466

۞ توبہ و استغفار:...................... 467

۞ الوداع:...................... 467

۞ آثارِ عبادات:...................... 468

۞ شش عیدی روزے:...................... 469

۞ علاماتِ قبول:...................... 469

۞ روزے دار کی دو خوشیاں:...................... 470

خطباتِ ماہِ شوال

۞ **پہلا خطبہ**: (خطبہ عید الفطر مدینہ ۱۴۲۲ھ) بدظنی اور الزام تراشی؛ اسلامی تعلیمات اور ہمارا طرزِ عمل . 475

۞ عید اور باہمی تعلقات:...................... 475

۞ وہم و گمان اور بدظنی:...................... 476

Marfat.com

- الزام تراشی اور عیب چینی: 476
- بدظنی کے نتائج: 477
- اسلامی تعلیمات: 477
- اسلامی طرزِ عمل: 478
- ہمارا موجودہ طرزِ عمل: 480
- فاروقی طرزِ عمل: 481
- بدظنی کے اسباب: 481
- بدظنی کا علاج: 483
- ہماری عیدیں: 484
- امتِ اسلامیہ اور مصائب: 484
- مسئلہ فلسطین: 485
- خواتین سے خطاب: 486
- **دوسرا خطبہ:** تربیت گاہِ رمضان کے دروس وعبرتیں 488
- گردشِ دوراں: 488
- وداعِ رمضان المبارک: 488
- محاسبۂ نفس کا موقع: 489
- اصلاحِ احوال: 489
- اسرار ورموزِ عبادات: 490
- ثبات واستقامت: 490
- کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا؟ 492
- امت کا فریضہ: 493
- سعادت منداور خوش نصیب: 494
- **تیسرا خطبہ:** ماہِ رمضان کے بعد... ثابت قدمی 495

Marfat.com

❁ مرورِ ایام...مرورِ حیات:........................ 495
❁ راحت وسکون کا وقت:........................ 496
❁ قبولِ عمل کی علامات:........................ 496
❁ اطاعت پر استقامت:........................ 497
❁ صالحین کا منہج:........................ 498
❁ غلطی پر اصرار باعثِ ہلاکت ہے:........................ 500
❁ ربِ رمضان ہی ربِ زمان ہے:........................ 501
❁ **چوتھا خطبہ**: دعوتِ دین اور ہماری ذمے داری........................ 502
❁ خصائصِ شریعت:........................ 502
❁ اعدائے شریعت اور دشمنانِ دین:........................ 503
❁ دعوت وتبلیغ کا فریضہ اور اس کے تارک کا انجام:........................ 504
❁ کتمانِ علم اور اخفائے حق کی سزا:........................ 506
❁ دعوت وتبلیغ کی تاکید:........................ 509
❁ منصبِ فتویٰ اور سہل انگاری:........................ 514
❁ **پانچواں خطبہ**: مصائب ومشکلات کے اسباب اور ان کا حل........................ 517
❁ سننِ الٰہیہ اور نظامِ ربانی:........................ 517
❁ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے:........................ 517
❁ آزمائشیں:........................ 519
❁ مصائب ومشکلات:........................ 520
❁ مشکلات کا حل:........................ 521
❁ حکّام وعلما کا اتحاد:........................ 522
❁ توبۂ نصوح:........................ 522
❁ اتحادِ امت:........................ 523

۱۲۶۹۳۲

Marfat.com

غلط فہمی کا ازالہ:......524
تقویٰ اور اعمالِ صالحہ:......525

خطبات ماہِ ذوالقعدہ

پہلا خطبہ: تعاونِ باہمی اور خدمتِ انسانیت......529
سنتِ الٰہی:......529
تعاونِ باہمی اور خدمتِ خلق:......530
اوصافِ انبیا علیہم السلام:......530
منہجِ سلف صالحین:......531
خدمتِ خلق کا صلہ:......531
ائمہ دین کا منہج:......532
حسنِ خاتمہ کی ضمانت:......532
جن کا اللہ کے سوا کوئی نہیں:......533
آدابِ سفارش:......534
نیکی کو برباد کرنے والی چیز:......536
ممنوع سفارش:......536
دوسرا خطبہ: طلبائے علم کے لیے نصیحتیں......537
اسلام میں علم کا مقام و مرتبہ:......537
1- عدل و انصاف:......538
2- اتحاد و اتفاق:......539
3- رجوع إلی الکتابِ والسنۃ:......541
4- مقاصدِ شریعت کی معرفت:......542
5- فہمِ صحیح پر عمل:......543

Marfat.com

- 6- شریعت کے نتائج کی رعایت رکھنے کی معرفت حاصل کرنا: 544
- 7- اصولی قواعد اور طرقِ استنباط کی معرفت کا اہتمام: 545
- 8- جدید مسائل میں حکم جاری کرنے اور بلا اہلیت اجتہاد کرنے میں جلدی نہ کرنا: 545
- منہجِ سلف: 546
- 9- عمومی نفی نہ کرنا: 547
- 10- رجوع الی الحق: 547
- **تیسرا خطبہ:** خطبہ حجۃ الوداع اور حقوقِ انسانیت؛ دروس اور نصیحتیں 549
- خطبۃ الوداع کی خصوصیات: 549
- شرک پر تنبیہ: 550
- حقوقِ انسانی کا چارٹر: 551
- امن و امان: 552
- عدمِ ایذا رسانی: 552
- تہذیبِ حاضر اور انسانی حقوق: 553
- اسلام اور جان و مال کی حفاظت: 554
- عصبیت و عنصریت کی بیخ کنی: 554
- سود کا خاتمہ: 556
- عورتوں سے حسنِ سلوک: 557
- کتاب وسنت کی طرف رجوع: 559
- اختلافات سے گریز: 562
- **چوتھا خطبہ:** زیارتِ مدینہ کے احکام و آداب 563
- آدابِ مدینہ منورہ: 563
- زیارتِ مسجدِ نبوی: 564
- مسجدِ نبوی میں نماز کا ثواب: 565

Marfat.com

- اجزاے مسجد اور تبرک:......566
- روضۃ الجنہ میں نماز:......566
- مسجدِ قبا میں نماز:......567
- مدینہ منورہ کی دیگر مساجد؟......568
- زیارتِ قبرِ رسول ﷺ اور قبرِ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما:......568
- قبرِ نبوی کی زیارت کا طریقہ:......569
- بعض مخالفِ شرع امور:......569
- اہلِ بقیع اور شہداے اُحد کی زیارت:......574
- زیارتِ قبور کے مقاصد:......574
- قبروں کو مساجد نہ بنائیں:......574
- قبروں سے عدمِ تبرّک:......576
- مُردوں سے مدد مانگنا:......576
- رجوع الی اللہ:......571

خطباتِ ماہِ ذوالحجہ

- **پہلا خطبہ:** حج اور عشرۂ ذوالحجہ کے فضائل و مسائل......581
- عبادت کے ثمرات:......581
- منصبِ رسالت:......581
- فلسفۂ عبادت:......582
- حج... مجموعۂ عبادات:......583
- حج... اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی:......583
- فضائلِ حجِ مبرور:......584
- ارکانِ حج:......585

Marfat.com

۞ واجباتِ حج:............ 586
۞ اعمالِ یومِ نحر اور تحلّل:............ 586
۞ مستحباتِ حج:............ 586
۞ فضائلِ عشرہ ذوالحجہ:............ 587
۞ اے حاجی!:............ 589
۞ **دوسرا خطبہ**: خطبۂ عید الاضحیٰ (مدینہ منورہ ۱۴۲۲ھ)............ 591
۞ مختلف اقوام کی عیدیں:............ 591
۞ اسلامی عیدیں:............ 591
۞ عید الاضحیٰ:............ 592
۞ بعض عباداتِ عظیمہ:............ 593
۞ عید... مظہرِ توحید:............ 593
۞ توحیدِ عبادت:............ 594
۞ شہادتِ رسالت:............ 594
۞ عید... سالانہ عظیم اجتماع:............ 595
۞ عید... باہمی تعلقات میں بہتری کا موقع:............ 596
۞ عید... تعلیماتِ اسلام کا اعلانِ عام:............ 598
۞ عید... تاریخِ امت:............ 598
۞ ملتِ ابراہیم علیہ السلام:............ 599
۞ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی:............ 600
۞ نماز پر ہمیشگی:............ 600
۞ زکات ادا کرو:............ 601
۞ روزہ اور حج وغیرہ:............ 601
۞ شرک سے پرہیز:............ 601

Marfat.com

قتل اور گناہ سے گریز: 602

سود خوری سے بچاؤ: 603

رشوت ستانی وغیرہ: 603

شراب و منشیات: 604

چغلی اور غیبت: 604

فضائل یومِ نحر و قربانی: 605

مسائلِ قربانی: 607

خواتین سے خطاب: 607

شکرانِ نعمت: 609

عید کس کی ہوتی ہے؟ 609

عید کی تکبیرات: 609

فکرِ آخرت: 610

تیسرا خطبہ: عملِ صالح پر ہمیشگی 611

عملِ صالح کے دنیاوی فوائد: 611

عملِ صالح کا وسیع دائرہ کار: 613

کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جانو: 615

عاجز و درماندہ شخص کا عملِ صالح: 615

عملِ صالح کا وسیع دائرہ کار: 616

عملِ صالح میں مستقل مزاجی: 616

مداومت کے فوائد و ثمرات: 617

اعمالِ صالحہ کی درجہ بندی: 621

جنت کا داخلہ اعمالِ صالحہ سے نہیں رحمتِ الٰہی سے ہے: 621

اعمالِ صالحہ کا اخروی بدلہ: 621

Marfat.com

- جن اعمال کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے:........ 622
- **چوتھا خطبہ**: حج کے بعد ہمارا طرزِ عمل........ 624
- شرفِ عبودیت:........ 624
- حج...ایک عظیم عبادت:........ 625
- شکرانِ نعمت:........ 626
- عبادات کا تحفظ:........ 627
- نئے صفحۂ حیات کا آغاز:........ 628
- توحید اور حقوقِ الٰہی:........ 628
- ضعیف الاعتقادی:........ 629
- مغربی افکارِ باطلہ:........ 629
- باز آ، باز آ:........ 630
- استقامت:........ 630
- عدمِ قبولیت کا خطرہ:........ 631
- زائرینِ مدینہ سے:........ 632
- **پانچواں خطبہ**: اساسِ دین...عقیدۂ توحید........ 634
- کلمہ توحید کی فضیلت:........ 634
- مشکل کشا، حاجت روا اور مددگار صرف اللہ ہے:........ 635
- غلط عقائد:........ 636
- تحفظِ عقیدہ:........ 639
- نماز کی پابندی:........ 639
- گناہوں سے اجتناب اور توبہ و استغفار:........ 640

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

إنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِينُهٗ، وَ نَسْتَغْفِرُهٗ، وَ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُولُهٗ. **أَمَّا بَعْدُ!**

قارئینِ کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

گذشتہ چند سالوں کے دوران میں ہمیں یہ شرف حاصل رہا ہے کہ حرمین شریفین مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں کی مساجدِ مبارکہ: مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی کے خطباتِ جمعہ کا ہر ہفتے ترجمہ کر کے طریق السلام مدینہ منورہ میں قائم ایک ادارے "لجنة الدعوة" (موجودہ نام: لجنة التعريف بالإسلام) کو بذریعہ فیکس بھیج دیے جاتے اور وہ انھیں کمپوز کروا کر انٹرنیٹ پر اپنی ویب سائٹ میں ڈال دیتے۔ یہ سلسلہ کئی سالوں تک جاری رہا، پھر بعض وجوہات کی بنا پر "مشروع ترجمة خطب الحرمين الشريفين باللغات الأجنبية" کا یہ سلسلہ بند کر دیا گیا۔

اب ہم افادۂ عام کے لیے اُن خطباتِ حرمین شریفین کو ترتیب وار قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کرنے جا رہے ہیں۔ ان خطبات کے سلسلے میں بعض امور پیشِ نظر رہیں:

① اُس وقت قرآنِ کریم کی آیات کی عربی نصوص ذکر نہیں کی گئی تھیں، بلکہ صرف ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا گیا تھا، لیکن اب عربی نصوص اور ان کا اردو ترجمہ بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔

② نصوصِ حدیث کے ذکر کا التزام تو نہیں کیا گیا، تاہم اہم نصوص ذکر کر کے بعض دیگر کے صرف ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

③ خطبات میں بعض جگہوں پر ضعیف احادیث آ گئی ہیں اور انھیں علی حالہا رہنے دیا گیا ہے، تاکہ ہماری طرف سے حرمین شریفین کے ان خطبات میں کوئی تصرّف نہ ہو۔ تاہم ان کی نشان دہی ہو گئی ہے۔ ہم اُن خطبات اور ارقامِ احادیث کی نشان دہی کر کے بات کو طویل نہیں کرنا چاہتے،

Marfat.com

جن میں یہ ضعیف احادیث موجود ہیں، کیونکہ متعلقہ مقامات پر حواشی کو دیکھتے ہی ان کا علم ہو جاتا ہے۔

④ عزیزِ محترم حافظ شاہد محمود (فاضل مدینہ یونیورسٹی) نے خطبات میں مذکورہ احادیث و آثار کی مکمل تخریج کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس علمی عمل کو ان کے میزانِ حسنات کا حصہ بنائے۔

⑤ ان خطبات کی کمپوزنگ اور سیٹنگ وغیرہ میں ہمارے لختِ جگر عزیزی عدنان قمر سلمۂ اللہ نے بھی کافی کدوکاوش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اس علمی خدمت کو قبول فرمائے اور اسے خدمتِ دین کی مزید توفیق سے نوازے۔

اس سے قبل خطباتِ حرمین شریفین کی جلد اول (خطباتِ حرمِ مکہ مکرمہ ۱۴۲۲ھ) شائع ہو چکی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَ مِنْهُ الْقَبُوْل. اب ہم اسی سلسلے کی جلد دوم (خطباتِ حرم مدینہ منورہ ۱۴۲۲ھ) شائع کر رہے ہیں، جس کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں ہمارے ساتھ محترمہ ام منصور روبینہ فیاض شیخ اور ان کے شوہر، منطقہ شرقیہ سعودی عرب کی معروف سماجی شخصیت اور ہمارے محترم دوست جناب ابومنصور فیاض محمد اسلم شیخ (مینجنگ ڈائریکٹر الدوسری ہارڈویئر اینڈ جنرل سٹورز۔ الخبر) نے تعاون کیا ہے۔ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ أَهْلِهِمَا وَمَالِهِمَا وَ عُمُرِهِمَا وَ أَعْمَالِهِمَا الصَّالِحَةِ.

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان ''خطباتِ حرمین شریفین'' کو محترم خطبا و واعظین، معزز علما و طلبا اور تمام قارئینِ کرام کے لیے باعثِ استفادہ بنائے اور باقی جلدوں کی تکمیل و طباعت کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین

ترجمان سپریم کورٹ۔ الخبر

وداعیہ متعاون بمراکز الدعوۃ والارشاد

الدمام، الراکہ، الخبر۔ سعودی عرب

حُرر في: ۲۲/۲/۱۴۳۵ھ = ۲۵/۱۲/۲۰۱۳ء

Web:www.mohammedmunirqamar.com

Youtube chn: m.munirqamar@gmail.com

Marfat.com

ائمہ و خطباے حرم

(مدینہ منورہ)

خطباتِ حرمین شریفین کے سلسلے میں خطباتِ مدینہ منورہ کی اس جلد میں جن ائمہ و خطباے کرام کے خطباتِ جمعہ شامل ہیں، یہاں پر ان کا مختصر تذکرہ پیشِ خدمت ہے۔

① فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر علی بن عبد الرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

نام ونسب اور ولادت:

علی بن عبد الرحمٰن بن علی بن احمد الحذیفی العامری۔

آپ آلِ حذیفہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مکہ مکرمہ کے جنوب میں واقع ایک بستی قرنِ مستقیم میں یکم رجب ۱۳۶۶ھ = ۲۲ مئی ۱۹۴۷ء کو آپ کی ولادتِ باسعادت ہوئی۔

حصولِ تعلیم:

آپ کا تعلق ایک دینی گھرانے سے ہے۔ آپ کے والد سعودی فوج میں امامت اور خطابت کے منصب پر فائز تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنی بستی کے سکول میں حاصل کی اور ناظرہ قرآنِ مجید الشیخ محمد بن ابراہیم الحذیفی سے پڑھا۔ اسی دوران میں آپ نے قرآنِ مجید کے چند پارے اور بعض دینی علوم کے مختصر رسائل حفظ کر لیے۔ بعد ازاں ۱۳۸۱ھ میں بلجرشی کے ایک پرائیویٹ سکول میں مڈل تک تعلیم مکمل کی، پھر آپ نے ۱۳۸۳ھ میں بلجرشی ہی کے معہد علمی میں داخلہ لیا اور ۱۳۸۸ھ میں مرحلہ ثانویہ کی تکمیل کی، پھر آپ نے ۱۳۸۸ھ میں امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی ریاض کے کلیہ شریعہ میں داخلہ لیا اور ۱۳۹۲ھ میں گریجویشن کی ڈگری حاصل کی۔

فراغت کے بعد آپ نے معہد علمی بلجرشی میں تدریس کا آغاز کیا اور مختلف علوم وفنون عقیدہ، تفسیر، صرف ونحو کے اسباق پڑھائے اور اس کے ساتھ ہی بلجرشی کی جامع مسجد میں امامت وخطابت کی ذمے داری نبھائی۔ بعد ازاں آپ نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے جامعہ ازہر میں

Marfat.com

داخلہ لیا اور ۱۳۹۵ھ میں ماسٹر کیا اور پھر اسی جامعہ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

اساتذہ کرام:

① الشیخ احمد بن عبد العزیز الزیات رحمہ اللہ۔

② الشیخ عامر السید عثمان رحمہ اللہ۔

③ الشیخ عبد الفتاح القاضی رحمہ اللہ۔

④ الشیخ حماد الانصاری رحمہ اللہ۔

مناصب اور اہم ذمہ داریاں:

① آپ نے تعلیم و تدریس کے ساتھ ۱۳۹۸ھ میں مسجد قبا کی امامت و خطابت کی ذمے داری سنبھالی۔

② پھر ۱۳۹۹ھ سے ۱۴۰۱ھ مسجد نبوی میں امامت و خطابت کی سعادت حاصل کی۔

③ ۱۴۰۱ھ میں مسجد حرام مکہ مکرمہ میں امام و خطیب رہے۔

④ ۱۴۰۲ھ سے لے کر اب تک مسجد نبوی کی امامت و خطابت کے ساتھ ساتھ اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

دعوتی خدمات:

آپ نے متعدد ممالک کی طرف دعوت و تبلیغ کی خاطر سفر کیا اور بے شمار ندوات میں شرکت کی۔ کئی مساجد و مدارس کا افتتاح کیا اور دروس و خطبات کے ذریعے خلقِ کثیر کو نفع پہنچایا۔

تصانیف:

* طرائق الحكم المختلفة في الشريعة الإسلامية دراسة مقارنة بين المذاهب الإسلامية. (رسالة الدكتوراه)

اس کے علاوہ بھی آپ نے کئی کتب تالیف کی ہیں، جو اب تک مسودات کی شکل میں اور غیر مطبوع ہیں۔

❀❀❀

Marfat.com

② فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد الباری ثبیتی حفظہ اللہ

نام ونسب:

عبد الباری بن عواض بن علی الثبیتی۔ آپ مکہ مکرمہ میں ۱۳۸۰ھ = ۱۹۶۰ء کو پیدا ہوئے۔

ولادت اور ابتدائی تعلیم:

آپ نے ابتدائی تعلیم مکہ مکرمہ کے مختلف مدارس میں حاصل کی۔ ۱۴۰۵ھ میں آپ نے جامعہ ملک عبد العزیز جدہ سے گریجویشن مکمل کی اور ۱۴۰۹ھ میں جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ سے ڈپلومہ کیا، پھر اسی یونیورسٹی سے ۱۴۱۵ھ میں ماسٹر کیا اور بعد ازیں اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

خدمات اور مناصب:

① ۱۳۹۷ھ میں آپ نے برطانیہ کے ایک اسلامک سنٹر میں نمازِ تراویح کی امامت کی اور ۱۳۹۹ھ میں مکہ مکرمہ میں منعقد ایک بین الاقوامی مقابلہ برائے حفظ وتجوید قرآن میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

② آپ ۱۴۱۰ھ میں مسجد حرام مکہ مکرمہ میں امام وخطیب مقرر ہوئے اور ۱۴۱۴ھ تک یہ ذمے داری نبھاتے رہے۔

③ ۱۴۱۵ھ سے آپ نے مسجد نبوی میں امامت و خطابت کا آغاز کیا اور ۱۴۲۹ھ تک یہ خدمت انجام دیتے رہے، پھر کئی سال صحت کی ناسازگاری کی بنا پر اس عہدے سے سبکدوش ہوگئے اور پھر تندرست ہونے کے بعد اب تک مسجد نبوی مدینہ منورہ میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

❀❀❀

Marfat.com

③ فضیلۃ الشیخ صلاح بن محمد البدیر حفظہ اللہ

مختصر تعارف:

فضیلۃ صلاح بن محمد البدیر حفظہ اللہ احساء کے قریب مدینہ ہفوف میں پیدا ہوئے اور وہیں پر اپنی ابتدائی تعلیم مکمل کی، پھر جامعہ امام محمد بن سعود ریاض میں داخلہ لیا اور گریجویشن کی تکمیل کی اوراس کے بعد المعہد العالی للقضاء ریاض میں پڑھتے رہے۔

۱۴۱۹ھ میں آپ مسجد نبوی مدینہ منورہ کے امام وخطیب اور عدالت کے جج مقرر ہوئے۔ آپ نے ۲۵۔۱۴۲۶ھ = ۰۵۔ ۲۰۰۶ء کو مسجد حرام مکہ مکرمہ میں بھی نمازِ تراویح کی امامت کروائی اور اب مستقل طور پر مسجد حرام مکہ مکرمہ ہی میں نمازِ تراویح کے امام ہیں۔

❀❀❀

④ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر حسین بن عبد العزیز آل شیخ حفظہ اللہ

نام ونسب اور حصولِ تعلیم:

حسین بن عبدالعزیز بن حسن بن عبدالعزیز بن حسین آل شیخ۔ آپ کا تعلق شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے خاندان سے ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کلیۃ الشریعۃ ریاض سے گریجویشن کی اور المعہد العالی للقضاء سے ماسٹر کیا اور بعد ازاں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

اساتذہ کرام:

① فضیلۃ الشیخ فہد الحمید۔
② فضیلۃ الشیخ عبداللہ الجبرین۔
③ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز الداؤد۔

Marfat.com

④ فضیلۃ الشیخ عبداللہ الغدیان۔

⑤ فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز۔

اہم مناصب:

① فراغت کے بعد آپ نے ریاض شہر کے مختلف مقامات اور مساجد میں دروس ومحاضرات کا سلسلہ شروع کیا اور ۱۴۰۶ھ میں عدالت میں ملازمت کا آغاز کیا۔

② ۱۴۱۱ھ میں آپ نجران کے محکمہ کبریٰ میں جج متعین ہوئے۔

③ پھر ۱۴۱۲ھ میں محکمہ کبریٰ ریاض میں عہدہ قضا کی ذمے داری سنبھالی۔

④ ۱۴۱۸ھ میں آپ محکمہ کبریٰ مدینہ منورہ میں قاضی مقرر ہوئے اور بعد ازاں آپ مسجد نبوی کے امام وخطیب متعین ہوئے۔

مؤلفات:

① أحكام الإحداد في الفقه الإسلامي.

② القواعد الفقهية للدعوىٰ.

❀❀❀

⑤ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد المحسن القاسم حفظہ اللہ

نام ونسب، ولادت اور حصولِ تعلیم:

عبدالمحسن بن محمد بن عبدالرحمٰن القاسم القحطانی۔

آپ کے دادا علامہ عبدالرحمٰن بن قاسم سعودی عرب کے کبار علما میں سے تھے، جنھوں نے متعدد کتب حاشیہ الروض المربع، حاشیہ کتاب التوحید، حاشیہ آجرومیۃ وغیرہ متعدد کتب تالیف کیں۔ فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن القاسم حفظہ اللہ مکہ مکرمہ میں ۱۳۸۸ھ = ۱۹۶۷ء کو پیدا ہوئے۔

آپ نے جامعہ امام محمد بن سعود ریاض سے گریجویشن کیا اور المعهد العالی للقضاء سے ماسٹر اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

Marfat.com

اساتذہ کرام:

① الشیخ احمد الزیات۔

② الشیخ علی بن عبد الرحمٰن الحذیفی۔

③ الشیخ ابراہیم بن الاخضر۔

④ الشیخ محمد الطرہونی وغیرہم۔

اہم خدمات:

☆ آپ ۱۴۱۸ھ = ۱۹۹۷ء سے اب تک مسجد نبوی کی امامت و خطابت اور محکمہ کبریٰ مدینہ منورہ میں قضا کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

مؤلفات:

① المسبوك على منحة السلوك في شرح تحفة الملوك.

② تيسير الوصول شرح ثلاثة الأصول.

③ الخطب المنبرية.

④ خطوات إلى السعادة.

⑤ اِجعلها الأخيرة.

❀❀❀

Marfat.com

خطبہ مسنونہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ، وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ، وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَأَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلَّ ضَلَالَۃٍ فِي النَّارِ (1)

''بلاشبہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ ہم اسی کی تعریف کرتے، اسی سے مدد مانگتے اور اسی سے بخشش طلب کرتے ہیں۔ اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے برے اعمال سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ دھتکار دے اسے کوئی راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے، وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

''حمد وصلوۃ کے بعد! یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ کی کتاب اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے اور تمام امور میں سے برے کام (دین میں) خودساختہ (بدعت والے) کام ہیں، ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے۔''

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ط

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ○ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ○ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ○ ②

''اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں اس حال میں موت آئے کہ تم مسلمان ہو۔ لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، (پھر) اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں اور انہیں (زمین پر) پھیلا دیا۔ اللہ سے ڈرتے رہو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قطع رحمی سے (بچو)۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔ اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور سیدھی (سچی اور کھری) بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال سنوار دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی، یقیناً اس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔''

① ((مسلم' الجمعة' بابا تخفیف الصلوة و الخطبة' حدیث ٨٦٨ و ٨٦٧۔ والنسائی' ٣٢٧٨))

② ((رواه الاربعة واحمد والدارمی و روی البغوی فی شرح السنة مشكوٰة مع تعليقات الابانی' النكاح' باب اعلان النكاح...... وقال الالبانی حديث صحيح۔))

تنبیہات:

- صحیح مسلم، سنن نسائی اور مسند احمد میں ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث میں خطبہ کا آغاز ((ان الحمدلله)) سے ہے لہٰذا ((الحمدلله)) کی بجائے ((ان الحمدلله)) کہنا چاہیے۔
- یہاں ((نومن به و نتو كل عليه)) کے الفاظ صحیح احادیث میں موجود نہیں ہیں۔
- یہ خطبہ نکاح، جمعہ اور عام وعظ وارشاد یا درس وتدریس کے موقع پر پڑھا جاتا ہے۔ اسی خطبہ حاجت کہتے ہیں اسے پڑھ کر آدمی اپنی حاجت وضرورت بیان کرے۔

Marfat.com

ماہِ محرم

پہلا خطبہ

مشکلات پر صبر اور اس کی فضیلت

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

عبد المحسن القاسم حفظہ اللہ

30/3/2001 = 5/1/1422

دوسرا خطبہ

ہجرت مصطفی ﷺ ... دروس اور نصیحتیں

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

علی بن عبدالرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

6/4/2001 = 12/1/1422

تیسرا خطبہ

موت اور اس کی نصیحتیں

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ

13/4/2001 = 19/1/1422

چوتھا خطبہ

جھوٹی گواہی اور اس کے نقصانات

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ حسین آل الشیخ

20/4/2001 = 26/1/1422

Marfat.com

Marfat.com

مشکلات پر صبر اور اس کی فضیلت

امام و خطیب فضیلة الشیخ عبد المحسن القاسم ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسے اس کا حق ہے، کیونکہ اس تقوے کے ذریعے کثرت سے نعمتیں ملتی ہیں اور سزائیں ٹل جاتی ہیں۔

آزمایشوں کا مقصد:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیریں اور ان کی موتوں کا وقت مقرر فرمایا ہوا ہے، ان کے آثار و اعمال کو تحریر کیا ہوا ہے اور ان کے درمیان ان کی معیشت اور مال تقسیم کیے ہوئے ہیں، زندگی اور موت کا نظام اسی لیے بنایا ہے، تاکہ وہ آزمائے کہ ان میں سے عمل میں کون اچھا ہے۔ اللہ جل و علا کی تقدیر اور فیصلے پر ایمان، ایمان کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ روئے زمین پر جتنی بھی حرکات و سکنات ہیں، وہ اللہ عزوجل کی مشیت اور ارادے سے ہیں اور کائنات میں جو روانی ہے، وہ اللہ جل وعلا کی تقدیر و ایجاد کی مرہونِ منت ہے۔ دنیا کدورتوں اور عداوتوں سے بھری پڑی ہے، مصائب و خطرات کی عادی ہے، اس میں گرمی اور سردی کی طرح ایسی سختیاں اور آزمایشیں موجود ہیں جن میں بندہ لازمی طور پر مبتلا ہوتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾ [البقرة: ۱۵۵]

''اور یقیناً ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔''

Marfat.com

مصائب وہ آزمائشیں ہیں، جن کے ذریعے سچا جھوٹے سے ممتاز ہوجاتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ﴾ [العنکبوت:۲]

''کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اسی چیز پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمایش نہ کی جائے گی۔''

انسانی نفس آزمایش کے بعد ہی پاک و صاف ہوتے ہیں اور آزمایشیں ہی ''مردوں'' کو نکھارتی اور نمایاں کرتی ہیں۔

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''من أراد أن تدوم له السلامة والعافية من غير بلاء فما عرف التكليف ولا أدرك التسليم''[1]

''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی ابتلا و آزمایش کے بغیر اسے ہمیشہ سلامتی اور عافیت حاصل رہے تو اس نے تکلیف کو نہیں پہچانا اور نہ وہ تسلیم کے مفہوم کو سمجھ سکا۔''

ہر نفس، خواہ وہ مومن ہو یا کافر، تکلیف و آزمایش میں ضرور مبتلا ہوتا ہے۔ زندگی مشقتوں اور خطروں سے بھرپور ہے، لہٰذا کوئی شخص یہ طمع اور توقع نہ رکھے کہ وہ سختیوں اور تکلیفوں سے بچ جائے گا، بلکہ انسانی زندگی میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے کہ نعمتیں چھن رہی ہیں اور سختیاں ڈیرے ڈال رہی ہیں۔

آدم علیہ السلام کو دیکھو! کبھی وہ وقت تھا کہ فرشتوں نے انھیں سجدہ کیا اور کچھ ہی مدت کے بعد انھیں جنت سے نکال دیا گیا۔ ابتلا و آزمایش مقاصد کے برعکس اور آرزوؤں کے برخلاف ہوتی ہے، ہر ایک کو اس کے کڑوے گھونٹ حلق سے اتارنے ہی ہوں گے مگر کسی کو کم اور کسی کو زیادہ، مومن کو مہذب بنانے کے لیے آزمایش میں مبتلا کیا جاتا ہے، نہ کہ اسے عذاب دینے کے لیے، خوشحالیوں میں آزمایشیں ہیں اور تنگ حالیوں میں سختیاں ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ [الأعراف:١٦٨]

---

[1] صيد الخاطر (ص: ٢٨٩)

Marfat.com

''اور ہم نے اچھے حالات اور برے حالات کے ساتھ ان کی آزمایش کی، تاکہ وہ باز آجائیں۔''

کبھی مکروہ و ناپسندیدہ چیز کے بعد محبوب چیز حاصل ہوجاتی ہے اور کبھی مرغوب چیز مکروہ و ناپسندیدہ چیز کو کھینچ لاتی ہے، پس تو اس بات سے بے خوف نہ رہ کہ تجھے خوشحالی سے ضرر و نقصان پہنچے اور تو اس سے بھی مایوس نہ ہو کہ ضرر و نقصان کے اندر سے تیرے لیے خوشحالی کا سامان پیدا ہوجائے۔

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [البقرة: ٢١٦]

''اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمھارے لیے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

صبر کا مظاہرہ:

لہٰذا مصائب کے ٹوٹ پڑنے سے پہلے اپنے نفس کو ان کا سامنا کرنے کے لیے تیار رکھو اور اسے مطمئن کرو، تاکہ تجھ پر وہ آسان ہوجائیں اور تکالیف پر جزع و فزع نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آزمایشیں ایک محدود مدت کے لیے ہوتی ہیں۔ غضب آمیز گفتگو سے گریز کرو، کیونکہ بعض اوقات انسان ایسے کلمات زبان سے ادا کر بیٹھتا ہے جو اس کی ہلاکت کا باعث بن جاتے ہیں، جبکہ ایک دور اندیش مومن آفات کے مقابلے میں ثابت قدم رہتا ہے، اس کا دل ڈانواں ڈول ہوتا ہے نہ اس کی زبان پر ہی کوئی شکوہ آتا ہے، لہٰذا تم مصائب پر اجر و ثواب کے وعدوں اور معاملے میں آسانی کے پیشِ نظر ان کو اپنے اوپر ہلکا کرلو، تاکہ کوئی شکوہ کیے بغیر غم چھپ جائیں۔

عقلمند لوگ مصائب کے مقابلے میں صبر اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہیں، تاکہ انھیں آفات کے ساتھ ساتھ دشمنوں کے ان آفات پر خوش ہونے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے، کیونکہ اگر دشمن کے سامنے تمھاری مصیبت ظاہر ہوجائے گی تو وہ اس پر خوشی اور مسرت محسوس کرے گا، اور پھر یہ کہ مصائب اور غموں کو چھپانا معزز اور شرفا لوگوں کی عادات میں سے ہے، پس صبر کرنے والا آزمایش سے جان چھڑا لیتا ہے اور کس قدر جلدی سے وہ زائل ہوجاتی ہے۔ اس معاملے کی انتہا آخر چند دن

Marfat.com

کا صبر ہی تو ہے اور ہلاک ہونے والے صرف صبر و استقلال کے ختم ہونے ہی سے ہلاک ہوتے ہیں، جبکہ صبر کرنے والے بہترین اجر و ثواب سے نوازے جائیں گے، جیسے ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [النحل: ٩٦]

''اور یقیناً ہم ان لوگوں کو جنھوں نے صبر کیا، ضرور ان کا اجر بدلے میں دیں گے، ان بہترین اعمال کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔''

نیز ان کے اجروں میں کئی گنا اضافہ کیا جائے گا۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا﴾ [القصص: ٥٤]

''یہ لوگ ہیں، جنھیں ان کا اجر دوہرا دیا جائے گا، اس کے بدلے کہ انھوں نے صبر کیا۔''

بلکہ انھیں حساب کے بغیر اجر و ثواب عطا کرے گا، اللہ ان کے ساتھ ہوگا۔ نصرت اور فراوانی ان کے صبر کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اے آزمایش میں مبتلا شخص! اللہ تعالیٰ تجھے کچھ عطا کرنے کے لیے (بطور آزمایش کے پہلے) تجھ سے روکتا ہے اور تجھے عافیت دینے کے لیے ابتلا و آزمایش میں مبتلا کرتا ہے، تجھے کندن بنانے کے لیے تیرا امتحان لیتا ہے، نعمتوں کے (چھیننے کے) ساتھ آزماتا ہے اور آزمایش (میں کامیاب ہونے) پر نعمتیں عطا کرتا ہے۔

مصیبت و آزمایش کی وجہ سے اپنا وقت ضائع نہ کرو، کیونکہ تیرا رزق مقدر ہے، لہٰذا جب تک زندگی باقی ہے، تجھے بدستور روزی ملتی رہے گی۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ [هود: ٦]

''اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں، مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے۔''

اگر وہ اپنی حکمت کے ساتھ تجھ پر رزق کا کوئی دروازہ بند بھی کر دے گا تو اپنی رحمت کے ساتھ تیرے لیے اس سے بہتر اور نفع مند دروازہ کھول دے گا۔

آزمایش کا فائدہ:

آزمایش کے ساتھ اچھے لوگوں کی شان بلند کی جاتی ہے اور نیک لوگوں کو بہت بڑے اجر سے بہرہ مند کیا جاتا ہے۔

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

Marfat.com

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«اَلْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الصَّالِحُونَ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ، يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَىٰ حَسَبِ دِينِهِ، فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ صَلَابَةٌ زِيدَ فِي بَلَائِهِ، وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ خُفِّفَ عَنْهُ، وَمَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَمْشِيَ عَلَى الْأَرْضِ وَلَيْسَ عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ» ①

''نبیوں کی، پھر نیک لوگوں کی، پھر جوان کے بعد سب سے افضل ہیں، پھر جو ان کے بعد افضل ہیں، آدمی پر اس کے دین کے مطابق آزمائش آتی ہے۔ اگر وہ اپنے دین (اور ایمان) میں مضبوط ہو تو اس کی آزمائش زیادہ ہوتی ہے۔ اگر اس کا دین (و ایمان) نرم ہو تو اس کی آزمائش بھی نرم ہوتی ہے۔ مومن پر آزمائش (اور مصیبت) آتی رہتی ہے، حتی کہ اسے ایسا کر کے چھوڑتی ہے کہ وہ زمین پر چل پھر رہا ہوتا ہے اور اس پر کوئی گناہ (باقی) نہیں ہوتا۔''

آزمائش کا راستہ ایک دشوار گزار پل کی مانند ہے، اسی آزمائش کے لیے آدم علیہ السلام کو (شجرہ ممنوعہ کی) مشقت میں ڈالا گیا، خلیل الرحمٰن (ابراہیم علیہ السلام) کو آگ میں پھینکا گیا، اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹایا گیا، یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں قید کیا گیا، ایوب علیہ السلام نے (ایک طویل بیماری کی) مشقت اٹھائی، کھوٹی پونجی کے عوض یوسف علیہ السلام کو فروخت کر دیا گیا، (باپ کو زیادہ محبوب ہونے کے) الزام کی بنا پر کنویں میں اور ظلم کی بنا پر قید میں ڈال دیا گیا اور ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انواع و اقسام کی تکالیف کا سامنا کیا۔ اے مخاطب! تو بھی اسی آزمائش کی راہ پر چل رہا ہے، دنیا نے کبھی کسی کی تعریف نہیں کی، اگرچہ وہ دنیا سے وہ کچھ حاصل کر لے جو وہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

«مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ» ②

''جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔''

بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسے جنت کے لیے پیدا فرمایا، اسے بطورِ آزمائش

---

① سنن الترمذي، رقم الحديث (۲۳۹۸) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤٠٢٣)

② صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٦٤٥)

Marfat.com

مسلسل ناگوار حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، حقیقت میں مصیبت تو صرف وہی ہے، جو دین کو اختیار کرنے کی وجہ سے انسان پر ٹوٹتی ہے، رہے وہ مصائب تو وہ بھی انسان پر آ کر درجات کی بلندی اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بنتے ہیں اور ہر وہ نعمت جو اللہ کے قرب کا سبب نہیں بنتی وہ آزمائش ہے۔ اصل مصیبت زدہ وہ شخص ہے، جو ثواب سے محروم کر دیا گیا۔ دنیا کی کسی چیز کی محرومی پر افسوس نہ کرو، دنیا کی آفتیں نوعمر اور نو وارد ہیں، اس کے افسانے رنج و ملال کا باعث ہیں اور اس کے حوادث غم و فکر کا باعث ہیں۔ لوگوں کو دنیا میں ان کے عزائم اور ارادوں کے مطابق ہی عذاب دیا جاتا ہے، دنیا پر خوش اور راضی رہنے والا ہی حقیقت میں وہ شخص ہے، جس پر افسوس کیا گیا ہے۔ دنیا کے آلام اس کی لذتوں سے پیدا ہوتے ہیں اور اس کے غم اس کی خوشیوں کے پیدا کردہ ہیں۔

سیدنا ابو الدردا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"من هوان الدنيا على الله أنه لا يعصٰى إلا فيها، ولا ينال ما عنده إلا بتركها" [1]

''دنیا کے اللہ کے ہاں حقیر و ذلیل ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دنیا کے لیے نافرمانی کی جاتی ہے اور اپنے ہاں (جنت) کی نعمتیں تو وہ صرف دنیا کے ترک کر دینے پر ہی عطا کرتا ہے؟''

لہٰذا تم اپنے آپ کو اس چیز میں مشغول کرو، جو چیز تمھارے لیے دنیا کی کسی کھوئی ہوئی چیز کے حصول سے زیادہ نفع مند ہے۔ بگاڑ اور خرابی کی اصلاح کرو، لغزش کی معذرت کرو اور رب الارباب کے در پر جھک جاؤ، بہت جلد تم دیکھو گے کہ تمھاری آزمائش ٹل گئی ہے اور اگر سختی کی مصیبت نہ ہوتی تو انسان کبھی راحت کی وسعت حاصل نہ کر پاتا۔ جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، اس سے بالکل مایوس اور کنارہ کش ہو جاؤ، تم ان سب سے زیادہ غنی اور بے پروا بن جاؤ گے۔ مایوسی اختیار نہ کرو، ورنہ تم رسوا ہو جاؤ گے اور بے یار و مددگار چھوڑ دیے جاؤ گے، اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو یاد کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ اور حتمی قضا و قدر پر راضی ہو کر اپنے غم کو دور کرو، رات چاہے کتنی ہی لمبی ہو، آخر تو صبح کا سپیدہ طلوع ہو کر رہتا ہے، غم کی انتہا خوشی اور کشادگی کی ابتدا

[1] تفسير القرطبي (٦/ ٤١٥)

Marfat.com

ہوتی ہے، زمانہ کبھی ایک ہی حالت پر نہیں رہتا، بلکہ ہر معاملے کے بعد ایک دوسرا معاملہ ہوتا ہے، ہر شدت اور سختی آسانی کے ساتھ بدل کر رہتی ہے، تجھ پر غموں کے پہاڑ ہی کیوں نہ ٹوٹ پڑیں، تم کبھی مایوسی اختیار نہ کرو، تنگی آسانیوں پر ہرگز غلبہ نہیں پا سکتی، عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، تجھے جلد ہی فراخی اور وسعت حاصل ہوگی، جس کسی نے بھی اللہ عزوجل پر اعتماد و بھروسا کرتے ہوئے صبر کا پیالہ پیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے آزمایشوں اور تنگیوں سے نکلنے کا راستہ ضرور بنا دیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹا (یوسف علیہ السلام) گم ہوگئے اور ان کی گمشدگی پر ایک عرصہ گزر گیا، پھر بھی انھوں نے اللہ کی وسعت اور کشادگی سے مایوسی اختیار نہیں کی اور پھر جب ان کا دوسرا لختِ جگر (بنیامین علیہ السلام) بھی پکڑ لیا گیا تو انھوں نے اللہ واحد و اَحد سے اپنی امید کا ناتا نہ توڑا، بلکہ اس حالت میں بھی اس کی رحمت کے امیدوار بن کر پکارا:

﴿ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ﴾ [يوسف: ٨٣]

''امید ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا۔''

مشکل کشا کون؟

سب تعریف اکیلے رب تعالیٰ کے لیے ہے اور اسی کی طرف ہماری فریاد ہے۔ جب تم پر حوادثِ زمانہ ٹوٹ پڑیں اور وہ تم پر تمام دروازے اور راستے بند کر دیں تو تم اپنی مصیبت رفع کروانے اور اپنی آزمایش ٹالنے کے لیے صرف اللہ عزوجل سے امید باندھو اور جب رات کے اندھیرے تمھارا پیچھا کریں اور وہ اپنے پردے لٹکا دے تو رات کے ان اندھیروں میں تم اپنا چہرہ آسمان کی طرف پھیرو اور عاجزی و انکساری کے ساتھ ہاتھ بلند کرو اور اللہ رحیم و کریم کو پکار کر کہو کہ وہ تمھارا غم دور کر دے اور تمھارے معاملے میں آسانی پیدا کر دے، جب پُر امید ہو کر پوری دل جمعی کے ساتھ دعا کی جائے تو وہ دعا رد نہیں کی جاتی، چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ ﴾ [النمل: ٦٢]

''کون ہے جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور وہی تکلیف دور کرتا ہے۔''

لہٰذا تم اس قادر و قدیر ذات پر بھروسا کرو اور عاجز و ذلیل دل کے ساتھ اس کی طرف پناہ پکڑو، وہ تمھارے لیے اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے گا۔

Marfat.com

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر تم مخلوق سے مایوس ہو چکے ہو تو تم ان سے کسی چیز کی امید ہی نہ رکھو، تاکہ تمھارا مولا و آقا (اللہ جل و علا) تمھیں ہر وہ چیز عطا کرے جو تم خواہش کرتے ہو۔''[1]

ذرا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھو! وہ اپنی بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور شیر خوار بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک ایسی وادی میں چھوڑ کر چلے آئے، جس میں پانی تھا اور نہ زراعت، ابراہیم علیہ السلام اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے اپنے اہل و عیال کو نماز اور زکات ادا کرنے کا حکم فرماتے ہیں۔ اِدھر یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں اللہ کی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے قید سے آزاد کرتے ہوئے بغیر کپڑوں کے ایک چٹیل میدان میں پھینک دیا گیا۔ جس شخص نے بھی اپنا معاملہ اپنے اللہ کے سپرد کیا، اسے اپنی مراد حاصل ہوگئی، تم ذوالنون یونس علیہ السلام کی مچھلی کے پیٹ میں کی ہوئی دعا کو اکثر پڑھا کرو، جو یہ ہے:

﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [الأنبياء: ٨٧]

''تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں ظلم کرنے والوں سے ہو گیا ہوں۔''

نجات کا راستہ:

علمائے کرام فرماتے ہیں:

''دکھوں کا مارا ہوا جو شخص یونس علیہ السلام کے مذکورہ الفاظ کے ساتھ دعا کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے غم دور کر دیتا ہے۔''

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ عمل مجرب ہے کہ جو شخص سات مرتبہ ﴿اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی تکالیف دور کر دے گا۔''[2]

اللہ عزوجل کے سامنے اپنا دامن پھیلا دو، اسی سے اپنی امیدیں باندھ لو، اپنا معاملہ اس رحیم و کریم کے سپرد کر دو، اس سے راحت و آسایش کا سوال کرو اور مخلوق سے ناتے توڑ لو۔ اس سلسلے میں ایک بات اور توجہ طلب ہے، وہ یہ کہ دعا کے لیے قبولیت کے اوقات تلاش کرو، جیسے سجدہ، رات کا آخری پہر وغیرہ۔

[1] جامع العلوم والحكم (ص: ١٩٧)

[2] الفوائد لابن القيم (ص: ٢٠١)

Marfat.com

تم اس بات سے بچو کہ بلا و آزمائش کے زمانے کو طویل سمجھ کر کثرتِ دعا سے تنگ آ جاؤ اور کبیدہ خاطر ہو جاؤ، بلکہ یہ سمجھو کہ تم ایک ایسی آزمائش میں مبتلا ہو، جو تمھیں صبر اور دعا پر آمادہ کرتی ہے، بہر حال اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، آزمائش چاہے کتنی لمبی ہو، اس کے بعد راحت قریب ہی ہے، لہٰذا تم راہیں کھول دینے والے اللہ رحیم و کریم سے سوال کرو، کیونکہ اس کا فرمان ہے:

﴿ وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ﴾ [الأنعام: ۱۷]

''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں۔''

وہی ہر وہ کام کر گزرنے والا ہے، جو کام وہ چاہتا ہے اور ارادہ کرتا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام بڑھاپے کی آخری حد کو پہنچ گئے تو پھر جا کر انھیں ایک بیٹا عطا کرنے کا وعدہ دیا گیا، جو سردار اور بلند اخلاق اور مفید لوگوں میں سے ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت بیٹے کی بشارت سنائی گئی، جب ان کی بیوی حالتِ یاس کے بعد کہتی ہے:

﴿ ءَ اَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا﴾ [هود: ۷۲]

''کیا میں جنوں گی، جبکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرا خاوند ہے بوڑھا۔''

رزق میں فراوانی کا راستہ:

اگر تم رزق رسانی میں کچھ تاخیر اور سستی محسوس کرتے ہو تو کثرت سے توبہ اور استغفار کرو، کیونکہ لغزش ہی سزا کی موجب ہوتی ہے۔ جب تم دیکھو کہ تمھاری دعا قبول نہیں ہو رہی تو تم پھر سے اپنے معاملے کا جائزہ لو، کیونکہ ہو سکتا ہے تمھاری توبہ سچی توبہ نہ ہو، لہٰذا پہلے اسے صحیح اور درست کرو اور پھر دعا کرو، اللہ جواد و کریم سے زیادہ سخی اور بڑا فیاض تم کسی کو نہیں پاؤ گے۔

پھر تم کسی غریب اور نادار کو تلاش کر کے اس پر صدقہ کرو، کیونکہ صدقہ بلاؤں کو ٹال دیتا ہے۔ جب تم سے آزمائشیں اور تکالیف دور ہو جائیں تو کثرت کے ساتھ اللہ عزوجل کی تعریف اور ثنا بیان کرو، کیونکہ سلامتی کے ایام میں غافل ہو جانا بہت بڑی آفت ہے، اس لیے کہ بعض اوقات سزا موخر ہو جاتی ہے اور انسان دھوکے میں مبتلا رہتا ہے کہ وہ صحیح کام کر رہا ہے۔

عقلمند تو وہ ہے جو انجاموں پر نظر رکھتا ہے، پس تم ہمیشہ اللہ جل و علا کی تقدیر، اس کی خلق اور تدبیر پر یقین رکھو، اس کی ڈالی ہوئی آزمائش اور اس کے حکم پر صبر کرو اور اس کے فرمان کے

Marfat.com

سامنے سرِ تسلیم خم کر دو، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ [التوبة:٥١]

''کہہ دے، ہمیں ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچے گا، مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا، وہی ہمارا مالک ہے اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ ایمان والے بھروسا کریں۔''

مسلمانو! حالات کبھی یکساں نہیں رہتے، سعادت مند ہے وہ شخص جس نے تقوے کا التزام کیا، اگر وہ مال دار ہے تو یہ تقویٰ اسے زینت دے گا، اگر وہ فقیر ہے تو یہ اسے بے پروا کرے گا، اور اگر وہ کسی آزمایش میں مبتلا ہے تو یہ تقویٰ اس کی ڈھارس بندھائے گا اور دل جمعی کا باعث ہوگا، لہٰذا تم ہر حال میں تقوے کو لازم پکڑو، نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم تنگی میں وسعت اور کشادگی دیکھو گے، حالت بیماری میں حمیت و عافیت دیکھو گے اور فقر و فاقے میں غنیٰ و بے پروائی پاؤ گے۔ جو چیز تمھارے مقدر میں ہے، اسے دور کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے اور جو تمھاری قسمت میں نہیں ہے، اسے حاصل کرنے کا کوئی حیلہ نہیں ہے۔ رضا اور توکل مقدور کو گھیرے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ اختیار اور تدبیر میں متفرد ہے، اللہ جل و علا کا اپنے بندے کے لیے تدبیر کرنا بندے کے خود اپنے لیے تدبیر کرنے سے بہتر ہے، کیونکہ وہ بندے پر خود اس سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

امام داود بن سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مومن کے تقوے پر تین چیزوں سے استدلال کیا جاتا ہے: ① جو چیز اسے حاصل نہیں ہوئی اس پر حسنِ توکل۔ ② جو چیز اسے حاصل ہوگئی ہے، اس پر حسنِ رضا۔ ③ اور جو چیز اس سے کھوگئی ہے، اس پر حسنِ صبر۔''[1]

جو شخص تعالیٰ کے اختیار پر راضی رہا، اسے اس حال میں تقدیر پہنچے گی کہ وہ محمود، مشکور اور ملطوف بہ ہوگا، ورنہ اس پر تقدیر کا قلم یوں چلے گا کہ وہ مذموم و غیر ملطوف بہ ہوگا، اس کے باوجود جو اس کے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے، اس سے بچ نکلنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔

حکما میں سے کسی سے پوچھا گیا: غنیٰ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا:

---

[1] الزهد الكبير للبيهقي (٢/ ٣٥١)

Marfat.com

''تیرا کم خواہش کرنا اور بقدرِ کفایت پر راضی اور خوش رہنا۔''

قاضی شریح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب بندے کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اسے اس میں تین نعمتیں حاصل ہوتی ہیں: وہ مصیبت اس کے دین میں اثر انداز نہیں ہوتی۔ وہ مصیبت جتنی ہوتی ہے، اتنی ہی رہتی ہے، اس سے تجاوز نہیں کرتی، اللہ تعالیٰ صاحبِ مصیبت کے صبر کرنے کے سبب اس پر صبر کرنے کی اسے توفیق عطا فرما دیتا ہے۔''

اللہ کے بندو! اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر انسان محمد بن عبداللہ پر درود و سلام بھیجو، کیونکہ اللہ عزوجل نے تمھیں اپنے نبی ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم جاری کیا ہے، چنانچہ اس نے محکم تنزیل میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [الأحزاب: ٥٦]

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلات بھیجتے ہیں، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اس پر صلات بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا۔''

Marfat.com

ہجرت مصطفیٰ ﷺ ... دروس اور نصیحتیں

امام و خطیب فضیلة الشیخ علی بن عبدالرحمن الحذیفي حفظه الله

حمد وثنا کے بعد:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے اس طرح تقویٰ اختیار کرو، جس طرح اس سے تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے، کیونکہ اللہ عزوجل کا تقویٰ دنیا اور آخرت کی زندگی میں تمھارے لیے فوز وفلاح کا ضامن ہے۔

ذمے داری کا تقاضا:

اللہ کے بندو! عظیم فریضہ اور ہدف ومقصد کی بڑائی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی خاطر جہد، طاقت، وقت اور مال صَرف کیا جائے، بعض اوقات انسان کو عظیم فریضے اور بڑے مقصد کی راہ میں موت تک کو گلے لگانا پڑتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس راہ پر چلتے ہوئے دوستوں کی کمی، دشمنوں کی کثرت، ہنسی مذاق، مکر کرنے والوں کے مکر، سخت جھگڑالو لوگوں کے جھگڑے اور قبول کرنے والے انصار واولیا کی کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

سید البشر حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے شروع میں بعینہ یہی صورت حال تھی۔ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق میں سب سے بہتر شخص حضرت محمد ﷺ کو اس وقت انسانیت کی طرف رسول بنا کر مبعوث کیا، جب انھیں اس کی سخت ضرورت تھی، اس لحاظ سے بھی انسانیت دین کی سخت محتاج تھی کہ اہلِ کتاب نے دین الٰہی میں تحریف کر دی ہوئی تھی اور دنیا شرک اور جہالت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی، ایسے حالات میں اللہ عزوجل نے اپنے بندے حضرت محمد ﷺ کو روئے زمین کے تمام لوگوں کی طرف نبی اور رسول بنا کر بھیجا، چنانچہ اللہ جل وعلا نے فرمایا:

﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ

Marfat.com

﴿يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ [الأعراف: ۱۵۸]

''کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''

زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی حالت:

آپ ﷺ جب لوگوں کی طرف رسول بن کر تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ مختلف معبودانِ باطلہ کی پرستش کرتے تھے، ان میں سے کچھ تو درختوں کو پوجتے تھے اور بعض لوگ پتھروں، سورج، چاند، فرشتوں، جنوں، عیسیٰ بن مریم علیہما السلام، قبروں اور اولیا کی عبادت کرتے تھے۔ اللہ کے سوا ان سے دعا کرتے تھے، ان سے استغاثہ کرتے تھے، بحرانوں اور مصیبتوں کو ٹالنے کے لیے انھی کی پناہ میں آتے تھے، نفع اور خیرات کی طلب میں انھی کی طرف رغبت و رجوع کرتے تھے، انھی کے نام کا ذبح کرتے اور انھی کی نذر و نیاز دیتے، وہ اپنے ان معبودوں کو اللہ جل و علا اور اپنے درمیان واسطے بناتے، تاکہ یہ معبود انھیں اللہ کے قریب کریں اور ان کی دعائیں رب تعالیٰ تک پہنچائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ لوگ کاہنوں، جادوگروں اور نجومیوں کے پاس اپنے مقدمات لے کر جاتے تھے، فواحش اور محرمات کے مرتکب ہوتے تھے، پڑوسیوں سے برا سلوک کرتے تھے، قطع رحمی کرتے تھے، مال یوں کماتے تھے کہ حلال اور حرام کی تمیز نہ تھی، ان کے نزدیک سود اور بیع ایک ہی چیز تھی، مالِ غصب اور مالِ وراثت برابر تھا، اس جاہلی دین اور طریقۂ کار پر بہت سے مصالح اور بہت سے مادی اور معنوی اعتبارات کی بنیاد تھی، اسی بنیاد پر کثیر تعداد میں ایسی عادات اور رواج موجود تھے، جن سے جان چھڑانا اور انھیں ترک کرنا لوگوں پر گراں گزرتا تھا۔

شہادتین کا مفہوم اور ان کا تقاضا:

ایسے حالات میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ''لا الہ الا اللہ'' اور ''محمد رسول اللہ'' کی شہادت کی طرف دعوت دی، نیز ہر اس چیز کی طرف دعوت دی، جو اس شہادت اور گواہی کے مفہوم میں

Marfat.com

داخل و شامل ہے، جیسے: دعا، ذبح، نذر و نیاز، استغاثہ، استعاذہ، طلبِ نفع، دفعِ ضرر، طواف، سجود اور دیگر تمام قسم کی عبادات، جو اللہ اکیلے کا حق ہیں، ان کو اللہ وحدہٗ لاشریک کے لیے بجا لانا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ [الجن: ۱۸]

''اور یہ کہ بلاشبہہ مساجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔''

مزید فرمایا ہے:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا﴾ [الأنعام: ۱۵۱]

'' (اے نبی!) کہہ دے آؤ میں پڑھوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، (اس نے تاکیدی حکم دیا ہے) کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔''

اسی طرح ''محمد رسول اللہ'' کی شہادت میں آپ ﷺ کو اتباع و اطاعت میں منفرد ماننا بھی شامل ہے، چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [الحشر: ۷]

''اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ۔''

نبیِ رحمت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور لوگوں کو عفت و پاکدامنی، طہارت و پاکیزگی، اخلاقِ کریمہ، استقامت، صلہ رحمی، اچھی ہمسائیگی اور مظالم و محارم سے رک جانے کی دعوت دیتے رہے۔ آپ ﷺ انھیں کتابِ عزیز کی طرف آنے، کاہنوں کی طرف مقدمات نہ لے جانے، حلال ذرائع سے مال کمانے اور اسے مشروع اور مباح طریقوں سے خرچ کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے تمام لوگوں کو اللہ کی شریعت کے سامنے برابر قرار دیا اور بتایا کہ ان میں مراتب و فضائل کی اونچ نیچ ہے تو صرف تقویٰ کی بنیاد پر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [الأعراف: ۳۳]

'' (اے نبی!) کہہ دے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے

Marfat.com

ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ، جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے۔"

اسی طرح ارشادِ ربانی ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْإِحْسَانِ وَ إِيْتَائِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النحل: ٩٠]

"بے شک اللہ عدل اور احسان کرنے اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے:

"جب ابو طالب بیمار پڑ گیا تو اس کے پاس ابوجہل سمیت قریش کے چند سردار حاضر ہوئے اور کہا: تمھارا بھتیجا (محمد ﷺ) ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے، یوں یوں کرتا ہے اور ایسے ایسے کہتا ہے، آپ ہمارے ساتھ اپنے بھتیجے کے معاملے میں انصاف فرمائیں، وہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دینے سے رک جائے، ہم اس سے اور اس کے اللہ سے تعرض نہیں کریں گے، چنانچہ ابو طالب نے نبی اکرم ﷺ کو مخاطب ہو کر پوچھا: اے میرے بھتیجے! کیا وجہ ہے کہ تیری قوم تیرا شکوہ کرتی ہے، ان کا کہنا ہے کہ تم ان کے معبودوں کو گالیاں دیتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے چچا! میں ان سے ایک کلمے کا معتقد ہونے کا مطالبہ کرتا ہوں، اگر یہ ایسا کر لیں گے تو عرب ان کے تابع ہو جائیں گے اور عجم کے لوگ ان کو جزیہ ادا کریں گے۔ اس پر ابوجہل نے کہا: ہم اس طرح کے دس کلمات ماننے کو تیار ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: "لا إله إلا الله" پڑھ لو، یہ سن کر وہ گھبرائے، پشتیں پھیر کر لوٹ گئے اور وہ اپنے کپڑوں کو جھٹکے دے کر کہہ رہے تھے: کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔"[1]

کلمۂ توحید کا مدلول:

وہ لوگ اس کلمے کے مدلول و مفہوم سے اچھی طرح آگاہ تھے کہ بلاشبہ یہ کلمہ انسان کو اس

[1] تفسير ابن جرير الطبري (٢١/ ١٤٩) نیز دیکھیں: سورة ق [آیت: ٤۔ ٨]

Marfat.com

کی عبادات، معاملات، سلوک اور تمام زندگی میں اسلام کے تقاضے کے مطابق ایک نئی شکل اور سانچے میں ڈھال دیتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل فرمان اس پر گواہ ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ [الأنعام: ١٦٢]

''کہہ دے: بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔''

یہ ہے کلمہ ''لا إله إلا الله'' کا معنیٰ جس سے مشرکین بِدکتے تھے اور نفرت کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے کلمہ کے اس عظیم معنیٰ و مفہوم کی طرف تمام لوگوں کو دعوت دی اور تاریخِ انسانیت کے اس سب سے بڑے واجب اور فریضے کو ادا کرنے پر کمر بستہ ہوگئے۔ آپ علیہ السلام نے لوگوں کو اس دین قدیم کی طرف دعوت دی، جس کے ذریعے انسان ترقی کی منازل طے کرتا ہوا اعلیٰ مقام و مرتبے تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے ذریعے دائمی نعمتوں کے گھر جنت میں ہمیشہ کی سعادت مندی کے ساتھ بہرہ مند ہوجاتا ہے۔ آپ کے اس دعوے پر مکے کی ایک چھوٹی سی کمزور جماعت ایمان لائی، جنھیں مشرکین نے طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں، جیسے آگ سے جلانا اور داغنا اور تپتی دھوپ میں ننگے بدنوں کو گرم پتھروں پر اُلٹ پلٹ کرنا اور گھسیٹنا۔

مخاطبین کی تین اقسام:

رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو تین قسم کے لوگوں کا سامنا کرنا پڑا:

① ایک گروہ تو ان لوگوں کا تھا جو حق کو پہچانتے تھے، مگر تکبر کی بنیاد پر اس کا انکار کرتے تھے۔

② دوسرے وہ لوگ تھے جو حسد کی آگ میں جل کر راکھ ہوئے جاتے تھے۔

③. اور تیسرا گروہ ان لوگوں پر مشتمل تھا، جو جاہل تھے اور اسی جہالت کی بنا پر گمراہی میں مبتلا تھے۔

ان تینوں گروہوں نے مل کر ایک شیطانی گروہ تشکیل دیا جو اسلام کے خلاف ایک سرکش محاذ کی حیثیت رکھتا تھا، اللہ کی راہ سے روکنے کا جو راستہ اور وسیلہ بھی یہ لوگ پاتے تھے اس پر چل نکلتے تھے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ [الصف: ٨]

''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کے ساتھ بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافر لوگ ناپسند کریں۔''

Marfat.com

ہجرت کا حکم:

مکے میں رسول اللہ ﷺ پر رنج و ملال سخت ہوگیا اور دینِ اسلام کا ناطقہ بند کر دیا گیا، جب مشرکینِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ تیار کرلیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر کہا:

«إِنَّ اللّٰهَ أَذِنَ لَكَ يَا مُحَمَّدُ بِالْهِجْرَةِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلَا تَبِتْ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِي فِرَاشِكَ»[1]

''اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی ہے، لہٰذا آپ ﷺ آج کی رات اپنے بستر پر نہ گزاریں۔''

ہجرت کی رات مشرکینِ مکہ آپ ﷺ کے دروازے کے پاس گھات لگا کر بیٹھ گئے، تاکہ وہ آپ ﷺ کو مل کر یک بارگی سے قتل کر دیں۔ اس دوران میں آپ ﷺ سورت یٰسین کی ابتدائی آیات تلاوت کرتے ہوئے نکلے، آپ ﷺ نے ان کے چہروں پر خاک پھینکی، جس سے اللہ تعالیٰ نے انھیں اندھا کر دیا اور وہ آپ ﷺ کو دیکھ ہی نہ سکے۔ یہاں سے نکل کر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین دن تک غارِ ثور میں چھپے رہے، حتیٰ کہ آپ ﷺ کی تلاش والا کام سرد پڑ گیا، جبکہ قریش نے آپ ﷺ کو ہر جگہ تلاش کیا، حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ کے نشاناتِ قدم کا پیچھا کرتے ہوئے غار کے دھانے تک آپہنچے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر ان میں سے کسی شخص نے اپنے قدموں کی جگہ کی طرف نگاہ دوڑا لی تو وہ یقیناً ہمیں دیکھ لے گا، آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے ابوبکر! ان دو آدمیوں کے متعلق تیرا کیا گمان ہے، جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہو؟''[2]

تین دن کے بعد وہ دونوں غار سے نکلے اور ایک گائیڈ کو ملے، جس کے پاس ان کے لیے سواریاں تیار تھیں، جن پر سوار ہو کر یہ عازمِ مدینہ ہوئے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہجرت اسلام اور مسلمانوں کی مدد کا ذریعہ بنی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا مکہ میں اسلام کو دفن کر دینے کا منصوبہ خاک میں ملا دیا اور رسول اللہ ﷺ کے قتل پر ان کے قدرت رکھنے کا گمان توڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

---

[1] السيرة لابن هشام (٣/ ٨)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٤٥٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٣٨١)

Marfat.com

﴿ اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِیَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِی الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلَيۡهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا السُّفۡلٰى وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الۡعُلۡيَا وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ﴾ [التوبة: ٤٠]

''اگر تم اس کی مدد نہ کرو، تو بلاشبہ اللہ نے اس کی مدد کی، جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا، جنھوں نے کفر کیا، جبکہ وہ دو میں سے دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا: غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، تو اللہ نے اپنی سکینت اس پر اتار دی اور اسے ان لشکروں کے ساتھ قوت دی جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جنھوں نے کفر کیا، اور اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

کفار کے ناپاک ارادے:

ہجرت سے قبل اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کئی دفعہ قتل کے منصوبوں کی زد میں آئے۔ تاریخ نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ ایک دن ابوجہل نے گیدر بھبکی چھوڑتے ہوئے کہا: لات وعزّی کی قسم! اگر میں نے محمد ﷺ کو کعبۃ اللہ کے پاس سجدہ کرتے ہوئے دیکھ لیا تو میں ضرور ایک پتھر پکڑوں گا اور ان کے سر کو کچل کر روئی کی مانند بنا دوں گا، لہٰذا تم میری ہاں میں ہاں ملاؤ، یا مجھے اس کام سے روک دو۔ لوگوں نے جواب دیا: واللہ! اے ابو الحکم! ہم اس معاملے میں تمھارے ساتھ نہیں ہیں، چنانچہ اگلے دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور کعبہ کے پاس نماز ادا کرنے لگے تو ابوجہل نے ایک بڑا سا پتھر پکڑا اور آپ ﷺ کی طرف بڑھنے لگا، قریش اپنی مجلس میں بیٹھے یہ منظر دیکھ رہے تھے، پھر اچانک ابوجہل الٹے پاؤں پیچھے کو دوڑا، اس کا رنگ اڑا ہوا اور جسم کانپ رہا تھا، اسے پوچھا گیا: ابو الحکم! کیا بنا؟ اس نے کہا: میرے اور آپ ﷺ کے درمیان ایک طاقتور اونٹ حائل ہوگیا، اللہ کی قسم! میں نے اس کے سر جیسا سر اور جسم پہلے کبھی نہیں دیکھا، اس کا ارادہ تھا کہ مجھے کھا جائے، اس لیے میں الٹے پاؤں واپس بھاگا، اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

«ذَاكَ جِبْرِيلُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ تَقَدَّمَ لَأَخَذَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عُضْوًا عُضْوًا، وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ»①

''یہ جبریل تھے، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر وہ آگے بڑھتا تو فرشتے لوگوں کے سامنے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔''

غزوہ تبوک سے واپسی پر منافقین کی طرف سے آپ ﷺ پر قاتلانہ حملہ ہوا، ایسے ہی عامر بن الطفیل کی طرف سے اور طواف میں فضالہ کی طرف سے ہوا۔ کسی غزوے میں ایک درخت کے نیچے آرام کرتے ہوئے بھی آپ ﷺ پر حملہ ہوا، صفوان بن صفوان بن امیہ کے بھیجے ہوئے کرائے کے قاتل کی طرف سے آپ ﷺ پر مسجد میں حملہ ہوا، نیز آپ ﷺ پر بکری کی ایک دستی کو زہر آلود کر کے قاتلانہ حملہ ہوا، مگر آپ ﷺ کو بروقت اس کی اطلاع دے دی گئی، بہرحال ان تمام حملوں میں نبی اکرم ﷺ کے کمال توحید اور اپنے اللہ عزوجل پر توکل و بھروسا کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ [الطلاق: ٣]

''اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے راستے میں جزیرۃ العرب کے باہر بھی مدد کی ہوائیں چل پڑیں۔ اس سفر کے دوران میں سراقہ بن مالک نے رسول اللہ ﷺ کو جا لیا، وہ آپ ﷺ کو قتل کر کے قریش کا مقرر کردہ سو اونٹ انعام لینا چاہتا تھا، مگر اس دوران اس کے گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں، رسول اللہ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''اے سراقہ! تب تیری کیا شان ہوگی جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا؟''

چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا اور آپ ﷺ کا پیچھا ترک کر دیا۔ نبوت کی زبان سے نکلے ہوئے ان کلمات کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایران کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کے کنگن پہنائے۔②

① تفسير ابن جرير (١٢/ ٦٤٨)

② سنن البيهقي (٦/ ٣٥٧)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یونہی سفر طے کرتے ہوئے مکرم اور معزز بن کر مدینہ جا پہنچے۔ مدینے کا ہر باسی یہ چاہتا تھا کہ آپ ﷺ اس کے گھر میں سکونت اختیار کریں، مگر آپ ﷺ کی اونٹنی آپ ﷺ کی اس مسجد (مسجد نبوی) کی جگہ میں آکر بیٹھ گئی، کیونکہ وہ منزل کے اختیار اور چناؤ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور تھی۔ آپ ﷺ نے یہ جگہ خریدی اور اس پر مسجد تعمیر کر دی، جہاں سے قیامت کے دن تک ساری دنیا میں نورِ ایمان کی کرنیں پڑتی رہیں گی۔ پھر آپ ﷺ کی بیویوں کے حجرے تعمیر کیے گئے، اسلام اور مسلمانوں کی نصرت اور ہر راستی والے عمل سے بھرپور ایک نئے مبارک و میمون دور کا آغاز ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کے عہدِ رسالت میں مکہ سے اور ہر اس جگہ سے، جہاں مسلمان اپنے دینی شعائر پر عمل کرنے کی قدرت نہ رکھتا تھا، مدینے کی طرف ہجرت کرنا واجب اور لازم ٹھہرا۔ ہجرت ایک ایسا صالح عمل ہے، جس کے ذریعے لوگ بلند مرتبوں پر فائز ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْإِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهٗ وَالْهِجْرَةُ تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا» [1]

''اسلام اور ہجرت گذشتہ گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔''

فتح مکہ کے بعد وہاں سے ہجرت کرنا منسوخ ہوگیا، لیکن جس ملک اور علاقے میں مسلمانوں کے لیے اپنے شعائر کو قائم کرنا ممکن نہ ہو، ان پر واجب ہے کہ وہ اسے چھوڑ کر ایسے ملک اور علاقے کی طرف ہجرت کر جائیں، جہاں وہ آزادی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔ حدیث میں آتا ہے:

«لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتّٰى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ، وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا» [2]

''ہجرت تب تک ختم نہیں ہوگی، جب تک توبہ کا وقت ختم نہیں ہو جاتا اور توبہ کا وقت ختم نہیں ہوگا، جب تک سورج اپنے مغرب سے طلوع نہیں ہوگا۔''

ہجرت کے فوائد:

عہدِ نبوت میں مدینے کی طرف ہجرت معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، آپ ﷺ کی ہجرت

---

① دیکھیں: صحيح مسلم، رقم الحديث (١٢١)

② مسند أحمد (٤/ ٩٩) سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٤٧٩)

Marfat.com

سے پہلے مدینے میں زرعی وسائل کی کمی تھی، بارشیں کم ہوتی تھیں، تجارت بہت قلیل تھی، صنعتی پیداوار نہ ہونے کے برابر تھی اور ساکنین بہت تنگ حال تھے، انسانی تخمینوں اور اندازوں کے مطابق تو اس کی طرف ہجرت کو اقتصادی اور اجتماعی مشکلات کا سبب بننا چاہیے تھا، لیکن اس کے برعکس مدینے کی طرف ہجرت اسلام اور مسلمانوں کے لیے یوں ہر خیر و بھلائی کو ثابت کرتی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر مکر و تدبیر باطل ہو کر رہ گئی۔

ہر بڑے چھوٹے اور مرد وعورت نے سید الخلق حضرت محمد سرور عالم ﷺ کا دیدار کیا، ان سے اپنا دین سیکھا، ان کی اقتدا کی، ان کے اخلاق اپنائے، ان کی مجالس میں شرکت کی، ان کی احادیث کو حفظ کیا، ان کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے اور ان کی گھریلو زندگی کی عبادات اور اپنے اہل کے ساتھ معاملات کا غور سے مطالعہ کیا، ان سب چیزوں کی محرّک اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ان کی محبت تھی۔

اسلام اور مسلمانوں پر ہجرتِ نبویہ کے کس قدر عظیم اثرات مرتب ہوئے اور اس کے ذریعے اللہ جل و علا نے اپنے مومن بندوں پر کتنی نعمتوں کی بارش کی۔ ہجرت کے ابتدائی دور میں واقعتا بہت سی سختیوں کا سامنا تھا اور لوگ بہت سی تنگ حالیوں میں مبتلا تھے، جیسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

”إِنِّي لَأَخِرُّ مَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَبَيْتِ عَائِشَةَ، فَيَأْتِي الْأَعْرَابِيُّ وَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلٰى عُنُقِي، يَظُنُّ أَنِّي مَجْنُونٌ وَمَا بِي إِلَّا الْجُوْعُ“[1]

”میں رسول اللہ ﷺ کے منبر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے درمیان بیہوش ہو کر گر جاتا تھا، کوئی اعرابی آ کر میری گردن پر اپنا پاؤں رکھتا اور یہ سمجھتا کہ مجھے جنون کا مرض ہے، جبکہ میں بھوک کی وجہ سے نڈھال ہو کر گر جاتا تھا۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے میرے چہرے پر بھوک کے اثرات دیکھے تو فرمایا: ابو ہریرہ! اہلِ صفہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں (ابو ہریرہ) یہ چاہتا تھا کہ مجھے جتنی بھوک لگی ہے، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر وہ دودھ نوش کروں، لیکن میں نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اصحابِ صفہ کو بلایا اور پھر آپ ﷺ ہی کے حکم سے ان میں سے ایک ایک کو دودھ پلانے لگا، حتی کہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٨٩٣)

Marfat.com

وہ سب سیر ہوگئے، صرف میں اور رسول اللہ ﷺ باقی رہ گئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ابوہریرہ! اب تم دودھ پیو، میں نے اتنا دودھ پیا کہ میں خوب سیر ہوگیا، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''اور پیو'' میں نے اور پیا، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''مزید پیو'' میں نے کہا: قسم اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، اب اس دودھ کے لیے میرے پیٹ میں کوئی گنجایش نہیں ہے، پھر باقی ماندہ دودھ رسول اللہ ﷺ نے نوش فرمالیا۔[1]

شروع میں یہ حالات بھی تھے کہ آپ ﷺ بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے۔ لیکن ہجرت کے ابتدائی دور کی اس سختی کو وہ لوگ اپنے کمال صبر اور ایمان کے ساتھ مات کر دیتے تھے، رسول اللہ ﷺ ان پر شفقت فرماتے اور ایک مشفق باپ اور رحم دل ماں سے بھی بڑھ کر آپ ﷺ ان پر رحمت اور عاطفت فرماتے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ہاتھوں ملک فتح کروا دیے اور ہر طرف سے مالِ غنیمت نے مدینہ نبویہ کا رخ کر لیا، لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کرتے تھے:

«أَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِنْ يَوْمٍ يُغْدىٰ عَلىٰ أَحَدِكُمْ بِجَفْنَةٍ، وَيُرَاحُ عَلَيْهِ بِأُخْرىٰ، وَيَغْدُوْ فِي حُلَّةٍ، وَيَرُوْحُ فِي حُلَّةٍ، لِأَنَّ الْفِتْنَةَ فِي السَّرَّاءِ أَعْظَمُ مِنَ الْفِتْنَةِ فِي الضَّرَّاءِ»[2]

''آج کے دن تم اس دن سے بہتر ہو، جس دن صبح شام تم پر الگ الگ کھانا پیش کیا جائے گا اور صبح شام تم الگ الگ کپڑوں میں رہا کرو گے، کیوں کہ تنگی کے بجائے کشادگی میں فتنہ بڑا ہوتا ہے۔''

گناہوں سے ہجرت:

ارے مسلمان! اگر تم زمانہ نبوت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کے ثواب سے محروم رہے ہو تو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے ایک اور قسم کی ہجرت مشروع قرار دی ہے، جس میں ثوابِ عظیم ہے۔ تم معصیت اور نافرمانی ترک کر کے اطاعت و فرمانبرداری کی طرف

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠٨٧)

[2] دیکھیں: المستدرك (٣/ ٧٢٨)

Marfat.com

پلٹ آؤ، کوتاہی کرنا چھوڑ دو اور استقامت سے ناتا جوڑ لو، تکبر اور گناہ ترک کر دو اور عاجزی اور فرمانبرداری اختیار کر لو، سستی اور باطل خواہش سے منہ موڑ لو اور اپنے اللہ عزوجل کی خوشنودی میں کوشش اور محنت کرو، دنیا کی طرف مائل ہونے اور اس پر مطمئن ہونے سے اپنے دل کو باز رکھو اور دارِ آخرت کی طرف اپنے دل کو لگاؤ اور اسی کی رغبت اختیار کرو۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ»[1]

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں اور مہاجر وہ ہے، جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو چھوڑ دے۔''

اور صحیح مسلم میں ہے کہ بلاشبہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

«اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ»[2]

''فتنوں کے دور میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کی طرح ہے۔''

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [البقرة: ٢١٨]

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ایسا تقویٰ اختیار کرو، جیسے اس سے تقویٰ کرنے کا حق ہے اور تمھاری موت صرف تمھارے مسلمان ہونے کی حالت ہی میں آنی چاہیے۔

اللہ کے بندو! اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٠)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٩٤٨)

Marfat.com

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾

[الفرقان: ٦٢]

''اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا، اس کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے، یا کچھ شکر کرنا چاہے۔''

ہجرتِ مدینہ کے دروس:

رات اور دن کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا جانا قدرتِ الٰہی کی ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ جو شخص رات کے وقت کوئی نیک کام بجا نہ لا سکا، وہ دن کے وقت اس کی تلافی کر لے اور جو شخص دن کے وقت کوئی عملِ صالح نہ کما سکا، وہ رات کو تلافیِ مافات کر لے۔

حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ہجرت کا واقعہ مسلمانوں کے لیے کئی نصیحتیں اور دروس لیے ہوئے چھوڑتا ہے، اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آپ ﷺ کی یہ ہجرت انسان کے مالوف اسباب کے ساتھ ہو، آپ ﷺ سفرِ ہجرت کے لیے زادِ راہ لے جائیں، اونٹنی پر سواری کریں اور اس سفر کے لیے گائیڈ کرائے پر لیں۔ اگر اللہ چاہتا تو براق کے ذریعے آپ ﷺ کو مکہ سے مدینہ پہنچا دیتا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، تاکہ آپ ﷺ کی امت اس کام میں آپ ﷺ کی اقتدا و اتباع کرے، مسلمان ان اسباب کے ساتھ اپنے دین کی مدد کرے جو اسے میسر ہوں۔

اے مسلمان! تم پر سب سے بڑا فرض اور واجب یہ ہے کہ تم اپنی ذات میں اللہ کے دین کی مدد کرو اور وہ یوں کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر گامزن ہو جاؤ، اسی طرح اپنے گھر میں اس پر عمل کر کے، اپنے معاشرے میں اس کی طرف دعوت دے کر اور اس پر صبر کر کے اس کی مدد کرو۔

آج دنیا میں مسلمانوں کی جو صورتِ حال ہے، اس کا لازمی تقاضا ہے کہ ہجرتِ نبویہ کے مفاہیم اور حقائق سے استفادہ کیا جائے، اس دور میں بھی مسلمانوں کی حالت صرف انھیں امور کے ساتھ سدھرے گی، جن کے ساتھ سلف صالحین نے حالات سدھارنے کا کام لیا تھا اور وہ امور ہیں: سچا ایمان، توحیدِ خالص، اخلاقِ کریمہ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ راست روی، اس پر توکل و بھروسا، مشکلات پر صبر کرنا اور اچھے انداز میں عبادت بجا لانا جو سنتِ مطہرہ میں بیان ہوا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

«اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، أَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ»①

''جہاں بھی ہو، اللہ سے ڈرو، اور برائی کے بعد نیکی کرو، وہ اسے مٹا دے گی، اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔''

اللہ کے بندو! ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [الأحزاب: ٥٦]

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلات بھیجتے ہیں، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اس پر صلات بھیجو اور سلام بھیجو، خوب سلام بھیجنا۔''

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ بِهَا عَلَيْهِ عَشْرًا»②

''جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اُس پر دس رحمتیں فرماتا ہے۔''

---

① صحيح سنن الترمذي للألباني (١٩٨٧) و قال: "حسن" شعب الإيمان للبيهقي (٦/ ٢٧٣٣) حلية الأولياء لأبي نعيم (٤/ ٤٢٠) صحيح الجامع الصغير (٩٧) صحيح الترغيب و الترهيب، رقم الحديث (٢٦٥٥، ٣١٦٠)

② صحيح سنن النسائي للألباني (١٢٩٦) صحيح الترغيب (١٥٥٧) الصحيح المسند للوادعي (١٢٤)

Marfat.com

موت اور اس کی نصیحتیں

امام و خطیب فضیلة الشیخ عبدالباري الثبيتي ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

میں تمھیں اور اپنے آپ کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، دنیا و آخرت کا بہترین زادِ راہ یہی تقویٰ ہے۔ قیامت کا وہ دن جس دن نہ کوئی مال فائدہ دے گا اور نہ بیٹے، مگر وہ جو اللہ کے پاس سلامتی والا دل لے کر آیا، اس دن کی نجات اسی تقوے کی مرہونِ منت ہے۔

موت کا ذائقہ:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾

[آل عمران: ۱۸۵]

''ہر جان موت کو چکھنے والی ہے اور تمھیں تمھارے اجر قیامت کے دن ہی پورے دیے جائیں گے، پھر جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہوگیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔''

اللہ عزوجل کے اس فرمان میں موت اور اس کے بعد والے حالات کی حقیقت آشکارا کی گئی ہے، وہ موت جسے ہم میں سے ہر ایک چکھنے والا ہے، خواہ وہ فقیر ہو یا غنی، تندرست ہو یا بیمار، بڑا ہو یا چھوٹا اور رئیس ہو یا محکوم۔ بہر حال موت سے کسی کو بھی چھٹکارا نہیں ہے، چاہے وہ کسی دور دراز مقام کی طرف فرار ہو جائے یا کسی بلند و بالا برج میں جا گھسے یا کسی بعید وادی میں جا پناہ لے، کیونکہ ارشادِ الٰہی ہے:

Marfat.com

﴿ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾ [النساء: ۷۸]

’’تم جہاں کہیں بھی ہوگے موت تمھیں پالے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔‘‘

موت کی حقیقت:

اپنی حالت کے واضح ہونے اور آثار کے ظاہر ہونے کے باوجود موت رازوں میں سے ایک راز ہے، جس میں عقلیں حیران اور ہکی بکی ہیں، کیونکہ اس کا تعلق روح کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [الإسراء: ۸۵]

’’اور وہ تجھ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمھیں علم میں سے بہت تھوڑے کے سوا نہیں دیا گیا۔‘‘

تم لوگ صحت و عافیت سے بھرپور نوجوانوں اور پہلوانوں کو آناً فاناً پچھاڑ دینے والے بہادر کو دیکھتے ہو کہ وہ بے جان لاشے اور بے حرکت جسم کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اس نوجوان کی جوانی جاتی رہی، اس بہادر پہلوان کی قوت ناپید ہوگئی، اس کے حواس بے کار ہوگئے، اس کی سماعت، بصارت اور قوت شامہ جواب دے گئی اور اس کی زبان گنگ ہوگئی۔ بعض اوقات مرنے والا پختہ عالم، بلیغ ادیب، ماہر طبیب یا ایک ماہر باکمال ہوتا ہے، لیکن کیا مجال ہے جو مذکورہ لوگوں کی یہ ساری صفات ان کی عمریں پوری ہونے کے بعد ان کی روحوں کو قبض ہونے سے روک سکیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴾ [یونس: ۴۹]

’’جب ان کا وقت آپہنچتا ہے تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔‘‘

عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رحمہ اللہ منبر پر چڑھ کر یوں گویا ہوئے:

’’كَمْ مِّنْ مُسْتَقْبِلٍ يَوْمًا لَا يَسْتَكْمِلُهُ، وَمُنْتَظِرٍ غَداً لَا يَبْلُغُهُ، لَوْ تَنْظُرُوْنَ إِلَى الْأَجَلِ وَمَسِيْرِهِ لَأَبْغَضْتُمُ الْأَمَلَ وَغُرُوْرَهُ‘‘[1]

---

[1] الزهد لابن المبارك، رقم الحديث (۱۰) مصنف ابن أبي شيبة (۷/ ۱۵۹)

Marfat.com

”کتنے ہی وہ لوگ ہیں، جو دن کا استقبال کر کے اس کا آغاز و ابتدا تو کرتے ہیں، مگر اسے مکمل نہیں کر پاتے اور کتنے لوگ کل کے منتظر ہیں، لیکن ان کی زندگی میں کل نہیں آپاتی۔ کاش! تم عرصہ حیات اور اس کی تیزی کے ساتھ اپنی انتہا کی طرف سفر کرنے کو نظر میں رکھتے تو تم خواہشات اور ان کی دھوکا دہی کو سخت ناپسند کرتے۔“

انسان صحت وتندرستی سے حظ وافر اٹھا رہا ہوتا ہے، عافیت کی نعمت سے مالا مال ہوتا ہے، کھاتا پیتا اور اچھلتا کودتا ہے، خوشی خوشی چلتا ہے اور تکبر کے ساتھ نکلتا اور روانہ ہوتا ہے کہ اچانک مرض الموت اسے شیر کے اپنے شکار پر حملہ آور ہونے کی طرح آدبوچتی ہے، چنانچہ اس کا جسم لاغر اور اس کی آواز ہلکی اور پست ہوجاتی ہے، اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، اس کے قویٰ مضمحل ہوجاتے ہیں اور اس کے دنیا سے کوچ کرنے کے بعد اس کے اعمال کے رجسٹر اور کھاتے سمیٹ دیے جاتے ہیں۔

موت ایک حقیقت ہے:

موت کتنی قریب ہے۔ روزانہ وہ ہمارے اور ہم اس کے قریب ہو رہے ہیں۔ ہمارے اور موت کے درمیان بس ہماری زندگی کی مدت پوری ہونے کا فاصلہ ہے، جو ختم ہوتے ہی ہم مردوں میں شمار ہونے لگیں گے، عمروں کی حقیقت بس اسی قدر ہے، جیسے پھول کھلتے اور مرجھا جاتے ہیں، یا چراغ روشن ہوتا اور بجھ جاتا ہے، یا انگارا دھکتا ہے، پھر جلد ہی راکھ بن جاتا ہے۔ ریت کے ان ٹیلوں پر بکھری ہوئی قبروں پر غور وفکر ہونا چاہیے، ان قبروں کے گرے پڑے پتھروں کے درمیان طمع و لالچ کرنے والے اور دنیا کے طالب غور وفکر کریں، تاکہ انھیں اس بات کا ادراک ہو کہ خواہشات اور حرام لذتوں کا راستہ اگرچہ سرسبز و شاداب اور پھولوں سے مزین ہو، آخر کار وہ انسان کو اس انتہا تک پہنچانے والا ہے، جہاں وہ قبروں میں دفن کر دیے جائیں گے۔

جس شخص کو قرآن اور موت کے ڈرنے نافرمانیوں سے نہ روکا، اس کے سامنے اگر دو پہاڑ بھی آپس میں ٹکرا جائیں تو وہ باز نہیں آسکتا۔ قبرستانوں کی کثرت اس کے لیے کسی عبرت کا باعث نہیں بنتی۔

بہر حال یہ ایک حقیقت ہے، آج جنازہ اٹھانے والا کل خود جنازہ بن کر اٹھایا جائے گا اور جو شخص قبرستان سے اپنے گھر کی طرف لوٹتا ہے، عنقریب لوگ اسے قبر میں یکہ وتنہا چھوڑ کر واپس گھروں کو آجائیں گے اور اسے اس کے اعمال کا گروی بنا دیا جائے گا، اگر اعمال اچھے تو انجام اچھا

Marfat.com

اور اگر اعمال برے تو انجام بھی ایسا ہی ہوگا۔ آج کے دور میں ہم بعض خبریں پھیلانے والے اس طرح کے ہیں، جو ہنسی کھیل اور غفلت کا شکار ہیں، یا دلوں کو سخت کر دینے والی غفلت کے سبب دکھلاوے اور شہرت چاہنے کے عادی ہوجاتے ہیں اور ان کی یہ غفلت یہ نوبت لاتی ہے کہ اسے احوالِ برزخ کی ہولناکیاں اور آخرت بھول جاتے ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اس غفلت سے بیداری کا سوال کرتے ہیں، موت جسے بچھاڑنے والی ہے، جس کا بستر مٹی ہے، قبر اس کا ٹھکانا ہے، زمین کا پیٹ جس کا مستقر ہے، جس کے وعدے کی جگہ قیامت کا دن ہے اور جس کا مورد جنت یا جہنم ہو، اس کے لائق یہ ہے کہ وہ موت کو خوب یاد رکھے، اس کے لیے تیاری کرے اور اس کے متعلق غور وفکر کرے۔ اس کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرے اور اپنے آپ کو اہلِ قبور سے سمجھے، کیوں کہ ہر آنے والی چیز قریب ہی ہوتی ہے، جب ملک الموت آجائے گا، تو تیرا مال اور تیری بھرپور تیاری اسے تیرے پاس آنے سے روک نہ سکے گی۔ ؎

أَیْنَ الَّذِیْنَ بَلَغُوْا الْمُنٰی فَمَا لَھُمْ فِيْ الْمُنٰی مُنَازِعٌ

''کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنی تمنائیں اس طرح پوری کرنے میں کامیاب ہوئے کہ ان آرزوؤں میں کوئی ان سے منازعت کرنے والا نہ تھا۔''

جَمَعُوْا فَمَا أَکَلُوْا الَّذِيْ جَمَعُوْا بَنَوْا مَسَاکِنَھُمْ فَمَا سَکَنُوْا

''انھوں نے جمع کیا مگر اپنے جمع شدہ سے کچھ نہ کھایا، انھوں نے اپنی رہایش گاہیں تعمیر کیں، لیکن وہ ان میں رہایش نہ کر سکے۔''

لیکن ہم ہیں کہ موت کو بھول جاتے ہیں اور زندگی کے سمندر میں یوں تیرتے رہتے ہیں، گویا ہم اس دارِ فانی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، جبکہ اویس قرنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تَوَسَّدُوْا الْمَوْتَ إِذَا نِمْتُمْ وَاجْعَلُوْہُ نُصْبَ أَعْیُنِکُمْ إِذَا قُمْتُمْ''[1]

''سوتے وقت موت کو سرہانا بنا کر سویا کرو اور جب تم نیند سے اٹھ جاؤ تو اسے اپنا نصب العین بنا کر رکھو۔''

[1] کتاب الزھد الکبیر للإمام البیھقي (۲/ ۲۶۱) یہ امام ذوالنون مصری کا قول ہے۔

Marfat.com

جس نے موت کو یاد رکھا، اس پر دنیا اور اس کے مصائب ہلکے ہوگئے، وہ بلند ہمت اور مضبوط عزم کا مالک بن گیا اور ریا کاری و دکھلاوے سے دور ہوگیا اور ہمیشگی کے باغات (جنتوں) کی دائمی نعمتوں کا اپنے آپ کو مستحق بنانے لگا۔

موت کی یاد:

یقیناً موت کی یاد دہانی اس لیے نہیں کہ انسان پر اس کی زندگی کو اجیرن اور مکدر کر دیا جائے اور وہ موت کی یاد میں اسبابِ زندگی ترک کر کے ہر وقت ڈر اور خوف کو اپنے اوپر طاری کر کے کام اور نتیجہ خیزی سے منقطع ہو کر بیٹھ جائے، بلکہ موت کی یاد دہانی تو اسے ایسے عمل کی طرف راغب کرنے کے لیے ہے، جو اسے معاصی کے ارتکاب سے روک دے اور سخت دل کو نرم کر دے۔ ہم تو موت کو اس لیے یاد کرتے ہیں، تاکہ ہم موت کے بعد پیش آمدہ حالات و معاملات کی اچھی تیاری کریں، نیک اعمال بجا لائیں، اطاعت و فرمانبرداری کے خوگر بن جائیں اور روزہ، قیام، نیکی کا حکم، برائی سے منع کرنا اور محتاجوں کی دست گیری و خبر گیری جیسی عبادت میں خوب کوشش اور محنت کریں۔

امام عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ نے کہا:

"لَوْ قِيلَ لِحَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ إِنَّكَ تَمُوتُ غَداً مَا قَدَرَ أَنْ يَزِيدَ فِي الْعَمَلِ شَيْئًا"[1]

''اگر حماد بن سلمہ کو بتایا جائے کہ تم کل فوت ہو جاؤ گے تو وہ اپنے اعمال میں مزید کسی عمل کے اضافے کی فکر نہیں کریں گے۔''

کیونکہ ان کے اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی ہی سے معمور تھے، ان کی زندگی کے لمحات عبادتِ الٰہی اور ذکر و اوراد میں مشغول رہ کر بسر ہوتے تھے۔

موت کی یاد تو اس لیے ہے کہ منکرات کو چھوڑ کر، معاصی سے منہ موڑ کر، مظالم کا دفاع کر کے اور مستحقین کو ان کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ موت کی تیاری کی جائے۔ دلوں سے اختلاف، بغض اور عداوت کو ختم کر کے موت کی تیاری کی جائے اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور صلہ رحمی کے ذریعے موت کی تیاری کی جائے۔ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ صالح المری کہا کرتے تھے:

---

[1] حلية الأولياء (٦/ ٢٥٠)

Marfat.com

”إِنَّ ذِكْرَ الْمَوْتِ إِذَا فَارَقَنِي سَاعَةً فَسَدَ عَلَيَّ قَلْبِي“[1]

”لمحہ گھڑی بھر کے لیے بھی جب موت کی یاد میرے دل سے جدا ہوتی ہے تو میرے دل میں خرابی اور بگاڑ پیدا کر دیتی ہے۔“

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس نے موت کو کثرت سے یاد کیا، اسے تین چیزوں سے نوازا گیا: ① جلدی توبہ کرنا۔ ② دلی قناعت کا حاصل ہونا اور ③ عبادت میں پُھرتی کا میسر آنا، اور جس شخص نے موت کو بھلا دیا، اسے بھی تین ہی چیزیں عطا ہوئیں: ① توبہ میں ٹال مٹول اور اگر مگر۔ ② گذارے کے موافق روزی پر عدم رضا۔ ③ عبادت میں سستی اور کاہلی۔[2]

ذکرِ موت کے ثمرات:

جس شخص پر خواہشات کے بادل سایہ کناں ہیں اور وہ غفلت کی وادیوں میں سرگرداں اور حیران گھوم رہا ہے، وہ آخر موت کے لیے کب تیاری کرے گا؟ جو شخص حلال یا حرام کے سلسلے میں اللہ عزوجل کے حکم کی پروا نہیں کر رہا، وہ کب موت کی تیاری کرے گا؟ جس انسان نے قرآن کو چھوڑ دیا، جس نے فجر کی نماز کبھی باجماعت پڑھ کر نہیں دیکھی، جو لوگوں کے مال ناجائز طریقے سے ہڑپ کر گیا، سود کھاتا رہا اور زنا کا مرتکب ہوتا رہا، وہ موت کی تیاری کب کرے گا؟

جس انسان نے غیبت اور چغلی سے اپنی زبان کو ملوث کیا، اس کا دل حسد اور کینے سے بھرا ہوا ہے، اس نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات مسلمانوں کی عیب جوئی اور ان کی عزتیں پامال کرنے میں ضائع کر دیے، کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ موت کی تیاری کر رہا ہے؟ جبکہ انبیاے کرام علیہم السلام کی صورتِ حال یہ رہی ہے کہ جب ان کی موت کا وقت آتا تو انھیں دنیا میں رہنے اور مقام کریم (جنت) کی طرف منتقل ہونے کا اختیار دیا جاتا تھا، مگر اس کے باوجود ہر نبی اور رسول نے آخرت کی دائمی نعمتوں ہی کو اختیار کیا۔

جنت کو ترجیح دیں:

ہمارے رسول ﷺ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا، چنانچہ آپ ﷺ کو یہ اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے آخرت کی نعمتوں ہی کو اختیار کیا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ سیدہ

[1] كتاب الزهد للإمام ابن المبارك (٢٦٠)

[2] فيض القدير للمناوي (٢/ ٨٥)

Marfat.com

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ صحت و تندرستی کی حالت میں فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی کو اس کی روح قبض کرتے وقت جنت میں اس کا مقام دکھایا جاتا اور پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے (کہ ابھی مزید دنیا میں رہنا چاہتے ہو تو رہ لو اور اگر جنت کے اس مقام میں آنا چاہتے ہو تو اس کا بھی تمھیں اختیار ہے) جب رسول اللہ ﷺ پر موت کی غشی کچھ دیر کے لیے طاری ہوئی، اس وقت آپ ﷺ کا سر مبارک میری ران پر تھا، پھر آپ ﷺ کو افاقہ ہوا تو آپ ﷺ نے چھت کی طرف اپنی نگاہ اٹھائی اور فرمایا: ﴿اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْأَعْلٰی﴾ میں نے کہا: تب تو آپ ﷺ ہمارے ساتھ رہنا پسند نہیں کریں گے۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ تو وہی اختیار دیا جانا ہے، جس کا آپ ﷺ ہم سے ذکر فرمایا کرتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے، کہتی ہیں کہ یہ وہ آخری کلمات تھے جو رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے تھے۔[1]

قیامت کے دن دو گروہ:

موت اور اس کی شدت کے وقت، قبر اور اس کے اندھیرے میں اور قیامت کے دن کی ہولناکیوں میں لوگوں کے دو گروہ ہوں گے، ایک گروہ تو وہ ہوگا جو مصائب کی ان گھڑیوں میں ثابت قدم رکھا جائے گا، ان کے خوف سے پُر امن رہے گا اور اسے جنت کی خوشخبری دی جائے گی اور دوسرا گروہ وہ ہوگا، جسے ان مقامات پر انتہائی ذلت و رسوائی کی تکلیف و مشقت جھیلنا پڑے گی۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ [حم السجدة: ٣٠]

"بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ، جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔"

استقامت اختیار کرنے والے مومنوں پر ان کی موت کے وقت، ان کی قبروں میں اور قبروں سے دوبارہ اٹھنے کے وقت فرشتے اترتے ہیں، ان کے نفسوں کو مطمئن کرتے ہیں اور آخرت کے ڈر اور خوف سے انھیں امن دلاتے ہوئے اور انھیں تسلی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم نے جو اعمال آگے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٤٦٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٤٤٤)

Marfat.com

بھیجے ہیں ان پر خوف نہ کرو اور دنیا میں تم جو اہل، اولاد اور مال چھوڑ آئے ہو، ان پر غم اور فکر نہ کرو، ہم آخرت میں تمھارے دوست ہیں، ہم قبروں میں اور صور پھونکے جانے کے وقت تمھاری غم خواری کریں گے اور دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تمھاری تسلی تشفی کریں گے۔

جہاں تک کفار کا تعلق ہے تو جب ان پر موت طاری ہوتی ہے اور وہ اس کی تکلیفوں اور سختیوں میں مبتلا ہوتے ہیں تو انھیں انتہا درجے کی ذلت و رسوائی اٹھانا پڑتی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ [الأنعام: ٩٣]

''اور کاش! تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، نکالو اپنی جانیں، آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس کے بدلے جو تم اللہ پر ناحق (باتیں) کہتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔''

دنیا میں واپسی کی خواہش:

ان کی حسرت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ دنیا میں دوبارہ لوٹنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِۙ۝ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ﴾ [المومنون: ٩٩، ١٠٠]

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو کہتا ہے: اے میرے رب! مجھے واپس بھیجو، تاکہ میں جو کچھ چھوڑ آیا ہوں، اس میں کوئی نیک عمل کرلوں۔''

مفسر قرآن امام قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ کی قسم! وہ اس بات کی تمنا نہیں کرے گا کہ وہ اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹے، نہ وہ مال کی طرف لوٹنے اور دنیا کا مال جمع کر کے اپنی خواہشات پوری کرنے کی آرزو کرے گا، بلکہ وہ یہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے

Marfat.com

اعمال بجا لائے۔ اللہ عزوجل اس شخص پر رحم فرمائے، جس نے وہ اعمال کیے جن اعمال کی بجا آوری کی خواہش کا فر شخص اس وقت کرے گا، جب وہ آگ کے عذاب کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لے گا۔"[1]

آخری کلمہ:

اللہ تعالیٰ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو، جیسا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے۔ اپنے پوشیدہ معاملات اور سرگوشیوں میں اس کا ڈر اور خوف اپنے دل میں رکھو، اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور ثابت قدمی کی کس قدر زیادہ ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس دنیا میں اس کا آخری کلمہ "لا إله إلا الله" ہو جائے اور وہ اس عظیم کلمے "لا إله إلا الله" کے ساتھ دنیا کو الوداع کہے۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ»[2]

"جس شخص کا آخری کلام "لا إله إلا الله" ہوا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

اور مسند احمد میں ہے:

«وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ»[3] "اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔"

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا:

"قریب المرگ کو کلمے کی تلقین کرنا واجب ہے، کیونکہ اس وقت وہ ایسے عوالم اور ہولناکیوں کو دیکھتا ہے، جن سے وہ واقف نہیں ہوتا اور شیطان بھی اس وقت بندے کے قریب ہوتا ہے، لہٰذا اس بندے کے غفلت کا شکار ہونے کا خدشہ ہوتا ہے، اور اس لیے بھی اسے کلمے کی تلقین کرنا واجب ہے کہ موت کے وقت کلمہ پڑھنا گناہوں کے کفارے اور انھیں مٹانے میں بڑی تاثیر رکھتا ہے، کیونکہ اس وقت کلمہ پڑھنا ایک ایسے بندے کی طرف سے گواہی ہوتی ہے، جسے اس کلمے پر یقین ہوتا ہے، وہ اس کے مضامین سے پورا واقف ہوتا ہے، اس کی خواہشات دم توڑ چکی ہوتی ہیں، نفس اعراض کے بعد متوجہ ہوتا

[1] تفسير ابن كثير (٣/ ٢٥٦)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣١١٦)

[3] مسند أحمد (٥/ ٢٣٣)

Marfat.com

ہے، عزت کے بعد ذلیل ہوجاتا ہے اور اس سے دنیا کی حرص اور لالچ ختم ہوچکی ہوتی ہے، تو کلمے کے ساتھ وہ شہادت اور گواہی اس کے اعمال کا خاتمہ ثابت ہوتی ہے، وہ اسے گناہوں سے پاک کر دیتی ہے اور اسے اس کے رب تعالیٰ کے پاس داخل کر دیتی ہے، کیونکہ اس نے اپنے رب رحمٰن کے ساتھ ایسی شہادت کے ساتھ ملاقات کی جو خالص ہے، اس کا ظاہر اس کے باطن سے موافق ہے اور اس کا پوشیدہ اس کے علانیہ کے ساتھ موافق ہے۔''[1]

میت کے حسنِ اعمال کا تذکرہ:

گذشتہ حدیث سے ضمناً یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ قریب المرگ کے پاس جانا مستحب ہے، تاکہ اسے کچھ نصیحت کی جائے اور اس کی تسلی و تشفی کرائی جائے، لوگ اس بات کو بھی مستحب جانتے تھے کہ موت کے وقت بندے کے اچھے اعمال کا تذکرہ کیا جائے، تاکہ اس کا اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ گمان اچھا ہوجائے، چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ»[2]

''تم میں سے ہر شخص اپنی وفات کے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھے۔''

سنتِ مطہرہ نے میت کے محاسن کا ذکر کرنے اور اس کے عیوب بیان کرنے سے رک جانے پر آمادہ کیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلٰى مَا قَدَّمُوا»[3]

''فوت شدگان کو برا مت کہو، کیوں کہ وہ اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں۔''

صحیح بخاری میں ابو الاسود سے مروی ہے کہ میں مدینے میں اس وقت آیا، جب وہاں ایک مرض کی وبا پھوٹی ہوئی تھی۔ میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا، اتنے میں ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو اس میت کی تعریف کی گئی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی، پھر ایک اور جنازہ گزرا، اس پر بھی تعریف کی گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: واجب ہوگئی، پھر ایک تیسرا جنازہ گزرا، جس کو لوگوں نے برے الفاظ

---

[1] الفوائد لابن القیم (ص: ٥٥)

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٨٧٧)

[3] صحیح البخاري، رقم الحدیث (١٣٩٣)

Marfat.com

سے یاد کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہوگئی۔ ابو الاسود کہتے ہیں: میں نے عرض کی: اے امیر المومنین! کون سی چیز واجب ہوئی؟ انھوں نے جواب دیا: میں نے وہی کچھ کہا ہے جو نبی اکرم ﷺ نے کہا تھا:

«أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ، فَقُلْنَا: وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ: وَثَلَاثَةٌ، فَقُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: وَاثْنَانِ، ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ» [1]

''جس مسلمان کے لیے چار لوگ خیر کی گواہی دیں تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا، ہم نے عرض کی: اور تین آدمی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اور تین آدمی، ہم نے عرض کی: دو آدمی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دو آدمی بھی، پھر ہم نے ایک کے بارے میں آپ ﷺ سے نہیں پوچھا۔''

اس سلسلے میں صاحب فضل اور سچے لوگوں کی گواہی معتبر ہوگی، چنانچہ اس میں دشمنوں کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔ غسل دینے والے کے لیے یہ مستحب ہے کہ جب وہ میت میں کوئی بدزیب اور عیب دار چیز دیکھے تو اس کی پردہ پوشی کرے۔ ایک مسلمان کے جو دوسرے مسلمان بھائی کے ذمے حقوق ہیں، ان میں سے یہ بھی ہیں کہ اس کی نمازِ جنازہ ادا کرے اور اس کے حق میں دعا کرے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا، وَكَانَ مَعَهُ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيرَاطَيْنِ، كُلُّ قِيرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ، وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا، ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيرَاطٍ» [2]

''جو شخص کسی مسلمان کے جنازے پر ایمان و ثواب کی نیت سے جاتا ہے اور نماز پڑھنے اور دفن ہونے تک اس کے ساتھ رہتا ہے تو وہ دو ''قیراط'' لے کر آتا ہے۔ ایک قیراط اُحد پہاڑ کے برابر (اجر و ثواب والا) ہوتا ہے، اور جو شخص نماز پڑھ کر دفن ہونے سے پہلے واپس آجاتا ہے، اس کو ایک قیراط کا ثواب ملتا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ عزوجل کی ملاقات کے سوا کوئی چیز مومن کے لیے باعثِ راحت و اطمینان نہیں ہے۔'' [3]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣٦٨)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٧)

[3] حلية الأولياء (١/ ١٣٦)

Marfat.com

جھوٹی گواہی اور اس کے نقصانات

امام و خطیب فضیلة الشیخ حسین آل الشیخ

حمد و ثنا کے بعد:

عدل و انصاف کی اہمیت:

اسلامی بھائیو! دنیا میں عدل و انصاف کی داغ بیل ڈالنا اور ظلم کو اپنی تمام تر شکلوں اور صورتوں سمیت روکنا مقاصدِ اسلام میں سے ایک نمایاں مقصد ہے۔ عدل و انصاف کو قائم کرنا رسالت محمدی ہی کی نہیں، تمام رسولوں کی بعثت کی انتہا و معراج ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ [الحدید: ٢٥]

''بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔''

عدل و انصاف تمام شعبہ ہائے زندگی کو منظم کرتا ہے، یہ سب کے حق میں عام ہے اور اپنی مختلف شکلوں کے ساتھ افعال، اقوال اور تصرفات میں داخل و شامل ہے، ہر میدان میں عدل اور ہر انسان کے ساتھ انصاف ہی دین اسلام کا مطمحِ نظر ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی﴾ [النحل: ٩٠]

''بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے۔''

یقیناً دینِ اسلام ہی حق کے اصول قائم کرتا، اصلاح کے قواعد وضع کرتا، اور خیر و بھلائی کے مناہج اور طریقوں کی بنیاد رکھتا ہے، پس یہی وہ دین ہے جو ان مفید اصولوں اور اصلاحی مناہج کے

Marfat.com

لیے ایسے راستے اور وسائل متعین کرتا ہے جو ہر اس چیز سے اِسے محفوظ رکھنے کی ضمانت فراہم کرتے ہیں جو اس کے اغراض و مقاصد کو کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

سچی گواہی کی اہمیت:

عدل و انصاف قائم کرنے کے نمایاں اسباب اور ارکان میں گواہی کو قائم کرنا، معاشرے میں اس کی اہمیت اور کردار کو جاننا، اس کے حق کا خیال رکھنا اور اس کے متعلق ذمے داری کا احساس ہے۔

اللہ کے بندو! گواہی حق کو باطل سے ممتاز کرنے کا ایک معیار ہے، سچے اور جھوٹے دعوؤں کے درمیان فرق کرنے والی حدِ فاصل ہے، حتی کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ گواہی حقوق کے لیے روح کی حیثیت رکھتی ہے، پس اللہ تعالیٰ نے پاک روحوں کے ساتھ جانوں کو زندہ کیا۔ اجتماعی زندگی اور اس میں رونما ہونے والے حوادث، اس میں پیش آمدہ مادی احوال و واقعات، معاملات اور خاندانی تعلقات کے قیام کے لیے گواہی ایک ضروری چیز ہے۔ قاضی شریح رحمہ اللہ نے فرمایا:

''فیصلہ کرنا ایک بیماری ہے اور گواہی شفا ہے، لہٰذا شفا کو بیماری پر طاری کر دو۔''[1]

اسلامی بھائیو! گواہی دینے کا حق ادا کرنا، ایک فرضِ لازم اور واجبِ ضروری ہے۔ اللہ جل و علا فرماتے ہیں:

﴿ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ﴾ [الطلاق: ۲] ''اور شہادت اللہ کے لیے قائم کرو۔''

اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے لوگ من جملہ نیکی اور احسان کرنے والوں میں سے ہیں اور اہلِ فضل و ایمان میں شامل ہیں۔ اللہ جل و علا (جنتوں میں) عزت دیے جانے والے لوگوں کی تعریف کچھ یوں فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ﴾ [المعارج: ۳۳]

''اور جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔''

ایمان کے حقوق اور اس کے واجبات میں یہ شامل ہے کہ حق بات کی گواہی دی جائے، چاہے وہ گواہی اپنے ہی نفس کے خلاف ہو یا کسی قریبی کے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ [النساء: ۱۳۵]

Marfat.com

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے شہادت دینے والے بن جاؤ، خواہ تمھاری ذاتوں یا والدین اور زیادہ قرابت والوں کے خلاف ہو۔''

اہلِ علم نے کہا ہے کہ حقوق العباد میں سے کسی معاہدے یا تصرف پر گواہی دینے کے لیے جب کسی ایسے شخص کو بلایا جائے، جس کے سوا کوئی گواہی دینے والا نہیں ہے، تو اس شخص پر گواہی دینا واجب ہے، اور اگر ایسی صورت حال نہ ہو تو گواہی دینا مندوب اور مستحب ہے، نیز اس وقت وہ گواہی تمام لوگوں کے حق میں فرض کفایہ ہوگی۔ یہ وہ چند ضابطے ہیں، جو اہلِ علم نے گواہی دینے کے لیے مقرر کیے ہیں۔ جہاں تک گواہوں کو تکلیف دینے کا تعلق ہے تو اہلِ علم کا کہنا ہے: گواہی دینا فرض کفایہ ہے، جب لوگوں کی ایک خاطر خواہ تعداد گواہی دے تو پوری جماعت گواہی نہ دینے کے گناہ سے بریُ الذمہ ہوجاتی ہے، لیکن اگر تمام لوگ گواہی دینے سے رک جائیں تو وہ سب کے سب گناہ گار ہوں گے، اور جب گواہی دینے والے ان افراد کے سوا اور گواہ نہ ہوں، جن کی گواہی سے فیصلہ کیا جا سکے اور اس کی وجہ سے کسی بندے کے حق کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس وقت انسان پر گواہی دینا عین واجب ہو جاتا ہے۔ اللہ عزوجل مذکورہ تمام صورتوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ﴾ [البقرة: ٢٨٢]

''اور گواہ جب بھی بلائے جائیں انکار نہ کریں۔''

گواہی چھپانا:

گواہی کے یہ مذکورہ احکام و مسائل تو حقوق العباد کے متعلق تھے، جہاں تک حدود میں گواہی کا تعلق ہے تو ان میں پردہ پوشی کرنا افضل ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی سنتِ مطہرہ سے یہ ثابت ہے۔

جب گواہی دینے کی اتنی تاکید اور گواہ کو ایذا دینے کی اتنی وعید ہے، تو گواہی کو چھپانا شرعی طور پر ایک مذموم اور طبعی طور پر مبغوض کام ہے، چنانچہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ﴾ [البقرة: ٢٨٣]

''اور شہادت مت چھپاؤ اور جو اسے چھپائے تو بے شک وہ، اس کا دل گناہ گار ہے۔''

بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ گواہی کو چھپانے پر اللہ تعالیٰ نے جتنی سخت دھمکی دی ہے، وہ کسی

Marfat.com

اورعمل پر نہیں دی کہ اس نے ارشاد فرمایا:

﴿فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ﴾ [البقرۃ: ٢٨٣] ''تو بے شک وہ، اس کا دل گناہ گار ہے۔''

لہٰذا اللہ کے بندو! گواہی کو چھپانا عظیم جرم اور کبیرہ گناہ ہے۔ وصیت کے گواہوں کی طرف سے بیان کرتے ہوئے اللہ جل وعلا فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ﴾ [المائدۃ: ١٠٦]

''اور نہ ہم اللہ کی شہادت چھپائیں گے، بے شک ہم اس وقت یقیناً گناہ گاروں سے ہوں گے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''شَهَادَةُ الزُّوْرِ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ وَكِتْمَانُهَا كَذٰلِكَ''[1]

''جھوٹی گواہی کبیرہ گناہوں میں سے بڑا گناہ ہے اور اس کا چھپانا بھی اتنا ہی گناہ ہے۔''

گواہی کے ضابطے:

مسلمانوں کی جماعتو! جب گواہی کے متعلق مذکورہ واضح حقائق ہمارے سامنے ظاہر ہوگئے تو ہمیں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اسے اس بات کا علم ہو کہ شریعت اسلامیہ گواہی کو حدود کے اثبات کے لیے بنیاد اور حقوق کے اظہار کے لیے راستہ قرار دیتی ہے۔ وہ گواہی کے گرد ایک ایسی باڑ لگاتی ہے، جو باڑ اس گواہی کے اہداف مقرر کرتی ہے، ایسے ضابطوں کے موافق اسے نمایاں کرتی ہے، جو اس کے مقاصد کی تحقیق کو متضمن ہیں اور ایسے اصولی دائرے اور بنیادوں میں رہتے ہوئے اسے ان راستوں پر چلاتی ہے، جو اس کے اہداف اور اغراض کے برعکس انحراف کرنے سے روکتی ہیں۔

بنا بریں شریعت اسلامیہ میں قانون یہ ہے کہ گواہی کی بنیاد علم پر ہو اور یہ بااعتماد اور پر اطمینان طریقے سے ادا کی جائے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ [الزخرف: ٨٦]

''مگر جس نے حق کے ساتھ شہادت دی اور وہ جانتے ہیں۔''

[1] المغني لابن قدامة (١٠/ ١٥٤)

Marfat.com

اللہ عزوجل یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:

﴿ وَ مَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا ﴾ [یوسف:۸۱]

''اور ہم نے شہادت نہیں دی، مگر اس کے مطابق جو ہم نے جانا۔''

اہلِ علم نے کہا ہے: گواہی میں اصل یہ ہے کہ وہ مشاہدے اور معاینے کی بنیاد پر دی جائے اور اس کی اساس اسبابِ علم میں سے ایک قوی سبب پر ہو، جو معاملات اس قسم کے ہوں کہ گواہی دینے والا ان کا مشاہدہ کر سکتا ہو، جیسے: قتل، چوری، ڈاکا، رضاعت اور زنا وغیرہ تو ان کے حق میں آنکھوں کے ساتھ معاینے اور مشاہدے کے بغیر گواہی دینا درست نہیں ہے اور جن معاملات کی نوعیت یہ ہے کہ انھیں بس سنا جا سکتا ہو تو ان کے متعلق گواہ کے لیے گواہی کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ وہ انھیں سن کر اور ان کے قائل کا مشاہدہ کر کے گواہی دے، جیسے: عقودِ نکاح، بیوع اور طلاق وغیرہ۔

جھوٹی گواہی کا انجام:

اسلامی بھائیو! گواہی کے متعلق ابھی جو اصول وضوابط بیان ہوئے ہیں، ان سے یہ ثابت ہوا کہ انسان کا ایسی چیز کے متعلق گواہی دینا، جسے وہ جانتا ہی نہیں ہے، جرمِ عظیم اور بہت بڑی آفت ہے۔ ہاں! ایسا کیوں نہ ہو، یہی تو وہ ''شهادة الزور'' ہے جو اہلِ علم کے ہاں جھوٹی گواہی کے تعارف سے مشہور ہے، اس کے محرکات اور وجوہ کیسی بھی ہوں، اس گواہی کی کوئی صحیح بنیاد نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا:

''زور'' کے مفہوم کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ کسی چیز کو خلافِ واقع بتایا جائے، کبھی یہ بات میں ہوتی ہے، جس کی بنا پر وہ جھوٹ اور باطل پر مشتمل ہوتی ہے اور کبھی گواہی میں جھوٹ بولنے کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے۔''[1]

اللہ کے بندو! یقیناً جھوٹی گواہی اکبر الکبائر اور اعظم الذنوب ہے۔ اللہ جل وعلا فرماتے ہیں:

﴿ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴾ [الحج:۳۰] ''اور جھوٹی بات سے بچو۔''

امام ترمذی رحمہ اللہ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر وعظ کیا اور فرمایا:

« أَيُّهَا النَّاسُ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ إِشْرَاكاً بِاللّٰهِ ثُمَّ قَرَأَ ﷺ: فَاجْتَنِبُوا

---

[1] فتح الباري (۱۰/ ۴۱۲)

Marfat.com

الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾[1]

''اے لوگو! جھوٹی گواہی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر قرار دیا گیا ہے، پھر (اس کی تصدیق میں) آپ ﷺ نے اس فرمانِ باری تعالیٰ کی تلاوت فرمائی ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ [پس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو]''

نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ بات حسن سند کے ساتھ مروی ہے۔[2]

صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا؟ قَالُوا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ، قَالَ: فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ»[3]

''کیا میں تمھیں کبیرہ گناہوں کی خبر نہ دوں؟ تین مرتبہ فرمایا تو صحابہ کرام نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا، آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر بیٹھ گئے اور فرمایا: خبردار! جھوٹی بات (بھی کبیرہ گناہ ہے) آپ ﷺ اسے بار بار دہراتے رہے، حتی کہ ہم نے کہا: کاش! آپ ﷺ خاموش ہوجائیں۔''

اللہ کے بندو! جھوٹی گواہی کے نقصانات بہت واضح اور اس کے اثرات بہت برے ہیں۔ جھوٹی گواہی، گواہی کو اپنے اصل مقام سے ہٹا دیتی ہے۔ یہ گواہی حق کی سند بننے کے بجائے باطل کی دلیل بن جاتی ہے اور عدل و انصاف کا ساتھ دینے کے بجائے ظلم کی معاون و مددگار بن جاتی ہے، ایسا کیوں نہ ہو؟ وہ جھوٹی گواہی ہی ہے، جو انصاف کے نشانات کو مٹانے کا سبب ہے، احکام کے فساد کا ذریعہ ہے اور امن و امان کو ختم کرنے کا راستہ ہے، لہٰذا اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور ان متقین کا راستہ اور مومنوں کا طریقہ اختیار کرو، جن کے متعلق اللہ جل و علا نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾ [الفرقان: ۷۲]

---

① سنن أبي داود، رقم الحديث (۳۵۹۹) سنن الترمذي، رقم الحديث (۲۲۹۹) اس کی سند ضعیف ہے۔

② المعجم الكبير (۹/ ۱۰۹) حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''إسناده حسن'' (مجمع الزوائد: ۴/ ۲۰۱)

③ صحيح البخاري، رقم الحديث (۲۶۵۴) صحيح مسلم، رقم الحديث (۸۷)

Marfat.com

''اور وہ جو جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو باعزت گزر جاتے ہیں۔''

گواہی کا بندوبست:

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اس کے حکم کی بجا آوری کرو اور اس کی نہی سے باز آ جاؤ۔ شریعتِ اسلام معاشرے میں اخوت و بھائی چارے کے قواعد وضوابط راسخ کرنے، محبت و اتفاق کے اصولوں کی شجر کاری کرنے، جھگڑے اور اختلاف کے اسباب کی بیخ کنی کرنے کی بہت زیادہ حریص ہے، اسی لیے اس شریعت نے حقوق کی حفاظت کے لیے اور عقود و تصرفات سے حاصل ہونے والے آثار و نتائج کو ضبط کرنے کے لیے ابتدائی طور پر ہی توثیق و تصدیق کا نظام رائج کیا ہے۔

کسی بھی معاملے سے انکار کو دور کرنے اور جھگڑے کی جڑیں کاٹنے کے لیے توثیق و تصدیق کے طریقوں میں سے سب سے قوی اور مضبوط طریقہ گواہی قائم کرنا ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے: جس معاملے پر گواہی قائم کی گئی ہے، وہ اس سے زیادہ قابلِ وثوق ہے، جسے صرف احاطہ تحریر میں لایا گیا ہے۔

اللہ جل وعلا نے بیوع وغیرہ کے حق میں فرمایا ہے:

﴿ وَ اَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ﴾ [البقرة: ٢٨٢]

''اور آپس میں خرید وفروخت کرو تو گواہ بنا لو۔''

فسوخ اور اس کی مانند دیگر چیزوں کے متعلق اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ [الطلاق: ٢]

''اور اپنوں میں سے دو صاحب عدل آدمی گواہ بنا لو۔''

مال کی تسلیم و تفویض کے متعلق اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴾ [النساء: ٦]

''پھر جب ان کے مال ان کے سپرد کرو تو ان پر گواہ بنا لو اور اللہ پورا حساب لینے والا کافی ہے۔''

اللہ تمھاری حفاظت فرمائے! اس کے احکام بجا لاؤ، اس کے بتائے ہوئے طریقے تھام لو، تم فلاح پاؤ گے اور سعادت مند بن جاؤ گے اور اپنے رب تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کر لو گے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

Marfat.com

ماہِ صفر

پہلا خطبہ

توحیدِ خالص

امام وخطیب

فضیلة الشیخ

صلاح البدیر حفظہ اللہ

27/4/2001 = 3/2/1422

دوسرا خطبہ

ذکرِ الٰہی

امام وخطیب

فضیلة الشیخ

علی عبد الرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

4/5/2001 = 10/2/1422

تیسرا خطبہ

حقیقی مردانگی

امام وخطیب

فضیلة الشیخ

عبدالباري الثبیتی حفظہ اللہ

11/5/2001 = 17/2/1422

چوتھا خطبہ

کفار کی صفات اور ان کا انجام

امام وخطیب

فضیلة الشیخ

عبد المحسن القاسم حفظہ اللہ

18/5/2001 = 24/2/1422

Marfat.com

Marfat.com

توحیدِ خالص

امام و خطیب فضیلة الشیخ صلاح البدیر ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! سفر و حضر کے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، ظاہری اور باطنی امور میں اپنے دلوں کے اندر اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف رکھو۔ صبح و شام کے اوقات میں اس کی یوں عبادت کرو، جیسے اس کی عبادت کرنے کا حق ہے۔ اس کی نعمتوں کا شکر بجا لاؤ، بلاشبہہ اس نے ایسے شخص کے لیے نعمتوں میں اضافہ کرنے کا ذمہ لیا ہے جو اس کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اس کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر جاؤ اور اس کی پکڑ سے پوری طرح محتاط اور متنبہ ہو جاؤ۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾

[آل عمران: ۱۰۲]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔''

علاماتِ توحید:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی ویسے قدر کرو، جیسے اس کی قدر کا حق ہے۔ اس کی عظمت کے دلائل کو دیکھو، اس کی آیات، نعمتوں، سلطنت، عجائباتِ خلق اور اسے عدم سے وجود میں لانے پر غور و فکر کرو تاکہ تم اس کے ذریعے ایمان میں بڑھ جاؤ اور تم عاجزی و انکساری کرتے ہوئے مطیع و فرمانبردار بن کر اس کے سامنے جھک جاؤ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب مبین میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴾ [الذاريات: ۲۰]

''اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے کئی نشانیاں ہیں۔''

Marfat.com

اسی طرح اللہ جل وعلا بیان فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ [آل عمران: ١٩٠]

''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔''

حیرت انگیز اور انوکھی مخلوق، بارعب و پروقار کائنات، شرق وغرب، امن اور جنگ، خشک اور تر، تلخ اور شیریں، سورج اور چاند، ہوائیں اور بارشیں، رات اور دن، غلے اور نباتات، اکٹھے اور متفرق، زندے اور مُردے، یہ سب اور اس جیسی بے شمار مخلوقات اس کی قدرت کی علامتیں اور نشانیاں ہیں۔

تسبیح و تقدیس تو اس عظیم الٰہ و معبودِ برحق کے لیے ہے، جس نے غور وفکر کرنے والوں کے سامنے اپنی دلالت کو واضح کر دیا، نظر وفکر کرنے والوں کے سامنے اپنے شواہد کو ظاہر کر دیا، غفلت کے مارے لوگوں کے سامنے اپنی آیات اور نشانیوں کو بیان کر دیا، حق کو ٹھکرانے والوں کے عذر اور بہانے کو ختم کر دیا اور انکار کرنے والوں کے دلائل کو توڑ کر رکھ دیا۔ اس نے سچ ہی تو کہا ہے:

﴿ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾ [المؤمنون: ١٤]

''سو بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''آسمانِ دنیا اور اس سے اوپر والے آسمان کے درمیان پانچ سو سال چلنے کی مسافت ہے، اس طرح ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال چلنے کا فاصلہ ہے۔ ساتویں آسمان اور اللہ تعالیٰ کی کرسی کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت ہے، عرش پانی کے اوپر ہے، اللہ عزوجل عرش کے اوپر ہے اور وہ جانتا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو۔''[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

«مَا السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ فِي الْكُرْسِيِّ إِلَّا كَحَلْقَةٍ مُلْقَاةٍ فِي فَلَاةٍ مِّنَ الْأَرْضِ، وَفَضْلُ الْعَرْشِ عَلَى الْكُرْسِيِّ كَفَضْلِ تِلْكَ الْفَلَاةِ عَلٰى تِلْكَ الْحَلْقَةِ»[2]

[1] التوحيد لابن خزيمة (ص: ١٠٥) المعجم الكبير (٩/ ٢٢٨)

[2] صحيح ابن حبان (٢/ ٧٦) السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (١٠٩)

Marfat.com

''ساتوں آسمان کرسی کے مقابلے میں ویسے ہی ہیں، جیسے ایک کڑا جو زمین کے کسی صحرا میں پھینکا گیا ہو اور کرسی پر عرش کی فضیلت ویسے ہی ہے جو اس صحرا کی فضیلت اس کڑے پر ہے۔''

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

«مَا السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرَضُوْنَ السَّبْعُ فِيْ يَدِ اللّٰهِ إِلَّا كَخَرْدَلَةٍ فِيْ يَدِ أَحَدِكُمْ»[1]

''ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ایسے ہی ہیں جیسے تم میں سے کسی کے ہاتھ میں رائی کا دانہ ہے۔''

قدرتِ الٰہی کے دلائل:

مسلمانو! اللہ جل وعلا کی عظمت و قدرت کے جملہ دلائل میں سے وہ حدیث بھی ہے، جسے شیخان (امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ) نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے:

''جَاءَ حَبْرٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّهُ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَعَلَ اللّٰهُ السَّمَاوَاتِ عَلٰى إِصْبَعٍ وَالْأَرَاضِيْنَ عَلٰى إِصْبَعٍ وَالْمَاءَ وَالثَّرٰى عَلٰى إِصْبَعٍ وَالْخَلَاقَ عَلٰى إِصْبَعٍ ثُمَّ يَهُزُّهُنَّ ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَنَا الْمَلِكُ فَلَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَضْحَكُ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ تَعَجُّبًا وَّ تَصْدِيقًا لِّقَوْلِهِ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهِ سُبْحٰنَهُ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾''[2]

''ایک یہودی عالم رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر

---

[1] تفسير ابن جرير (٢٤/ ٢٥) السنة لعبد الله بن أحمد (٢/ ٤٧٦)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٨١١) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧٨٦)

Marfat.com

اور مخلوقات کو ایک انگلی پر روک لے گا، پھر انھیں حرکت دے گا، پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کی تصدیق اور تعجب کرتے ہوئے ہنس دیے حتی کہ آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ [اور انھوں نے اللہ کی وہ قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق ہے، حالانکہ ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بنا رہے ہیں]۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

«أُذِنَ لِی أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ مَلَكٍ مِنْ مَلَائِكَةِ اللّٰهِ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ إِنَّ مَا بَيْنَ شَحْمَةِ أُذُنِهِ إِلٰى عَاتِقِهِ مَسِيرَةُ سَبْعِ مِائَةِ عَامٍ»[1]

''مجھے کہا گیا ہے کہ میں تمھیں حاملین عرش میں سے ایک فرشتے کے متعلق بتاؤں، بلاشبہ اس کے کانوں کی لو سے اس کے کندھے تک کا فاصلہ سات سو سال کے سفر کے برابر ہے۔''

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«إِذَا قَضَى اللّٰهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ، حَتّٰى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ»[2]

''جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اس کے فرمان سے ڈرتے ہوئے اپنے پَر ہلاتے ہیں، جیسا کہ چٹان پر زنجیر مارنے کی آواز آتی ہے، ''جب ان کے دلوں سے خوف جاتا رہتا ہے تو وہ کہتے ہیں، تمھارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ وہ (مقرب فرشتے) کہتے ہیں: اس نے جو فرمایا، وہ حق ہے، وہ بلند اور بڑا ہے۔''

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٧٢٧)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٨٠٠)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا حق:

مسلمانو! یہ وہ بعض نصوص ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیاتِ ظاہرہ، اس کی قدرت قاہرہ اور اس کی عظمت باہرہ پر دلالت کرتی ہیں تو کیا ہم نے اللہ عزوجل کی وہ قدر کی ہے، جو اس کی قدر کا حق ہے؟ کیا ہم نے اس کی اتنی تعظیم کی ہے، جو اس کی تعظیم کا حق ہے؟ کیا ہم نے اللہ جل وعلا کے اس حق کو ادا کیا ہے، جو ہمارے ذمے واجب ہے؟ اس حیثیت سے کہ ہم اس کی مخلوق اور اس کے غلام ہیں!

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

"كُنْتُ رِدْفَ الرَّسُوْلِ ﷺ عَلٰى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ: عُفَيْرٌ، فَقَالَ: يَا مُعَاذُ! أَتَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَّعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا"

"میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا، جس کا نام "عُفَیر" تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! کیا تم جانتے ہو: بندوں پر اللہ کا حق کیا ہے اور اللہ پر بندوں کا حق کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں، فرمایا: یقیناً اس کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ (بندے) اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ وہ کسی ایسے بندے کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ شرک نہیں کرتا۔"

شرک کا انجام:

مسلمانو! بلاشبہہ سب سے بڑا ظلم اور سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اس کا خالص حق اس کے سوا کسی اور کی طرف پھیر دینا اور اس کے سوا کسی اور کو اس کے برابر ٹھہرانا ہے:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾ [المائدة: ٧٢]

"بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت

Marfat.com

حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔"

نیز اللہ جل وعلا فرماتے ہیں:

﴿ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾ [الحج: ۳۰، ۳۱]

"پس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو۔ اس حال میں کہ اللہ کے لیے ایک طرف ہونے والے ہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہیں اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر اسے پرندے اچک لیتے ہیں، یا اسے ہوا کسی دور جگہ میں گرا دیتی ہے۔"

اللہ کے بندو! شرک کے وسائل اور ذرائع سے بچ جاؤ اور یاد رکھو کہ شرک کے متعلق جاننا: اس سے بچنے کا ایک طریق اور ذریعہ ہے۔

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِيْ" [1]

"لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے متعلق پوچھا کرتے تھے، جبکہ میں ان سے برائی کے متعلق دریافت کیا کرتا تھا۔ مبادا وہ (برائی) مجھے لاحق ہو جائے۔"

اے مسلمانو! بلاشبہ قابلِ افسوس چیزوں میں سے ایک چیز بعض ایسے لوگوں کا، جن کا علم میں ہاتھ تنگ اور اپنے نبی محمد ﷺ کی شریعت میں نظر و اطلاع کم ہے، ان نظریات کا قائل ہو جانا ہے، جو توحید کے اصلِ مقصود کے یا اس کے کمالِ مطلوب کے منافی ہے، وہ کمال و اصل جو توحیدِ عبادت اور ملک العلام کی اطاعت کے احکام و مسائل کی تشہیر اور یاد دہانی کرتے ہیں۔

قرآن مجید کے واضح براہین اور سنت کے قطعی دلائل میں ایسا زبردست بیان اور وضاحت ہے جو پیاسے کو سیراب کرتا ہے، مصیبت زدہ کی فریاد رسی کرتا ہے، پریشان و حیرت زدہ کی راہنمائی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٨٥٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٠)

Marfat.com

کرتا ہے اور اولیاء الرحمٰن کو اولیاء الشیطان سے چھانٹ کر الگ اور ممتاز کر دیتا ہے۔ فرمایا:

﴿ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَٰكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ﴾ [الفرقان: ٣٣]

''اور وہ تیرے پاس کوئی مثال نہیں لاتے، مگر ہم تیرے پاس حق اور بہترین تفسیر بھیج دیتے ہیں۔''

غیر اللہ کی قسم کھانا:

مسلمانو! یقیناً مضبوط و مستحکم توحید میں یہ بات بھی شامل ہے کہ الفاظ و معانی میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے احتراز کیا جائے، اگرچہ ایسے الفاظ کے استعمال کرنے میں برے معانی کا مقصد و ارادہ نہ بھی ہو، غیر اللہ کی قسم اٹھانا شرک اصغر ہے اور یہ قسم اٹھانے والا گناہ گار ہے اور خطرے میں ہے، اگر غیر اللہ کی یہ قسم اٹھانے والے کے دل میں یہ چیز ہو کہ جس کی اس نے قسم اٹھائی ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرح تعظیم کا مستحق ہے تو ایسی قسم اٹھانا شرکِ اکبر بن جائے گا۔

رسولِ ہدایت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

« مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ »[1]

''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی تو یقیناً اس نے کفر یا شرک کیا۔''

اور آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:

« لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِأُمَّهَاتِكُمْ وَلَا بِالْأَنْدَادِ وَلَا تَحْلِفُوا إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْلِفُوا بِاللّٰهِ إِلَّا وَأَنْتُمْ صَادِقُونَ »[2]

''تم اپنے باپوں کی قسم کھاؤ اور نہ اپنی ماؤں اور شریکوں کی اور تم صرف اللہ کی قسم کھاؤ اور اللہ کی قسم صرف اسی وقت کھاؤ جب تم سچے ہو۔''

لہٰذا کسی نبی، یا ولی، یا جن، یا کعبہ، یا کسی کے شرف اور زندگی کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے۔ قسم تو صرف اللہ تعالیٰ کی، یا اس کے اسما یا اس کی صفات کی اٹھانا جائز ہے، چنانچہ جس شخص نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی، اس کے ذمے واجب ہے کہ وہ اس سے توبہ کرے اور پھر اس طرح کی قسم نہ اٹھائے۔

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث: (١٥٣٥) المستدرك للحاكم (٤/ ٣٣٠)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٢٤٨) سنن النسائي، رقم الحديث (٣٧٦٩)

Marfat.com

امام نسائی رحمہ اللہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: ہم لوگ کسی بات پر مذاکرہ کر رہے تھے، جبکہ صورت حال یہ تھی کہ میں ابھی نیا نیا مسلمان ہوا تھا، لہٰذا میں نے اس دوران میں لات اور عزیٰ کی قسم اٹھا لی، اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کہا: تونے بہت بری بات کہی ہے، لہٰذا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور اپنی اس قسم کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دو، کیونکہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تم یہ قسم اٹھا کر کافر ہوگئے ہو، چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کارگزاری کی خبر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کہا:

«قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَاتْفُلْ عَنْ يَسَارِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَا تَعُدْ لَهُ»[1]

''تین مرتبہ ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ'' [اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں] کہو اور پھر تین مرتبہ شیطان سے اللہ کی پناہ پکڑو اور تین ہی مرتبہ اپنی بائیں جانب تھوکو اور پھر کبھی یہ قسم نہ اٹھانا۔''

مسلمانو! ایسے برے شرکیہ الفاظ اور بھیانک ممنوع کلمات کے استعمال سے بچو، جو خالق کی مخلوق کے ساتھ برابری کا تقاضا کرتے ہیں، جیسے یہ کہنا: جو اللہ تعالیٰ چاہے اور تم چاہو، میرے لیے تو بس اللہ تعالیٰ اور تم ہی ہو، میں نے اللہ تعالیٰ پر اور تم پر بھروسا کیا ہے اور اس مفہوم کے دیگر کلمات۔ مسند احمد میں مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا: جو اللہ تعالیٰ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَجَعَلْتَنِي لِلّٰهِ نِدًّا؟ قُلْ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ»[2]

''کیا تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا ہے؟ بلکہ یوں کہو: جو اللہ اکیلا چاہے۔''

اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ علیا کے توسط سے اس کا قرب حاصل کرو، اپنی حاجات اور اللہ جل و علا کے سامنے اپنی محتاجی کے اظہار کے ساتھ اس کا قرب چاہو اور اپنے قابلِ تعریف نیک عمل کو اس کے قرب کا وسیلہ بناؤ۔ سب سے بڑا نیک عمل ایسی خالص توحید ہے جو انواع و اقسام کے شرک سے خالی ہو۔ مشروع وسیلوں کے ذریعے اس کا تقرب حاصل کرو اور ایسے بدعی الفاظ اور من گھڑت وسیلوں سے مکمل پرہیز کرو، جو رب الاملاک اور رب الافلاک کے ساتھ

---

[1] سنن النسائي، رقم الحديث (٣٧٧٦)

[2] مسند أحمد (١/ ٢١٤)

Marfat.com

شرک کرنے کے ذرائع اور وسائل میں سے ہیں، جیسے نبی اکرم ﷺ کی جاہ، یا آپ ﷺ کی حرمت، یا آپ ﷺ کی برکت، یا آپ ﷺ کے حق، یا اولیا کے حق یا اس کے سوا ممنوع توسل اور غیر مشروع دعا کے توسط سے قربِ الٰہی تلاش کرنا۔

مسلمانو! بے وقوف اور بعض عوام کی اس حرکت سے بچو جو وہ تعویذ گنڈے لٹکاتے ہیں، کڑے اور دھاگے پہنتے ہیں، کوڑیاں اور ہار پرو کر گلے وغیرہ میں پہنتے ہیں، مہرے، ہڈیاں اور نگینے پہنتے ہیں، جانوروں کے دانت اور حیوانات کے چمڑے اٹھاتے ہیں، انھیں اپنے گلوں، چارپایوں کی گردنوں اور گھروں وغیرہ کے دروازوں پر لٹکاتے ہیں اور اس عمل کے ساتھ وہ اعتقاد یہ رکھتے ہیں کہ یہ چیزیں ضرر ونقصان اور تنگ دستیوں کو دور کرتی ہیں، پریشانیوں کو رفع دفع کرتی ہیں اور بلاؤں کے راستے مسدود کرتی ہیں، نظر لگانے والوں کی نظر اور حاسدین کے حسد کو روکتی ہیں، بہرحال یہ تمام کام شرک ہیں اور ہلاکت و بربادی میں مبتلا کرتے ہیں، کیونکہ وہ ہستی جو اس لائق ہے کہ اس کی پناہ میں آیا جائے اور اپنی ضروریات، اپنے غم اور دکھ اس کے سامنے پیش کیے جائیں، وہ ہستی صرف اور صرف اللہ جل وعلا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾

[الأنعام: ١٧، ١٨]

"اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہی کمال حکمت والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔"

مسلمانو! مذکورہ لٹکائی اور پہنی جانے والی چیزیں خرافات اور آفات سے نہیں بچا سکتیں اور نہ امراض وبلیات سے نجات دلا سکتی ہیں، لہٰذا لازم و واجب ہے کہ اس طرح کی تمام چیزوں کو اتار پھینکا جائے۔

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کے بازو پر پیتل کا ایک کڑا اور چھلا دیکھا اور دریافت فرمایا: «مَا هٰذِهٖ؟» "یہ کیا ہے؟" اس نے جواب دیا: کمزوری کی وجہ سے (میں نے یہ چھلہ پہنا ہوا ہے)۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

«أَمَا إِنَّهَا لَا تَزِيدُكَ إِلَّا وَهْنًا، اِنْبِذْهَا عَنْكَ فَإِنَّكَ لَوْ مِتَّ وَهِيَ عَلَيْكَ مَا أَفْلَحْتَ أَبَدًا»[1]

''یہ تو تیری کمزوری میں ہی اضافہ کرے گا، لہٰذا اسے اتار پھینکو، اگر اسے پہنے ہوئے تیری موت واقع ہوجاتی تو تو کبھی فلاح نہ پاتا۔''

نیز فرمایا:

«مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَلَا أَتَمَّ اللّٰهُ لَهُ وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَةً فَلَا وَدَعَ اللّٰهُ لَهُ»[2]

''جس نے تعویذ لٹکایا، اللہ اس کی مراد پوری نہ کرے اور جس نے کوڑی اور گھونگا لٹکایا اللہ تعالیٰ اسے آرام وسکون نہ پہنچائے۔''

مسند احمد میں یہ حدیث بھی ہے کہ بلاشبہہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوگوں کا ایک گروہ حاضر خدمت ہوا تو آپ ﷺ نے ان میں سے نو آدمیوں کی بیعت لے لی اور ایک آدمی کی بیعت لینے سے آپ ﷺ رک گئے، انھوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے نو آدمیوں سے تو بیعت لے لی ہے اور اس شخص کو چھوڑ دیا ہے (کیوں)؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ عَلَيْهِ تَمِيمَةً»

''(میں نے اس لیے اس سے بیعت نہیں لی کہ) بلاشبہہ اس نے تعویذ پہنا ہوا ہے۔''

اس شخص نے اسی وقت ہاتھ گردن میں ڈالا اور اس تعویذ کو کاٹ پھینکا (اطاعت ہو تو ایسی!) پھر آپ -بأبي و أمي، صلوات الله وسلامه عليه- نے اس شخص سے بیعت لے لی۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ»[3] ''جس نے تعویذ باندھا تو بلاشبہہ اس نے شرک کیا۔''

روایت کیا گیا ہے کہ بلاشبہہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا، جس نے اپنے ہاتھ میں ایک دھاگا اور تعویذ باندھ رکھا تھا، جس پر بخار کا دم کیا گیا تھا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ

---

[1] مسند أحمد (٤/ ٤٤٥) اس کی سند میں دو علتیں ہیں جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے، ایک اس میں ''مبارک بن فضالہ'' مدلس راوی ہے اور ''عن'' سے بیان کرتا ہے، دوسرا ''حسن'' اور عمران رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے، کیونکہ حسن کا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

[2] مسند أحمد (٤/ ١٥٤) صحيح ابن حبان (١٣/ ٤٥٠) المستدرك للحاكم (٤/ ٢٤٠)

[3] مسند أحمد (٤/ ١٥٦)

Marfat.com

نے اسے پکڑا اور کاٹ دیا اور فرمایا: اگر تو یہ تعویذ و دھاگا پہنے ہوئے مر جاتا تو میں تیری نمازِ جنازہ بھی ادا نہ کرتا اور پھر یہ فرمانِ خداوندی تلاوت فرمایا:

﴿ وَ مَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾ [یوسف: ۱۰٦]

''اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، مگر اس حال میں کہ وہ شریک بنانے والے ہوتے ہیں۔''[1]

مسلمانو! ان جادوگروں، کاہنوں، شعبدہ بازوں، علم رمل کے ماہروں، نجومیوں، اہلِ ابراج اور پامسٹرز کے پاس جانے سے بچو، جو غیب کے پردے میں چھپی اشیا کو جاننے اور پوشیدہ باتوں کا انکشاف کرنے کے دعوے دار ہیں، بلاشبہہ وہ بہت بڑے دھوکے باز، فریبی، مکار، تلبیس کنندہ، ملمع ساز، جعل ساز، خرافات چھوڑنے والے افسانہ ساز، جنوں سے استعانت اور استغاثے کرنے والے اور ایسے تعویذ لکھ کر دینے والے ہیں جو تعویذ حروف اور اشارات پر مشتمل ہوتے ہیں، بلکہ یہ اپنے پاس آنے والے لوگوں سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مختلف رنگوں اور مختلف صفات کے حامل جانور ذبح کریں اور پھر ان جانوروں کا خون جسموں، دیواروں، آستانوں اور درگاہوں پر مل کر جنوں کا قرب حاصل کرتے ہیں، شیطان کی عبادت کرتے اور رحمان کے ساتھ شرک کرتے ہیں، جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ»[2]

''اللہ عزوجل کی لعنت ہو اس شخص پر جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرتا ہے۔''

ان شعبدہ بازوں کی جعل سازی اور فریب کاری میں یہ بھی شامل ہے کہ جو شخص ان کے پاس آتا ہے، وہ اسے کچھ چیزیں دفن کرنے اور پانی میں ڈبونے کے لیے دیتے ہیں اور کچھ چیزیں بہانے اور جلانے کے لیے دیتے ہیں، بہرحال ان لوگوں کی اس کے علاوہ بھی بہت سی باطنی خباثتیں اور خفیہ گندگیاں ہیں۔

لہٰذا اللہ کے بندو! ان لوگوں کے پاس جانے، ان سے کچھ دریافت کرنے اور ان کی تصدیق

---

[1] تفسیر ابن کثیر (۲/ ٦٤٩)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (۱۹۷۸)

Marfat.com

کرنے سے بچ جاؤ، کیوں کہ صادق و مصدوق ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَنْ أَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْئٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً»[1]

''جو شخص کسی عراف و نجومی کے پاس آ کر اس سے کسی چیز کے متعلق کچھ دریافت کرے، اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔''

آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«مَنْ أَتٰى كَاهِنًا أَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ»[2]

''جو شخص کسی کاہن یا عراف و نجومی کے پاس آیا اور اس کی بتائی ہوئی باتوں کو سچ مانا تو بلاشبہ اس نے محمد ﷺ پر اتری ہوئی چیز (کتاب وحکمت) کا انکار کیا۔''

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ، أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ، أَوْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ»[3]

''جس نے بدشگونی لی یا اس کے لیے بدشگونی لی گئی، یا جس نے کہانت (اٹکل سے غیب کی خبر دینا) کی یا اس کے لیے کہانت کی گئی، یا اس نے جادو کیا یا اس کے لیے جادو کیا گیا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

مسلمانو! صاف ستھری توحید کو گندگیوں سے بچاؤ اور شرک کی آلودگیوں سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ آگاہ رہو! یقیناً کسی درخت یا قبر یا حجر یا خطے یا غار یا چشمے یا کسی یادگار سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے حنین کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں کفار کا ایک بیری کا درخت دیکھا، جس کے پاس وہ اعتکاف کرتے اور اس کی شاخوں کے ساتھ بطورِ برکت اپنا اسلحہ لٹکاتے تھے، اس درخت کا نام ذاتِ انواط تھا، چلتے چلتے وہ ایک بڑے سے سرسبز بیری کے درخت کے پاس سے گزرے تو عرض کی: اے اللہ کے

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٣٠)

[2] مسند أحمد (٢/ ٤٢٩) حلية الأولياء (٨/ ٢٤٦) كنز العمال (٦/ ١١٤)

[3] مجمع الزوائد للهيثمي (٥/ ٢٠١) مسند البزار (٢/ ٣٠)

Marfat.com

رسول ﷺ! جس طرح ان کا ذاتِ انواط ہے، ہمیں بھی اس طرح کا ذاتِ انواط بنا دیجیے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«قُلْتُم وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ كَمَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسىٰ: اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ، إِنَّهَا السَّنَنُ، لَتَرْكَبُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُم سُنَّةً سُنَّةً»[1]

''قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے تو وہی بات کر دی جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کی تھی ﴿اِجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾ [ہمارے لیے کوئی معبود بنا دے، جیسے ان کے کچھ معبود ہیں؟ اس نے کہا: بے شک تم ایسے لوگ ہو جو نادانی کرتے ہو] بلاشبہہ یہ ایک طریقہ ہے، یقیناً تم پہلے لوگوں کے ایک ایک طریقے پر چل پڑو گے۔''

مسلمانو! جان رکھو کہ نبی محمد ﷺ کی قبر اور مکانِ ولادت کے ساتھ اور آپ ﷺ کے علاوہ دیگر انبیا کے ساتھ تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ نیک لوگوں کی ذاتوں، نیز ان کے آثار، ان کے کپڑوں اور ان کی عبادت کی جگہوں سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے، ایسے ہی مساجد کی دیواروں یا ان کی مٹی یا ان کے دروازوں کو چوم کر یا چھو کر تبرک حاصل کرنا جائز نہیں، حتیٰ کہ وہ مسجد حرام یا مسجد نبوی ﷺ ہی کیوں نہ ہوں۔ ہاں! حجرِ اسود کو بوسہ دینا مشروع ہے، رکن یمانی اور حجر اسود کو چھونا مشروع ہے، کیونکہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے:

«لَمْ أَرَ النَّبِيَّ ﷺ يَمْسَحُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ»[2]

''میں نے نبی ﷺ کو بیت اللہ کے صرف دو یمانی رکنوں (رکن یمانی اور حجر اسود) کو چھوتے ہوئے دیکھا۔''

یاد رہے کہ ان دونوں کا چھونا بھی ان سے تبرک حاصل کرنے کے قصد و ارادے سے نہیں ہونا چاہیے، بلکہ انھیں تو صرف عبادت اور اتباعِ دین کے ارادے سے چھوا جائے، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ

---

[1] مسند أحمد (٥/ ٢١٨) صحيح ابن حبان (١٥/ ٩٤)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٥٣١) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٢٦٧)

Marfat.com

نے حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت کہا تھا:

« وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُقَبِّلُكَ، وَإِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ، وَأَنَّكَ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ » [1]

''اللہ کی قسم! بلاشبہہ یقیناً میں تجھے بوسہ دیتا ہوں، بے شک میں جانتا ہوں کہ یقیناً تو ایک پتھر ہے، بلاشبہہ تو نقصان پہنچاتا ہے اور نہ نفع، اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔''

قصہ مختصر کسی بھی چیز سے تبرک حاصل کرنا تب جائز ہوتا ہے، جب کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ سے اس کے ساتھ تبرک حاصل کرنا جائز ثابت ہوتا ہو۔

مسلمانو! تباہی اور ہلاکت میں مبتلا کرنے والے شرک میں سے فوت شدگان سے استغاثہ کرنا، انھیں پکارنا، ان کے نام کی دہائی دینا، حاجتیں پوری کروانے اور سختیاں دور کروانے کے لیے ان سے سوال کرنا، ان کے لیے جانور ذبح کر کے، ان کے نام کی نذریں مان کر، ان کی قبروں کا طواف کر کے، ان کے آستانوں، دیواروں اور ان پر لگے پردوں کو چوم کر، ان کی قبروں کے پاس اعتکاف کر کے، ان قبروں پر مجاور اور دربان مقرر کرنا ہے، اس کے سوا دیگر وہ تمام کام جو بتوں کے پجاریوں اور شیطان کے یاروں کے اعمال میں سے ہیں، یہی وہ شرک اکبر ہے جو کتاب اللہ اور سنت سید البشر ﷺ کے مطابق کیے گئے عمل کو بھی برباد کرنے والا ہے۔

اللہ جل وعلا فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ [الأحقاف: ٥، ٦]

''اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٥٣٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٢٧٠)

Marfat.com

اللہ تبارک و تعالیٰ مزید فرماتا ہے:

﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴾ [الفاطر: ١٣، ١٤]

''یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔''

مسلمانو! انبیا و صالحین کی قبروں پر مساجد تعمیر کر کے، ان پر قبے کھڑے کر کے، انھیں آراستہ بنا کر اور ان پر پردے لٹکا کر ان میں غلو کرنا کبیرہ گناہوں اور شرک کے وسائل و ذرائع میں سے ہے، کیونکہ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ قبریں ان بتوں کا روپ دھار لیتی ہیں، جن کی اللہ کے سوا پوجا و پرستش شروع ہو جاتی ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ پر سکرات الموت طاری ہوئیں تو آپ ﷺ ایک (گیلی) چادر اپنے چہرے پر ڈال لیتے، جب آپ ﷺ کا دم گھٹنے لگتا تو آپ ﷺ اسے منہ سے ہٹا دیتے، اسی موت و حیات کی کشمکش میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى، اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ»[1]

''یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جنھوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔''

یعنی آپ ﷺ یہود و نصاریٰ کی قبر پرستی سے اپنی امت کو خبردار کر رہے تھے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ وَّالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ»[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٢٦٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (٥٣١)

[2] مسند أحمد (١/ ٤٥٤)

Marfat.com

''بلاشبہ بدترین لوگ جن کی زندگی میں قیامت قائم ہوگی وہ ہیں جو قبروں کو مساجد بناتے ہیں۔''

مسلمانو! بلاشبہ قبروں پر عمارتیں کھڑی کرنا، انھیں چونا گچ کرنا، ان کی تجصیص کرنا اور ان پر طرح طرح کی تحریریں لکھنا، سب غیر مشروع اور ہمارے دین اسلام میں ممنوع اور مردود ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا:

«نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ» [1]

''رسول اللہ ﷺ نے قبر کی تجصیص (چونا گچ) کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت کھڑی کرنے سے منع فرمایا۔''

امام ترمذی رحمہ اللہ وغیرہ نے صحیح سند کے ساتھ یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں:

«وَأَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهِ» [2] ''یہ کہ اس پر کچھ لکھا جائے۔''

صحیح مسلم میں ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے (اپنے داماد) ابو الہیاج الاسدی کو کہا:

"أَلَا أَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ" [3]

''کیا میں تمھیں اس مہم پر روانہ نہ کروں جس پر خود رسول اللہ ﷺ نے مجھے روانہ کیا تھا، وہ یہ کہ ہر تصویر کو مٹا دو اور ہر اونچی قبر کو برابر کر دو۔''

قبریں دعا کی قبولیت کی جگہیں نہیں ہیں۔ ابو یعلی اور حافظ ضیا نے ''المختارۃ'' میں روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو نبی کریم ﷺ کی قبر کے قریب ایک دراڑ اور سوراخ کی طرف آتا اور اس میں داخل ہو کر دعا کرتا ہے۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے اسے منع کیا اور فرمایا: کیا میں تمھیں وہ حدیث نہ سناؤں جو میں نے اپنے باپ حسین رضی اللہ عنہ اور انھوں نے اپنے نانا رسول اللہ ﷺ سے سنی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَّلَا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَّصَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّ تَسْلِيْمَكُمْ

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٧٠)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (١٠٥٢)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٦٩)

Marfat.com

يَبْلُغُنِي أَيْنَمَا كُنْتُمْ»①

''میری قبر کو عید اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو، تم جہاں کہیں بھی ہو تمھارا درود مجھے پہنچتا ہے۔''

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ظاہر و باطن میں اسی کا ڈر اور خوف دلوں میں رکھو:

﴿ يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ [التوبة: ١١٩]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی شریعت کو اس کے بندوں پر نافذ کرنا اس کی تعظیم کا حصہ ہے۔ مسلمانوں کے ائمہ اور قائدین پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے سامنے جھک جائیں اور اس کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں اور اس کی شریعت کی مخالفت کرنے والے اصولوں اور کمیونزم، سوشلزم، سیکولرزم، نیشنل ازم اور دیگر تخریب کار خود ساختہ مذاہب کے خلاف برسرِ پیکار ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے حکم میں شرک کرنا، اس کی عبادت میں شرک کرنے کے مترادف ہے، جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کا انکار کیا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے علاوہ کسی دوسرے قانون کے متعلق یہ کہا ہے کہ یہ احسن یا اس کے مثل ہے، یا یہ عقیدہ بنایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف حکم دینا جائز ہے تو ایسے شخص نے اس شریعت کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے اور وہ ملتِ اسلامیہ سے خارج ہو گیا، جیسا کہ اللہ جل وعلا کا ارشاد ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾ [النساء: ٦٠]

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو گمان کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں، جو تیری طرف نازل کیا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا۔ چاہتے یہ ہیں کہ

① مسند أبي يعلیٰ (١/ ٣٦١) الأحاديث المختارة للضياء المقدسي (١/ ٢٤٤)

Marfat.com

آپس کے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جائیں، حالانکہ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا انکار کریں۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں گمراہ کر دے، بہت دور گمراہ کرنا۔"

نیز اللہ جل وعلا فرماتے ہیں:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ [النساء: ٦٥]

"پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تجھے اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔"

مسلمانو! دنوں اور مہینوں سے نحوست پکڑنا اور پرندوں سے بدفالی لینا اعمالِ جاہلیت میں سے ایک عمل ہے، جس کا شریعت اسلامیہ نے رد کیا ہے۔ یہ نحوست پکڑنا تقدیر کو بدلنے والا ہے نہ صفر کا مہینا ایسا ہے جو کسی شر اور ضرر کا باعث بنتا ہو۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا عَدْوٰی وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ»[1]

"بیماری کا متعدی ہونا، بدفالی لینا، الو سے نحوست پکڑنا اور صفر کو منحوس سمجھنا (اسلام میں) نہیں ہے۔"

اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور دلوں کو ان کے مالک (اللہ عزوجل) سے جوڑ دو اور تمام انواع واقسام کی خرافات سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٤٢٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٢٠)

Marfat.com

ذکرِ الٰہی

امام و خطیب فضیلة الشیخ علی عبد الرحمن الحذیفی ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اس کی اطاعت کرو اور اس کے غضب و عقاب سے ڈرو، کیونکہ اس کی پکڑ بڑی سخت اور اس کا عذاب بڑا ہی دردناک ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تمھارے اعمال میں سے کوئی بھی کام پوشیدہ نہیں ہے۔

ذکر کی ترغیب:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ﴾

[الأحزاب: ٤١، ٤٢]

”اے ایمان والو! اللہ کا بکثرت ذکر کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو۔“

اس ارشادِ گرامی میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کرنے کی رغبت دلائی ہے، اس پر ہمیشگی کرنے کا حکم دیا ہے اور اس عمل کو اپنے قرب کا ذریعہ قرار دیا ہے، اور ساتھ ہی اس عمل پر عظیم اجر و ثواب اور عذاب سے نجات کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴾

[الأحزاب: ٣٥]

”اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد و زن کے لیے اللہ نے مغفرت و بخشش اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔“

ذکرِ الٰہی ایسا عمل ہے جو زبان پر آسان اور میزانِ حسنات میں بڑا وزنی ہے۔ نبی اکرم ﷺ

Marfat.com

نے فرمایا ہے کہ ذکرِ الٰہی تمام اعمال میں سے افضل و اعلیٰ اور تمام اقوال میں سے پاکیزہ قول ہے۔

چنانچہ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ، وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ، وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ، وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوُا الْعَدُوَّ فَتَضْرِبُوْا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا أَعْنَاقَكُمْ؟ » قَالُوْا: بَلَىٰ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قال: « ذِكْرُ اللّٰهِ »[1]

”کیا میں تمھیں تمام اعمال میں سے بہترین عمل کی خبر نہ دوں جو تمھارے رب کے نزدیک انتہائی پسندیدہ ہے اور تمھارے لیے بلندیِ درجات کا سب سے بہتر ذریعہ ہے، اور تمھارے لیے سونا چاندی صدقہ کرنے سے بھی بہتر ہے، اور وہ عمل اس سے بھی بہتر ہے کہ تم میدانِ کارزار میں اترو اور تم دشمنوں کی گردنیں مارو اور وہ تمھاری گردنیں ماریں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ضرور بتایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر۔“

ذکرِ الٰہی کا معنیٰ ہے اللہ کی حمد و ثنا، اُس کے اسمائے حسنیٰ اور اس کی صفاتِ کمال کے ساتھ بیان کرنا، اور اسی سے سوال کرنا، اور ان تمام عیوب و نقائص سے اللہ کو پاک وصاف ماننا جو اس کی جلالتِ شان کے لائق نہیں ہیں۔

ذکرِ الٰہی کی اقسام:

اللہ کا ذکر تین طرح سے ممکن ہے:

① بدنی عبادات کے ساتھ۔ ② زبان کے ساتھ۔ ③ اور دل کے ساتھ۔

اور افضل ترین ذکر وہ ہے جو عملاً وقولاً اور خلوصِ دل کے ساتھ ہو، جیسے: نمازیں، حج اور جہاد فی سبیل اللہ ہے، پھر اس کے بعد وہ ذکر ہے جو زبان و دل دونوں کے ساتھ ہو۔

افضل ترین ذکر:

افضل ترین قولی ذکر ”تلاوتِ قرآن“ ہے، کیونکہ قرآنِ عظیم دلوں کے لیے زندگی اور عقول

---

① مسند أحمد (٥/ ١٩٥) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٣٧٧) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٣٧٩٠) امام ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”رواه أحمد، وإسناده حسن“ (مجمع الزوائد: ١٠/ ٧٣)

Marfat.com

کے لیے نور ہے۔ قرآن ہدایت اور راہِ مستقیم ہے۔ قرآن رضائے الٰہی اور جناتِ نعیم تک پہنچانے والا ہے، قرآن شیطان سے بچاؤ کے لیے ایک ڈھال اور قربِ الٰہی کے حصول کا باعث ہے۔ بندوں کا اس کی تلاوت کرنا اور اس کے معانی پر غور وفکر کرنا ان کے لیے باعثِ فوز وفلاح اور سعادت مندی کا ذریعہ ہے۔

تلاوتِ قرآن کی اہمیت وفضیلت:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُولُ: الٓمٓ حَرْفٌ، وَلٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ، وَلَامٌ حَرْفٌ، وَمِيمٌ حَرْفٌ» [1]

''جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اسے اس پر ایک نیکی ملتی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ''الٓمٓ'' ایک ہی حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔''

نیز سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

«مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِي وَ مَسْأَلَتِي أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِي السَّائِلِينَ، وَفَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهِ» [2]

''جسے تلاوتِ قرآن میرے ذکر سے اور مجھ سے سوال کرنے سے روکے رکھے تو میں اسے سائلین سے بھی زیادہ دیتا ہوں۔ اللہ کے کلام کو دیگر تمام کلاموں پر وہی فضیلت حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوقات پر حاصل ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ذکر صرف اسی کیفیت وطریقہ سے ہونا چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، جیسے: ''سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ''

''اللہ پاک ہے، ہر قسم کی تعریف اسی کے لیے ہے۔ اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔

---

(1) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٩١٠) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حديث حسن صحيح غريب''

(2) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٩٢٦) سنن الدارمي، رقم الحديث (٣٣٥٦) اس کی سند میں ''محمد بن حسن اور ''عطیہ عوفی'' ضعیف ہے، امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''هذا حديث منكر، و محمد بن الحسن ليس بالقوي'' (العلل لابن أبي حاتم: ٢/ ٨٢) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''أخرجه الترمذي ورجاله ثقات إلا عطية العوفي ففيه ضعف'' (فتح الباري: ٩/ ٥٤)

Marfat.com

اس بلند و بالا اور عظمت والی ذات کی توفیق کے بغیر ہم میں نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ ہی برائی سے بچنے کی ہمت ہے۔"

اسی طرح کے دیگر اذکار کثرت سے سنتِ مطہرہ میں وارد اور ثابت ہیں۔ ①

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کلمات:

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللّٰهِ أَرْبَعٌ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّهِنَّ بَدَأْتَ» ②

"اللہ کے محبوب ترین کلمات چار ہیں: ① "سُبْحَانَ اللّٰهِ" (اللہ پاک ہے)، ② "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" (ہر قسم کی تعریف صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے)، ③ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" (اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے)، ④ "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" (اللہ سب سے بڑا ہے) اور ان چاروں میں سے جسے چاہو پہلے اور جسے چاہو بعد میں کہہ لو، اس میں کوئی حرج نہیں۔"

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«هِيَ أَفْضَلُ الْكَلَامِ بَعْدَ الْقُرْآنِ، وَهُنَّ مِنَ الْقُرْآنِ» ③

"قرآن کریم کے بعد یہ کلمات افضل ترین کلمات ہیں اور یہ در اصل قرآن کریم ہی سے ہیں۔"

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«قُلْ: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، فَإِنَّهَا كَنْزٌ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ» ④

کہو: "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" (مجھ میں اللہ کی توفیق کے بغیر نیکی کرنے کی طاقت ہے نہ برائی سے بچنے کی ہمت) کیونکہ یہ کلمات جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہیں۔"

① تفصیل کے لیے دیکھیں ہماری کتاب: مسنون ذکرِ الٰہی (مترجم)

② صحيح مسلم، رقم الحديث (٢١٣٧)

③ مسند أحمد (٥/ ٢٠)

④ صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٣٨٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧٠٤)

Marfat.com

درود وسلام بھی ذکر میں شامل ہے:

نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھنا بھی ذکرِ الٰہی میں سے ہے، لیکن یہ ذکرِ الٰہی اپنے ایجاد کردہ انداز اور خودساختہ الفاظ کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»[1]

''جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو وہ کام مردود ہے۔''

اذکار میں سے بعض وہ ہیں جو نمازوں کے بعد کرنے کے ساتھ خاص کیے گئے ہیں اور بعض وہ ہیں جو صبح وشام کیے جاتے ہیں۔ بعض اذکار کے لیے بعض اسباب ہیں اوران میں سے بعض مطلق اور عام ہیں۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر وقت ذکرِ الٰہی سے رطب اللسان رہے، تا کہ اس کا شمار ''الذاکرین'' میں سے ہو۔

ذکرِ الٰہی جہاد سے افضل ہے:

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ عَمَلًا أَنْجٰى لَهُ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ» قَالُوا: وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: «وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، إِلَّا أَنْ يَّضْرِبَ بِسَيْفِهِ حَتّٰى يَنْقَطِعَ»[2]

''ابنِ آدم نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا جو ذکرِ الٰہی سے زیادہ اسے اللہ کے عذاب سے نجات دلانے والا ہو'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں۔ ہاں! مگر وہ شخص جو اپنے گھر سے اپنی جان و مال کے ساتھ (جہاد کے لیے) نکلا اور واپس نہیں لوٹا اور جامِ شہادت نوش کر گیا۔''

جامع اذکار:

مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ جامع قسم کے اذکار میں مشغول رہے اور ایسے ہی دوسرے ثابت شدہ اذکار سے اپنی زبان کو تر رکھے تا کہ اجرِ عظیم کا مستحق بنے۔ ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بیان

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٧١٨)

[2] مصنف ابن أبي شيبة (١٠/ ٣٠٠) المعجم الكبير للطبراني (٢٠/ ١٦٦) نیز دیکھیں: صحيح الجامع، برقم (٥٦٤٤)

Marfat.com

کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ میرے پاس سے باہر تشریف لے گئے، آپ ﷺ کا یہ نکلنا نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد تھا، جبکہ وہ ذکرِ الٰہی میں مشغول تھیں، پھر جب کافی سورج نکلنے کے بعد گھر تشریف لائے تو وہ اسی طرح بیٹھی ذکر میں مصروف تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا؟» قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: «لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، عَدَدَ خَلْقِهِ، وَرِضَا نَفْسِهِ، وَزِنَةَ عَرْشِهِ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ»[1]

”کیا جب سے میں باہر گیا ہوں تب سے تم اسی طرح مسلسل ذکر میں مصروف ہو؟ انھوں نے عرض کی: ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے تمھارے پاس سے نکلنے کے بعد چار کلمات صرف تین مرتبہ کہے ہیں، اگر انھیں ایک پلڑے میں ڈالا جائے اور تم نے آج جتنا بھی ذکر کیا ہے، وہ سب دوسرے پلڑے میں ڈال دیا جائے تو میرے کہے ہوئے کلمات والا پلڑا بھاری نکلے گا، اور وہ چار کلمات یہ ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، عَدَدَ خَلْقِهِ، وَرِضَا نَفْسِهِ، وَزِنَةَ عَرْشِهِ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ“ ”اللہ پاک ہے اپنی تعریفوں کے ساتھ، اتنی حمد وثنا اور تعریفیں کہ جتنی اس کی مخلوقات ہیں، اور اتنی کہ جس سے وہ راضی ہوجائے اور اتنی کہ جتنا اس کے عرش کا وزن ہے اور اتنی حمد کہ جتنی اس کے کلمات کی سیاہی ہے۔“

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں تمھیں ایسا کام نہ بتاؤں جو شب و روز کے تمام اذکار سے افضل اور زیادہ ثواب والا ہے؟ یہ کہا کرو:

«سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِلْءَ مَا خَلَقَ، سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِلْءَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا أَحْصٰى كِتَابُهُ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ مِلْءَ مَا أَحْصٰى كِتَابُهُ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ كُلِّ شَيْءٍ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ مِلْءَ كُلِّ شَيْءٍ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَذٰلِكَ [وَتُكَبِّرُ مِثْلَ ذٰلِكَ]»[2]

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧٢٦)

[2] مسند أحمد (٥/ ٢٤٩) عمل اليوم والليلة للنسائي، رقم الحديث (١٦٦) صحيح ابن خزيمة (١/ ٣٧١) صحيح ابن حبان (٣/ ١١٢) المعجم الكبير للطبراني (٨/ ٢٩٢)

Marfat.com

''اللہ پاک ہے اپنی اتنی تعریفوں کے ساتھ جتنی تعداد میں اس کی مخلوقات ہیں۔ اللہ پاک ہے اپنی اتنی تعریفوں کے ساتھ کہ جو اس کی مخلوقات کو بھر دینے کے لیے کافی ہوں۔ اللہ پاک ہے اپنی اتنی تعریفوں کے ساتھ جتنی کہ زمین و آسمان میں اس کی مخلوقات ہیں، اور اللہ پاک ہے اپنی اتنی تعریفوں کے ساتھ جو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات کو بھر دینے کے لیے کافی ہوں۔ اللہ پاک ہے اپنی اتنی تعریفوں کے ساتھ جو اس کی کتاب میں مذکور ہیں، اور اللہ پاک ہے اپنی اتنی تعریفوں کے ساتھ جو اس کی کتاب میں مذکور تمام مخلوقات کو بھر دینے کے لیے کافی ہوں۔ اللہ پاک ہے اپنی اتنی تعریفوں کے ساتھ جتنی کہ کل مخلوقات ہیں۔ اللہ پاک ہے اپنی اتنی تعریفوں کے ساتھ جو مخلوقات کی تمام چیزوں کو بھر دینے کے لیے کافی ہوں۔ جس طرح یہاں تسبیح (سبحان اللہ) کا بیان ہے، اسی طرح الحمد للہ بھی کہے۔''

یہ نسائی اور ابن حبان کی روایت ہے، جبکہ معجم طبرانی کبیر میں یہ الفاظ بھی ہیں: ''اسی طرح ہی تکبیر (اللہ اکبر) کہے۔''

کثرتِ ذکر:

اے مسلمان! آپ جتنا بھی ذکر کریں اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کریں گے، پھر بھی آپ اس کی ثنا کو مکمل بیان نہیں کر سکیں گے اور نہ اس کا اتنا ذکر ہی کر پائیں گے جتنا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو محبوب ہے۔ اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ عالمِ علوی و سفلی (زمین و آسمان) کی تمام مخلوقات اللہ کے ذکر اور تسبیح میں ہمیشہ مشغول رہتی ہیں اور عبودیت و بندگی کے اس شرف سے صرف وہی جن و انس سرتابی کرتے ہیں جو کافر ہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴾ [الإسراء: ٤٤]

''ساتوں آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، وہ سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور مخلوقات میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو، لیکن تم لوگ ان چیزوں کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو، بے شک اللہ بہت ہی بردبار اور بخشنے والا ہے۔''

Marfat.com

اللہ کے بندو! اللہ کا ذکر کرنے والے ''ذاکرین'' میں سے بنو۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾ [الأعراف: ٢٠٥]

''اللہ کا ذکر اپنے دل میں کرو، گڑگڑا کر اور خوف کے ساتھ اور آواز کو ذکر کے ساتھ بلند کیے بغیر، اور یہ ذکر صبح وشام جاری رکھو اور غافلوں میں سے نہ بنو۔''

ذکرِ الٰہی کے فضائل و برکات:

اللہ والو! ذکر کرنے والوں کو اللہ اتنا اجر وثواب اور جزائے خیر عطا کرتا ہے کہ وہ بیان سے باہر ہے۔ بندۂ مومن ذکرِ الٰہی کے آثار اس دنیا ہی میں پا لیتا ہے اور جو آخرت میں ملنے والا ہے وہ اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر اور ہمیشہ کے لیے ہے۔ ذکرِ الٰہی کے ثواب و جزا ہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ذکرِ الٰہی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ملأ اعلیٰ (فرشتوں) کے سامنے یاد کرتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ﴾ [البقرة: ١٥٢]

''تم میرا ذکر کرو میں تمھیں یاد رکھوں گا، اور تم میرا شکر ادا کرو اور کفر (ناشکری) نہ کرو۔''

اور اللہ ذکر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیثِ قدسی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

«أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْهُ»[1]

''میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہی ہوں، اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ لوگوں کے درمیان میرا ذکر کرتا ہے تو میں اسے اپنے پاس کے ملأ اعلیٰ (فرشتوں) کے درمیان یاد کرتا ہوں جو اس کے لوگوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔''

ذکرِ الٰہی کے ثواب و جزا ہی میں سے اطمینانِ قلب اور ثبات و یقین بھی ہے، جیسا کہ اللہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٤٠٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٧٥)

Marfat.com

تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

[الرعد: ۲۸]

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل ذکرِ الٰہی کے ساتھ سکون و اطمینان پاتے ہیں، خبردار! دلوں کو سکون و راحت اور اطمینان ذکرِ الٰہی ہی سے ہوتا ہے۔''

ذکرِ الٰہی کا ثواب اور جزا یہ بھی ہے کہ اس سے اللہ کی محبت، ایمان میں اضافہ، امورِ حیات میں آسانیاں، دلوں کو سرور و راحت اور انسان کا نفس شیطان کے مکر و فریب سے تحفظ پاتا ہے، چنانچہ سیدنا حارث بن حارث اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« إِنَّ اللّٰہَ أَمَرَ یَحْيٰ بْنَ زَکَرِیَّا أَنْ یَّأْمُرَ بَنِيْ إِسْرَائِیْلَ بِخَمْسِ کَلِمَاتٍ، مِنْھَا ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی، فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِکَ کَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوُّ فِيْ أَثَرِہٖ سِرَاعًا، حَتّٰی إِذَا أَتٰی عَلٰی حِصْنٍ حَصِیْنٍ فَأَحْرَزَ نَفْسَہٗ مِنْھُمْ، کَذٰلِکَ الْعَبْدُ لَا یُحْرِزُ نَفْسَہٗ مِنَ الشَّیْطَانِ إِلَّا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی »[1]

''اللہ نے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو حکم فرمایا کہ وہ بنی اسرائیل کو پانچ باتوں کا حکم دیں، ان ہی میں سے ایک: ذکرِ الٰہی بھی ہے، ذکر کرنے والے کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کے پیچھے دشمن لگا ہوا ہو، اور وہ بھاگ کر کسی محفوظ قلعے میں چھپ جائے اور اپنے آپ کو بچا لے، اسی طرح بندہ شیطان سے صرف ذکرِ الٰہی ہی کے ذریعے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔''

اور ذکرِ الٰہی کا ثواب و جزا اور ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ گناہوں کا کفارہ اور مشکلات سے نکلنے کا ذریعہ ہے۔ الغرض ذکرِ الٰہی کا اجر و ثواب، اس کے فضائل و برکات اور فوائد و ثمرات بے شمار و بے حساب ہیں۔

سبحان ربك رب العزة عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین.

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحدیث (۲۸۶۳) مسند أحمد (۴/ ۱۳۰) صحیح ابن حبان (۱۴/ ۱۲۴) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ھذا حدیث حسن صحیح غریب"

Marfat.com

حقیقی مردانگی

امام و خطیب فضیلة الشیخ **عبدالباري الثبیتی** ﷾

حمد وثنا کے بعد:

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ [الأحزاب: ٢٣]

''مومنوں میں سے کچھ ''مرد'' وہ ہیں، جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے اپنے عہد کو پورا کر دکھایا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے:

﴿ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْأَبْصَارُ﴾ [النور: ٣٧]

''وہ مرد جنھیں تجارت اور خرید وفروخت کے معاملات اللہ کے ذکر سے اور نماز وزکات ادا کرنے سے غافل نہیں کرتے، وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں اُلٹ پلٹ ہو جائیں گی۔''

ر، ج، ل کے تین حروف پر مشتمل مادہ عربی لغت میں کئی معانی کے لیے وضع کیا گیا ہے، اس کا معنیٰ صرف انسانوں میں مونث کے مقابلے میں مذکر ہی نہیں، بلکہ عربوں میں جب دو آدمیوں کے درمیان موازنہ اور پھر ان میں سے ایک کو فوقیت دینا مقصود ہو تو کہتے ہیں:

''أرجل الرجلین'' ''دو مردوں میں سے زیادہ مردانگی والا''

اور حالات کا بہتر طریقے سے مقابلہ کرنے کی قدرت رکھنے والے شخص کو کہا جاتا ہے:

''رجل الساعة'' ''دورِ حاضر کا مردِ آہن۔''

Marfat.com

اور فخر و مباہات میں جب کسی کی تعریف اور عزت و شرف بیان کرنا ہو تو کہتے ہیں:

''هو من رجالات قومه'' ''وہ اپنی قوم کا سب سے بڑا مردِ میدان ہے۔''

جب اس مادے پر مشتمل کلمات قرآن کریم میں وارد ہوتے ہیں تو ان معانی و مفاہیم کے ساتھ ہی بعض دوسرے معانی کا اضافہ بھی ہو جاتا ہے، جن میں مزید بلندی و امتیاز شامل ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم نے ''رجال'' کا لفظ نیک و برگزیدہ لوگوں کے لیے استعمال کیا ہے، جیسے ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ ﴾ [یوسف: ۱۰۹]

''اور ہم نے آپ سے پہلے بھی کچھ ''مردوں'' کو رسول بنایا اور ان کی طرف وحی بھیجی۔''

اور قرآن کریم کے بعض مقامات پر مردانگی کی یہ صفت حق گوئی و بیباکی، جرأت اور حق پر قائم لوگوں کی مدد و نصرت کے مفہوم و معنیٰ کی تعبیر کے لیے وارد ہوئی ہے، جیسے ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴾ [القصص: ۲۰]

''اور شہر کے دور کنارے سے ایک آدمی بھاگا ہوا آیا اور اس نے کہا: اے موسیٰ! تمھاری قوم کے لوگ تمھیں قتل کرنے کی سازش کر رہے ہیں، تم یہاں سے نکل جاؤ، میں تمھیں نصیحت کرنے اور تمھاری خیر خواہی کرنے والوں میں سے ہوں۔''

اور ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [المؤمن: ۲۸]

''اور فرعون کی قوم سے ایک آدمی، جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، اس نے کہا: کیا تم اس آدمی کو محض اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے؟ جبکہ یہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے دلائل اور نشانیاں بھی لایا ہے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کی دعائیں:

نبی اکرم ﷺ بھی ایسی ہی مردانگی کا انتظار کر رہے تھے جو آپ ﷺ کی معاون بنے اور

Marfat.com

جس سے آپ ﷺ کی دعوت پروان چڑھے۔ اس کو طلب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

«اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ، بِأَبِي جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ»①

''اے اللہ! ان دو مردوں میں سے جو تجھے زیادہ پیارا ہے اس سے اسلام کی عزت افزائی کر: ابوجہل سے یا عمر بن الخطاب سے۔''

راویِ حدیث بیان کرتے ہیں: ''ان دونوں میں سے اللہ کو زیادہ پیارے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نکلے۔''

نبی مکرم ﷺ اس مردانگی کے لیے دعائیں کر رہے تھے جو دعوتِ حق کی نشر و اشاعت اور اسلام کی عزت و سربلندی کا باعث بنے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام تاریخ کا ایک بہت بڑا واقعہ ہے جس نے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ انھوں نے اسلام لانے کے بعد جلد ہی ''حقیقی مردانگی'' کا مظاہرہ کیا حتی کہ ان کے اسلام لانے سے قبل مسلمان کھل کر اپنے اسلام کا اظہار نہیں کیا کرتے تھے، مگر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو لوگوں نے سرِعام اپنے اسلام لانے کا اظہار کرنا شروع کر دیا، حتی کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب سے عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے ہیں تب سے ہم معزز و مکرم ہوگئے ہیں۔''②

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مردانگی:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مردانگی ان کی جسمانی قوت یا گھوڑ سواری میں مہارت جیسی صفات کی وجہ سے نہیں تھی، کیونکہ ان صفات میں کئی قریشی ان سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مردانگی کا راز ان کی قوتِ ایمانی اور عظیم شخصیت میں پوشیدہ تھا جو ان کی عزت و وقار اور رعب و دبدبے کا باعث تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چھپ چھپا کر در پردہ ہجرت کا سفر اختیار کیا، لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گلے میں تلوار لٹکائی اور کعبہ شریف کی طرف چل دیے، طواف کیا، مقامِ ابراہیم پر دو رکعتیں پڑھیں اور

① مسند أحمد (٢/ ٩٥) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٦٨١) وقال الترمذي: "هذا حديث حسن صحيح"
② صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٤٨١)

Marfat.com

پوری قوم کے سامنے بر سرِ عام اپنی ہجرت کا اعلان کرتے ہوئے کہا:

''جو کوئی چاہتا ہے کہ اس کی ماں اسے گم پائے، جو چاہے کہ اس کے بچے یتیم ہوں اور جو چاہے کہ اس کی بیوی بیوہ ہو جائے، وہ اس وادی کے پار میرے مقابلے کے لیے نکل آئے۔''[1]

لیکن کسی کو انھیں روکنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مردانگی سکھلانے کا پروگرام وضع کرتے ہوئے فرمایا:

''اپنے بچوں کو تیر اندازی، تیراکی، اور گھوڑ سواری سکھلاؤ اور انھیں اچھے اشعار سنایا کرو۔''[2]

مردانگی مطلوب ہے اور اہلِ ہمت لوگ اس صفت سے مزین ہونے کی کوشش کرتے ہیں، صحیح لوگ اسے پا کر رفعت و بلندی سے سرفراز ہوتے ہیں۔ یہ ایک بنیادی صفت ہے۔ لوگوں میں جب مردانگی کی صفات کا فقدان ہو جائے پھر وہ حقیقی مرد نہیں، بلکہ محض مردوں کا لبادہ اوڑھے ہوئے کچھ اور ہی ہوتے ہیں، بلکہ وہ سیلاب کی جھاگ کی طرح رہ جاتے ہیں۔

صحیح عقیدے کی برکت سے مردانگی راسخ ہوتی ہے، صحیح تربیت سے اس میں تہذیب پیدا ہوتی ہے اور اسوۂ حسنہ سے اس میں اضافہ ہوتا ہے۔

مردانگی کا معیار:

عوام الناس کے نزدیک مردانگی کا معیار محض مادی معیار ہے۔ انکے ہاں جو بظاہر خوبصورت، تمام قویٰ میں کامل اور کثیر المال ہو، وہ اچھا آدمی یا مرد ہے، جبکہ اسلامی شریعت میں مردوں کا معیار یہ ہے کہ جو اچھے کردار و عمل اور عمدہ اخلاق و عادات کا مالک ہے، وہ صحیح و حقیقی مرد ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے پاس سے ایک آدمی گزرا، آپ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا:

((مَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰذَا؟)) ''اس کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟''

انھوں نے کہا: یہ ایسا آدمی ہے کہ اگر پیغامِ نکاح دے تو اسے رشتہ دے دیا جائے، اگر کسی کی سفارش کرے تو مان لی جائے اور اگر یہ کوئی بات کرے تو اسے غور سے سنا جائے۔ یہ سن کر آپ ﷺ خاموش ہو گئے، پھر ایک غریب صحابی کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے استفسار فرمایا:

---

[1] أسد الغابة لابن الأثير (ص: ٨١٩)

[2] مصنف عبدالرزاق (٩/ ١٩)

Marfat.com

﴿مَا تَقُولُونَ فِي هٰذَا؟﴾ ''اس کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے''؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ایسا شخص اگر پیغام نکاح دے تو اسے رشتہ نہ ملے، اور اگر وہ کسی کی سفارش کرے تو کوئی نہیں مانے گا، اور اگر بات کرے تو سنی نہیں جائے گی۔

یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿هٰذَا خَيْرٌ مِنْ مِلْءِ الْأَرْضِ مِنْ مِثْلِ هٰذَا﴾ [1]

''یہ آدمی پہلے جیسے آدمی کی صفات کے حامل روئے زمین کے تمام آدمیوں سے اکیلا ہی بھاری و بہتر ہے۔''

مردوں کو جسموں کی ضخامت سے نہیں ماپا جاتا اور نہ صورتوں ہی کے حسن و جمال کو پیمانہ بنایا جاسکتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک درخت پر چڑھ کر کوئی چیز اتارنے کا حکم فرمایا، لوگوں نے جب ان کی پتلی پتلی ٹانگیں دیکھیں تو اس پر ہنس پڑے، اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مَا تَضْحَكُونَ؟ لَرِجْلُ عَبْدِاللّٰهِ أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أُحُدٍ﴾ [2]

''تم عبد اللہ کی جن پنڈلیوں (یا ٹانگوں) پر ہنس رہے ہو، یہ قیامت کے دن جبلِ اُحد سے بھی زیادہ وزنی ہوں گی۔''

حقیقی مردانگی نام ہے: صحیح رائے، پاکیزہ کلام، مروت، وقار، تعاون اور باہمی ہمدردی وغم خواری کی صفات کے مجموعے کا۔ مردانگی توحید کے دفاع اور اللہ کے لیے نصیحت و خیر خواہی کی ذمہ داری اٹھانے پر آمادہ کرتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ﴾ [القصص: ٢٠]

''اور شہر کے دور کنارے سے ایک آدمی بھاگا ہوا آیا اور اس نے کہا: اے موسیٰ! تمھاری قوم کے لوگ تمھیں قتل کرنے کی سازش کر رہے ہیں، تم یہاں سے نکل جاؤ، میں تمھیں

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٨٠٣)

[2] مسند أحمد (١/ ١١٤)

Marfat.com

نصیحت کرنے اور تمھاری خیرخواہی کرنے والوں میں سے ہوں۔"

مردانگی قول و قرار میں قوت، حق کے ساتھ ڈٹ جانے اور مخالفاتِ شرعیہ سے دوسروں کو حکمت و دانائی کے ساتھ روکنے کا نام ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ﴾ [المؤمن: ٢٨]

"موسیٰ کی قوم کے اس آدمی نے کہا جو دل میں ایمان کو چھپائے ہوئے تھا: تم ایک آدمی کو محض اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ اس کا پروردگار اللہ ہے اور وہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نشانیاں بھی لایا ہے، اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو تمھیں اس میں سے کچھ نہ کچھ حاصل ہو جائے گا جس کا وہ وعدہ کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے اور بہت جھوٹ بولنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

مردانگی آدمی کو ممنوع امور کے مقابلے میں ڈٹ جانے اور دنیوی رنگینیوں سے بالا ہو جانے پر آمادہ کرتی ہے اور بندے میں قیامت کے مشکل دن کا ڈر پیدا کرتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ﴾ [النور: ٣٧]

"کچھ مرد وہ ہیں جنھیں تجارت، اللہ کے ذکر، نماز ادا کرنے اور زکات دینے سے غافل نہیں کرتی، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں، جس دن دل اور آنکھیں اُلٹ پلٹ ہو جائیں گی۔"

حقیقی مرد قول و قرار کا سچا، وعدہ وفا کرنے والا اور ثابت قدمی والا ہوتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ [الأحزاب: ٢٣]

Marfat.com

''مومنوں میں سے کچھ مرد وہ بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے وعدوں کو پورا کر دکھایا ہے، ان میں سے بعض تو اپنی ذمہ داری نبھا گئے ہیں اور بعض ابھی انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے کوئی بھی تبدیلی نہیں کی۔''

مرد وہ نہیں جنھیں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ نفسانی خواہشات کے غلام اور دنیوی لذتوں میں غرق ہیں، جو بلند مقاصد سے دستبردار ہو گئے ہیں اور ارض و سما کے خالق سے منہ موڑے بیٹھے ہیں، اسی طرح وہ بھی مرد نہیں جن کے جسم تو بڑے بڑے ہیں لیکن ان کی زبانیں قولِ حق وحکمت سے گونگی اور عقلیں اصابتِ رائے سے مفلوج ہو چکی ہیں، یہ لوگ تو محض مردوں کا بھیس بنائے ہوئے ہیں۔

ہمیں ایسے لوگ نہیں ہمیں تو وہ لوگ چاہییں، جن کا اللہ نے اپنی کتاب میں یوں تعارف کروایا ہے:

﴿ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴾ [الفرقان: ٦٣ تا ٦٧]

''وہ لوگ جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور اگر جاہل و بے علم لوگ ان سے مخاطب ہوں تو سلام لیتے ہوئے نکل جاتے ہیں، وہ لوگ جو اپنے رب کے حضور قیام اور سجدوں میں راتیں گزارتے ہیں، وہ لوگ جو یہ دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہم سے عذابِ جہنم کو پھیر دے، بیشک اس کا عذاب تو بڑا چمٹ جانے والا ہے، وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا اور بدترین جگہ ہے، اور وہ لوگ جو خرچ کرتے وقت نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل ہی سے کام لیتے ہیں، بلکہ ان دونوں کی درمیانی راہ اپناتے ہیں۔''

مردانگی یہ نہیں کہ ایک نوجوان لوگوں کو اچھا کام کرتے پائے تو وہ بھی اچھا کام کرے اور اگر انھیں برے کام پر پائے تو وہ بھی وہی کر گزرے، اور جب رفقا و اصحاب کو برائی کی دلدل میں پھنسا دیکھے تو وہ بھی انھی کی سواری میں چڑھ جائے تا کہ وہ ان کی نظروں میں ''مرد'' ثابت ہو سکے۔

کیا حقیقی مردانگی کی یہی علامت ہے کہ نوجوان کی انتہائی خواہش بس شہوت رانی ہو اور راتوں کو وہ بلاخوف وخطر حرام لذتوں میں ڈوبا رہے؟ کہاں یہ نوجوان اور کہاں وہ مردِ حق کہ جس کا

Marfat.com

دل مساجد ہی میں لگا رہتا ہے۔ کہاں یہ شوریدہ سر اور کہاں وہ پاکدامن نوجوان جسے عالی حسب ونسب اور حسن و جمال والی عورت خود دعوتِ گناہ دے اور وہ کہے: ''إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ'' (میں اللہ سے ڈرتا ہوں) کہاں یہ اور کہاں وہ شخص جو پوشیدہ طور پر صدقہ کرتا ہے۔ کہاں یہ اور کہاں وہ دو مرد جو صرف اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں، اسی پر وہ اکٹھے ہوتے ہیں اور اسی کے لیے وہ علاحدہ ہوتے ہیں۔ بدقماش نوجوانوں سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور ایسے نیک خصال نوجوانوں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن عرشِ الٰہی کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

اسلامی آداب مکمل مردانگی سکھلاتے ہیں جس میں نسوانی حرکات و مشابہات کا شائبہ بھی نہ ہو۔ لیکن اس آخری زمانے میں افرادِ امت کچھ ایسے آداب بھی اپنانے لگے ہیں جن کا مردانگی سے دور کا بھی واسطہ نہیں جیسے: گندے الفاظ، گھٹیا ترنم و آواز اور رسوا کن نسوانی انداز۔ انسانی زندگی کی بد ترین برائی یہ ہے کہ کوئی شخص ان امورِ فطرت سے بغاوت کر جائے جن پر اللہ نے اسے پیدا کیا ہے۔ مردوں کا ہیجڑا پن اور عورتوں کا مردانہ لباس و حرکات اور افعال و انداز اختیار کرنا، ان لوگوں میں مردانگی کہاں ہے جو نسوانی حرکات کرتے ہیں، لمبے لمبے بال، گلے میں پٹا یا چین اور چال میں نزاکت، بلکہ بعض تو رقاصاؤں کی طرح ہی رقص کرتے ہیں، یہ تمام حرکات برائی کی جڑ ہیں اور سارے معاشرے کے فساد و بگاڑ کی علامت ہیں، کیونکہ یہ عادات و انداز فطرت سے انحراف اور امتِ مسلمہ کے اخلاقی انحطاط کا پتا دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔[1]

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ہیجڑا نما مردوں اور مرد نما عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور حکم دیا ہے:

«أَخْرِجُوْهُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمْ»[2] ''انھیں اپنے گھروں سے نکال دو۔''

بعض مغربی ممالک سے درآمد کیے گئے بھانت بھانت قسم کے وسائلِ تربیت نے یہ رنگ دکھایا ہے کہ مسلمانوں کے بچوں کو پتا ہی نہیں چلتا کہ اصل و حقیقی مردانگی کیا ہے؟ اور اگر پتا چل جائے تو وہ اسے صحیح طور سے اپنا نہیں پاتے۔ یہ غیر مسلم اقوام کا ایک طے شدہ منصوبہ ہے کہ مردوں عورتوں کا

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٥٤٦)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٥٤٧)

Marfat.com

ایک ایسا ملغوبا بنا دو کہ دونوں کو اپنے اپنے فرائض کا ہوش ہی نہ رہے، حتیٰ کہ مرد و زن کا لباس ایک جیسا کر دیا گیا اور جب ظاہر میں مشابہت آ گئی تو باطن میں بھی ہم رنگی آ ہی جائے گی۔ جب مرد لوگ خود اپنے ہی ہاتھوں مردانگی کے خصائص و اوصاف کھو بیٹھیں تو معاشرہ بگڑ جاتا ہے گھر برباد ہو جاتے ہیں، امت کمزور پڑ جاتی ہے، مردوں کی حاکمیت و قوامیت ختم ہو جاتی ہے اور غیرت مر جاتی ہے اور اخلاقی اقدار میں فساد و بگاڑ عام ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ [النساء: ٣٤]

''مرد عورتوں پر قوّام (حاکم) ہیں یہ اس لیے کہ اللہ نے انھیں سے بعض کو بعض پر فضیلت و برتری دے رکھی ہے۔''

نونہال ہیروز:

دورِ حاضر میں مردانگی کے سلسلے میں گفتگو کریں تو وہ ننھے منے بچے یاد آنا یقینی امر ہے جو جسمانی اعتبار سے نونہال ہیں، لیکن عملی طور پر اور کارناموں کے لحاظ سے وہ بڑے بڑے ہیرو اور کردار کے مردانِ حق ہیں۔ مردانگی کا اطلاق صحیح طور پر انھی پر ہوتا ہے۔ وہ قرآنِ کریم کی بساط پر تربیت پائے ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں سر بکف جہاد کر رہے ہیں۔ اور کچھ دوسرے وہ لوگ ہیں جو بڑی گھن گرج والی آواز اور انتہائی پرفریب الفاظ سے تقریر جھاڑ رہے ہیں، ان میں سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو ان بچوں، کنکر بکف یا پتھر بردار نونہال ہیروز کے مقام و مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ ان بچوں کی مردانگی جو کسی سرکشی کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں اور نہ وہ زیادتی کرنے والوں کے سامنے کسی بھی طرح ہتھیار ڈالنے کے لیے تیار ہیں۔

وہ نونہال جو توپوں کے گولوں سے بھی نہیں ڈرتے، بلکہ اپنے دلوں اور سینوں کو تانے دشمن کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں اور بیت المقدس کو یہودیوں سے آزاد کروانے تک اس پامردی کا مظاہرہ کرنے کا عہد کیے ہوئے ہیں۔ یہ ہے مردانگی اور مردانہ شان و شوکت جو پسپا ہونے اور ہتھیار ڈالنے کی ذلت کو کبھی گوارا نہیں کرتی۔

ننھے منے ''مرد'':

یہ ننھے منے بچے، جن کے باپ ان کی آنکھوں کے سامنے اٹھا کر یہودیوں کی جیلوں میں

Marfat.com

بھر دیے گئے، جن کے گھروں کو مسمار کیا گیا، تب وہ اپنی آنکھوں سے یہ دل دہلا دینے والے مناظر دیکھ رہے تھے، اور ان بچوں کے پاس کنکر اور پتھر کے سوا کوئی اسلحہ بھی نہیں، اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو دشمن کے مقابلے میں بہت بڑی رکاوٹ بنائے ہوئے ہیں۔ وہ بلا خوف وخطر غاصبوں کے آہنی ٹینکوں کو چیلنج کرتے آرہے ہیں اور ان کی شیر دل مائیں اپنے جگر گوشوں کو موت اور شہادت کی طرف قدم اٹھانے کی دعائیں دیتی ہیں۔

فلسطینی عوام نے طویل عرصے تک صبر کیا ہے اور بڑی بڑی قربانیاں پیش کی ہیں۔ ارضِ فلسطین ان کے قیمتی خون سے لال کر دی گئی ہے، مگر وہ کنکر، پتھر اور لاٹھیوں کو اٹھائے غاصب قوم یہود کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں جنھوں نے ان کے مال کو لوٹا، بے قصور لوگوں کو قتل کیا اور تمام معاہدوں کو توڑا۔ سرزمینِ فلسطین کے جیالوں نے بڑے معرکے دکھائے، بڑی مہمیں سر کیں اور جانثاری وقربانی کی نادر مثالوں کو جنم دیا، اور یہودیوں کی تاریخِ انسانی کی بدترین سفاکی و بربریت کے سامنے انھوں نے گردن نہیں جھکائی۔

وہ ممالک جو اپنے آپ کو تہذیب وترقی یافتہ کہتے نہیں تھکتے، وہ ظالم کا ہاتھ کیوں نہیں روکتے؟ وہ معاہدے آج کہاں گئے جن میں امن و امان کی ضمانت اور جرائم کی روک تھام کے فیصلے کیے گئے ہیں؟ ظالم کو روکنے اور مظلوم کی مدد کرنے کے وعدے دیے گئے ہیں؟ آج امن وسلامتی کے دعوے دار کہاں ہیں؟ انسانی خون کی جو ہولی یہودی کھیل رہے ہیں، جو میزائل اور گولے وہ نہتے فلسطینیوں پر برسا رہے ہیں، انھوں نے پورا ملک برباد کر کے رکھ دیا ہے جنھیں دیکھ دیکھ کر جسم وجان اور دل جلتے ہیں۔ وہاں عمر رسیدہ بوڑھوں اور کم سن دودھ پیتے بچوں کو گولوں کی آگ سے جلایا جا رہا ہے، کیا امن کے ان جھوٹے دعوے داروں کو یہ سب کچھ نظر نہیں آتا؟

مسلمانوں کا یہ خون باذن اللہ ایک دن رنگ لائے گا۔ ایک ایک بچے اور ایک ایک بوڑھے کے خون کا ایک ایک قطرہ بہادروں کو جنم دے گا، جو اپنے دین میں کسی مداہنت اور کمزوری کو برداشت نہیں کریں گے۔ وہ سارے کفر سے چپ سادھ لیں گے اور وہ ساری قلمیں ٹوٹ جائیں گی جو اس غیر منصفانہ وغیر عادلانہ امن و امان کے گیت گا رہی ہیں۔

امتِ اسلامیہ اپنے پروردگار سے عہد کر چکی ہے کہ بیت المقدس ہمارے عقیدے کا جز اور

Marfat.com

ہمارے گلے کا ہار رہے گا۔ وہ ہمارے دل و دماغ اور احساسات میں سمایا ہوا ہے، بلکہ وہ ہماری تمام دنیوی مصلحتوں سے بالا ہے۔ ہم اس کی مٹی کے ایک ذرے سے بھی دست بردار نہیں ہوں گے اور اس کے حصول کے بغیر کوئی امن و سلامتی اور چین و استقرار پائیدار نہیں ہے۔ یہودی دشمن فلسطین میں اپنی یہودی بستیوں کی آبادی اور ان میں یہودیوں کی آبادکاری اور لاچار لوگوں خصوصاً یتیم و کم سن بچوں کو یہودی بنانے کی جتنی بھی کاروائیاں کر رہا ہے، وہ ساری کی ساری غیر قانونی ہیں اور پوری امتِ اسلامیہ ان کا بھی اسی طرح انکار و مذمت کرتی ہے جس طرح فلسطین کی زمین پر ان کے غاصبانہ قبضے کی مذمت کرتی ہے۔ ارضِ فلسطین ایک اسلامی قطعۂ ارض ہے اور حالات چاہے کوئی بھی رخ اختیار کریں، وہ اسلامی ہی رہے گی۔

﴿ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ [یوسف: ۸۷]

''اور اللہ کی رحمت سے ناامید تو صرف کافر ہی ہوتے ہیں۔''

یہ جدوجہدِ آزادی بھی جاری رہے گی، جانثاری اور قربانیوں کا یہ سلسلہ بھی اس وقت تک نہیں رکنے پائے گا جب تک یہ سرزمین اس کے مالکوں اور حقیقی وارثوں کے پاس نہ لوٹ آئے۔

مسلمانوں کی ذمہ داری:

ارضِ فلسطین اور بیت المقدس کے سلسلے میں مسلمانوں کا فرض کیا ہے؟ اسراء و معراج کے سفر نے مسلمانوں کے دلوں کو اس مقدس سرزمین کے ساتھ جوڑ رکھا ہے، مسئلۂ فلسطین صرف زمین و ملک کی آزادی کا مسئلہ نہیں، بلکہ وہ ایک اسلامی مسئلہ ہے، جس کا تعلق صرف فلسطینی مسلمانوں ہی سے نہیں، بلکہ پوری امتِ مسلمہ سے ہے، اور اس وقت تک مسلمان بریٔ الذمہ نہیں ہو سکتے جب تک اس شہر کو یہودیوں کی نجاست سے پاک نہ کر لیں گے۔ وہ شہر جو اسراء و معراج کے معجزۂ خالدہ سے شرف یاب ہوا تھا، جب تک اسے آزاد نہ کرالیں تب تک وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

﴿ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ [الصف: ۸]

''اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے اگرچہ یہ کافروں کو ناگوار ہی گزرے۔''

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

کفار کی صفات اور ان کا انجام

امام و خطیب فضیلة الشیخ عبد المحسن القاسم ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ مخلوقات کو پیدا فرمایا، پھر جسے چاہا اپنے فضل و کرم سے ہدایت عطا فرمائی اور جسے چاہا اپنے عدل کے تقاضے سے گمراہ کیا، اور یہ سب کچھ لوحِ محفوظ میں لکھ دیا، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ﴾ [التغابن: ٢]

''اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن ہے۔''

اس نے خوش نصیب بننے کا راستہ بھی واضح کر دیا اور بدبختوں کے راستے بھی بیان کر دیے۔ اہلِ تقویٰ کی تعریف فرمائی اور کافروں کی مذمت کی اور ان کی عادات و اطوار سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

کفار کی عادات و اطوار:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس میں کافروں کے افعال و کردار، ان کے عقیدے کا فساد و بگاڑ اور اخلاق و عمل کی برائی بیان کرتے ہوئے بتایا کہ وہ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہیں، قیامت کو بعید از عقل سمجھتے ہیں، قضا و قدر پر ایمان نہیں رکھتے، مصائب و مشکلات میں جزع و فزع کرنے لگتے ہیں اور اللہ سے مایوسی و ناامیدی ان کی نشانیوں میں سے ہے، اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [یوسف: ٨٧]

''اللہ کی رحمت سے کافر قوم کے سوا کوئی ناامید نہیں ہوتا۔''

Marfat.com

ان کی بول چال میں جھوٹ ہوتا ہے:

﴿ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴾ [الانشقاق: ٢٢]

''وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وہ جھوٹ بولتے ہیں۔''

غرور و تکبر ان کی خو ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴾ [الملك: ٢٠]

''بے شک کافر لوگ غرور و تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں۔''

وہ عبرت و نصیحت سے اعراض کرتے ہیں۔ ان کا دل حسد سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور وہ ان کی آنکھوں سے بھی ٹپک رہا ہوتا ہے۔ وہ مومنوں کو نعمتوں سے مالا مال دیکھ کر ان پر حسد کرتے ہیں اور یہ تمنا کرتے ہیں کہ یہ نعمتیں ان سے چھن جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [البقرة: ١٠٥]

''وہ لوگ جو کافر ہوئے، وہ اہلِ کتاب سے ہوں یا عام مشرکین میں سے، وہ ہرگز یہ نہیں چاہتے کہ تم پر تمھارے رب کی طرف سے کوئی نعمت و بھلائی نازل ہو۔''

کافروں کے حسد کی بدترین حد یہ ہے کہ وہ تمھیں بھی گمراہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، تاکہ تمھارا حشر بھی قیامت کے دن انھیں کے ساتھ جہنم میں ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے:

﴿ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً ﴾ [النساء: ٨٩]

''وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کفر کرو جیسا کہ انھوں نے کفر کیا تاکہ تم سب برابر ہو جاؤ۔''

وہ مسلمانوں کے ساتھ دن کو مکر و فریب کرتے اور رات کو انھیں دھوکا دیتے ہیں۔ انھیں ضرر پہنچانے کے درپے رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان سے نعمتیں چھن جائیں:

﴿ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ ﴾ [الممتحنة: ٢]

''اگر وہ تمھیں کہیں پائیں گے تو وہ تمھارے دشمن ہوں گے اور اپنے ہاتھوں اور زبان درازیوں سے تمھیں تکلیف پہنچائیں گے۔''

Marfat.com

ان کے چہروں اور زبانوں سے دشمنی جھلکتی ہے۔ وہ مسلمانوں کے خلاف غصے میں اپنی انگلیاں چباتے رہتے ہیں اور دلوں میں مسلمانوں کے خلاف بدترین خیالات، نیتوں میں کھوٹ اور مکروفریب چھپائے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا﴾ [الطارق: ١٥، ١٦]

''وہ چال چلتے ہیں اور میں بھی چال چلتا ہوں۔''

وہ اپنے آپ کو بڑے امانت دار، با اخلاق اور خوش طبع ظاہر کرتے ہیں، لیکن یہ سب کچھ محض اپنے دنیوی مقاصد کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اسی بدنیتی کو اپنے اس ارشاد میں بیان کر کے ان کا پردہ چاک کیا ہے:

﴿ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ﴾ [آل عمران: ١١٨]

''ان کے منہ سے ان کا بغض وکینہ ظاہر ہو چکا ہے اور ان کے دلوں میں جو پوشیدہ (زہر بھرا ہوا) ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔''

وہ سچ میں جھوٹ اور امانت میں خیانت چھپائے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ زبان سے تمھیں راضی کرنے میں کوشاں رہیں گے، لیکن ان کے دل تمھارے خلاف جلتے کڑھتے رہتے ہیں۔

وہ باطل جدال و مناظرہ میں بڑے تیز اور حقائق کو مسخ کرنے میں ماہر ہوتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف ان کا مکروفریب بڑا ہی سخت ہوتا ہے، لیکن ان کے مکروفریب سے مسلمانوں کا تحفظ کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ کافروں کا مکروفریب خود انھی کی گمراہی کا باعث ہے، اور ذلت و رسوائی انھیں گھیرے رہتی ہے۔

کفار کی اطاعت اور پیروی باعثِ ذلت و رسوائی اور ان کی نافرمانی باعثِ عزت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مخاطب ہو کر فرمایا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ [الأحزاب: ١]

''اے نبی ﷺ! اللہ سے ڈرو اور کفار و منافقین کی پیروی نہ کرو۔''

ان کا علم صرف دنیا تک محدود ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''کفار کے تمام اعمال و امور میں لازماً خلل و نقص واقع ہوتا ہے، جو ان امور کی منفعت کے مکمل ہونے میں مانع بن جاتا ہے۔ ان کے تمام امور یا تو بالکل ہی فاسد ہوتے ہیں یا کم از کم ناقص ہوتے ہیں۔ رہا معاملہ علمِ آخر سے، حتی کہ جو باقی رہنے والا ہے، تو اس سے کفار جاہل ہوتے ہیں۔''[1]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ [الروم: ۷]

''وہ دنیوی زندگی کے ظاہر کو کچھ جانتے ہیں، جبکہ وہ آخرت کے معاملے میں بالکل غافل و جاہل ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾ [الأنعام: ۱۱۱] ''لیکن ان سے اکثر جاہل ہیں۔''

ان کی اولاد انھی کے لیے مصائب و آزمائش (وبالِ جان) اور ان کا مال انہی کے لیے مشکلات اور پریشانیوں کا باعث ہوتا ہے۔ ان کی زندگی صرف جینے، کھانے اور پینے سے عبارت ہے، جبکہ ان کے کھانے پینے سے بھی برکت چھین لی گئی ہے، وہ تھوڑے سے سیر ہی نہیں ہوتے، چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

« اَلْكَافِرُ يَأْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ، وَالْمُسْلِمُ يَأْكُلُ فِيْ مِعًى وَّاحِدٍ »[2]

''کافر سات آنتوں کو بھر کر کھاتا ہے، جبکہ مسلمان صرف ایک آنت کو بھر کر کھاتا ہے۔''

تا کہ وہ عبادت بھی کر سکے۔ مومن ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی کے لیے اور تیسرا حصہ سانس لینے کے لیے رکھتا ہے، نیز مومن کا کھانا خیر و برکت والا ہوتا ہے، حتی کہ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

« طَعَامُ الْأَثْنَيْنِ يَكْفِيْ الثَّلَاثَةَ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ يَكْفِيْ الْأَرْبَعَةَ »[3]

---

[1] اقتضاء الصراط المستقيم (ص: ٥٧)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٣٩٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٠٦٠)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٣٩٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٠٥٨)

Marfat.com

''دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور تین آدمیوں کا کھانا چار کو کفایت کر جاتا ہے۔''

کفار نورِ ہدایت سے دور ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ان کی آرا میں اختلاف اور ان کے افکار میں تفرقہ پایا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [البقرة: ١٣٧]

''وہ شدید اختلاف میں مبتلا ہیں، تمھیں ان سب کے مقابلے میں اللہ ہی کافی ہے، اور وہ بہت زیادہ سننے اور جاننے والا ہے۔''

قیامت تک ان کے مابین نزاع و اختلاف موجود رہے گا، اس بات کا پتا خود کتابِ الٰہی نے دیا ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴾ [المائدة: ٦٤]

''ہم نے قیامت تک کے لیے ان کے درمیان بغض و عداوت ڈال دی ہے۔''

مسلمان کے مقابلے میں وہ انتہائی بزدل ثابت ہوتے ہیں۔ ایک مسلمان دو کافروں پر بھاری ہوتا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ [الأنفال: ٦٦]

''اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں تو ان کے دو سو پر غالب آ جائیں گے اور اگر ایک ہزار ہوں تو اللہ کے حکم سے وہ دو ہزار پر غالب آ جائیں گے۔''

وہ ایک دوسرے کو بخل کی تاکید کرنے والے، خرچ کے معاملے میں انتہائی بخیل اور مہمان نوازی کے معاملے میں انتہائی برے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴾ [النساء: ٣٧]

''وہ لوگ خود بخل سے کام لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی تاکید کرتے ہیں، اور اللہ

Marfat.com

نے انھیں جو کچھ اپنے فضل سے نوازا ہے وہ اسے چھپاتے ہیں، ہم نے کافروں کے لیے ذلت ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

کافر خیر و بھلائی میں رکاوٹ بنتا اور حرام کھاتا ہے۔ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے، ان پر اس کا شکر بجا نہیں لاتا، بلکہ انھیں استعمال کرتا اور ان کا انکار کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس روش کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَ اَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ [النحل: ۸۳]

''وہ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں، پھر ان کا انکار کر دیتے ہیں اور ان کی اکثریت ناشکری کرنے والوں کی ہے۔''

وہ حرص اور ضلالت و گمراہی میں جیتے ہیں۔ انھیں ان اندھیروں سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں سوجھتی۔ اعضائے جسم جو ہدایت کا باعث بنتے ہیں، وہ ان سے صحیح معنوں میں استفادہ ہی نہیں کرتا۔ اس کا دل ناسمجھ، آنکھوں پر پردہ اور کانوں کی سماعت کے راستے میں رکاوٹیں ہوتی ہیں۔ وہ نہ حق سنتا ہے اور نہ راہِ ہدایت ہی دیکھتا ہے۔ شیطان اور اس کے چیلے اسے گناہوں میں لت پت کیے رکھتے ہیں۔ وہ دنیا کی لذتوں میں غرق اور من مانیوں میں منہمک رہتا ہے۔ اس کے اعمال گرد و غبار کی طرح بے سود ہو جاتے ہیں۔ وہ عمل کرتا ہے مگر اسے ان کا بدلہ نہیں ملتا۔ دنیا میں عمل کی محض زحمت اور آخرت میں عذاب اس کا مقدر ہے۔ اللہ کفار کو پسند نہیں فرماتا اور اس نے واضح طور پر بتا رکھا ہے کہ وہ کافروں کا دشمن ہے۔ جو شخص کوئی بھی اچھا یا برا عمل کرتا ہے، اللہ اسے اس کے عمل کے مطابق ہی چادر پہنا دیتا ہے۔ فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے:

«وَإِذَا أَبْغَضَ اللّٰهُ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ: يَا جِبْرِيلُ! إِنِّي أُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضْهُ، فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوهُ، فَيُبْغِضُهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ»[1]

''اللہ جب کسی سے ناراض ہوتا ہے تو جبرائیل (علیہ السلام) کو بلا کر کہتا ہے: اے جبریل! میں فلاں شخص سے ناراض ہوں تو بھی اس سے ناراض ہو جا، تو جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے

[1] مسند أحمد، رقم الحديث (۱۷۴۴۳)

Marfat.com

ناراض ہو جاتے ہیں، پھر وہ آسمان کے مکینوں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ فلاں سے ناراض ہے، لہٰذا تم سب بھی اس سے ناراض ہو جاؤ، تب تمام آسمان والے بھی اس سے ناراض ہو جاتے ہیں، اور پھر زمین والوں کے دلوں میں بھی اس کے خلاف ناراضی ڈال دی جاتی ہے۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں جب کسی کافر کو دیکھتا ہوں تو فوراً آنکھیں بند کر لیتا ہوں، تاکہ وہ اللہ کے دشمن کسی کافر کو نہ دیکھ پائیں۔''

کافر کے کفر کی گواہی جمادات دیتے ہیں۔ آخر زمانے میں ارضِ مبارک اسے قبول نہیں کرے گی۔ درخت کہے گا: اے مومن! یہ کافر چھپا ہوا ہے، پتھر کہے گا: اے مومن! یہ ہے کافر۔''[1]

جب دجال کا فتنہ برپا ہوگا تو مدینہ منورہ تین جھٹکے دے گا جس سے مدینۂ رسول ﷺ میں موجود تمام کفار و منافقین باہر نکل جائیں گے۔ اللہ سے دوری کئی نفسی و روحانی مصائب و مشکلات کا باعث ہے۔ گناہوں کے اثرات سے سینہ تنگ ہو گا اور دم گھٹے گا، ایمان کی لذت و سکینت سے محرومی ہو جاتی ہے، لعنت جلاتی ہے اور غضبِ الٰہی گھیرا ڈالے رکھتا ہے۔ کفار اللہ کی مخلوقات میں سے بدترین مخلوق ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴾ [البينة: ٦] ''یہ تمام مخلوقات میں سے بدترین ہیں۔''

تعداد کے اعتبار سے تو وہ زمین کی سب سے بڑی بھیڑ ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴾ [هود: ١٧] ''لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔''

نبی مکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

« قَالَ اللّٰهُ: يَا آدَمُ! أَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ، قَالَ: وَمَا بَعْثُ النَّارِ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعُمِائَةٍ وَّتِسْعَةٌ وَّتِسْعِينَ » وفي لفظ: « مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعِينَ »[2]

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے آدم! جہنم کا حصہ نکالو۔ آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے اللہ!

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحديث (٣٣٤٨) صحیح مسلم، رقم الحديث (٢٢٢)

[2] صحیح البخاري، رقم الحديث (٦٥٢٩)

Marfat.com

جہنم کا حصہ کتنا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (تیری اولاد میں سے) ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے (۹۹۹) شخص۔'' اور ایک وایت میں ہے: ''ہر سو میں سے ننانوے شخص۔''

جب کافر و فاجر مرتا ہے تو اللہ کے بندوں اور تمام دنیا کو راحت نصیب ہوتی ہے، چنانچہ نبی اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

«اَلْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَأَذَاهَا إِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ، وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ»①

''بندۂ مومن جب وفات پاتا ہے تو دنیا کی مشقتوں سے چھوٹ کر اللہ کی رحمتوں کو جا پاتا ہے، جبکہ فاسق و فاجر شخص مرتا ہے تو اس کی موت سے بندے، دنیا، درخت اور جانور سب راحت پاتے ہیں۔''

کافر چاہتا ہے کہ اسے ہزار سال عمر مل جائے، اور جب موت آتی ہے، تو وہ اسے ناپسند کرتا ہے، تب فرشتے اس کے چہرے اور دُبر پر مارتے ہیں تاکہ مار مار کر اس کی روح نکالیں۔ جب وہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ اس کے لیے اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور لوہے کے ہتھوڑے سے اسے ایسی ضرب لگائی جاتی ہے جس سے اس کی ایسی چیخ نکلتی ہے کہ جن و انس کے سوا دوسرے سب قریبی سنتے ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے:

«لَوْ ضُرِبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَ تُرَابًا»②

''اگر وہ ضرب کسی پہاڑ کو لگائی جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر مٹی بن جائے۔''

پھر اس کی قبر میں آگ بچھا دی جاتی ہے اور اسے مسلسل عذاب دیا جاتا ہے۔ جب وہ حساب کتاب کے لیے قبر سے اٹھایا جائے گا تو اس کا چہرہ کوئلے کی طرح کالا سیاہ ہوگا اور خوف سے آنکھیں نیلی ہوں گی۔ اس پر غبار چڑھا ہوگا۔ اس کا ناک منہ دھوئیں کے غبار سے اٹا ہوا ہوگا اور دل کانپ رہا ہوگا۔ اسے اٹھایا جائے گا اور وہ تمام مخلوقات کے درمیان منہ کے بل گھسٹتا ہوا چل رہا ہوگا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! کافر منہ کے بل کیسے

① صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٥١٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٥٠)

② مسند أحمد، رقم الحديث (١٨١٤٠) سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٧٥٣)

Marfat.com

چلایا جائے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَيْسَ الَّذِي أَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلَى أَنْ يُمَشِّيَهُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟»[1]

''جس نے اسے دنیا میں دو قدموں پر چلایا ہے کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اسے قیامت کے دن منہ کے بل چلائے؟''

اس کی گردن میں زنجیریں پڑی ہوں گی۔ مجرموں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ باندھا ہوا ہوگا۔ وہ پیاس سے بلک رہے ہوں گے، مگر ساتھ ہی وہ اندھے، بہرے اور گونگے بھی ہوں گے۔ آج ان کے دوست ان سے کنارہ کر جائیں گے اور وہ اپنے دوست سے بَری ہوں گے۔ کوئی حامی و مددگار نہیں ہوگا۔ ان کا کھانا ایک جہنمی درخت (تھوہر) ہوگا اور انھیں پینے کے لیے آگ کا ابلتا ہوا پانی ملے گا۔ جو ایک گھونٹ پیے گا اس کی انتڑیاں کٹ کر نکل آئیں گی، پھر وہ پانی اس کے سر پر انڈیل دیا جائے گا جس سے اس کی جلد اور پیٹ کے اندر والی ہر چیز پگھل جائے گی، اور وہ آگ کے تھپیڑوں میں ہوگا، اس کا جسم اور داڑھیں بہت بڑی بڑی ہو جائیں گی، نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«ضِرْسُ الْكَافِرِ مِثْلُ أُحُدٍ، وَغِلَظُ جِلْدِهِ مَسِيرَةُ ثَلَاثٍ»[2]

''کافر کی داڑھ بڑھ کر جبلِ اُحد جتنی ہو جائے گی اور اس کی جلد کی موٹائی اتنی بڑی ہو جائے گی جتنی مسافت کوئی سوار تین دن میں طے کرتا ہے۔''

اور ایک روایت میں ہے:

«مَا بَيْنَ مَنْكِبَيِ الْكَافِرِ فِي النَّارِ مَسِيرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ لِلرَّاكِبِ الْمُسْرِعِ ﴿جَزَاءً وِفَاقًا﴾، ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ﴾ [النبأ: ٢٦، فصلت: ٤٦]»[3]

''جہنم میں کافر کا جسم اتنا بڑا ہو جائے گا کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان والی جگہ تیز رفتار سوار کے تین دن کے سفر کے برابر ہو جائے گی۔'' یہ تمھارے رب کی طرف

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٥٢٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٠٦)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٥١)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٥٥٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٥٢)

Marfat.com

سے صحیح صحیح سزا ہے"، "اور تیرا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا ہرگز نہیں ہے۔"

مسلمانو! یہ ہیں کافروں کے افعال و اوصاف اور ان کی سزائیں۔ ان میں پائی جانے والی قباحتیں اور برائیاں بے حد و بے حساب ہیں۔ اپنے آپ کو ان افعال و اوصاف سے بچا کر رکھو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّ يُمْسِي كَافِرًا، وَيُمْسِي مُؤْمِنًا، وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا قَلِيلٍ» ①

"سیاہ کالی رات جیسے فتنے ہیں، جن میں آدمی صبح کو مومن ہوگا تو رات کو کافر ہو جائے گا، اور رات کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر ہو جائے گا۔ بندہ اپنے دین کو دنیا کی معمولی چیز کے عوض بیچ دے گا۔"

مشابہت کی قباحتیں:

اپنے آپ کو کفار کی مشابہت سے بھی بچاؤ۔ فرض نمازوں کی پابندی کرو اور باجماعت انھیں ادا کرنے کا اہتمام کرو۔ جس نے نماز اور جماعت کو ترک کر دیا وہ بڑی ہی منحوس سواری پر چڑھ گیا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«اَلْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ» ②

"ہمارے اور ان (کفار و مشرکین) کے مابین جو عہد ہے وہ نماز ہے۔ جس نے نماز چھوڑ دی، اس نے کفر کیا۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَسْتَوِيٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ [الحشر: ٢٠]

"اہلِ جہنم اور اہلِ جنت برابر نہیں ہو سکتے، اہلِ جنت تو فائزین اور کامیاب لوگ ہیں۔"

ظاہری معاملات میں کفار کی مشابہت اختیار کرنا آہستہ آہستہ باطنی امور میں بھی ان سے

---

① صحيح مسلم، رقم الحديث (١١٨)

② سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٦٢١) سنن النسائي، رقم الحديث (٤٦٢) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٠٧٩) وقال الترمذي: "حديث حسن صحيح غريب"

Marfat.com

مشابہت کرنے کا سبب بنتا ہے اور سلف صالحین صحابہ و تابعین سے مشابہت کرنا عقل و دین اور اخلاق میں اضافے کا باعث ہے۔ غیر مسلموں سے ظاہری امور میں مشابہت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انھی کے اخلاق و افعال بھی آ جاتے ہیں اور ان کے بارے میں دل میں ایک نرم گوشہ جنم لے لیتا ہے جس سے ان کے لیے ایک طرح کی محبت اور دوستی دل میں جگہ بنا لیتی ہے، لہٰذا مشرکین کے کردار اور ان کے مذاہب ونظریات کی مخالفت کریں اور ان کے ساتھ دوستی بڑھانے سے گریز و اجتناب کریں۔ ان سے پیار کی پینگیں نہ بڑھائیں، بلکہ دل میں ان کے خلاف ناراضی و عداوت رکھیں اور ان سے براءت کا اظہار کریں۔ ان کے دین ومذہب سے گریز کریں۔ انھیں ہدایت کی طرف لانے اور انھیں اسلام کی طرف دعوت دینے کے لیے کوشاں رہیں، اور اللہ کی حمد و ثنا میں رطب اللسان رہیں کہ اس نے تمھیں ہدایت سے نوازا، اور اس سے دعائیں کرتے رہا کریں کہ وہ آپ کو ثابت قدمی عطا فرمائے۔ اللہ کے ساتھ صادق رہیں، آپ کے حالات درست رہیں گے۔ اپنے دل کو صاف رکھیں، مخلوق آپ سے محبت کرے گی۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

Marfat.com

ماہِ ربیع الأول

پہلا خطبہ

حرص اور ہوس

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

صلاح البدیر حفظہ اللہ

25/5/2001 = 2/3/1422

دوسرا خطبہ

اخلاقِ حسنہ

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

علی عبد الرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

1/6/2001 = 9/3/1422

تیسرا خطبہ

سیر و تفریح اہمیت و ضرورت اور قواعد و ضوابط

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباري الثبيتي حفظہ اللہ

8/6/2001 = 16/3/1422

چوتھا خطبہ

قرض

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

حسین بن عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ

15/6/2001 = 23/3/1422

Marfat.com

Marfat.com

حرص اور ہوس

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

جس نے تقویٰ اختیار کر لیا وہ خوش نصیب ہوگیا اور جس نے اپنے نفس اور اس کی خواہشات پر حقوق اللہ کو ترجیح دی وہ کامیاب ہو گیا، اور جس نے اپنی من مانیوں پر اللہ کی رضا کو ترجیح دی وہ نجات پا گیا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ [آل عمران: ۱۰۲]

''اے ایمان والو! صحیح معنوں میں اللہ کا تقوی اختیار کرو اور تمھیں موت نہ آئے سوائے اس کے کہ تم مسلمان و مطیع فرمان ہو۔''

مومن صادق اپنے نفس کی حدود و قیود کو پھلانگ کر ان سے آزاد ہونے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ وہ نجات کی امید اور خلاصی کی طلب میں رہتا ہے۔ اس کی تمام تر کوششیں آخرت کی سرخروئی کے لیے ہوتی ہیں اور آخرت میں اچھے مقام و مرتبے کے حصول کے لیے وہ اعمالِ صالحہ میں مشغول رہتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ﴾ [البقرة: ۲۰۷]

''اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے اپنی جانیں تک داؤ پر لگا دیتے ہیں، اور اللہ اپنے بندوں کے ساتھ بڑا رحم والا ہے۔''

مومن کے بارے میں اس دارِ امتحان میں جس چیز کا ڈر ہے وہ اس کا حرص و ہوا اور نفسانی خواہشات میں مبتلا ہو جانا ہے جو تمام آفتوں سے بڑی آفت ہے۔ جس دل میں یہ چیز

Marfat.com

داخل ہوگئی اسے اس نے بگاڑ دیا اور جس معاشرے میں یہ بیماری جا گھسی وہ معاشرہ ہلاک ہوگیا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

«إِنَّ مِمَّا أَخْشٰى عَلَيْكُمْ شَهَوَاتِ الْغَيِّ فِي بُطُوْنِكُمْ وَفُرُوْجِكُمْ وَمُضِلَّاتِ الْهَوٰى»[1]

''میں تمھارے بارے میں جن چیزوں سے ڈرتا ہوں، وہ تمھارے پیٹوں اور شرم گاہوں کی شہوتیں اور حرص و ہوا کی گمراہیاں ہیں۔''

خواہشِ نفس اور حرص و ہوا علت و معلول اور دلالت و مدلول میں تو سب برابر ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ حرص و ہوا کا تعلق عقائد وشبہات سے اور نفسانی خواہشات اور دنیاوی لذتوں کو پا لینے کا تعلق شہوت سے ہے، اور شہوت دراصل حرص و ہوا ہی کا نتیجہ ہوتی ہے۔

سابقہ امتوں کا حال:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس قرآن کریم میں ان سابقہ امتوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو طاقت اور مال ہر اعتبار سے ہم سے آگے تھے۔ وہ حرص و ہوا اور فسق و فجور میں مبتلا ہوگئے۔ وہ اللہ کی نعمتوں سے استفادہ کرتے مگر اپنے خالق و مالک کی نافرمانی کرتے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان پر عذاب آ گیا، جس سے اللہ کے سوا انھیں بچانے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ ان پر کرب و ذلت چھا گئی۔ انھیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ [التوبة: ٦٩]

''ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے، وہ تم سے زیادہ قوت والے تھے اور زیادہ مال و اولاد والے تھے، پس وہ اپنا حصہ برت گئے اور تم بھی اپنا حصہ برت چکے ہو، جیسے تم سے پہلے لوگ اپنے حصے سے مستفید ہوئے تھے تم نے بھی اسی طرح کی مذاقانہ بحث کی

[1] مسند أحمد (٤/ ٤٢٠)

Marfat.com

جیسے انھوں نے کی تھی، ان کے دنیا و آخرت کے تمام اعمال غارت ہو گئے اور وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں۔''

اللہ کے بندو! ان لوگوں جیسا رویہ اپنانے سے بچو اور نہ ان کی راہ پر چلو۔ سب سے سخت جہاد تو حرص و ہوا اور خواہشاتِ نفس کا مقابلہ کرنا ہے، کیونکہ اس کا راستہ بڑا کٹھن ہے۔ اس کا ایک ایک دن ایک ایک ماہ کا، اس کا ایک ایک ماہ ایک زمانے کے برابر اور اس کا زمانہ بلا اور شر سے معمور ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«أَفْضَلُ الْجِهَادِ أَنْ يُّجَاهِدَ الرَّجُلُ نَفْسَهُ وَ هَوَاهُ»[1]

''بہترین جہاد یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس اور خواہشات کے ساتھ جہاد کرے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''نفس اور خواہشات سے جہاد ہی دراصل کفار و منافقین سے جہاد ہے۔ جو شخص پہلے اپنے نفس کے ساتھ جہاد نہ کر سکے وہ ان سے جہاد کر ہی نہیں سکتا۔ جس نے اپنی خواہشات پر غلبہ پا لیا وہ عزت پا گیا اور اقتدار اس کا مقدر بنا، اور جس پر خواہشات نے غلبہ پا لیا وہ ذلیل و خوار اور ہلاک و برباد ہو گیا۔''

دل ایک برتن کی طرح ہوتے ہیں، ان میں سے جو اچھا ہے وہ بھلائی و ہدایت کو اپنے اندر زیادہ سمو لیتا ہے اور جو برا ہوتا ہے وہ بغاوت و بگاڑ کو اپنے اندر جمع کر لیتا ہے۔ نفس کو اگر اس کی ہر مطلوبہ چیز دیتے رہو گے تو وہ خواہشات کی طرف بڑھتا ہی چلا جائے گا، اور جس نے نفس کو خواہشات کا بندہ نہ بننے دیا وہ دنیا اور اس کی بلاؤں سے بچ گیا اور ہر قسم کی اذیتوں سے بھی محفوظ ہو گیا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴾ [الشمس: ۷ تا ۱۰]

''اور قسم ہے نفس کی اور اسے درست بنانے کی، پھر سمجھ دی اسے برائی کی اور بچ کر نکلنے کی، جس نے اسے پاک کر لیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔''

---

[1] صحيح الجامع للألباني، رقم الحديث (١٠٩٩)

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَّفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوْبِقُهَا»①

''سب لوگ نکلتے ہیں، کوئی اپنے نفس کا سودا کرنے والا ہوتا ہے، تو کوئی اسے جہنم کی آگ سے آزاد کروا لیتا ہے اور کوئی اسے ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔''

حرص و ہوا کا دیو:

حرص و ہوا اور خواہشاتِ نفس کا دیو معاونین اور اسباب و ذرائع کی وجہ سے قوت پاتا ہے۔ جیسے جیسے وہ بڑھتے جاتے ہیں ویسے ویسے وہ قوت اختیار کرتا جاتا ہے۔ یہ بڑا ظالم و جابر قسم کا دیو یا بادشاہ ہے۔ جس نے اپنے نفس کو تقویٰ کی لگام نہ ڈالی وہ جلد ہی ندامت و ہلاکت کی وادی میں جا نکلے گا، اور جو وقت کے ہاتھ سے نکل جانے سے ڈر گیا اور اس نے موت سے پہلے پہلے اپنے آپ کو توبہ کے سہارے سے سنبھال لیا وہ بچ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ، وَ حُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ»②

''جنت ناپسندیدہ اشیا سے گھری ہوئی ہے اور جہنم کے اردگرد نفس کی خواہشات و شہوات نے گھیرا ڈالا ہوا ہے۔''

لہٰذا ہوا و ہوس کے شباب اور طغیانی سے اپنے آپ کو بچا کر رکھو اور ان کی پیروی سے اجتناب کرو۔ یہ دنیاوی لذتیں بظاہر بڑی چمکدار ہیں، مگر ان کے نتیجے میں جن مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا وہ بھی بڑے قبیح ہیں۔ اپنے نفسوں کی صحیح خواہشات کو بھی پابند کرو اور جن چیزوں کی طرف وہ جھکیں انھیں اچھا کہنے سے بھی بچو، کیونکہ خواہش و ہوس کی آنکھیں اندھی اور کان بہرے ہوتے ہیں۔ اللہ کی کتاب سے آیات کو صحیح اور غلط کا فیصلہ کرنے والی بناؤ تو ہر چیز کھل کر سامنے آجائے گی۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْلَكُمْ وَ اللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ [الأنفال: ٢٩]

''ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمھارے لیے حق و باطل میں فرق کرنے والا بنا دے گا۔''

---

① صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٣)

② صحيح البخاري، رقم الحديث (٦١٢٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٢٢)

Marfat.com

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا: كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّتِي»[1]

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان پر عمل کرتے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے: اللہ کی کتاب اور اپنی سنت۔''

ہوا و ہوس کے بندوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور ملنے جلنے سے گریز کرو، کیونکہ ان کی رفاقت و دوستی کا نتیجہ ذلت و رسوائی ہوگا۔ وہ اپنی خواہشات کی تکمیل میں بڑا جلد باز ہوتا ہے، جو دیوانہ وار ان کے پیچھے بھاگتا ہے۔ اسے سرداری چاہیے جس کے لیے وہ اپنے سے بڑوں کے تلوے چاٹتا اور ضعیفوں کی مذمت و تحقیر کرنا کوئی برا نہیں سمجھتا، اس کے کرتوت عجیب و غریب، اس کی بری حرکات و عیوب لاتعداد اور اس کی طبیعت و آرا انتہائی ردی قسم کی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا﴾ [الفرقان: ٤٣ تا ٤٥]

''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جو اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے؟ کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟ کیا آپ اسی خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔''

اسی لیے جمہور سلف رحمہم اللہ کہا کرتے تھے:

''دو قسم کے لوگوں سے بچو، ایک وہ جسے اس کی خواہشاتِ نفس نے اور دوسرا وہ جسے حبِ دنیا نے اندھا کر رکھا ہو۔''

ہر وہ شخص جو لوگوں کو اسلام کے علاوہ کسی دوسرے نظریے کی طرف دعوت دے وہ اہلِ حرص و ہوا اور اہلِ فساد میں سے ہے، اور ہر وہ شخص جو کتاب و سنت اور اجماعِ امت کی مخالفت کرے اور لوگوں کو خود ساختہ قوانین کی طرف دعوت دے یا بدعتی افعال کی طرف بلائے یا پھر حریتِ فکر کی

[1] المستدرك للحاكم (١/ ١٧٢)

Marfat.com

دعوت دے یا تجدد وتمدن کے نام سے اور روشن خیالی اور گلوبل ایج کے حوالے سے تہذیبِ مغرب کو اپنانے کی ترغیب دلائے، وہ حرص و ہوس، بگاڑ و فساد اور عناد و بد اعتقادی میں مبتلا ہے، اس کی اطاعت و پیروی ہرگز جائز نہیں، اس کی مدد وتعاون کرنا ہرگز حلال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے:

﴿ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ... الخ﴾ [المائدة: ٤٨]

''آپ اس حق سے ہٹ کر ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ جائیں جو حق آپ تک پہنچ چکا ہے...الخ۔''

نیز فرمایا:

﴿وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ﴾ [المائدة: ٤٩]

''اور آپ ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں، کہیں یہ آپ کو اللہ کے اتارے ہوئے کسی حکم سے اِدھر اُدھر نہ کر دیں، اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو یقین کریں کہ اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انھیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دے ہی ڈالے، اور اکثر لوگ فاسق ہوتے ہیں۔''

اور ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾ [الأنعام: ٥٦]

''آپ کہہ دیجیے کہ (مجھے اس کی ممانعت کی گئی ہے کہ میں تمھاری خواہشات کی پیروی کروں) میں تمھاری خواہشات کی اتباع نہ کروں گا کیونکہ اس حالت میں تو میں بے راہ ہو جاؤں گا اور راہِ راست پر چلنے والوں میں سے نہیں رہوں گا۔''

مزید ارشاد فرمایا:

﴿ وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [البقرة: ١٤٥]

Marfat.com

''علم آ جانے کے بعد بھی اگر آپ نے ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔''

اے مسلمانو! اہلِ بدعت و ہوا سے بچ کر رہو، جنھوں نے بدعات، اوہام پرستی اور اپنی بدفہمی و کم عقلی سے قرآن و حدیث کی نصوص کو ٹھکرا دیا، اپنے عقلی اڑنگوں اور فلسفوں کو یقینی وقطعی امور سے متصادم کر دیا، اسماء و صفاتِ باری تعالیٰ کے معاملے میں زیادتیاں کیں۔ ان میں تاویل و تحریف اور تعطیل کا ارتکاب کیا۔ ان کے تصورات کے بگاڑ، عقلوں کے قصور اور نبی مکرم ﷺ کے صادق مصدوق ہونے کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

« إِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارٰى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارٰى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهٖ، لَا يَبْقٰى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهٗ »[1]

''میری امت میں ایسی قومیں بھی نکلیں گی ان میں یہ خواہشات ایسے سرایت کر جائیں گی، جیسے کہ باؤلے پن کی بیماری اپنے بیمار میں سرایت کر جاتی ہے، اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ باقی نہیں رہتا، جس میں اس بیماری کا اثر نہ ہو۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں باطل افعال و اقوال سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف: ١٨٠]

''اللہ کے خوبصورت نام ہیں، اسے انھی ناموں سے پکارو اور وہ لوگ جو اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں، آپ انھیں چھوڑ دیں، وہ اپنے کیے کی سزا خود ہی پائیں گے۔''

اللہ کی کتاب اور صحیح و ثابت احادیث کو اپنائیں، کیونکہ یہی در اصل ہدایت ہے، اور کیوں؟ کیسے؟ جیسے سوال کرنا چھوڑیے، کیونکہ یہ اہلِ بصیرت کو اندھا کر دیتے ہیں۔

خود ساختہ اور جعلی افعال و اعمال کے ذریعے سے اعتقادات وعبادات کو اپنا کر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی کوششیں کرنا بھی خواہشات کی پیروی کرنا ہے۔ ایسے افعال واعمال بندے کو اللہ کے قریب نہیں بلکہ اس سے دور کرتے ہیں۔ نبی مکرم ﷺ کا ارشاد سنیے:

« عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّيْنَ الرَّاشِدِيْنَ، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَ

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٥٩٧)

Marfat.com

عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ»[1]

’’تم پر میری سنت اور میرے ان خلفاے راشدین کا طریقہ لازم ہے جو ہدایت یافتہ تھے۔ اسے مضبوطی سے تھامے رہو اور بدعات و محدثات سے بچو، کیونکہ ہر مُحدَث اور نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔‘‘

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ»[2]

’’جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز پیدا کی جو اصلاً اس میں سے نہیں تو وہ چیز مردود اور نامقبول ہے۔‘‘

اور ایک روایت میں ہے:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»[3]

’’جس نے کوئی ایسا کام کیا جو اصلاً اس دین میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔‘‘

یہ اس شخصیت کا ارشاد ہے جو اپنی مرضی سے بولتے ہی نہیں، بلکہ وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ انھیں وحی کیا گیا ہوتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

’’ہم اقتدا کرتے ہیں، ایجاد نہیں کرتے، ہم اتباع کرتے ہیں بدعت سازی نہیں کرتے، اور جب تک ہم اسی طرح دین کو پکڑے رکھیں گے، تب تک ہم ہرگز گمراہ نہیں ہوں گے۔‘‘[4]

بدعات:

دورِ حاضر کی سخت تکلیف دہ چیز بدعات کا انتشار اور لوگوں کا ان کے بارے میں خاموشی کا رویہ ہے۔ لوگ نہ صرف بدعات کو برقرار رکھتے ہیں، بلکہ اہلِ بدعت کے ساتھ مداہنت اور رواداری کا سلوک کرتے ہیں، اور یہ بکثرت اسلامی ممالک میں ہو رہا ہے، جبکہ یہ بڑا قابلِ مذمت فعل اور

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٦٠٧)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٥٥٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٧١٨)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٧١٨)

[4] أمالي ابن بشران (٩)

Marfat.com

موجبِ عذابِ الٰہی بھی ہے۔

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ان بدعات کی تردید کرے اور ان کے خطرات ونقصانات سے لوگوں کو آگاہ کرے۔ سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ » قلنا: لِمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ؟ قال: « لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِأَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ عَامَّتِہِمْ »①

''دین باہمی خیر خواہی کا نام ہے۔'' ہم نے عرض کی کہ کس کی خیر خواہی کا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، مسلمانوں کے ائمہ اور حکمرانوں کی اور عام مسلمانوں کی۔''

اور سیدنا جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکات ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی تھی۔''②

اللہ کے بندو! اپنے نفسوں کو ترغیب وترہیب؛ ہر دو طرح سے کھینچے چلے جاؤ، کیونکہ اللہ کا خوف باعثِ ہدایت وشفا ہے، جبکہ خواہشاتِ نفس باعثِ ہلاکت و بربادی ہیں۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

« ثَلَاثٌ مُنْجِیَاتٌ: خَشْیَۃُ اللّٰہِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ، وَالْعَدْلُ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ، وَالْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنیٰ، وَثَلَاثٌ مُہْلِکَاتٌ: ہَوًی مُتَّبَعٌ، وَشُحٌّ مُطَاعٌ، وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِہٖ »③

''تین چیزیں باعثِ نجات ہیں: علانیہ اور در پردہ اللہ کا خوف، رضا وخوشی اور غم وغصہ میں عدل و انصاف، فقر و فاقہ ہو یا تونگری و مالداری، ہر حال میں میانہ روی اختیار کرنا۔ اور تین چیزیں باعثِ ہلاکت ہیں: وہ خواہشات جن کی ہر وقت پیروی کی جائے، وہ بخل جس کی فرماں برداری ہو، اور بندے کا اپنے آپ پر اترانا اور غرور وتکبر کرنا۔''

فتنہ بردوش مجلسوں اور اخلاقی بدبو سے متعفن مقامات پر جانے سے بچیں۔ اللہ سے دین پر

---

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (٥٥)

② صحیح البخاري، رقم الحدیث (٥٧)

③ المعجم الأوسط (٥/ ٣٢٨) نیز دیکھیں: السلسلۃ الصحیحۃ، رقم الحدیث (١٨٠٢)

Marfat.com

ثابت قدمی مانگیں اور اللہ سے موت و حیات کے فتنے سے پناہ طلب کریں، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمیں یہ دعا اتنے اہتمام سے سکھلاتے تھے، جیسے قرآن کی کوئی سورت سکھلا رہے ہوں:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ» [1]

''اے اللہ! میں جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور میں مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور میں موت وحیات کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

آپ ان لوگوں سے نہ بنیں جو اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار لیتے ہیں، اور اپنی موت کا سامان اپنے ہی ہاتھوں سے کر لیتے اور اپنے نفس کے فتنے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ [ص:٢٦]

''خواہشاتِ نفس کی پیروی مت کرو، ورنہ وہ تمھیں اللہ کے راستے سے بہکا دیں گی اور جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں انھیں (اللہ اور اس کے راستے کو) بھول جانے کی وجہ سے قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا۔''

توبہ:

گناہوں کی گٹھڑی اٹھائے پھرنے والو! لہو ولعب میں سرگرداں رہنے والو! خواہشاتِ نفس کے ہاتھوں اندھے بہرے لوگو! مولیٰ کریم کو چیلنج کرنے والے اور اس کے احکام کی نافرمانی کرنے والو! ابھی وقت ہے تائب ہو جاؤ، اللہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣١١) صحيح مسلم، رقم الحديث (٥٨٨)

Marfat.com

یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْئٰنَ وَ لَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا﴾ [النساء: ۱۷، ۱۸]

''جو لوگ نادانی کی وجہ سے برائی کر بیٹھیں اور پھر جلد ہی توبہ کر لیں تو اللہ ان کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ بڑا ہی علم وحکمت والا ہے، توبہ ان لوگوں کے لیے نہیں ہے جو برائیاں کرتے ہیں اور جب موت آنے لگتی ہے تو کہتے ہیں کہ میں اب توبہ کرتا ہوں، اور نہ ان کی توبہ ہے جو کافر ہی مر جاتے ہیں ، ان لوگوں کے لیے ہم نے درد ناک عذاب تیار کیا ہوا ہے۔''

بدعات کا انجام:

اپنی آنکھوں سے قبر دیکھنے والو! اپنے کانوں سے وعظ ونصیحت سننے والو! ڈرانے والا پہنچ چکا ہے، لہٰذا اب باز آ جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نبی ﷺ کے حوضِ کوثر سے دھتکار دیے جاؤ۔ سیدہ اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنِّي عَلَی الْحَوْضِ أَنْتَظِرُ مَنْ یَرِدُ عَلَيَّ مِنكُمْ، وَ سَیُؤْخَذُ أُنَاسٌ دُوْنِي، فَأَقُوْلُ: یَا رَبِّ! یَا رَبِّ! مِنِّي وَمِنْ أُمَّتِي؟ فَیُقَالُ: هَلْ شَعَرْتَ بِمَا عَمِلُوْا بَعْدَكَ؟ وَاللّٰهِ مَا بَرِحُوْا یَرْجِعُوْنَ عَلٰی أَعْقَابِهِمْ، إِنَّهُمْ ارْتَدُّوْا عَلٰی أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرٰی، فَأَقُوْلُ: سُحْقاً سُحْقاً لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِيْ»[1]

''میں حوضِ کوثر پر انتظار کر رہا ہوں گا، تم لوگ آؤ گے اور کچھ لوگوں کو روک دیا جائے گا۔ میں کہوں گا: اے اللہ! یہ تو میری امت کے لوگ ہیں؟ کہا جائے گا: آپ ﷺ کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔ اللہ کی قسم وہ ایڑیوں کے بل پیچھے کو لوٹ گئے، یقیناً وہ دین سے الٹے پاؤں نکل گئے تھے۔ میں کہوں گا: دفع ہو جاؤ، دور ہو جاؤ، کیونکہ تم نے میرے بعد (دین) بدل کر رکھ دیا تھا۔''

دین میں تغیر وتبدل کرنے اور گمراہی و جہالت پھیلانے سے بچیں۔ حرام امور و اشیا کا حکم دے دے کر جہنم کے کنارے لگے ہوئے ہو، عورتوں کی آزادی کے دعویدار اور اسے بے پردہ کر

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۶۲۲۰) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۲۹۳)

Marfat.com

دینے کے ذمہ دار ہو، کھلے عام راگ رنگ کے ظاہر ہو جانے کی خواہش رکھتے ہو، امتِ اسلامیہ کو مغربی معاشرہ بنانے کے خواب دیکھتے رہتے ہو اور اس کا اصل کردار خراب کرنا چاہتے ہو، اس ٹیڑھی فکر اور ٹیڑھی سوچ و عمل سے باز آ جاؤ جس سے اللہ نے ڈرایا ہے:

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۝ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء: ٢٦، ٢٧]

''اللہ تمھارے لیے پہلے لوگوں کے طریقے بیان کرتا اور تمھیں ہدایت دینا چاہتا ہے، اور تمھاری توبہ قبول کرنا چاہتا ہے، اور جو لوگ خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم اس سے بہت دور ہٹ جاؤ۔''

اور نبی ﷺ بشیر و نذیر اور سراجِ منیر نے فرمایا ہے:

«مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يُنْقِصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلٰى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يُنْقِصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا»[1]

''جس نے کسی ہدایت (نیک کام) کی طرف دعوت دی، اسے اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا جتنا اس پر عمل کرنے والے لوگوں کو ملے گا، اور ان کے اجروں سے بھی کچھ کم نہ کیا جائے گا، اور جس نے گمراہی (برے کام) کی طرف دعوت دی اسے اتنا ہی گناہ پہنچتا رہے گا جتنا اس کام کے کرنے والوں کو دیا جائے گا اور ان کے گناہ سے بھی کچھ کم نہ ہوگا۔

صحیح ایمان و عقیدہ کو مضبوطی سے تھامے رہو اور شبہات سے دور رہو۔ صحت و جوانی پر غرور نہ کرو یہ سب زائل ہو جائیں گی اور بڑھاپا آن گھیرے گا۔ اس دنیا میں تھوڑا رکنے کے بعد آخرت کی زندگی کا سفر اختیار کرنا یقینی ہے۔ آخرت کی منزل عزت افزا ہوگی یا ذلت ناک؟ اس کا تعلق عمل سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى۝ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى۝ وَاَمَّا

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٧٤)

Marfat.com

مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾
[النازعات: ۳۷ تا ۴۱]

''جس نے سرکشی کی ہوگی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی، اس کا ٹھکانا جہنم میں ہے، ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اس نے اپنے نفس کو خواہشات کی پیروی سے روک لیا تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔''

ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اسے ہر وقت اپنا نگران مانو، ہر دم اس کی اطاعت کرو اور ایک لمحہ بھی اس کی نافرمانی میں نہ گزارو۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ [التوبة: ۱۱۹]

''اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اہلِ صدق و وفا کے ساتھ رہو۔''

دوسروں کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے، متنازع لوگوں میں صلح کراتے ہوئے اور جھگڑے والے لوگوں کے مابین گواہی دیتے ہوئے نفسانی خواہشات کی پیروی ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدة: ۸]

''کسی قوم کی عداوت تمھیں خلافِ عدل پر آمادہ نہ کرے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین مانو اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال سے باخبر ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''آج سے ساٹھ سال کے بعد امانت، غنیمت بن جائے گی۔ صدقہ، جرمانے کی طرح بھاری لگنے لگے گا۔ گواہی پہچان کے حوالے سے ہوگی اور فیصلہ نفسانی خواہشات کے تابع ہو کر کیا جانے لگے گا۔''[1]

یتیموں کے سرپرستو! وقف شدہ اموال اور جائیدادوں کے نگرانو! وصیتوں کو نافذ کرنے کے ذمہ دارو! امانتیں ادا کرو اور خیانتوں سے بچو۔ حرص و ہوا سے دامن بچاؤ اور اس دن کو یاد رکھو جب ہر پوشیدہ راز کھل کر سامنے آ جائے گا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

[1] المستدرك للحاكم (٤/ ٥٣٠)

Marfat.com

«يُرْفَعُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ: هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ»[1]

''قیامت کے دن ہر خائن و غدار کے نام کا جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں شخص کی غداری کا نشان ہے۔''

اور ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَ اِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ [النساء: ١٣٥]

''تم خواہشِ نفس کے پیچھے پڑ کر انصاف نہ چھوڑ دینا اور اگر تم نے کج بیانی یا پہلو تہی کی تو جان لو کہ جو کچھ تم کرو گے، اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔''

مسلمانو! اللہ کی قدر پہچانو اور اس کی تعظیم کرو۔ اس کی تعظیم حقیقتاً یہ ہے کہ اس کی محبت ہر محبوب چیز سے زیادہ ہو اور اس کی اطاعت ہر مرغوب چیز سے اولیت کے درجے پر ہو۔ اس کی ملاقات کی تیاری کرو، اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو اور اپنے عیوب و نقائص کو دور کرو۔ اپنے دلوں کی اصلاح کر لو، تلاوتِ قرآن اور بہ کثرت ذکرِ الٰہی اصلاحِ قلوب اور تزکیۂ نفس کا ذریعہ ہیں۔ اپنے سلف صالحینِ امت کا انداز اختیار کرو جن کے لیے دنیا کی تمام دولتیں ڈھیر کر دی گئیں مگر انھوں نے انھیں سمیٹنے کے بجائے اس میں عیوب نکالے اور اسے ترک کر دیا اور زندگی کا سورج غروب ہونے سے ڈرتے ہوئے اعمالِ صالحہ کا خزانہ جمع کرنے میں لگے رہے۔ حق کو اختیار کرو اور اسی کے لیے اپنی جانیں کھپا دو اور دنیا کی رنگینیوں میں پھنسنے کے بجائے دنیا کو طلاق دے کر فارغ کر دو۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ [البقرة: ١٩٧]

''اور زادِ راہ لے لو، اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔''

بغور سننے کا پھل اتباع ہے، لہٰذا ان لوگوں میں سے ہو جاؤ، جو سنتے ہیں اور ہر اچھی بات کی اتباع کرتے اور اسے اپناتے ہیں۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٨٢٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٧٣٥)

Marfat.com

اخلاقِ حسنہ

امام و خطیب: فضیلة الشیخ علی بن عبد الرحمن الحذیفي حفظه الله

حمد و ثنا کے بعد:

اسلام ایک عظیم مقصد اور ایک اہم ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے آیا ہے اور وہ ہے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا﴾

[النساء: ٣٦]

''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، قرابت دار پڑوسیوں اور ساتھ والے پڑوسیوں اور قریب والے ساتھیوں، مسافروں اور اپنے زیردست غلاموں کے ساتھ بھی حسنِ اخلاق سے پیش آؤ۔''

اس عظیم مقصد کے علاوہ جتنے دیگر مقاصد ہیں، مثلاً: زمین کی آباد کاری، حدودِ الٰہیہ کا نفاذ و اجرا اور ظلم کی روک تھام وغیرہ؛ یہ سب اس مقصدِ اعظم یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کے تابع اور اس کی طرف پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔

اخلاقِ حسنہ کی اہمیت:

اخلاقِ حسنہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی اساس ہیں۔ اگر حسنِ اخلاق اور حسنِ ایمان دونوں جمع ہو جائیں تو یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی بنیاد بن جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں بندوں کے درجات بلند اور گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

Marfat.com

میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ»[1]

''حسنِ اخلاق کے ذریعے سے ایک مومن دن کو روزہ رکھنے اور رات کو قیام کرنے والے کے درجے کو پالیتا ہے۔''

اور سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَا مِنْ شَيْئٍ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ، وَإِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيْءَ»[2]

''قیامت کے دن مومن کے میزانِ حسنات میں اخلاقِ حسنہ سے زیادہ بھاری دوسرا کوئی عمل نہیں ہوگا، اور اللہ تعالیٰ فحش گوئی اور بد زبانی کرنے والوں سے ناراض ہوتا ہے۔''

گویا اخلاقِ حسنہ تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے۔

اخلاقِ حسنہ کیا ہیں؟

شریعت اور عقلِ سلیم کی نظر میں ہر اچھی صفت اخلاقِ حسنہ کے زمرے میں آتی ہے۔ بعض اہلِ علم نے کہا ہے:

''خیر و بھلائی کا کام کرنا اور برائی سے دست کش ہونا ہی حسنِ اخلاق ہے۔''

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بھلائی کرنا اور اذیت سے باز رہنا حسنِ اخلاق ہے۔

حسنِ اخلاق کی جامع تعریف یہ ہے:

''اللہ کے حکم کردہ ہر کام کو کرنا اور اس کے منع کردہ تمام افعال سے باز رہنا، حسنِ اخلاق ہے، جیسے: اللہ کا ڈر، اخلاص، صبر، حلم و بردباری، میانہ روی، حیا، عفت و عصمت، غیرت وحمیت، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، صلہ رحمی، رحم دلی، مظلوم کی دادرسی، شجاعت و بہادری، کرم وسخاوت، صدق وسچائی، سینے کی صفائی و سلامتی، نرمی، وفا، امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینا)، نہی عن المنکر (برائی سے روکنا)، حسنِ ہمسائیگی، تواضع وانکساری، تحمل و برداشت،

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٧٩٨) مسند أحمد (٦/ ٩٠) صحيح ابن حبان، رقم الحديث (٤٨٠)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٧٩٩) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٠٠٢)

Marfat.com

وسعتِ ظرفی و دریا دلی اختیار کرنا، مکر و غداری سے اجتناب، دھوکا و فریب کاری سے دامن کشی، فحاشی و گناہ کے امور سے گریز، حرام و خبیث مشروبات سے بچاؤ، حرام خوری، دروغ گوئی، بہتان تراشی، بخل و کنجوسی، بزدلی و ریاکاری، تکبر و نخوت، خود پسندی، ظلم و زیادتی، حسد و حقد، کینہ اور تہمت بازی سے دامن کشاں رہنا وغیرہ حسنِ اخلاق کے زمرے میں آتا ہے۔''

مومن اور کافر کے اخلاق کا فرق:

اخلاقِ حسنہ مومن کو دنیا و آخرت میں نفع پہنچاتا ہے، اور اللہ کے نزدیک اس کے درجات بلند کرتا ہے۔ مومن کے اخلاقِ حسنہ سے ہر نیک و بد فائدہ اٹھاتا ہے۔ جبکہ کافر دنیا میں ہی اپنے اخلاق کا بدلہ پالیتا ہے اور آخرت میں اس کے نصیب میں کچھ نہیں ہوتا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ ﷺ کا عبداللہ بن جدعان کے بارے میں کیا خیال ہے؟ وہ مہمان نوازی، غریب پروری اور زمانے کے ستائے ہوئے لوگوں کے ساتھ تعاون کیا کرتا تھا، کیا اسے اس کے اعمال کا کوئی فائدہ پہنچے گا؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا، اِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا: رَبِّ اغْفِرْلِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ»[1]

''نہیں، کیونکہ اس نے یہ کبھی نہیں کہا تھا کہ اے اللہ! قیامت کے دن میرے گناہ بخش دینا۔''

حسنِ اخلاق... قرآن کی نظر میں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس میں ہر اچھے اخلاق کا حکم فرمایا ہے اور ہر برے اخلاق سے منع کیا ہے، اسی طرح سنتِ رسول اللہ اور آپ ﷺ کے ارشادات میں بھی ہر اچھی عادت کا حکم ہے اور بری عادات سے روکا گیا ہے۔ اس موضوع کی آیات بہت زیادہ ہیں جن میں سے بعض آیات کا ذکر کیا جاتا ہے، مثلاً:

① ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ﴾ [الأنعام: ١٥١]

''ظاہری و باطنی (کھلے اور پوشیدہ) فحاشی کے کاموں کے قریب بھی نہ جاؤ۔''

② ﴿ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢١٤)

Marfat.com

النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [آل عمران: ١٣٤]

''جو اچھے برے تمام حالات میں خرچ کرتے رہتے ہیں اور غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔''

③ ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ [الأعراف: ١٩٩]

''عفو و درگزر سے کام لو، اور نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے پہلو تہی کرو۔''

④ ﴿ وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ [النحل: ١٢٧]

''اور صبر کرو، اور آپ کا صبر اللہ کے ساتھ ہے۔''

⑤ ﴿ وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ﴾ [حم السجدة: ٣٤]

''اچھائی و برائی ایک جیسی نہیں ہو سکتیں، تم احسن طریقے سے برائی کا رد کرو، اس طرح وہ شخص جس کی آپ کے ساتھ عداوت و دشمنی ہے، وہ تمھارا گہرا دوست بن جائے گا۔''

⑥ ﴿ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [الشعراء: ٢١٥]

'' مومن لوگوں میں سے آپ کا اتباع کرنے والے جو لوگ ہیں، ان کے لیے آپ اپنے پہلو نرم رکھیں۔''

⑦ ﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ [القصص: ٨٣]

''یہ آخرت کا گھر، ہم ان لوگوں کو عطا کریں گے جو نہ تو دنیا میں بلندی کے طلب گار ہیں اور نہ فساد پیدا کرتے ہیں اور اچھا انجام تو صرف اہلِ تقویٰ ہی کے لیے ہے۔''

⑧ اپنے بندوں کی صفات گنواتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۞ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۞ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۞ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا

Marfat.com

وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ﴾ [الفرقان: ٦٣ تا ٦٨]

''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر بڑی نرمی سے چلتے ہیں اور جب کبھی جاہلوں سے آمنا سامنا ہو جائے تو سلام کہتے ہوئے پہلو تہی کرتے ہیں، جو اپنی راتیں اللہ کے حضور قیام کرنے اور سجدوں کا نذرانہ پیش کرنے میں گزارتے ہیں اور یہ دعائیں کرتے ہیں: اے اللہ! ہم سے جہنم کے عذاب کو پھیر دے، اس کا عذاب تو بڑا ہی سخت ہے، وہ بہت برا ٹھکانا اور برا مقام ہے، اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو حد سے تجاوز نہیں کرتے اور نہ بخل برتتے ہیں، بلکہ ان دونوں کی درمیانی راہ اپناتے ہیں، وہ لوگ اللہ کے ساتھ کسی غیر کو نہیں پکارتے اور نہ اللہ کی حرام کردہ کسی جان کو ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کرتے ہیں۔''

⑨ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ [المائدة: ١]

''اے ایمان والو! معاہدے پورے کرو۔''

⑩ ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [الحشر: ٧]

''جو حکم تمھیں رسول ﷺ دے اسے مان لو اور جس بات سے وہ منع کر دے اس سے باز آجاؤ۔''

حسنِ اخلاق...احادیث کی روشنی میں:

حسنِ اخلاق سے متعلقہ ارشاداتِ نبوی ﷺ بھی بہ کثرت ہیں، مثلاً:

① ارشادِ نبوی ہے:

«أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ»[1]

''جو حسنِ اخلاق والا ہوا، میں اس کے لیے جنت کے اعلیٰ درجے میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں۔''

② سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٨٠٠)

Marfat.com

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يُحْرَمُ عَلَى النَّارِ أَوْ تُحْرَمُ عَلَيْهِ النَّارُ؟ تَحْرُمُ عَلَى كُلِّ قَرِيبٍ هَيِّنٍ لَيِّنٍ سَهْلٍ»[1]

''میں تمھیں اس شخص کی خبر نہ دوں جو آگ پر حرام ہے یا جس پر آگ حرام ہے؟ ہر وہ شخص جو لوگوں کے قریب رہنے والا ہے، ان کے ساتھ تواضع و انکساری سے پیش آتا ہے اور نرم دل اور سہل المعاملہ ہے۔''

③ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ»[2]

''رفق و نرم دلی جس چیز میں بھی ہو وہ اسے مزین کر دیتی ہے، اور جس سے یہ صفت چھن جائے اس کی زینت بھی ختم ہو جاتی ہے۔''

④ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَ الْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ وَ كَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ»[3]

''حسنِ اخلاق نیکی ہے اور ہر وہ کام گناہ ہے جو تمھارے دل میں کھٹکے اور تم اس بات سے ڈرو کہ کہیں لوگوں کو پتا نہ چل جائے۔''

حسنِ اخلاق، صاحبِ اخلاق کے لیے اور اس کے معاشرے کے لیے باعثِ خیر و برکت اور ترقی کا سبب ہے۔ یہ عنداللہ بلندیِ درجات کا باعث اور مخلوق کے دلوں میں محبت کا ذریعہ ہے۔ حسن خلق دلوں میں اطمینان و کشادگی لاتا ہے، معاملات کو آسان کرتا ہے، دنیا میں نیک نامی ہوتی ہے اور آخرت میں اچھا انجام ہوتا ہے۔ اس کے برعکس بداخلاقی نحوست و بے برکتی ہے، مخلوق کے دلوں میں نفرت کے بیج بوتی ہے، دلوں میں ظلمت و اندھیرا کرتی ہے اور دنیا میں باعثِ بدبختی اور آخرت میں برے انجام کا ذریعہ ہے۔

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٤٨٨) مسند أحمد (١/ ٤١٥)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٥٩٤)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٥٥٣)

Marfat.com

مقام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین:

مسلمانو! سلف صالحینِ امت کی پیروی کرو جو حسنِ اخلاق کی صفات سے متصف تھے، جیسا کہ ان کے بارے میں خود خلاّقِ ازل نے گواہی دی ہے اور فرمایا ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ [الفتح: ۲۹]

''محمد جو اللہ کے رسول ہیں، اور آپ کے ساتھی (صحابہ کرام) کافروں کے مقابلے میں بڑے سخت اور آپس میں ایک دوسرے کے لیے بڑے نرم ہیں، آپ انھیں کبھی رکوع میں پائیں گے اور کبھی وہ سر بہ سجود نظر آتے ہیں، وہ اللہ کے فضل کی تلاش میں لگے رہتے ہیں اور اس کی رضا کے خواہاں ہیں، ان سجدوں کی وجہ سے ان کے چہروں پر ان کی نشانیاں موجود ہیں۔''

اور ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ [آل عمران: ۱۱۰]

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے وجود میں لائی گئی ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

غرض صحابہ کرام لوگوں کے لیے تمام لوگوں سے بہتر تھے۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ [الأحزاب: ۲۳]

''مومنوں میں سے کچھ لوگ ہیں، جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے اپنے عہد کو سچ کر دکھایا ہے، ان میں سے کچھ اپنی ذمے داری نبھا گئے ہیں اور ان میں سے کچھ ابھی اپنی باری کے انتظار میں ہیں اور انھوں نے کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔''

Marfat.com

صحابہ کرام میں سے ہر شخص اخلاقِ حسنہ کے اعتبار سے اپنی ذات میں امت تھا۔ وہ گھٹیا امور سے بڑے دور رہنے والے لوگ تھے، جیسا کہ ان کے حالاتِ زندگی پڑھنے سے یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

اخلاقِ نبویہ:

ہر اچھے اخلاق اور ہر قابلِ تعریف والے صفت سے متصف ہونے میں سب سے اعلیٰ مثال خود سید البشر محمد رسول اللہ ﷺ تھے، آپ ﷺ ہر معاملے میں مکمل نمونہ تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ [الأحزاب:٢١]

''تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی میں بہترین نمونہ ہے، اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اور اللہ کا بکثرت ذکر کرتا ہے۔''

اللہ رب العزت نے نبی اکرم ﷺ کی انتہائی عمدہ تربیت فرمائی، اور آپ ﷺ نے ہر اچھے کام اور عمدہ اخلاق کی تربیت اپنی امت کو دی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ))[1]

''میری بعثت ہی اس لیے ہوئی ہے تاکہ میں نیک و صالح اخلاق کی تکمیل کروں۔''

خود اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی انتہائی پیارے انداز سے تعریف بیان کی ہے، ایسی تعریف کہ جو لوگوں کی سماعت سے بار بار ٹکراتی ہے جسے ملأ اعلیٰ (فرشتے) اور جن و انس سب تلاوت کرتے ہیں اور مرورِ زمانہ اسے دماغوں سے محو نہیں کر سکا۔ نبی اکرم ﷺ کی تعریف پر مشتمل وہ ارشادِ الٰہی یہ ہے:

﴿ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾ [القلم:٤]

''اور (اے نبی!) آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔''

﴿ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ [النساء:٧٩]

''اور کسی کے لیے اللہ کا گواہ ہونا ہی کافی ہے۔''

---

[1] مسند أحمد (٢/ ٣١٨) الأدب المفرد (٢٧٣)

Marfat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:
"کان خلقه القرآن"[1] "آپ کا اخلاق قرآنِ کریم تھا۔"

امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"قرآن کریم کے اوامر ونواہی پر عمل کرنا نبی ﷺ کی عادت بن گئی تھی۔ یہ چیز آپ کی فطرت میں شامل تھی کہ جس کام کا قرآن کریم میں حکم ہے، آپ ﷺ اسے بجا لاتے اور جس کام سے قرآن کریم نے منع کیا ہے آپ ﷺ اس کے قریب بھی نہ جاتے تھے۔ حیا داری، کرم وسخاوت، شجاعت و بہادری، معاف کرنا، درگزر فرمانا اور ہر قسم کا حسنِ اخلاق آپ ﷺ میں جمع تھا۔"[2]

یہاں تک کہ آپ ﷺ کے مبعوث ہونے اور نبی بننے سے پہلے بھی ان لوگوں کو آپ ﷺ کی ذات میں کوئی عیب ونقص نظر نہ آیا، حالانکہ آپ ﷺ کے دشمن بھی بہت تھے، عیب چینی کے اسباب بھی وافر تھے اور ان لوگوں کی بھرپور کوشش بھی رہی مگر وہ کامیاب نہ ہوئے۔

جب وحی کا اچانک نزول ہوا تو آپ ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

«لَقَدْ خَشِيتُ عَلٰى نَفْسِي» فَقَالَتْ: "كَلَّا وَاللّٰهِ، لَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ"[3]

"مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہوگیا ہے۔" تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "اللہ کی قسم! اللہ آپ ﷺ کو کبھی بھی ضائع نہیں کرے گا کیونکہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، ناداروں کی مدد کرنا، مہمان نوازی کرنا اور زمانے کے ستائے ہوؤں کے ساتھ تعاون کرنا آپ کی فطرت ہے۔"

بعثت ونبوت سے پہلے آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کا یہ عالم تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے بعثت ونبوت کے ساتھ اپنی نعمت اور آپ ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کی تکمیل فرما دی۔

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٤٦)

[2] تفسير ابن كثير (٤/ ٤٠٣)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٦٠)

Marfat.com

مسلمانو! اپنے نبی ﷺ کے اخلاق کو اپناؤ، آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو مضبوطی سے تھام لو، آپ کی شریعت پر کاربند رہو اور اللہ سے حاصل شدہ توفیق کے بقدر آپ کے اخلاقِ عالیہ کو اختیار کرو۔ اپنے آپ کو آپ ﷺ کے منہج وطریقے کے مطابق ڈھالو جو صرف اللہ کے لیے پورے اخلاص کے ساتھ اور نبی اکرم ﷺ کے طریقے کے عین مطابق ہو، اللہ کے دین میں نئے طریقوں کو داخل کر کے نہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [آل عمران: ۳۱]

''(اے میرے نبی!) کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، تمھارے گناہوں کو بخش دے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

کسی کی خاطر و مدارات تو حسنِ اخلاق کا حصہ ہے، البتہ حق کے معاملے میں مداہنت اختیار کرنا ایک انتہائی مذموم فعل ہے۔ مدارات سے مراد یہ ہے کہ اچھی بات یا اچھے انداز کے ساتھ شر کو دور کیا جائے اور حق کی عمدہ طریقے سے تبلیغ کی جائے، جبکہ مداہنت یہ ہے کہ حق گوئی سے خاموشی اختیار کی جائے یا معصیت و گناہ کے معاملے میں لوگوں کی موافقت کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [الحج: ۷۷]

''اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور بھلائی کے کام کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

اللہ تعالیٰ کا اس طرح تقویٰ اختیار کرو، جس طرح کہ اس نے تمھیں حکم دے رکھا ہے، اور ہر اس کام سے دور رہو، جس سے اس نے تمھیں روکا اور منع کر رکھا ہے، چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ [النحل: ۹۰]

''بے شک اللہ تمھیں عدل و انصاف کرنے، احسان کرنے اور قرابت داروں کو دینے کا

Marfat.com

حکم فرماتا ہے اور فحاشی و برائی اور بغاوت و سرکشی سے روکتا ہے اور تمھیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔"

یہ آیت تمام اخلاقِ عالیہ و حسنہ کی جامع اور ہر مذموم عادت سے منع کرنے والی ہے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

«اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ» [1]

"اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، تم چاہے جہاں بھی ہو، اور برائی ہو جائے تو نیکی کرو، وہ اسے مٹا دے گی، اور لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرو۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں کو سب سے زیادہ کیا چیز جنت میں داخل کرے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« تَقْوَى اللّٰهِ وَ حُسْنُ الْخُلُقِ » وَسُئِلَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ اَلنَّاسَ اَلنَّارَ، فَقَالَ: « اَلْفَمُ وَ الْفَرْجُ » [2]

"اللہ کا تقویٰ اور حسنِ اخلاق۔" اور پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ کیا چیز جہنم میں پہنچائے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "منہ اور شرمگاہ۔"

لوگو! اپنے دین میں ثابت شدہ اخلاقِ حسنہ اور عاداتِ جمیلہ پر مضبوطی سے عمل کرو گے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت و شریعت پر کاربند رہو گے تو دنیا و آخرت کی کامرانیاں اور فوز و فلاح تمھارا مقدر ہوں گی۔ ان شاء اللہ

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (١٩٨٧)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٠٠٤)

Marfat.com

سیر و تفریح

اہمیت و ضرورت اور قواعد و ضوابط

امام و خطیب: فضیلة الشیخ عبد الباري الثبیتي حفظه الله

حمد و ثناء کے بعد:

اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنے انجام (آخرت) کو یاد رکھو اور اس بات پر نظر رکھو کہ تم نے آگے کیا بھیجا ہے۔ اس دنیا کی زندگی تمھیں کہیں فریفتہ نہ کر دے، بے شک یہ متاعِ دنیا، متاعِ غرور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

[آل عمران: ۱۰۲]

”اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، جیسا کہ اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے، اور تمھیں موت آئے تو صرف مسلمان ہونے کی حالت میں آئے۔“

آج کل سکولوں اور کالجوں کی چھٹیوں کے دن ہیں۔ ان دنوں میں بچوں کے والدین، سرپرستوں اور تربیت کرنے والوں کو دو مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے:

① سیر و تفریح اور اس کا صحیح مفہوم۔ ② فراغت و فرصت اور اس کی پریشانیاں۔

منہجِ اسلام کی وسعتیں:

اگر آپ سیدنا حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ والی حدیث پڑھیں تو اسلام کے طریق و منہج کی وسعتوں پر حیران رہ جائیں گے۔ سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جو یہ چاہتے تھے کہ ان کا پورا دن بلکہ پوری زندگی ہی ایمان کے اعلیٰ مقام اور کمال کے اعلیٰ درجے پر گامزن رہے۔ انھوں نے تو یہاں تک گمان کر لیا کہ اپنی بیوی سے ہنسی کھیل، اپنے بچوں کا دل بہلانا، ان سے کھیل کود کرنا اور ان کے ساتھ

Marfat.com

ہنسی مذاق کرنا، اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے مطلقاً سرِ تسلیم خم کردینے اور بندگی کے منہج کے منافی ہے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے کہتے ہیں: حنظلہ تمھارا کیا حال ہے؟ وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کی کہ حنظلہ تو منافق ہوگیا ہے۔ انھوں نے تعجب کرتے ہوئے سبحان اللہ کہا اور فرمایا کہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے عرض کی کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں ہوتے ہیں، آپ ﷺ ہمیں جنت و دوزخ کے بارے میں بتاتے ہیں تو ایسے لگتا ہے کہ جیسے ہم اپنی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں، لیکن جب ہم آپ ﷺ کے پاس سے نکل آتے ہیں تو ہمیں بیوی بچوں اور زمین جائیداد کی ذمے داریوں میں وہ سب کچھ بھول جاتا ہے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس طرح میں اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما دونوں چلے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! حنظلہ تو منافق ہوگیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: « وَمَا ذَاكَ » ”کیا بات ہے؟“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں آپ ﷺ ہمیں جنت و دوزخ کی یاد دلاتے ہیں تو ایسے لگتا ہے کہ جیسے ہم انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اور جب ہم آپ ﷺ کے پاس سے نکل جاتے ہیں تو بیوی بچوں اور زمین جائیداد کی ذمہ داریاں ہمیں ان باتوں میں سے اکثر چیزیں بھلا دیتی ہیں، تو نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنْ كُنْتُمْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰى مَا تَكُوْنُوْنَ وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ، وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَ سَاعَةً۔ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ »[1]

”قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم ہر وقت اسی حالت میں رہو، جس حالت میں تم میرے پاس ہوتے ہو اور ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتے وقت ہوا کرتے ہو تو راہ چلتے اور تمھارے بستروں پر فرشتے تم سے مصافحہ کیا کریں، لیکن حنظلہ! کبھی وقت کسی طرح کا ہوتا ہے اور کبھی مصروفیات سے وقت کسی اور طرح کا ہو جاتا ہے۔ یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔“

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۷۵۰)

Marfat.com

سیر وتفریح کی ضرورت و اہمیت:

سیر وتفریح، ہنسی کھیل اور راحت و آرام تھکاوٹ و پریشانی کو زائل کر دیتے، جسم میں چستی لاتے، تازہ دم ہو کر کام کرنے کی قوت میں اضافہ کرتے اور قوت میں زیادتی کا باعث بنتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد میں جو فرمایا گیا ہے کہ ''کبھی وقت کسی طرح کا اور کبھی کسی طرح کا ہوتا ہے۔'' اس کا معنیٰ یہ ہرگز نہیں کہ مسلمان اپنا پورا دن ہی لہو ولعب، کھیل کود، لایعنی کود پھاند اور تماشوں یا بیہودہ و مخربِ اخلاق فلموں کے دیکھنے اور ایسے ہی مقامات پر گھومنے میں صَرف کر دے، کیونکہ یہ آدمی کے جنسی جذبات کو بھڑکاتے اور دلوں کو میلا کرتے ہیں۔

شرعی قواعد وضوابط:

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کھیل کود اور خوش طبعی اور مزاح میں مسلمان پر کوئی حرج نہیں ہے، مگر شرط یہ ہے کہ بندہ اسے اپنی ہر وقت کی عادت ہی نہ بنا لے کہ سنجیدگی کے موقع پر بھی ہنسی مذاق ہی کر رہا ہو اور کام کے وقت بھی کھیل کود اور خوش طبعی میں لگا رہے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

''میں تمھیں وعظ ونصیحت کرنے میں ناغہ بھی کر دیا کرتا ہوں، اور یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح نبی اکرم ﷺ بھی کیا کرتے تھے، تاکہ ہم کہیں وعظ ونصیحت سے اکتا نہ جائیں۔''[1]

اور یہاں چھٹی دینے کا مطلب ہے موقع و مناسبت کو بدلتے رہنا۔ بعض عقلِ بیمار کے مالک لوگ اس کا مطلب یہ لے لیتے ہیں کہ ذکرِ الٰہی، سنجیدگی اور عزم و جزم کا تو تھوڑا سا وقت ہے اور لہو ولعب یا تفریح کی گھڑیوں میں بڑی وسعت ہے، اس طرح وہ مجالسِ علم اور حلقاتِ وعظ ونصیحت میں کم ہی حاضر ہوتے ہیں۔

بعض لوگوں کے ذہن میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ کھیل کود اور راحت و سیاحت کا کوئی قاعدہ و ضابطہ ہے اور نہ اس کے لیے کوئی خاص منہج اور طریقہ ہے۔ اس طرح یہ لوگ حدودِ شریعت کو

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۷۰) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸۲۱)

Marfat.com

پھلانگ جاتے ہیں اور سیر و تفریح، کھیل کود کے لیے جو طریقہ بھی چاہتے ہیں اختیار کر لیتے ہیں، وہ اس میں حلال وحرام، جائز و ناجائز یا افضل و غیر افضل کی کوئی پروا نہیں کرتے۔ ان لوگوں کے لیے ہم یہاں سلف صالحینِ امت کے کھیل کود اور تفریح کا انداز ذکر کر دیتے ہیں، تاکہ اس معاملے میں ان کا منہج و طریقہ واضح ہو جائے، چنانچہ سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ تفریح کی اہمیت و ضرورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اپنے دلوں کی تفریح کا بھی اہتمام کرو، کیونکہ دل کو اگر کسی کام پر مجبور کیا جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے۔''[1]

اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''دلوں کی تفریح کا خیال رکھا کرو، اور ان کے لیے دانش و حکمت پر مبنی لطائف و طرائف کا بھی اہتمام کرو، کیونکہ دل بھی اسی طرح یک رنگی سے اکتا جاتے ہیں جیسے بدن اکتا جاتے ہیں۔''[2]

اور سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''میں جائز کھیل کود سے اپنے دل کی تفریح کرتا ہوں، تاکہ یہ میرے لیے حق پر قائم رہنے کے لیے زیادہ قوی رہے۔''[3]

لمحہ فکریہ:

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تفریح اور کھیل کود سلف صالحینِ امت کی زندگیوں میں بھی موجود ہے تو ایک سوال ذہنوں میں ابھرتا ہے کہ وہ لوگ تفریح کا اہتمام کیوں کرتے تھے؟ کیا وہ بھی فرصت و فراغت کے ہاتھوں تنگ آ جاتے تھے؟ یا کسی تھکاوٹ و اکتاہٹ میں مبتلا ہو جاتے تھے؟ ہرگز نہیں! ان کی تفریح ان اسباب کے تحت نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ تو اپنے دلوں کو تازہ کرنے کے لیے ایسا کرتے تھے، تاکہ وہ محنت و ریاضت کے لیے پھر سے تیار ہو جائیں اور اللہ کی عبادت کے لیے چاک

[1] بهجة المجالس لابن عبد البر (ص: ١١٥)

[2] جامع بيان العلم، رقم الحديث (٦٥٩) الجامع للخطيب (٢/ ١٢٩)

[3] سير أعلام النبلاء (٥/ ٤٢١)

Marfat.com

وچوبند، تازہ اور زیادہ ہمت وقوت والے ہو جائیں۔ وہ اس تفریح کو اپنا مقصد بناتے تھے اور نہ بذاتِ خود یہ تفریح ان کا ہدف ہوتی تھی جس میں وہ اپنے مال اور اوقات صرف کر دیں، بلکہ اصل مقصد ''عبادت'' کے لیے تیاری اور نشاط انگیزی کا ذریعہ تھا۔

جبکہ دورِ حاضر کے مفہوم میں تفریح بالکل ایک مختلف چیز بن گئی ہے جس میں لوگوں کی ساری شخصیت ہی گھل جاتی ہے اور شرعی احکام اور اسلامی کردار کی ان کے ہاں کوئی جھلک باقی نہیں رہتی۔ یہ انداز دورِ حاضر کی پیداوار ہے جس میں تفریح کو اصل ہدف قرار دے لیا گیا ہے، لیکن اس کے برعکس سلف صالحینِ امت کے ہاں یہ تفریح مقصد نہیں بلکہ اعلی مقصد کو پانے کا وسیلہ و ذریعہ تھی جس کے زیرِ سایہ ایک جاندار اسلامی شخصیت پروان چڑھتی ہے۔ اس تفریح کو وہ جسموں کی تقویت، اخلاق کی تہذیب اور مردانگی وسنجیدگی کی مشق سمجھتے تھے، جو ان کے سامنے علم وعمل کے نئے میدان اور نئے زاویے پیش کرے۔ وہ دوڑ کے مقابلے کرتے، جسموں کی ورزش کے لیے کشتی کرتے اور تیر اندازی کرتے تھے۔

نبیِ اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفریح کے بعض نمونے:

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا اور اپنی بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی دوڑ کا مقابلہ کیا۔[1] سیدنا رکانہ رضی اللہ عنہ سے نبی مکرم ﷺ نے کشتی کی اور انھیں چت کر دیا۔ اسی کے نتیجے میں سیدنا رکانہ مسلمان ہو گئے۔[2] ایک مرتبہ نبی مکرم ﷺ قبیلہ بنی اسلم کے پاس گئے تو ان کے لوگ تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے، آپ نے فرمایا:

«اِرْمُوْا، بَنِيْ إِسْمَاعِيْلَ! فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا»[3]

''اے بنو اسماعیل! تیر اندازی کرو، کیونکہ تمھارے باپ (اسماعیل علیہ السلام) بڑے تیر انداز تھے۔''

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کتاب اللہ کی تعلیم وتدریس میں اپنا غالب وقت صرف کرو، اور اگر کبھی اکتاہٹ محسوس

---

(1) مسند أحمد (٦/ ٢٦٤) سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٥٧٨) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٩٧٩)

(2) سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٠٧٨) سنن الترمذي، رقم الحديث (١٧٨٤)

(3) صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٨٩٩)

Marfat.com

کرو تو مردانِ میدان کی تاریخی باتیں کرو، کیونکہ یہ خوبصورت تاریخی روایات اکتاہٹ کم کردیں گی۔''[1]

فائدہ مند تفریح:

سلف صالحینِ امت کی تفریح لایعنی امور پر مشتمل نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ ایسی تفریح تھی جس کے نتیجے میں بہت سارے فوائد حاصل ہوتے تھے اور ان میں کئی مصلحتیں پوشیدہ ہوتی تھیں۔ ان کی تفریح میں نہ لوگوں کا مذاق اڑانا شامل تھا نہ دوسروں کی طرف انگلیاں اٹھانا، نہ ان کی تفریح میں کسی قسم کی غیبت و چغلی تھی، نہ کسی پر افترا اور جھوٹ باندھنا تھا۔ ایسی تفریح جس میں کوئی دنیوی فائدہ یا دینی منفعت نہ ہو وہ محض انسانی زندگی کو چاٹنے والی دیمک ہے۔

جائز تفریح یہ نہیں کہ سڑکوں پر آوارہ گردی کی جائے، بازاروں میں عورتوں کو تاڑا و چھیڑا جائے، پردہ دار خواتین کو ستایا جائے، اور نہ یہ تفریح ہے کہ عورتوں کا پیچھا کر کے انھیں پریشان کیا جائے۔ سڑکوں بازاروں کے دائیں بائیں ڈیرہ لگا لینا یا قہوہ خانوں میں جمے رہنا کوئی تفریح نہیں ہے۔ اسلام میں تفریح کا تصور عام تصورِ تفریح سے بالکل مختلف ہے، اسلام میں تفریح کے ساتھ یہ قاعدہ بھی وابستہ ہے کہ وہ تفریح انتہائی معصومیت بردوش، بداخلاقی سے دور، مرد و زن کے اختلاط سے مبرا، حرام نظر بازی سے پاک اور تمام شرعی خلاف ورزیوں سے خالی ہو۔

پاکیزہ نمونے:

سلف صالحینِ امت کے اقوال سے پتا چلتا ہے کہ نفسِ انسانی کی دو حالتیں ہیں۔ کبھی وہ چست اور کارِ خیر کے لیے بھرپور آمادہ ہوتا ہے، اور کبھی وہ تھکاوٹ و اکتاہٹ محسوس کرنے لگتا ہے۔

سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> ''دلوں میں خواہش و آمادگی ہوتی ہے اور کبھی اکتاہٹ اور گریز کی حالت ہوتی ہے۔
> جب خواہش و آمادگی کی حالت دیکھو تو کچھ کر گزرو اور جب پژمردگی و گریز کی حالت محسوس کرو تو اسے تھوڑا استانے کے لیے چھوڑ دو۔''[2]

---

[1] شعب الإيمان (٤/ ٣١٨)

[2] بهجة المجالس لابن عبد البر (ص: ١١٥)

Marfat.com

لیکن سلف صالحینِ امت اپنے اوقاتِ تفریح میں بھی اپنے نفس کو اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ حقوق اللہ میں کمی بیشی کا ارتکاب کرے۔ نماز کے اوقات میں کوئی تفریح نہیں ہے، کیونکہ یہ تو حقوق اللہ پر زیادتی ہے، اور اوقاتِ کار میں بھی تفریح نہیں، کیونکہ یہ حقوق العباد پر زیادتی ہے۔

امتِ اسلامیہ کے افراد کی زندگی میں تفریح ہی سب کچھ نہیں ہے کہ صبح وشام صرف یہی کام ہو، بلکہ ایک محدود پیمانے پر تفریح ہے تا کہ وہ کہیں سنجیدہ امور پر نہ چڑھ دوڑے، اور نہ دوسرے واجبات اور ذمہ داریوں سے پہلو تہی برتنے پائے۔ انسانی زندگی اس سے کہیں بلند و بالا اور قیمتی چیز ہے کہ اسے بالکل لا یعنی امور ہی میں ضائع کر دیا جائے یا باطل قسم کے کھیل تماشے میں برباد کر دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فعل سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ تیر اندازی کے مقابلے کیا کرتے تھے اور جب میدان میں اترتے تو مردانگی کے جوہر دکھاتے تھے۔

سلمہ بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں انحراف نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ اپنی مجلسوں میں شعر گوئی کر لیتے تھے۔ اپنے عہدِ جاہلیت کے واقعات بھی عبرت کے لیے بیان کر لیا کرتے تھے، لیکن اگر دین کے معاملے میں کسی سے کوئی اونچ نیچ بات ہو جاتی تو فوراً ان کی آنکھیں پھر جاتی تھیں۔''[1]

اسوۂ حسنہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مزاح فرما لیا کرتے تھے اور کھیل بھی لیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے دعا کریں کہ اللہ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَا أُمَّ فُلَانٍ! إِنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا عَجُوزٌ»[2]

''اے فلاں کی ماں! جنت میں کوئی بوڑھی عورت داخل نہیں ہوگی۔''

وہ خاتون پریشان ہوگئی اور رونے لگی اور سمجھی کہ شائد میں بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکوں

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة (٥/ ٢٧٨) الأدب المفرد (٤١، ٨١) السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (٤٣٥)

[2] المعجم الأوسط (٥/ ٣٥٧)

Marfat.com

گی۔ جب آپ نے یہ بات دیکھی تو فوراً وضاحت کر دی کہ ''جنت میں کوئی بوڑھی عورت داخل نہیں ہوگی'' سے میری مراد یہ ہے کہ بڑھاپے کی عمر والی کوئی عورت اسی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہوگی، بلکہ اللہ اسے دوسری شکل میں کنواری نوجوان لڑکی بنا کر جنت میں داخل کرے گا، پھر آپ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

﴿ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَاۗءً ۝ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۝ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴾ [الواقعة: ٣٥ تا ٣٧]

''ہم نے انھیں خاص طور پر بنایا ہے۔ اور ہم نے انھیں کنواریاں بنایا ہے۔ محبت والیاں اور ہم عمر ہیں۔''

ایک عورت اپنے شوہر کے کسی کام سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے پوچھا: تمھارا شوہر کون ہے؟ اس نے کہا: فلاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے؟ ایک روایت میں ہے کہ وہ عورت جلدی جلدی اپنے شوہر کی طرف لوٹ گئی اور اس کی آنکھوں میں غور سے جھانکنا شروع کیا، اس کے شوہر نے کہا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: مجھے نبی کریم ﷺ نے بتایا ہے کہ تمھاری آنکھوں میں سفیدی ہے تو اس کے شوہر نے کہا: کیا تم دیکھتی نہیں ہو کہ آنکھوں میں سیاہی کی نسبت سفیدی زیادہ ہوتی ہے؟[1]

اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ!))[2] ''اے دو کانوں والے!''

یہ وہی شخصیت ہیں جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہنسی کھیل اور مذاق کرتے ہیں۔ یہی شخصیت دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو تہجد کی نماز کے لیے قیام کرتے تھے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تھے اور اس کی راہ میں اپنی جان و مال لے کر نکلا کرتے تھے۔ وہ شخصیت جن کے ہاتھ سخاوت کرتے نہیں تھکتے تھے۔ جب ہم آپ ﷺ کی شخصیت کے ان پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں جن میں آپ ﷺ کی خوش طبعی، مزاح اور کھیل کود کا تذکرہ آتا ہے تو اس وقت ہمیں زبردست روشنی والے چراغ جلا کر آپ ﷺ کی زندگی کے وہ واقعات بھی پڑھنے چاہییں جو ان کے علاوہ ہیں، کیونکہ

---

[1] تأويل مختلف الحديث (ص: ٢٧٢) المغني للعراقي (٢/ ٧٩٦)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٥٠٠٢) سنن الترمذي، رقم الحديث (١٩٩٢)

Marfat.com

آپ ﷺ کی شخصیت بھی ایک ہے اور آپ ﷺ کی شریعت بھی ایک ہے، جنھیں ٹکڑوں میں نہیں بانٹا جاسکتا۔ آپ ﷺ کی خوش طبعی و مزاح کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ طویل العبادات، اندھیروں میں خشیتِ الٰہی سے رونے والے، گہرے خشوع وخضوع والے، ذکرِ الٰہی سے ہر وقت اپنی زبان کو تر رکھنے والے اور ہر وقت فکر و تامل میں مشغول رہنے والے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ ﴾[1]

''آپ کے رب کا آپ پر حق ہے، آپ کی جان کا آپ پر حق ہے، آپ کے اہل و عیال کا آپ پر حق ہے، پس ہر حق دار کو اس کا حق دو۔''

مسئلہ فراغت:

چھٹیوں کے شروع ہوتے ہی ماں باپ اور تربیت کرنے پر مامور لوگوں کے سامنے یہ مسئلہ ان کی نیندیں اڑانے کے لیے آجاتا ہے کہ فرصت و فراغت کے اوقات میں بچے اور بچیاں کیا کریں؟ ان اوقات کو کیسے کاٹیں؟ نوجوان نسل کا راہِ مستقیم سے انحراف دراصل اسی مسئلے کی صدائے بازگشت ہے اور موجودہ دور کی مادی تہذیب نے اس کے خطرات کو دو چند، بلکہ دہ چند کر دیا ہے اور ان خطرات و مضرات کو اور گہرا کر دیا ہے۔

نفسِ انسانی جب کام کاج یا مصروفیت سے خالی ہو تو وہ صرف خالی ہی نہیں رہتا بلکہ وہ خیر یا شر کسی نہ کسی سے بھر ہی جائے گا۔ اگر کوئی شخص اپنے نفس کو حق کے ساتھ مشغول و مصروف نہیں کرتا تو وہ باطل کے ساتھ مصروف ہو جاتا ہے۔ جی ہاں! اگر فرصت کے اوقات بڑھ جائیں اور انھیں کسی مفید کام میں لگانے کے بجائے ایسے ہی چھوڑ دیا جائے تو وہ خالی اوقات ایک مسئلہ بن جاتے ہیں۔ اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اگر کوئی تعمیری کام نہ ہوگا تو فرصت کے ان اوقات میں انحراف کے اسباب قوی ہو جاتے ہیں، ہیجان انگیزی پیدا ہوتی ہے، شعور اور فکر کی موت واقع ہو جاتی ہے، عقل کمزور و بوجھل ہو جاتی ہے، وہم و وسواس کے دروازے کھل جاتے ہیں اور خطرات بڑھ جاتے ہیں۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٩٦٨)

Marfat.com

ماہرین کی گواہی:

ماہرین اس بات پر گواہ ہیں کہ فرصت و فراغت میں گناہ و جرائم کا تناسب عام اوقات کی بہ نسبت بڑھ جاتا ہے۔ دورِ حاضر کے وسائل ان خطرات و جرائم میں جلتی پر تیل کا کام دیتے ہیں۔ یہ بے کاری و فراغت نوجوان طبقے کو بہکاتی ہے اور ان کے سامنے ضیاعِ اوقات اور شرپسندی کے دروازے کھولتی ہے۔ یہ فراغت و بے کاری دلوں میں شر کے بیج نہ بوئے، اس کے لیے ضروری ہے کہ فراغت کے اوقات کو مفید کاموں میں صرف کرو۔ ایک ختم ہو تو دوسرا شروع کر دو، اسی میں حفاظت و بچاؤ ہے۔

فراغت کو ختم کرنے کے مفید ذرائع:

بے کاری اور فراغت کے اوقات کو پُر کرنے کے مفید وسائل و ذرائع یہ ہیں کہ عبادات و سنن ادا کریں، امورِ دین سے تعلق رکھنے والی مفید اور بامقصد کتابوں کا مطالعہ کریں، سیرت النبی ﷺ اور تاریخِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مطالعہ کریں، اخلاقیات پر مبنی لٹریچر پڑھیں۔

بعض اہلِ دانش نے مطالعۂ کتب کے فوائد کے بارے میں کہا ہے:

''یہ دل و جان پر اثر انداز ہونے والی چیز ہے۔ شرحِ صدر کا باعث بنتا ہے، دل کو پاکیزگی، زبان کو فصاحت و روانی دیتا ہے۔ اس میں قوتِ قلب کا سامان ہے۔ اس سے بلیغ اشارے ملتے ہیں، اختلافات کو کم کرنے کا باعث بنتا ہے۔ کتاب کا مطالعہ بکثرت فائدے کا باعث ہوتا ہے۔ اس پر معمولی محنت اور خرچہ آتا ہے، مگر اس کے نتائج بڑے پیارے اور قابلِ تعریف ہوتے ہیں۔ کتاب ایسی گفتگو کرنے والی چیز ہے جو بولتے ہوئے تھکتی نہیں اور یہ ایک ایسی دوست ہے جو ساتھ نہیں چھوڑتی۔ یہ ایسا ساتھی ہے جو بات کرنے میں کسی لحاظ کو پیشِ نظر نہیں رکھتا۔ یہ کتاب ایسی مترجم ہے جو ماضی کی عقل ونقل کا ترجمہ کرتی ہے، سابقہ امتوں کے حالات اور ان کی دانائیوں کو ہم تک پہنچاتی ہے۔ وہ یادیں جنھیں دماغوں نے مار دیا ہے، یہ کتابیں انھیں زندہ کر دیتی ہیں۔ زمانے نے جن چیزوں کو پرانا کر دیا ہوتا ہے، یہ مطالعۂ کتب انھیں تازہ کر دیتا ہے۔''

Marfat.com

عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ اپنے کام کاج اور بیرونی مصروفیات کے بعد اپنے گھر میں سلف صالحینِ امت کی تاریخ وسیرت کے مطالعہ میں مصروف رہتے، اگر انھیں پوچھا جاتا کہ آپ گھبرا نہیں جاتے تو وہ جواب دیتے: میں کیسے اور کیوں گھبراؤں؟ کیونکہ میں تو نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں ہوتا ہوں۔[1]

جو لوگ اپنے اوقاتِ فراغت کو مفید مطالعہ سے پُر کرتے ہیں اور حصولِ علم میں صرف کرتے ہیں، وہ ترقی وتہذیب میں بہت بلند مقام پا لیتے ہیں۔ وہ زندگی کو سمجھنے، اس کی اصلاح کرنے اور اس کے اغراض و مقاصد کو پالینے کی صلاحیت پا لیتے ہیں، اور جن لوگوں کا علم وثقافت صرف لہو ولعب، کھیل کود اور فیشن ولباس تک ہی ہوتے ہیں وہ دوسروں کے تابع اور رسوا حال رہتے ہیں اور قافلے کے ان آخری لوگوں میں رہ جاتے ہیں جن کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔

چھٹیوں کے دوران مفید کاموں میں سے اسلامی دروس، لیکچرز اور علمی مذاکرات میں حاضری، صلہ رحمی اور عزیز و اقارب کی زیارت، اسلامی سمر سنٹرز کی سرگرمیوں میں شرکت کرنا اور طے شدہ اور ذکر کردہ قواعد وضوابط کے مطابق تفریح کرنا بھی ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ان ہاتھوں کو اطاعت کے کاموں میں لگاؤ قبل ازیں کہ کہیں یہ تمھیں معصیت و نافرمانی کے کاموں میں لگا دیں۔''

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

[1] تاریخ بغداد (١٠/ ١٥٤) سير أعلام النبلاء (٨/ ٣٨٢)

Marfat.com

قرض

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبدالعزیز آل شیخ ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

شریعتِ اسلامیہ کے معارف کا احاطہ اور اس کے کلیات و جزئیات کو پوری طرح جاننے والا شخص بخوبی سمجھ لیتا ہے کہ اسلامی قانون کا مقصدِ اعلیٰ افرادِ امت کی زندگی اور اس کے نظام کا تحفظ ہے، اور اس کی غرض وغایت میں افراد کی استقامت اور امت کی اصلاح کا پہلو بھی نمایاں ہے، جس کا آغاز اصلاحِ عقیدہ وعمل سے ہو کر اس کی انتہا لوگوں کے مختلف شکلوں اور متعدد انواع واقسام کے احوال کی اصلاح کی جائے، تاکہ ان امور کی جائے اور شر وفساد کو دفع کیا جائے۔

حقوق العباد:

اس چیز کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے شریعتِ اسلامیہ نے جن وسائل کو بروئے کار لایا ہے، انھی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے حقوق العباد کو پورے اہتمام کے ساتھ ایک اعلیٰ مقام عطا کیا ہے اور حقوق العباد کا احترام کرتے ہوئے انھیں ایک بلند منزلت سے نوازا ہے۔

اس غرض کے لیے شریعت نے اصحاب الحقوق کی تعیین اور ان سے استفادہ کرنے کی کیفیت کا عام فطری انداز کے مطابق فیصلہ کیا ہے جن سے انسانی نفوس میں نفرت پیدا نہ ہونے پائے۔ اسلام کی دائمی تعلیمات میں حقوق العباد کے تحفظ اور ان کے احترام کی پوری دلچسپی پائی جاتی ہے، یہاں تک کہ اہلِ علم نے وہ مشہور قاعدہ طے کیا ہے جس میں ہے:

> ''بندوں کے حقوق انتہائی باریک بینی پر مبنی ہیں اور اللہ کے حقوق آسانی اور معافی کے اصول پر مبنی ہیں۔''

حقوق العباد کے اس اعلیٰ مقام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے دو مقامات پر

Marfat.com

تنبیہ فرمائی ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَاۤأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ [النساء: ٢٩]

''اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کے اموال کو باطل طریقے سے مت کھاؤ۔''

اسی بات کی طرف نبی اکرم ﷺ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

« لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِىءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ »[1]

''کسی مسلمان کا مال کسی دوسرے کے لیے اس کی دلی رضا اور خوشی کے بغیر حلال نہیں ہے۔''

اور فرمایا:

« إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا وَفِي بَلَدِكُمْ هٰذَا »[2]

''تمھارے خون، اموال اور آبرو تم سب کے لیے اسی طرح حرمت والے ہیں جیسے آپ کا یہ دن، آپ کا یہ مہینا اور آپ کا یہ شہر حرمت والے ہیں۔''

اسی بات کی مزید تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

« فَعَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتّٰى تُؤَدِّيَهُ »[3]

''وہ چیز ہاتھ کے ذمے ہے جو اس نے پکڑی جب تک کہ وہ اسے واپس نہ لوٹا دے۔''

اور اس امر کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

« أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلٰى مَنِ ائْتَمَنَكَ، وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ »[4]

''جس نے آپ کے پاس کوئی چیز امانت کے طور پر رکھی اس کی امانت اسے واپس لوٹا دیں اور جس نے تمھارے ساتھ خیانت کی ہے تم اس کے ساتھ خیانت کا رویہ نہ اپناؤ۔''

حقوق ادا کرنے کی تاکید:

حقوق العباد، جن کے اسلام نے اصول وقواعد بنائے ہیں، اور جن کو ادا کرنے کے لیے نظامِ

[1] صحيح ابن حبان، رقم الحديث (٥٩٧٨) مستدرك حاكم (١/ ٩٣)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٦٧٩)

[3] مسند أحمد (٥/ ٨) سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٥٦١) سنن الترمذي، رقم الحديث (١٢٦٦)

[4] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٥٣٥) سنن الترمذي، رقم الحديث (١٢٦٤)

Marfat.com

ضمانت طے کیا ہے، اس کے مختلف متعلقات میں سے ایک مسئلہ ''لوگوں کا باہم قرض کا لین دین'' کرنا بھی ہے۔ جی ہاں! اسلام نے قرض ادا کرنے میں تاخیر اور ٹال مٹول پر سخت گرفت کی ہے۔ آدمی کا قرض ایک عظیم امانت ہے اور اسلام نے اسے بہت بڑی مسئولیت اور ذمہ داری قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ﴾ [النساء: ٥٨]

''اللہ تمھیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو لوٹا دو۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ان لفظوں میں ایک عنوان قائم کیا ہے: ''قرضوں کے ادا کرنے کا بیان'' اور پھر یہ پوری آیت ذکر کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْیُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ ﴾ [البقرة: ٢٨٣]

''اگر تم آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں مطمئن ہو جاؤ تو جسے امانت دی گئی ہو اسے چاہیے کہ وہ امانت مالک کو لوٹا دے۔''

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ﴾ [المائدة: ١]

''اے ایمان والو! اپنے معاہدے پورے کرو۔''

حقوق کے ادا نہ کرنے پر وعیدِ شدید:

اگر کوئی شخص انسانوں کے باہمی حقوق ادا کرنے میں سستی و لاپروائی کرتا ہے تو اس کے بارے میں نبی مکرم ﷺ نے بڑے سخت الفاظ میں وعید فرمائی ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ارشادِ نبوی ہے:

((مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَخِيهِ فَلْيَتَحَلَّلْ، فَإِنَّهُ لَيْسَ ثَمَّ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، مِنْ قَبْلِ أَنْ يُؤْخَذَ لِأَخِيهِ مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ، أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَخِيهِ، فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، فَطُرِحَ فِي النَّارِ)) [1]

''اگر کسی نے اپنے کسی مسلمان بھائی سے کوئی چیز جبراً و ظلماً اپنے قبضے میں لے رکھی ہو تو اسے چاہیے کہ اس کو ادا کرکے اس سے سبکدوش ہو جائے، قبل اس کے کہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٥٣٤)

Marfat.com

قیامت کا وہ دن آجائے جب کسی کے پاس درہم ہوں گے نہ دینار، بلکہ قرض وغیرہ ادا کرنے کے لیے اس کی نیکیاں لے کر اسے دے دی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیوں میں سے کچھ نہ بچا تو دوسروں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے اور وہ آگ میں ڈال دیا جائے گا۔''

قرض ادا نہ کرنا وہ گناہِ کبیرہ ہے جسے کسی کفارے سے مٹایا نہیں جاسکتا، یہاں تک کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«يَغْفِرُ اللّٰهُ لِلشَّهِيدِ كُلَّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ»[1]

''اللہ تعالیٰ شہید کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے سوائے قرض کے۔''

اور صحیح مسلم ہی کی ایک اور روایت ہے:

«اَلْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْئٍ إِلَّا الدَّيْنَ»[2]

''اللہ کی راہ میں قتل ہونا ہر گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے سوائے قرض کے۔''

سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی مکرم ﷺ ایک دن کھڑے ہوئے اور فرمایا:

«إِنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْإِيمَانَ بِاللّٰهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ»

''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا افضل ترین عمل ہیں۔''

ایک آدمی اٹھا اور اس نے کہا: کیا خیال ہے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں تو کیا میرے گناہ مٹا دیے جائیں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«نَعَمْ، إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَأَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرَ مُدْبِرٍ، إِلَّا الدَّيْنَ، فَإِنَّ جِبْرِيلَ قَالَ لِي ذٰلِكَ»[3]

''ہاں بشرطیکہ آپ صابر، اجر کے طالب، سینہ سپر ہوں گے، پیٹھ پھیرنے والے نہیں ہوں گے، لیکن قرض معاف نہیں ہوگا۔ یہ بات ابھی آکر مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتائی ہے۔''

اسی منہجِ ربانی اور وحیِ الٰہی کے پیشِ نظر نبی اکرم ﷺ اس شخص کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھایا

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٦٥٣٤)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٨٨٦)

[3] مصدر سابق

Marfat.com

کرتے تھے جس کے ذمے قرض واجب الادا ہو۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی فوت ہو گیا، ہم نے اسے غسل دیا، حنوط کیا اور کفن پہنایا، پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر جنازہ پڑھانے کا کہا، آپ ﷺ نے چند قدم آگے بڑھائے اور پوچھا:

«أَعَلَيْهِ دَيْنٌ؟» ''اس پر کوئی قرض تو نہیں تھا؟''

ہم نے عرض کی: ''دِينَارَانِ، فَانْصَرَفَ'' (دو دینار قرض ہیں۔ آپ ﷺ وہاں سے ہٹ گئے اور جنازہ نہ پڑھایا) سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کا قرضہ اپنے ذمے لے لیا اور آپ ﷺ سے جنازہ پڑھانے کا کہا اور بتایا کہ وہ دو دینار قرض میں نے اپنے ذمے لے لیا ہے، تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«حَقُّ الْغَرِيمِ، وَبَرِئَ مِنْهُمَا الْمَيِّتُ»

''قرض خواہ کا حق محفوظ ہوگیا اور میت بری الذمہ ہوگئی؟''

انھوں نے عرض کی: جی ہاں، تب آپ ﷺ نے میت کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔[1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جنازہ پڑھانے کے لیے میت لائی جاتی، تو آپ ﷺ پوچھتے کہ اس پر قرض ہے؟ «هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ قَضَاءً؟» ''اور کیا قرض ادا کرنے کے لیے اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے؟'' اگر آپ ﷺ کو بتایا جاتا کہ اس نے قرض ادا کرنے کے لیے کچھ چھوڑا ہے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیتے، اور اگر آپ ﷺ کو بتایا جاتا کہ اس نے قرض ادا کرنے کے لیے کچھ نہیں چھوڑا تو آپ ﷺ فرما دیتے: «صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ» ''تم اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو۔'' پھر جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات عطا فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوُفِّيَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ»[2]

''میں مومنوں کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ ان کا ذمے دار ہوں، اگر کوئی شخص مر جائے اور اس پر قرض ہو تو اس کا قرض میں چکاؤں گا۔''

اہلِ علم نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کا مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے رک جانا اس لیے تھا

---

[1] مسند أحمد (۳/ ۳۳۰) نیز دیکھیں: صحيح البخاري، رقم الحديث (۲۲۹۵)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (۲۲۹۷) صحيح مسلم، رقم الحديث (۱۶۱۹)

Marfat.com

کہ آپ ﷺ کا جنازہ پڑھانا سفارش کرنا ہے اور آپ ﷺ کی سفارش مقبول ہے جو رد نہیں کی جاتی، لیکن قرض ایسی چیز ہے جو ادا کیے بغیر ساقط نہیں ہوتی، لہٰذا آپ ﷺ مقروض کا جنازہ ہی نہ پڑھاتے، کیونکہ قرض سفارش کی قبولیت میں مانع امر ہے۔

قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا:

مالدار آدمی کا قرض ادا کرنے میں پس و پیش کرنا بدترین ظلم ہے اور پیسے موجود ہونے کے باوجود قرض ادا کرنے میں تاخیر کرنا ذلیل کن زیادتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِيءٍ فَلْيَتْبَعْ»[1]

''مالدار کا پس و پیش کرنا ظلم ہے، اگر کسی کو کسی مالدار (سے قرضہ واپس لینے کے لیے اس) کے پیچھے لگایا جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے پیچھے لگ جائے۔''

ایک روایت میں ہے:

«لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ وَ عُقُوبَتَهُ»[2]

''مالدار کا قرض ادا کرنے میں پس و پیش کرنا، اس کی عزت کو حلال کر دیتا ہے اور اس کے لیے سزا کا جواز پیدا کر دیتا ہے۔''

برادرانِ اسلام!:

اللہ تعالیٰ کی توجیہات وہدایات اور نبی مکرم ﷺ کی وصیتوں کو بغور دیکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ قرض کے معاملات کا تعلق احسان، رحم و کرم اور شفقت کے قواعد پر مبنی ہے جن میں سے دینِ اسلام کی آسانی اور وسعت پھوٹتی ہے۔ انھی اصول و قواعدِ احسان میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ اگر حاجت مند کسی اچھے مقصد کے لیے قرض لینے پر مجبور ہو ہی جائے تو وہ قرض ادا کرنے کی نیک نیتی اور وفا کے عزمِ صادق سے قرض لے، نہ تو وہ کسی برے مقصد کے لیے قرض لے اور نہ وہ واپس کرنے کے سلسلے میں بدنیت ہو، چنانچہ نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَهَا يُرِيْدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ»[3]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٢٨٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٥٦٤)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٦٢٨) سنن النسائي، رقم الحديث (٤٦٨٩) سنن ابن ماجه، برقم (٢٤٢٧)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٢٥٧)

Marfat.com

''جس نے لوگوں کا مال (قرضہ) لیا اور اس کی نیت ادا کرنے کی ہے تو اللہ ادا کرنے میں اس کی مدد کرتا ہے، اور اگر کوئی کسی کا مال لے اور اسے وہ تلف اور ضائع کرنا چاہتا ہے تو ایسے شخص کو اللہ تلف کر دیتا ہے۔''

اہلِ علم نے کہا ہے:

''اس کی طرف سے اللہ قرض ادا کر دیتا ہے۔'' کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ اس دنیا ہی میں اس کے لیے آسانی پیدا کر دیتا ہے کہ وہ قرض سے سبکدوش ہو جائے یا پھر اگر کسی پر اس دنیا میں قرض ادا نہ ہو پائے تو قیامت کے دن قرض خواہ کو قرض دار پر راضی کر دیتا ہے، اس کے لیے اللہ جو طریقہ چاہے اختیار کرے۔''

سننِ ابن ماجہ، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدَّانُ دَيْنًا، يَعْلَمُ اللّٰهُ أَنَّهُ يُرِيدُ أَدَاءَهُ، إِلَّا أَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ»[1]

''اگر کوئی مسلمان کسی سے قرض لے اور اللہ اس کی نیت کو جانتا ہے کہ وہ قرض ادا کرنا چاہتا ہے تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کا قرض ادا کر دیتا ہے۔''

برے مقصد کو دل میں چھپانے اور عدمِ ادائی کی بدنیتی سے ہر ممکن احتراز کرنا چاہیے، تاکہ نبی مکرم ﷺ کے ارشاد میں وارد اس وعید کا ہم شکار نہ ہو جائیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

''جس نے کسی کا مال لیا اور واپس کرنے کے بجائے اسے وہ تلف کرنا چاہتا ہے، تو خود ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ تلف کر دیتا ہے۔''

اہلِ علم نے کہا ہے:

''یہاں اللہ کے تلف کر دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا ہی میں اس شخص کو ہلاک کر دے گا یا اس کی زندگی اجیرن بنا دے گا، اس کی معیشت تنگ کر دے گا اور اس سے برکت اٹھا لے گا اور ساتھ ہی ساتھ آخرت میں اسے عذاب دینا بھی اس تلف کرنے میں شامل ہے۔''

---

[1] سنن النسائي، رقم الحديث (٤٦٨٦) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٤٠٨) اس کی سند میں ''زیاد بن عمرو'' اور اس کا استاد ''عمران بن حذیفہ'' مجہول ہیں، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

Marfat.com

بہتر طریقے سے قرض ادا کرنا:

دین اسلام کی توجیہات و ہدایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شریعت نے قرض دار کو حکم دیا ہے کہ وہ حسنِ ادائی کا مظاہرہ کرے، اور قرض خواہ کو بوقتِ ادا انعام و اکرام سے نوازے، جیسا کہ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے جوان نر اونٹ لیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقے کے اونٹ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اس آدمی کو قرض ادا کیا جائے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ میں اس وقت زیادہ اچھے اونٹوں کے سوا کچھ نہیں پا رہا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَعْطِهِ إِيَّاهُ، فَإِنَّ خِيَارَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً» [1]

''انہی میں سے اسے دے دو، کیونکہ لوگوں میں سے بہترین شخص وہ ہے جو ادا کرنے میں بہترین ہو۔''

مقروض کو مہلت دینا:

شریعتِ اسلامیہ کی وصیتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرض خواہ، قرض دار خصوصاً تنگدست پر آسانی کرے، اسے مہلت دے۔ محتاج و نادار کو مہلت دینا، اس پر آسانی کرنا اور حالت بہتر ہو جانے کی مہلت دینا دینِ اسلام کے واجبات میں سے ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ﴾ [البقرة: ۲۸۰]

''اگر کوئی تنگ دست ہے تو اسے آسانی ہو جانے تک مہلت دو۔''

تنگی سے مراد یہاں مال کی عدم موجودگی کی وجہ سے تنگ حالی ہے۔ تنگدست کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا بڑی فضیلت اور اجرِ عظیم والا عمل ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

«وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ» [2]

''جس نے کسی تنگدست پر آسانی کی، اللہ دنیا و آخرت میں اس پر آسانی کرے گا۔''

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٦٠٠)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٩٩)

Marfat.com

اور آسانی کرنے کی سب سے بہترین شکل یہ ہے کہ سارے کا سارا یا کچھ قرضہ معاف کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ [البقرۃ: ۲۸۰] ''اور صدقہ کرو یہ تمھارے لیے بہت بہتر ہے۔''

صحیحین میں مروی ہے:

« كَانَ تَاجِرٌ يُبَايِعُ النَّاسَ، فَإِذَا رَأَىٰ مُعْسِرًا قَالَ لِفِتْيَانِهِ: تَجَاوَزُوا عَنْهُ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا، فَتَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْهُ »[1]

''ایک تاجر تھا، جو لوگوں کو ادھار مال دیا کرتا تھا، اگر وہ کسی کو تنگدست دیکھتا تو اپنے کام کرنے والوں کو کہتا کہ اسے معاف کر دو، ہو سکتا ہے کہ اس کے عوض اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کر دے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔''

نیز بخاری و مسلم میں سیدنا حذیفہ اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

« مَاتَ رَجُلٌ، فَقِيلَ لَهُ: بِمَ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ؟ فَقَالَ: كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ، فَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُوسِرِ، وَأُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ »[2]

''ایک آدمی مر گیا تو اس سے پوچھا گیا کہ تمھیں اللہ نے کس چیز پر بخش دیا ہے؟ اس نے کہا: میں لوگوں سے لین دین کرتا تھا، اگر کسی تنگ دست کو پاتا تو اس سے درگزر کر جاتا اور محتاج و نادار کے قرضے میں کمی کر دیتا تھا۔''

صحیح مسلم میں سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْجِيَهُ اللَّهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ أَوْ يَضَعْ عَنْهُ »[3]

''جسے یہ اچھا لگے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی تکلیف سے نجات دے دے اسے چاہیے کہ تنگ دست کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٠٧٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٥٦٢)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٣٩١) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٥٦٠)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٥٦٣)

Marfat.com

صحیح مسلم ہی میں سیدنا ابو یسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ أَظَلَّهُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ»[1]

''جس نے تنگدست کے ساتھ آسانی کا معاملہ کیا یا اسے قرض معاف ہی کر دیا، قیامت کے دن اللہ اسے اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن دوسرا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔''

مالدارو! غربا و مساکین کو تلاش کرو، قرضداروں کو ڈھونڈو اور ان کی ہر ممکن مدد کرو۔ اللہ نے تمھیں جو دولت دے رکھی ہے، اس سے انھیں بھی دو اور ان کے لیے آسانی کا سامان کرو۔

صحیح مسلم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ»[2]

''جس نے کسی مومن کی کوئی تکلیف دور کی جو اِس دنیا سے تعلق رکھتی ہے، تو اللہ اس کی آخرت کی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف دور کرے گا۔''

اور مسند احمد میں ہے:

«مَنْ أَرَادَ أَنْ تُسْتَجَابَ دَعْوَتُهُ، وَتُكْشَفَ كُرْبَتُهُ، فَلْيُفَرِّجْ عَنْ مُعْسِرٍ»[3]

''جو چاہے کہ اس کی دعائیں قبول ہوں اور اس کی (آخرت کی) مشکلات دور ہوں اسے چاہیے کہ وہ تنگ دست کی مدد کرے۔''

ان ہدایات و وصایا پر عمل کرو گے تو سعادت و خوش بختی تمھارا مقدر ہوگی، تمھارے حالات سدھر جائیں گے اور پورا معاشرہ ہی سنور جائے گا۔

مزدور کی اجرت:

اسلام نے جن معاملات کی بڑی تاکید کی ہے اور جس چیز کو ادا کرنے میں تاخیر کرنے اور ٹال مٹول کرنے سے سختی کے ساتھ روکا ہے، وہ ہے کمزور مزدور کی اجرت اور اس کے حقوق۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٠١٤) اس میں ''يوم لا ظل إلا ظله'' کے الفاظ نہیں ہیں۔

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٩٩)

[3] مسند أحمد (٢/ ٢٣) اس کی سند میں ''زيد العمى'' ضعیف ہے۔

Marfat.com

سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أُعْطِيَ بِيْ ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اِسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ»[1]

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میں قیامت کے دن ان لوگوں کا فریقِ مخالف ہوں گا جس نے میرے حوالے سے وعدہ کیا اور پھر غداری کی، اور جس نے کسی آزاد کو بیچ کر اس کی قیمت کھالی، اور جس نے کسی کو مزدوری پر لگایا اور پورا کام لیا مگر اس کی مزدوری نہ دی۔''

اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«أَعْطُوا الْأَجِيْرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ»[2]

''مزدور کا پسینا خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت اسے دے دو۔''

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٢٢٧)

[2] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٤٤٣) نیز دیکھیں: صحيح الترغيب والترهيب، رقم الحديث (١٨٧٨)

Marfat.com

Marfat.com

ماہِ ربیع الثانی

پہلا خطبہ

غزوۂ اُحد
دروس و عبرتیں

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

عبد المحسن القاسم حفظہ اللہ

22/6/2001 = 1/4/1422

دوسرا خطبہ

گانے بجانے کی شرعی حیثیت

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

صلاح البدیر حفظہ اللہ

29/6/2001 = 8/4/1422

تیسرا خطبہ

اسلامی نظامِ خاندان

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباري الثبیتي حفظہ اللہ

6/7/2001 = 15/4/1422

چوتھا خطبہ

عفت و پاک دامنی کی برکات
اور
زنا کے خطرات

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

حسین بن عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ

13/7/2001 = 22/4/1422

پانچواں خطبہ

تہذیبِ نفس اور دعوتِ محاسبہ

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

عبد المحسن القاسم حفظہ اللہ

20/7/2001 = 29/4/1422

Marfat.com

Marfat.com

غزوۂ اُحد... دروس اور عبرتیں

امام و خطیب: فضيلة الشيخ عبد المحسن القاسم ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو، کیونکہ تقویٰ سے نعمتیں بڑھتی اور مصیبتیں کم ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بعثتِ انبیا کے سلسلے کے آخر میں بھیجا، جبکہ دنیا جہالت اور گمراہی کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ نبی اقدس ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دینِ اسلام کو پھیلانا شروع کیا تو اہلِ کفر نے ان کی دعوتِ اسلام کی تردید کی، جس کے مقابلے میں تلواریں اٹھیں، اور غزوۂ بدر میں حق و باطل کا مقابلہ ہوا، اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں کی جیت ہوئی اور اسلام کا پرچم لہرایا گیا۔ مشرک شکست خوردہ مکہ واپس لوٹے۔ ہر کوئی اپنے اپنے مقتول پر رونا اور اپنی مصیبت پر بَین کر رہا تھا۔ انھیں اپنی مصیبت بہت بڑی لگی تو قریش نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کا عزم کر لیا، اور سال بھر تیاری کرتے رہے۔ پھر اکٹھے ہو کر اپنی فوج کے ساتھ شوال ۳ھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اور جبلِ اُحد کی وادی میں ٹھہرے۔ بعض مسلمان جو جنگِ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور افسوس کناں تھے، انھوں نے نبی مکرم ﷺ کو مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا۔ نبی اکرم ﷺ جمعہ کی نماز پڑھا کر اپنے گھر میں داخل ہوئے اور جنگ کے لیے تیار ہو کر جنگ کا لباس پہن کر باہر نکلے اور فرمایا:

«مَا يَنۢبَغِي لِنَبِيٍّ لَبِسَ لَأْمَتَهُ أَنْ يَضَعَهَا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ عَدُوِّهِ»[1]

”جب کوئی نبی لباسِ جنگ پہن لے تو اسے وہ تب تک نہ اتارے جب تک کہ اللہ تعالیٰ

[1] مسند أحمد (٣/ ٣٥١) سنن الدارمي، رقم الحديث (٢١٥٩)

Marfat.com

کی طرف سے فریقین (مسلمانوں اور کافروں) کے درمیان فیصلہ نہ ہو جائے۔''

پھر ایک ہزار آدمی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب وہ مدینہ اور جبلِ اُحد کے درمیان پہنچے تو منافقین کا سردار عبداللہ بن اُبی لشکر کا تیسرا حصہ لے کر پیچھے کی طرف پلٹ گیا۔ یہ جان کر نبی اکرم ﷺ چلتے گئے اور میدانِ اُحد میں وادیِ اُحد کے شروع میں پہاڑ کے پاس جا اترے۔ اپنی پشت کو جبلِ اُحد کی طرف کیا، مشرکینِ مکہ کا لشکر مسلمانوں اور مدینہ منورہ کے درمیان ہو گیا۔ آپ ﷺ نے پچاس تیر انداز متعین کیے اور حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا اور حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں چاہے پرندے انھیں نوچ ڈالیں اور فرمایا:

« إِنْ رَأَيْتُمُونَا نُقْتَلُ فَلَا تَنْصُرُونَا، وَإِنْ رَأَيْتُمُونَا نَغْنَمُ فَلَا تُشْرِكُونَا »[1]

''اگر تم ہمیں قتل ہوتے دیکھو تو ہماری مدد کے لیے نہ آنا، اور اگر تم ہمیں مالِ غنیمت جمع کرتے دیکھو تو ہمارے ساتھ شرکت نہ کرنا۔''

ہفتے کے روز صبح کا وقت تھا، نبی کریم ﷺ نے جنگ کی تیاری اور انتظامات کا معاینہ کیا اور جنگ کے لیے تیار نوجوانوں کو دیکھا۔ جنھیں چھوٹا سمجھا انھیں واپس بھیج دیا اور بعض کو اجازت دے دی۔ ان میں سے سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ تھے، جن کی عمر پندرہ سال تھی۔

قریشِ مکہ نے بھی جنگ کی بھرپور تیاری کی۔ ان کی تعداد تین ہزار تھی، جن میں دو سو گھوڑ سوار تھے۔ ان کی قیادت ابوسفیان کر رہا تھا۔ وہ اللہ کا نور ختم کر کے لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مسلمان صرف سات سو کی تعداد میں تھے جو فتح یا شہادت کے طلبگار تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو جنگ کے لیے گرمایا اور صبر و تحمل کی تلقین کی، پھر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا، تلواروں سے تلواریں ٹکرائیں، نیزے بلند ہوئے اور تیر چلے۔ اللہ کے لشکر اور شیطان کی فوج میں مقابلہ ہوا، نبی اکرم ﷺ نے جنگ کی اجازت دے دی، دونوں فوجیں آگے بڑھیں اور پھر جنگ

[1] مسند أحمد (٢٦٠٤) مستدرك حاكم (٢/ ٢٩٦) نیز دیکھیں: صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٠٤٣)

Marfat.com

عروج پر پہنچی، اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لیے فتح و نصرت نازل فرمائی اور مشرکوں کا زور ٹوٹ گیا، ان کا پرچم سرنگوں ہوگیا تو وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے۔

جب تیر اندازوں نے مشرکوں کی ہار دیکھی تو انھوں نے سمجھا کہ اب مشرک واپس نہیں آئیں گے، چنانچہ تیر اندازوں میں سے کچھ اپنی جگہ چھوڑ کر نیچے مالِ غنیمت اکٹھا کرنے اتر آئے، جبکہ نبی مکرم ﷺ نے انھیں وہیں رہنے کا حکم دیا تھا۔ ان کے امیر نے بھی اپنی اپنی جگہ سنبھالے رکھنے کی تاکید کی تھی، جب وہ اتر گئے تو وہ ٹیلہ خالی ہوگیا تب سیدنا خالد بن ولید نے پلٹ کر پہاڑ کے پیچھے سے حملہ کردیا (ان دنوں تک وہ مشرک ہی تھے) انھوں نے پہاڑ پر باقی دس تیر اندازوں کو شہید کر دیا اور پھر مسلمان مشرکین کے نرغے میں آ گئے۔ پیچھے سے مشرکوں کے گھوڑ سواروں اور آگے سے مشرکین کی پیدل فوج نے مسلمانوں کو گھیر لیا، مسلمان گھبرا کر بکھر گئے اور ان میں لڑائی کی ہمت نہ رہی۔ وقتی طور پر مشرکوں کا جھنڈا بلند ہوا اور مسلمانوں کی صفوں میں ہلچل مچ گئی، تب جیسا اللہ نے چاہا وہ ہوا، جس کو چاہا شہادت سے نوازا اور نبی کریم ﷺ کو ثابت قدم رکھا، جبکہ وہ سب کو اکٹھا کر رہے تھے حتی کہ کچھ لوگ لوٹ آئے۔

پھر مشرکین نے نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے گھیرے میں لے لیا، انھوں نے نبی اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی کر دیا اور پتھر مار کر دانت مبارک شہید کر دیے۔ آپ ﷺ کے خود کی دو کڑیاں آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک میں گھس گئیں، نبی کریم ﷺ کے سر اقدس پر جو جنگی لباس والی ٹوپی (خود) تھا وہ توڑ دیا اور پتھر مارے حتیٰ کہ آپ ﷺ اس گڑھے میں گر گئے جو فاسق ابو عامر نے کھودا تھا تاکہ مسلمانوں کو شکار کر سکے۔

تب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ تھاما اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے گلے سے لگایا۔ ان کے سامنے ہی سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو مشرکین رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئے۔ تقریباً دس مسلمانوں نے آپ ﷺ کا دفاع کیا اور وہ سب شہید ہوگئے تو پھر سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے مشرکین کا مردانہ وار مقابلہ کیا حتی کہ انھیں نبی اکرم ﷺ سے دور کر دیا، ان کا ہاتھ شل ہوگیا، سیدنا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ پشت سے آپ ﷺ کا دفاع کرتے رہے۔ تیر اور نیزے ان کو لگتے رہے لیکن وہ نبی اکرم ﷺ کو بچانے کی خاطر اپنی جگہ سے نہ ہلے، تب شیطان اونچی آواز

Marfat.com

سے چلایا اور کہا کہ محمد (ﷺ) شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کے دلوں پر اس بات کا بہت گہرا اثر ہوا جس سے ان میں سے زیادہ تر بھاگ کھڑے ہوئے اور اسی طرح اللہ کو منظور تھا، پھر نبی کریم ﷺ مسلمانوں کی طرف آئے اور جب مسلمانوں نے انھیں دیکھا تو اکٹھے ہو کر وادی کی طرف چل پڑے، جہاں آپ ﷺ پہاڑ کی غار میں آرام فرما تھے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نبی مکرم ﷺ کے چہرۂ مبارک سے خون دھویا اور آپ ﷺ کے سر اقدس پر پانی انڈیل دیا۔ جب نبی اکرم ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون بند ہونے کے بجائے زیادہ بہہ رہا ہے تو انھوں نے چٹائی کے ٹکڑے کو جلا کر راکھ کو زخموں میں بھر دیا، چنانچہ خون تھم گیا، نبی اکرم ﷺ بہت زیادہ زخمی ہو گئے تھے، جب آپ ﷺ پہاڑ پر چڑھنے لگے تو آپ ﷺ میں اس کی سکت نہ رہی، سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نیچے بیٹھے تو ان کی پشت پر کھڑے ہو کر نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے مقتولین کو تلاش کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نیچے اتر کر شہدائے جنگ کو دیکھا کہ ان کے ساتھ کتنا برا برتاؤ کیا گیا ہے، پھر آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ وادی میں شہید پڑے ہیں اور ان کا پیٹ کھول دیا گیا ہے، ناک اور کان کاٹ دیے گئے ہیں۔ پھر مشرک واپسی کے لیے تیار ہونے لگے۔ میدان میں کئی لاشیں اور کئی آخرت کے مہمان پڑے ہوئے تھے، یہ سب ہفتے کے دن ہوا تھا۔ جنگ کا زور ٹوٹا اور لڑائی ختم ہو گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کے ستر شہید ہوئے اور کافروں کے بائیس افراد ہلاک ہوئے۔ ہمارے شہید جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں گئے۔

مسلمانو! غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کی فتح و کامیابی تھی، نہ کہ شکست و ہزیمت۔ اس لڑائی (جنگ) میں بہت سے سبق ہیں جن سے عبرت حاصل کرنی چاہیے، اس کے واقعات سنہرے حروف میں لکھے گئے صفحات ہیں، جو نسل در نسل مسلمانوں کو ورثے میں مل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں اپنے کلام پاک میں ساٹھ (٦٠) آیتیں نازل فرمائی ہیں، جن کا نبی مکرم ﷺ پر بہت گہرا اثر ہوا۔ یہ دینِ اسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رحمہم اللہ کی سخت محنت اور جدوجہد سے ہم تک پہنچا ہے، اس دین کی خاطر انھوں نے بہت مصیبتیں جھیلی ہیں اور بہت سی مشکلات کا سامنا کیا ہے، سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو اس جنگ میں اسی (٨٠) سے زیادہ زخم آئے اور دشمنوں نے ان کی نعش سے اتنا برا سلوک کیا کہ کوئی انھیں پہچان نہ سکا، سوائے ان کی بہن کے اور وہ بھی پاؤں کی انگلی کے کسی نشان

Marfat.com

سے، اور سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے تلواروں کے ستر (۷۰) زخم کھائے تھے۔

اب ہمیں بھی اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ ہم نے اپنے دین کے لیے کیا پیش کیا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سلسلے میں ہم سے سبقت حاصل کر گئے، شرفِ صحابیت کے حصول اور بہادری کے جوہر دکھانے میں ان کے جسموں کے ٹکڑے ہوئے، زخم کھائے، عورتیں بیوہ ہوگئیں، انھوں نے اپنی جانوں کو اپنے دین پر فدا کر دیا تب جا کر یہ دینِ کامل ہم تک پہنچا، لہٰذا ان کی کوششوں کی ہم قدر کرتے ہیں اور ان کی محنت کے شکر گزار ہیں اور ان پر خوش ہیں کیونکہ اللہ ان پر خوش ہے۔ رضي الله عنهم و أرضاهم

نبی مکرم ﷺ کی معمولی نافرمانی کی وجہ سے اس جنگ میں کئی جانیں گئیں۔ نافرمانی کی وجہ سے آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے، «وَدَخَلَتِ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هِرَّةٍ» [1] ''اور ایک عورت بلی کو باندھ کر بھوکے مار دینے کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوئی۔'' لہٰذا نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو تاکہ مشکل اوقات میں تمھارا ساتھ دیا جائے اور تمھاری مشکلات آسان ہوں، اور کوئی ایسا کام نہ کرو جو تمھارے خود اپنے ہی خلاف ہو اور اس سے تمھارے دشمن کی طاقت مزید بڑھے۔

اس جنگ میں پندرہ پندرہ سالہ سمرہ اور رافع رضی اللہ عنہما نے بھی جہاد کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بچوں کے لہو سے یہ دین سرخرو ہوا، نہ کہ کھیل کود اور دنیاوی امور کے پیچھے بھاگنے سے۔ اس زمانے کے والدین نے اپنے بچوں کی تربیت صحیح انداز سے کی تو انھیں اس کا پھل بھی ملا، آج کل کے نوجوانوں نے اپنے دین کے لیے کیا کیا ہے؟ اور ان میں کتنی بہادری ہے؟ انھیں فکر کس بات کی ہے؟ ان کی سوچ کہاں تک ہے؟ کس چیز سے ان کا واسطہ ہے؟

بُری صحبت سے بچو۔ تمھیں ان بد فطرت دوستوں کی ضرورت پڑے گی تو وہ ساتھ چھوڑ جائیں گے، اچھے وقت میں تمھارے دوست اور برے وقت میں وہ تمھارے دشمن ہیں۔ منافقوں نے شدید حاجت وضرورت کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ نیک لوگوں کی صحبت میں رہو وہ موجودگی اور عدمِ موجودگی میں تمھارے محافظ ہیں۔ تمھارے فائدے کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور تمھیں نقصان سے بچاتے ہیں۔

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۳۳۱۸) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۲٤۲)

Marfat.com

حسنِ عاقبت پرہیز گاروں ہی کے لیے ہے۔ معاشرے کی اصلاح کرنے اور لوگوں کو ہدایت کے راستے پر لانے سے مایوس نہ ہوں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ہر اذیت اور چوٹ پر صبر کیا تھا حتیٰ کہ اللہ کے دین میں لوگ فوج در فوج داخل ہوئے۔

ہر کام کا نتیجہ اور انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ دعوت اِلی اللہ کا کام کرتے رہو اور دعا کرتے رہو، انسان کی ہدایت تو اس کے خالق کے ہاتھ میں ہے۔ غزوۂ اُحد میں ابوسفیان مشرکین کا سپہ سالار تھا اور اس کا نعرہ تھا: ''أعل هبل'' (ہبل سرفراز ہو) اور فتح مکہ کے موقع پر وہ مسلمانوں کے ساتھ تھے اور ان کا نعرہ تھا: ''لا إله إلا الله'' وحشی نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، پھر وہ مسلمان ہوگئے اور نبوت کے جھوٹے مدعی مسیلمہ کذاب کو قتل کیا۔ اپنے آپ کو سنبھال کر رکھو:

«فَالْقُلُوبُ بَيْنَ أَصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ، يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ»[1]

''کیونکہ دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جب چاہے انہیں پھیر دے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ ثابت قدم رکھے۔ آمین

بندہ چاہے گناہوں میں ڈوب جائے مگر توبہ کرنے سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، چاہے وہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کافروں کے سپہ سالار تھے۔ ان کے ہاتھوں کتنے بڑے بڑے عظیم صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے، جب اللہ نے انھیں ہدایت دی تو نبی اکرم ﷺ کے پاس اسلام لانے اور بیعت کرنے کے لیے آئے تو عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری شرط یہ ہے کہ میری خطائیں معاف کر دی جائیں۔ تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«يَا خَالِدُ! أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ، وَأَنَّ التَّوْبَةَ تَجُبُّ مَا قَبْلَهَا؟»[2]

''اے خالد! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اسلام پہلے کے تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور توبہ کرنے سے پہلے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔''

اپنے آپ کو گناہوں کی دلدل سے بچا کے رکھو اور گناہوں سے توبہ کرکے اپنے رب کی

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲٦٥٤)

[2] دیکھیں: صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۲۱)

Marfat.com

طرف رجوع کرو اور لوٹ آؤ، کیونکہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ اس دین کو چھوڑنے کا سوچو بھی نہیں، اس دین کی خاطر بہت خون بہایا گیا ہے۔

انسان کو اپنے عزیز و اقارب سے بھی تکلیف پہنچ سکتی ہے، اس پر صبر کرو، کیونکہ نبی کریم ﷺ کے رشتہ داروں نے نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی کوششیں کیں، آپ ﷺ کو اپنے وطن اور مال و دولت کو چھوڑ کر آنا پڑا، حالانکہ وہ ان کے چچا زاد تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے انھیں معاف کر کے آزاد کر دیا اور کہا تھا: ((أَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ))[1] "تم آزاد ہو۔"

نبی مکرم ﷺ کو قدوۂ حسنہ (اعلیٰ نمونہ) بناؤ۔ صبر کرو۔ معافی دینے کا رویہ اپناؤ۔ رحم دلی اور صلہ رحمی کرو۔ اگر تمھیں اپنے ہی لوگوں سے نقصان پہنچے تو انھیں معاف کر دو، کیونکہ لڑائی اور علاحدگی اختیار کر لینے سے ساری محنت ضائع ہو جاتی ہے جبکہ پیار و سلوک سے دل صاف رہتے ہیں، لہٰذا اختلاف اور لڑائی سے پرہیز کرو، کیونکہ اس میں شکست ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا﴾ [الأنفال: ٤٦]

"اور آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ تم ناکام ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور صبر کرو۔"

خوشی کے وقت یہ نہ سمجھو کہ غمی سے ہمیشہ بچے رہو گے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ خوشی غم میں تبدیل ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مالِ غنیمت اکٹھا کرنے کے لیے پہاڑ سے نیچے اترے تو انھیں شکست ہوگئی۔ دنیا ایک ہی حال میں نہیں رہتی، مصیبت پر صبر کرو اور نعمت پر شکر کرو۔

انبیا اللہ کے پیدا کردہ بندے ہیں، جو کچھ انسانوں کو پیش آتا ہے وہ انھیں بھی پیش آتا ہے۔ انھیں عبادت کی حد تک نہیں پہنچانا چاہیے اور نہ ہی ان کی شان میں کمی کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ دو درع پہنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی جنگ میں شریک تھے۔ آپ ﷺ کے لیے حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے بھی جنگ لڑی، اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ کی پیشانی مبارک زخمی ہوگئی اور دانت شہید ہوگئے۔ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوتی ہے، وہی نفع دینے والا اور وہی نقصان پہنچانے والا ہے۔ اگر نبی کریم ﷺ خود مختار ہوتے اور اپنے لیے سب کچھ کر سکتے تو آپ ﷺ کا خون نہ بہتا۔

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام (٤/ ٤١٢) اس کی سند منقطع ہے۔

Marfat.com

اپنی عبادات صرف اسی ذات کے لیے خاص کرو جو جبار و قہار ہے، اور اپنے رب کے سامنے گڑگڑاؤ اللہ کے حکم سے تمھاری مرادیں پوری ہوں گی۔ میدانِ اُحد کی مٹی سے تبرک حاصل کرو نہ وہاں کی کنکریاں اکٹھی کرو۔ وہاں پر ستر مسلمان شہید ہوئے اور نبی مکرم ﷺ زخمی ہوئے۔ اگر وہاں برکت ہوتی تو یہ مصیبت نہ آتی۔ اپنے کام کو اللہ کے سپرد کرو اور ڈھکی چھپی باتوں کو جاننے کے لیے اللہ ہی کی طرف رجوع کرو۔

اچھی بات یہ ہے کہ جو دین کی خدمت کرے اس کا احسان مانیں اور ان کے ساتھ وفا کریں، شہدائے اُحد کی یاد نبی کریم ﷺ کے دل میں آپ ﷺ کی وفات تک باقی رہی۔ جس سال نبی اکرم ﷺ نے وفات پائی اس سال آپ ﷺ نے شہدائے اُحد کے لیے الوداعی نمازِ جنازہ بھی پڑھی، لہٰذا آپ بھی ان محافظوں کی قدر وعزت کریں، ان کا حقِ صحبت ادا کریں، ان سے محبت کریں اور ان کا راز محفوظ رکھیں۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”میں نے لوگوں میں سے کسی کو کسی سے اتنا پیار کرتے نہیں دیکھا جتنا حضرت محمد ﷺ کے صحابہ حضرت محمد ﷺ سے پیار کرتے ہیں۔“[1]

جنت حاصل کرنے کے لیے محنت ومشقت اور مصائب کا پل پار کرنا پڑتا ہے۔ یہ راستہ بہت مشکل اور طویل ہے جو مشکلات اور کانٹوں سے بھرا پڑا ہے۔ امتحان میں کامیابی بھی ہوتی ہے اور ناکامی بھی ممکن ہے۔ عاجزی عزت ونصرت کو واجب کرتی ہے، اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو عزت دینا چاہے تو پہلے اسے آزماتا ہے، پھر اس کی قدر ومنزلت اس کی عبادت اور خشوع وخضوع کے حساب سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے اپنے دارِ کرامت میں کئی منزلیں بنائی ہیں جہاں وہ اپنے اعمال اور محنت ومشقت سے پہنچ سکیں گے۔ وہاں پہنچنے کے لیے اسباب و ذرائع بنائے گئے ہیں۔ اپنی قسمت پر راضی رہو اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرو۔ بعض سلف صالحین کا کہنا ہے:

”لَوْ لَا الْمَصَائِبُ لَوَرَدْنَا الْآخِرَةَ مَفَالِيسَ“[2]

---

[1] تاريخ الطبري (٢/ ٧٩)

[2] عدة الصابرين لابن القيم (ص: ٧٣)

Marfat.com

''اگر مصائب ومشکلات نہ ہوتیں تو قیامت کے دن ہم نیکیوں سے خالی ہی ہوتے۔''

زندگی کے شب و روز تو ایک جیسے نہیں رہتے، کبھی کامیابی تو کبھی ناکامی، کبھی عزت کبھی ذلت، کبھی بیماری تو کبھی تندرستی، کبھی امیری اور کبھی غریبی۔ اپنی آخرت کے لیے نعمت کو ایک غنیمت سمجھو اور جس شخص نے دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ لیا اس نے اپنے دین اور دنیا کا نقصان کیا۔

و صل علی نبینا محمد و علی آلہ و سلم

Marfat.com

گانے بجانے کی شرعی حیثیت

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرو، کیونکہ اس کے تقوی و اطاعت ہی میں سرفرازی و کامیابی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَ مَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴾

[الأحزاب: ۷۰، ۷۱]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو، تاکہ اللہ تعالیٰ تمھارے کام سنوار دے اور تمھارے گناہ معاف فرما دے، اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی۔''

اے مسلمانو! اہلِ اسلام اس دین کے سائے میں عزت و شرف کی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ اس میں ایمان کی مٹھاس، یقین و ایمان کی ٹھنڈک، اطاعت کا انس اور عبادت ادا کرنے کا مزہ پاتے ہیں۔ دینِ اسلام کی تعلیمات غیر فطری امور کے سامنے ایک مضبوط قلعے کی مانند کھڑی ہوئی ہیں، جو انسان کو شہوانی حرکات و افعال سے بچاتی ہیں اور اس کے دکھوں، غموں کا خاتمہ کر دیتی ہیں۔ جو شخص اللہ کے دین پر قائم رہے، حقیقتاً وہی امیر و غنی ہے، چاہے وہ بہ ظاہر غریب ہی کیوں نہ ہو، اور کتنا فقیر ہے وہ شخص جس نے اللہ سے عداوت کی، چاہے وہ بہ ظاہر امیر و غنی ہی کیوں نہ ہو۔

گانے بجانے کی مذمت، حدیثِ شریف میں:

مسلمانو! ایک غیرت مند مسلمان کے نزدیک دکھ کی بات یہ ہے کہ بعض مسلمان دینِ اسلام

Marfat.com

سے ہٹ کر خوشی تلاش کرتے ہیں۔ ہنستے گاتے ہیں۔ شہوت میں شفا و عافیت طلب کرنے کے لیے دوا کے بجائے زہر استعمال کرتے ہیں۔ ایسے ہی کئی لوگ آج کل موسیقی اور گانے وغیرہ سنتے ہیں اور جھوٹی و بے سود دلیلیں پیش کرتے ہیں، جو سند کے لحاظ سے بھی صحیح نہیں ہیں۔ یہ فتنہ پھیلانے والے کچھ ایسے لوگ ہیں جو گانے اور موسیقی کے فتنوں میں مبتلا ہیں۔ اس کے بارے میں نبی مکرم ﷺ فرماتے ہیں:

«لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ»[1]

''میری امت میں سے کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو شرمگاہ، ریشم، شراب اور گانے بجانے والی چیزوں کو حلال بنالیں گے۔''

مسلمانو! آج کل کے گانوں کو اگر کوئی صاحبِ علم و ایمان جائز قرار دے دے تو وہ سب سے بڑا باطل اور گناہ ہے، جو ہر فساد اور بربادی پر مشتمل ہے۔ ایسے گانے جن میں آنکھوں کا وصف، محبوب و معشوق کی خوبیاں اور عشق و فراق کے اشعار ہوتے ہیں۔ وہ ایک شیطانی آواز ہے، جو دلوں میں پیوست ہو کر ان کے شہوانی جذبات کو بھڑکاتی ہے۔ ناچ گانا اور کھیل تماشا، ناک میں گندی بو اور کانوں میں فسق و فجور کی آواز بھرتے ہیں۔

مسلمانو! کوئی عقلمند اپنے آپ کو اس طرح کی گندگی میں کیسے دھکیل سکتا ہے جس سے نفسِ مومن اور فطرتِ سلیمہ دور بھاگتی ہے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«إِنِّي لَمْ أَنْهَ عَنِ الْبُكَاءِ، وَلٰكِنِّي نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ: صَوْتٍ عِنْدَ نَغْمَةٍ، لَهْوٍ وَ لَعِبٍ وَ مَزَامِيرِ الشَّيْطَانِ، وَصَوْتٍ عِنْدَ مُصِيبَةٍ، لَطْمِ وُجُوهٍ وَ شَقِّ جُيُوبٍ وَرَنَّةِ شَيْطَانٍ»[2]

''یقیناً میں نے رونے سے کبھی منع نہیں کیا، مگر دو احمق اور فاجر آوازوں سے روکا ہے: ایک وہ آواز جو کھیل تماشے اور شیطانی نغموں کے ساتھ ہو، اور دوسری وہ آواز جو مصیبت کے وقت چہرہ پیٹنے، کپڑے پھاڑنے اور شیطان کے ساتھ بَین کرنے کی ہوتی ہے۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٥٩٠، معلقا مجزوما به) مسند أحمد (٥/ ٣٤٢)

[2] المستدرك للحاكم (٤/ ٤٠) نیز دیکھیں: سنن الترمذي، رقم الحديث (١٠٠٥) السلسلة الصحيحة، برقم (٢١٥٧)

Marfat.com

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

«صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ: مِزْمَارٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ، وَرَنَّةٌ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ» [1]

''دو آوازیں دنیا و آخرت میں ملعون ہیں: ① نعمت کے وقت موسیقی، ② اور مصیبت کے وقت چیخ و پکار اور بَین۔''

گانے بجانے کی مذمت، قرآنِ کریم میں:

قرآنی آیات میں بھی گانے کی مذمت وارد ہوئی ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ [لقمان: ٦]

''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں، جو لغو باتوں (لہو الحدیث) کو خریدتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

«لَا يَحِلُّ بَيْعُ الْمُغَنِّيَاتِ وَلَا شِرَاءُهُنَّ، وَلَا تِجَارَةٌ فِيهِنَّ، ثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ، إِنَّمَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ فِي ذٰلِكَ» [2]

''گانے والیوں کی خرید و فروخت، ان کی تجارت اور قیمت حرام ہے، بے شک یہ آیت گانے بجانے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس (لہو الحدیث) سے مراد گانا بجانا ہی ہے۔'' [3]

مسلمانو! گانا شیطان کی آواز ہے، جس سے وہ بنی نوع انسان کو گناہ اور نافرمانی کی طرف

---

① مسند البزار (۲/ ۳٦۳) رقم الحديث (۷۵۱۳) نیز دیکھیں: تحريم آلات الطرب للألباني (ص: ۵۲)

② المعجم الكبير للطبراني (۸/ ۲۱۲) اس کی سند میں ''ولید بن ولید'' ضعیف ہے۔

③ تفسير ابن جرير (۲۱/ ٦۲) مصنف ابن أبي شيبة (٦/ ۳۰۹)

Marfat.com

لے جاتا ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس سے بچے اور دور رہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَ عِدْهُمْ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [الإسراء: ٦٤]

''ان میں سے تو جسے بھی اپنی آواز سے بہکا سکے، بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لے اور ان کے مال اور اولاد میں اپنے آپ کو شریک بنا لے اور انھیں (جھوٹے) وعدے دے لے، ان سے جتنے بھی وعدے شیطان کے ہوتے ہیں، سب کے سب سراسر فریب ہیں۔''

اللہ کے بندو! گانے اور کھیل تماشے کی جگہیں چھوڑ دو، کیونکہ یہ گناہ کے اڈے، شیطان کا جال اور زنا کاری کے راستے ہیں۔ یزید بن ولید رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''اے بنی امیہ! گانے بجانے سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ حیا کو کم کرتا، شہوت بڑھاتا اور مروت کو تباہ کر دیتا ہے، اور یہ شراب کا نائب ہے جو شراب جیسا کام کرتا ہے۔''[1]

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کے اتالیق (استاد) کو لکھا تھا:

''تعلیم و ادب کے طور پر سب سے پہلے انھیں کھیل تماشے والی جگہوں کی نفرت سکھاؤ، جس کی ابتدا شیطان سے ہوتی ہے اور اس کا انجام اللہ کا عذاب ہے۔ مجھے اہلِ علم سے یقینی خبر اور اطلاع ملی ہے کہ گانے بجانے کی محفل میں شرکت کرنے سے دل میں یوں نفاق پیدا ہوتا ہے، جس طرح پانی سے گھاس اُگتی ہے۔''[2]

انھوں نے عمر بن ولید کو خط لکھا، جس میں مرقوم تھا:

''تم نے آلاتِ موسیقی کی بدعت کو تقویت دی ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں تمھاری طرف کچھ لوگ بھیجوں جو تیری بُری کھوپڑی کو کاٹ ڈالیں۔''[3]

---

[1] ذم الملاهي لابن أبي الدنيا (ص: ٤١) شعب الإيمان للبيهقي (٤/ ٢٨٠)

[2] ذم الملاهي (ص: ٤٠)

[3] سنن النسائي (٧/ ١٢٩)

Marfat.com

مسلمانو! اللہ کے غضب و عذاب کے اسباب سے پرہیز کرو۔ گانے بجانے اور آلاتِ طرب وغنا کا ظاہر ہونا، اللہ کے عذاب کے نازل ہونے کا سبب ہے، سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا، يُعْزَفُ عَلٰى رُؤُوسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْمُغَنِّيَاتِ، يَخْسِفُ اللّٰهُ بِهِمُ الْأَرْضَ، وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ »[1]

''میری امت کے کچھ لوگ شراب پییں گے، لیکن اس کا نام بدل کر کچھ اور نام رکھیں گے، ان کے سروں پر آلاتِ طرب بجائے جائیں گے اور گانے والیاں گھومیں گی، اللہ تعالیٰ انھیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان کی شکلیں مسخ کر کے انھیں بندر اور خنزیر بنا دے گا۔''

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

« فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَ مَسْخٌ وَ قَذْفٌ » قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، وَ مَتٰى ذَاكَ؟ قَالَ: « إِذَا ظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَ الْمَعَازِفُ، وَ شُرِبَتِ الْخُمُورُ »[2]

''اس امت میں زمین میں دھنسا دیا جانا (خسف) اور آسمان سے پتھر برسایا جانا (قذف) اور شکلیں بگاڑنا (مسخ) واقع ہوں گے۔'' کہا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ کب ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب گانے والی عورتیں اور آلاتِ موسیقی و غنا آ جائیں گے اور شراب پی جائے گی۔''

ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے: ''گانا دل کو فاسد اور رب کو ناراض کرتا ہے۔''[3]

اللہ کے بندو! گانے کی حقیقت، اس کا مقصد اور اس کا پھل یہ سب ان برے اشعار کے ارد گرد گھومتے ہیں جو ایسی صفت و تعریف پر مشتمل ہوتے ہیں جو اللہ کو بری لگتی ہے، اور جس پر اللہ ناراض ہوتا ہے۔ بعض دفعہ وہ لوگ حد سے تجاوز کر کے کفریہ اشعار بھی گانے لگتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے اپنے رسول ﷺ پر نازل کردہ احکام کی خلاف ورزی ہے۔

---

1. سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤٠٢٠) المعجم الكبير (٣٤١٩)
2. سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٢١٢)
3. ذم الملاهي لابن أبي الدنيا (ص: ٦٠)

Marfat.com

دیکھو! ان گانوں اور کھیل تماشے کی جگہوں نے ان کے مالکوں پر کتنا شر و فساد پھیلایا ہے جو اپنا اصل چہرہ بدل کر برے آثار و نتائج کو بنا سنوار کر دکھاتے ہیں۔ جنھیں ہر صاحبِ بصیرت ان کے چہروں، باتوں، حرکتوں اور ان کے احوال سے دیکھ سکتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ﴾ [المائدة: ٤١]

''اور جس کا خراب کرنا اللہ کو منظور ہو تو آپ اس کے لیے ہدایتِ الٰہی میں سے کسی چیز کے مختار نہیں۔''

جب امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے ان کے زمانے میں بعض لوگوں نے گانے بجانے کے بارے میں رخصت دینے والوں کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے کہا: ''یہ فاسقوں کا فعل ہے۔''[1]

مسلمانو! گانے سننا اور ان کا التزام کرنا شیطان کی بہت بڑی چال ہے جو جاہلوں کے دلوں کو قید کر کے انھیں قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے اور سننے سے روکنے کا جال ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں نے بغداد میں دیکھا ہے کہ زنادقہ نے ایک چیز ایجاد کی ہے جسے ''تغبیر'' (یعنی گا گا کر لہردار آواز میں پڑھنا) کہتے ہیں، اس سے وہ لوگوں کو قرآن سے دور کرتے ہیں۔''[2]

اللہ اکبر! اگر تغبیر کا یہ حال ہے جو ایسے اشعار ہوتے ہیں جو لوگوں کو زہد کی طرف مائل کرتے ہیں، وہ ان اشعار کو گاتا ہے اور ساتھ ہی ایک سلاخ لے کر کسی سوکھی جلد وغیرہ پر مارتا ہے، تو پھر اس گانے کے بارے میں کیا کہا جائے گا، جو شراب کا قائم مقام ہے، جسے فن اور آرٹ کہتے ہیں، جبکہ وہ شہوت اور گندے الفاظ ہوتے ہیں، جن سے دل کو قرار آتا ہے نہ دماغ کو سکون!!

سبحان اللہ! عقلیں کیسے گمراہ ہوگئیں اور فکر و فہم اور سوچیں کیسے غارت ہوگئیں؟ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴾ [الحج: ٤٦]

''بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''

---

[1] العلل و معرفة الرجال (٢/ ٧٠) تفسير القرطبي (١٤/ ٥٥)

[2] حلية الأولياء (٩/ ١٤٦) سير أعلام النبلاء (١٠/ ٩١)

Marfat.com

اللہ کے بندو! قوتِ سماعت ایک عظیم امانت اور بہت بڑی نعمت ہے جس سے اللہ نے اپنے بندوں کو نوازا ہے اور اس کی حفاظت کرنے کا حکم دیا اور بتایا ہے کہ وہ اس کے ذمے دار و جواب دہ ہیں۔ طرب و غنا اور آلاتِ طرب (موسیقی وباجے وغیرہ) سننا اس نعمت کی ناشکری کرنا اور اللہ کی معصیت وگناہ میں واقع ہونا ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«اَلْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْإِسْتِمَاعُ، اَللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطٰى، وَالْقَلْبُ يَهْوِيْ وَيَتَمَنّٰى، وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ» [1]

”آنکھوں کا زنا نظر بازی، کانوں کا زنا شہوانی باتیں سننا، زبان کا زنا شہوانی باتیں کرنا، ہاتھ کا زنا حرام چیز کو پکڑنا، پاؤں کا زنا حرام کام کے لیے چلنا، دل کا زنا تمنا کرنا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔“

لمحہ فکریہ:

مسلمانو! گانے بجانے اور کھیل تماشے کی جگہوں کی تعظیم کرنا اور ان کے مالکوں کا خود کو بڑا ظاہر کرنا، لوگوں کو برائی اور گمراہی کی طرف دعوت دینا کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ سے دور کرنے کے مترادف ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَنْ دَعَا اِلٰى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا» [2]

”جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی، اسے اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا اس کا اتباع کرنے والوں کو ہوگا، ان کے گناہوں سے کچھ کم کیے بغیر۔“

مسلمانو! حیرت و افسوس ہے اس قوم پر جو ناچتی اور گاتی پھرتی ہے، جبکہ یہ امت زخموں سے چور اور خون میں لت پت ہے۔ اس کے افراد کی لاشوں کے ڈھیر اور اپاہجوں کے انبار لگے ہوئے ہیں، اس کی بہو بیٹیوں کی عزتیں لوٹی جا رہی ہیں۔ زمین اور مقاماتِ مقدسہ صبح و شام چھینے جا رہے

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٥٧)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٧٤)

Marfat.com

ہیں اور یہ لوگ ایسے گنگناتے اور گاتے پھرتے ہیں جیسے کوئی لڑائی ہوئی ہی نہیں۔ ان میں کسی طرح کے ہولناک واقعات رونما ہی نہیں ہوئے، ہم دلوں کے مردہ ہو جانے اور بصیرت کے چھن جانے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

مسلمانو! اپنے نفس اور اپنی سماعت کو کھیل تماشوں اور شیطان کی راہوں سے محفوظ رکھو۔ انھیں باغاتِ جنت بناؤ۔ قرآن پڑھنے سننے اور سنتِ رسول ﷺ کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے حلقے قائم کرو، تاکہ تم اس کا پھل پاؤ، گمراہی کے بجائے تمھیں سیدھا راستہ ملے، اندھے پن کی جگہ بصیرت حاصل ہو، نیکی کی ترغیب ملے، برائی سے نجات حاصل ہو، دلوں کو زندگی ملے اور روحانی امراض کی دوا و شفا اور ان سے نجات ملے، خود ان لوگوں میں سے بنو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴾ [الفرقان: ۷۲]

''اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔''

اور فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴾ [المؤمنون: ۳] ''جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔''

جواز کی ایک مشروط شکل:

جی ہاں، نکاح اور شادی کے موقعے پر دف بجانے اور ایسے اشعار گانے کی اجازت ہے، جن میں ناجائز تعریفی کلمات نہ ہوں اور یہ خاص طور پر عورتوں اور بچیوں کے لیے جائز ہے۔ یہ دف نکاح اور سفاح (بدکاری) میں فرق کرنے کے لیے ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الدَّفُّ وَالصَّوْتُ فِي النِّكَاحِ »[1]

''حلال اور حرام میں نکاح کے موقع پر دف بجانے اور خوشی کی جائز آواز نکالنے کا فرق ہے۔''

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

''ان کے نکاح اور رخصتی کے موقع پر لڑکیوں نے دف بجائی اور غزوۂ بدر میں ہمارے جو

[1] مسند أحمد (۳/ ۱۸) سنن الترمذي، برقم (۱۰۸۸) سنن النسائي (۶/ ۱۲۷) سنن ابن ماجه، برقم (۱۸۹۶)

Marfat.com

آبا و اجداد قتل ہوئے تھے، ان کی خوبیاں بیان کیں۔"[1]

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں کہتے ہیں:

"صحیح احادیث کی رو سے صرف عورتوں کو اس کی اجازت ہے، لہٰذا مرد اس طرح نہ کریں، کیونکہ عموماً مرد و زن کا ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا منع ہے۔"[2]

حد سے تجاوز:

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ بہت سارے لوگ جس بات کی شرعاً اجازت دی گئی ہے اس سے تجاوز کر کے حرام امور تک پہنچ جاتے ہیں، وہ بھی گانے بجانے والے (گویے یا سنگرز) اور گانے بجانے والی (لیڈی سنگرز) کرائے پر لے آتے ہیں جو فسق و فجور پر مشتمل گانے گاتے ہیں اور ساتھ ہی آلاتِ موسیقی وغیرہ بجاتے ہیں۔ ان حرام امور پر وہ بڑی بڑی خطیر رقمیں خرچ کرتے ہیں، گانے کے لیے لاؤڈ اسپیکر استعمال کرتے ہیں، پڑوسیوں کو اذیت پہنچاتے اور بدکار ناچنے والی فاحشہ عورتوں (ڈانسرز) سے ناچنے میں مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہاں مرد و زن کا اختلاط ہوتا ہے، وقت برباد اور نمازیں ضائع کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور کئی بڑے بڑے فتنے اور انجامِ بد والے امور ہیں جو اکثر مسلمانوں کی صفوں میں وبا اور اندھی تقلید کی راہ سے پھیل گئے ہیں۔

اللہ کے بندو! ان امور سے بچو اور اس طرح کی محافل میں شرکت کرنے سے پرہیز کرو۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ایسی شادی (یا ولیمہ و دعوت) میں مت جاؤ، جس میں طبلہ، سارنگی اور گانا بجانا ہو۔"[3]

اللہ کے سامنے توبہ کرو، اس کی طرف رجوع کرو اور اسلام کے احکام و آداب پر عمل کرو۔ اپنے بگڑے ہوئے امور کو سنوارو اور کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو، تاکہ تم فلاح و نجات پاؤ۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥١٤٧)

[2] فتح الباري (٩/ ٢٢٦)

[3] آداب الزفاف للألباني (ص: ١٦٦)

Marfat.com

اسلامی نظامِ خاندان

امام و خطیب: فضيلة الشيخ عبد الباري الثبيتي ﷾

حمد و ثنا کے بعد!

مسلمان خاندان نیک اور صالح معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔ اگر خاندان اچھا ہوگا تو اس کے افراد بھی صحیح ہوں گے اور اگر خاندان اچھے ہوں گے تو ان کے مجموعے سے تیار ہونے والا پورا معاشرہ ہی اچھا ہوگا۔ اسلام نے خاندان کی تشکیل و تکوین کی بنیادوں اور اس کے اتحاد و ارتباط کے اسباب و ذرائع پر خصوصی توجہ دی ہے، تاکہ مسلم معاشرہ سر بلند رہے، اس کے افراد کے دل باہم ملے رہیں اور ان پر محبت و پیار کی فضا طاری رہے اور سب کے دلوں میں محبت و مودت کے جذبات موجزن رہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً﴾ [الروم: ٢١]

''اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے اس نے تمھیں میں سے تمھاری بیویاں بنائیں اور تمھارے درمیان محبت و رحم دلی پیدا فرما دی۔''

مسلم سوسائٹی کے تمام افراد (میاں بیوی) وحدتِ شعور اور وحدتِ جذبات کے ساتھ زندگی گزاریں، اس کے لیے اللہ نے ان کو یوں شیر و شکر کر دیا کہ فرمایا:

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ [البقرة: ١٨٧]

''وہ (بیویاں) تم (شوہروں) کا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔''

قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر کوئی دوسرے کے لیے ضروری اور اس کی تکمیل کا لازمی حصہ ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

Marfat.com

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ﴾.
[الأعراف: ۱۸۹]

''اللہ ہی وہ ذات ہے، جس نے تمھیں ایک نفس سے پیدا کیا اور پھر اسی سے اس کی بیوی بنائی تا کہ وہ اس سے سکون حاصل کر سکے۔''

خاندانی استقامت کے اسباب:

اگر خاندان کے نظام کو توڑ دیا جائے تو انسانی زندگی کے استقامت پانے کا کسی بھی طرح تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ وہ لوگ جو نظامِ خاندان کو توڑنے کے درپے ہیں وہ بنی نوعِ بشر کے ساتھ کسی خیر خواہی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ تاریخ کے ہر دور میں ان کی یہ دعوت ایک سرکش آواز شمار کی گئی ہے اور آج بھی اس کا یہی حال ہے۔

خاندان باہمی افہام وتفہیم کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ اس کے افراد باہمی رضا مندی اور صلاح ومشورے سے ہر کام سرانجام دیتے ہیں۔ اور تو اور بچوں کو دودھ پلانے اور دودھ چھڑوانے کے سلسلے میں قرآن کریم نے کتنے بلیغ انداز سے مشورہ اور رضامندی کے بنیادی اصولوں کو بیان فرمایا ہے، چاہے یہ دونوں میاں بیوی کی علاحدگی کے بعد ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَیْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾ [البقرة: ۲۳۳]

''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، اس کے لیے جو چاہے کہ دودھ کی مدت پوری کرے اور وہ مرد جس کا بچہ ہے، اس کے ذمے معروف طریقے کے مطابق ان (عورتوں) کا کھانا اور ان کا کپڑا ہے۔ کسی شخص کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر جو اس کی گنجائش ہے، نہ ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور نہ اس مرد

Marfat.com

کو جس کا بچہ ہے، اس کے بچے کی وجہ سے۔ اور وارث پر بھی اسی جیسی ذمہ داری ہے، پھر اگر وہ دونوں آپس کی رضا مندی اور باہمی مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر تم چاہو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں، جب معروف طریقے کے مطابق پورا ادا کر دو جو تم نے دیا تھا اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ اس کو جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔''

وہ خاندان جسے سعادت، خوشی اور داخلی امن واستقرار کی تلاش ہے، وہ اپنی زندگی کی بنیاد ان راسخ امور پر رکھتا ہے، جو اس کے ضامن ہیں، جن میں سے اہم ترین امور میاں بیوی کا باہم ایک دوسرے کے حقوق کا احترام اور رعایت کرنا، اچھے طریقے سے زندگی گزارنا اور وسیع آفاق کو جنم دینا ہے، تاکہ میاں بیوی کے تعلقات میں گہرائی وتقویت آئے اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت کے چشمے پھوٹیں، تب جا کر میاں بیوی دونوں ہی ایک دوسرے سے سکون پا سکتے ہیں، جس کا قرآن کریم نے ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح خاندان باہمی اختلافات سے محفوظ رہ سکتا ہے اور اگر کبھی کوئی معمولی سا اختلاف پیدا ہو جائے تو حبِ صادق اسے زائل کر دیتی ہے۔

حکیم وخبیر ذاتِ الٰہی کو معلوم تھا کہ افراد اور خاندان میں کبھی کبھی اختلاف ہو جانے کی شکل میں ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہو سکتی ہے، ایسے وقت میں شیطان اپنی مراد پوری ہوتی دیکھتا ہے تاکہ اس حوالے سے خاندانی نظام میں دراڑیں ڈال دے، لیکن قرآنی تعلیمات ایسے حالات میں بھی راہنمائی کرتی ہیں، تاکہ زندگی میں صدق وصفا، دلوں میں پیار ومحبت اور خاندان میں رونق وجمال لوٹ آئیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴾ [النساء: ١٩]

''اور اپنی بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ، اور اگر تمھیں ان سے نفرت بھی ہو جائے تو یاد رکھو کہ ہو سکتا ہے تمھیں کسی چیز سے نفرت ہو، لیکن اللہ نے اس میں تمھارے لیے خیرِ کثیر پنہاں کر رکھی ہو۔''

اسی لیے امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

Marfat.com

”ہوسکتا ہے کہ تمھاری اس سے نفرت کے باوجود اسے اپنے گھر میں بسائے رکھنے میں اور صبر و ہمت سے کام لینے کی وجہ سے اللہ تمھیں دنیا و آخرت ہر دو جہاں کی خیرِ کثیر سے نواز دے۔“[1]

جاہل لوگ خود اپنے ہی ہاتھوں اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار لیتے ہیں اور اپنی زندگی کو اپنے ہی ہاتھوں اور اختیار سے تباہ کر لیتے ہیں اور دلوں کی باہمی محبت و مودت اور رحم دلی کے بجائے عناد و انانیت سے کام لیتے ہیں جو نحوست و بربادی کا پیغام اور خاندان کے باہمی اختلافات کا آغاز ہوتا ہے۔ اس عناد و انانیت اور چیلنج بازی سے بڑھ کر خاندانی روابط کو نقصان دینے والی دوسری کوئی چیز نہیں۔ معمولی جھگڑا عناد کی وجہ سے بڑا بن جاتا ہے۔ اگر نرمی و صبر کا رویہ اختیار کیا جائے تو بڑے بڑے اختلافات اور جھگڑے بھی معمولی بنتے بنتے ختم ہو جاتے ہیں۔

ہم کتنے ہی واقعات سنتے اور مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ خاندانی نظام میں قدم رکھتے ہی ان میں اختلاف شروع ہو جاتا ہے جبکہ وہ خاندان ابھی گہوارے میں ہوتا ہے اور ابھی تک اس کی عمارت بھی مکمل نہیں ہوئی ہوتی۔ یہ صرف اسی جھوٹی انانیت و خود پسندی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

بچوں کے انحراف کا اصل سبب:

ماہرین کا کہنا ہے کہ بچوں اور نوجوانوں میں پائے جانے والے انحراف اور بے راہ روی کا اصل سبب یہ خاندانی کشمکش ہی ہے، لہٰذا خاندان کے افراد کی ذمہ داری ہے کہ داخلی امن و استقرار کے لیے لڑائی جھگڑے کی نوبت آنے سے پہلے پہلے ہی اپنے آپ کو سنبھال لیں۔

مسلم خاندان کی ذمہ داریاں:

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں کہ زندگی ہر لحہ ایک جیسی نہیں رہتی۔ یہ غم اور خوشی کا میل ہے اور اس دنیا میں ہر چیز اپنی اپنی ذمہ داری پوری کرتی ہے:

1. مسلم معاشرے میں ایک خاندان کی ذمے داریوں میں سے پہلی اور اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم کریں اور مسلم گھرانے کی تعمیر میں اللہ کی رضا اور اس کی شریعت پر عمل کریں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ﴾ [البقرة: ٢٢٩]

[1] تفسیر ابن کثیر (۱/ ٤٤٢)

Marfat.com

''اگر تمھیں ڈر ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے، تو پھر ان میاں بیوی پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی فدیہ دے کر خلع حاصل کر لے۔''

② مسلمان نسل کی کثرت کے لیے کوشش کرنا بھی ہر مسلم خاندان کی ذمہ داری ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ ، وَ تَزَوَّجُوْا فَإِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ »[1]

''نکاح کرنا میری سنت سے ہے اور جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا، وہ مجھ سے نہیں ہے۔ شادی کرو، کیونکہ میں اپنی امت کی کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔''

نسلِ مسلم کی کثرت امتِ اسلامیہ کی قوت کا باعث ہے، اس میں ہماری عزت ہے اور موت کے بعد کسی کے نام کے زندہ رہنے کا ذریعہ بھی یہی ہے۔ وہ لوگ جو تحدیدِ نسل (فیملی پلاننگ) کی دعوت دینے والے ہیں، وہ امتِ اسلامیہ کے ساتھ کوئی خیر خواہی کرنے والے ہرگز نہیں ہیں۔ ان کی بودی اور کمزور دلیلیں اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ وہ نفسیاتی طور پر شکست خوردگی کا شکار ہو چکے اور احساسِ کمتری میں مبتلا ہیں اور اللہ کی ذات پر ان کا یقین اور توکل بھی کمزور پڑ چکا ہے۔

③ مسلمان نوجوان نسل کی تربیت بھی خاندان کی ذمہ داری ہے، بلکہ خاندان ہی بچے کا پہلا مدرسہ ہوتا ہے، جس میں وہ عقیدے کے اصول اور اسلام کے مبادیات، اس کی تعلیمات اور قدریں سیکھتا ہے۔ بچوں کی تربیت و نگرانی کے لیے بنائے گئے کسٹڈی ہومز اور خادمائیں اس خاندان کی جگہ ہرگز نہیں لے سکتیں۔ وہ بچہ جو ماں کا دودھ پیتا ہے اور دودھ کے ساتھ ماں کی مامتا اور شفقت و محبت سے بہرہ ور ہوتا ہے، اس کے ساتھ وہ بچہ کبھی نہیں مل سکتا جو بلا مامتا اور بلا شفقت خاداؤں کے ہاتھوں پلتا ہے۔

مسلمان خاندان اللہ کے سامنے اس بات کا جواب دہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اسلام کے سچے سپاہی بنائے، اللہ کی عبادت کا شوق ان کے روئیں روئیں میں بھر دے اور انھیں زندگی میں اسلام کے نہج و طریقے کو اپنانے کا پابند بنائے۔

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٨٤٦)

Marfat.com

لمحۂ فکریہ:

کیا آج کل ہمارے مسلم خاندان اپنا یہ تربیتی عمل پورا کر رہے ہیں؟ کیا وہ نوجوان نسل کو اتنی قوت و متانت اور رسوخ مہیا کر رہے ہیں جن کے بل بوتے پر وہ بے دینی، دہریت اور مغربی فکری یلغار کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں؟ کیا افرادِ خاندان درسِ قرآن کی بساط بچھاتے ہیں یا صرف وہ گناہ و نافرمانی کے مناظر ہی دیکھتے دکھاتے رہتے ہیں؟ کیا ہمارے بچے ہمارے گھروں میں مفید پند و نصیحت، وعظ و ارشاد اور اعلیٰ اخلاق و آداب سیکھنے کا موقع پاتے ہیں؟

صالح خاندان کے قائم کرنے میں خاندان نے اپنے تربیتی عمل میں جو بھی کوتاہی کی اس کے برے نتائج بچوں اور بچیوں کے کردار و عمل پر اثر انداز ہوں گے اور پھر معاشرے کی تعمیر و ترقی، اس کی فکر و سوچ اور اس کے امن و امان پر بھی اس کے برے اثرات مرتب ہوں گے۔

خاندانی ذمہ داریوں کا ادا کرنا ایک امانت ہے، جس کے بارے میں میاں بیوی دونوں سے جواب دہی ہوگی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« كُلُّكُم رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، اَلْإِمَامُ رَاعٍ وَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا » [1]

”تم میں سے ہر شخص جواب دہ ہے اور ہر شخص اپنے زیرِ اثر لوگوں کا ذمہ دار ہے۔ حاکم و امام بھی ذمہ دار ہے اور وہ اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ ہے۔ مرد اپنے گھر میں ذمہ دار ہے اور وہ اپنے گھر والوں کے بارے میں جواب دہ ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر میں ذمہ دار ہے اور وہ اپنے گھر والوں کے بارے میں جواب دہ ہے۔“

④ میاں بیوی کی امانت و ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اپنے گھروں کو برائی کے تمام ذرائع سے پاک رکھیں اور گھر والے اپنے بچوں کو فرائض و واجبات ادا کرنے کا پابند بنائیں اور انھیں فضائل و استحباب والے امور کی ترغیب دلائیں۔

⑤ خاندان کی ذمہ داریوں بلکہ اغراض و مقاصد میں سے ایک اہم ترین چیز یہ ہے کہ وہ اپنے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٨٥٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٨٢٩)

Marfat.com

بچوں اور مسجد کے مابین ایک گہرا تعلق اور مضبوط رشتہ بنائیں، کیونکہ ایک مسلمان کی زندگی میں مسجد کو ایک بنیادی اور جوہری مقام حاصل ہے۔ مسجد میں آنا جانا ایک جلیل القدر تربیتی عمل ہے جس کا اثر انتہائی گہرا ہوتا ہے اور یہ دلوں میں فضائل و برکات والے کاموں، اعلیٰ قدروں اور اخلاق و آداب کے بیج بوتا ہے۔

اسلامی نظامِ خاندان کا عطیہ:

وہ مسلمان خاندان جو ایمان باللہ کی بنیاد پر قائم ہوئے، اسلامی اخلاقیات کو جنھوں نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور مسجد کے ساتھ اپنا گہرا تعلق استوار کیا، ان خاندانوں نے نورِ قرآن میں تربیت دے کر دنیا کو بڑے بڑے جانباز، کبار ائمہ وعلما، اعلیٰ پائے کے عابد و زاہد، انتہائی خیر خواہی کے جذبات سے معمور محبانِ قوم قائدین اور عابد و زاہد خواتین مہیا کیں جنھوں نے صفحاتِ تاریخ کو روشن کیا ہوا ہے۔

بیرونی حملے:

آج وہی مسلم خاندان اور اس کا نظام انتہائی خطرناک حملوں کی زد میں ہے، جن کا ارادہ ہے کہ اس کی چولیں ہلا دیں، اس کی عمارت گرا دیں اور اس کے باہمی تعلقات کو توڑ کر رکھ دیں، تاکہ اسی طریقے سے عورتوں میں اخلاقی گراوٹ کو داخل کیا جائے، خاندانی قدروں کو ختم کروایا جائے اور عریانی و اختلاط اور اباحیت و غلاظت کی طرف دعوت دی جائے۔ جب نظامِ خاندان کو برباد کر دیا گیا تو کیا کسی امت کا وجود ممکن رہے گا؟ اگر اس کا وجود بچ بھی گیا تو کیا وہ صرف دنیا کی حاشیہ نشین بن کر نہ رہ جائے گی؟

بعض مسلم ممالک میں نظامِ خاندان کی بنیادیں کھوکھلی ہو چکی ہیں، اس لیے کہ وہ ممالک تقلیدِ مغرب کے حامیوں کے چنگل میں پھنس چکے ہیں اور وہ اقوامِ مغرب کی ہر معاملے میں اندھی تقلید کر رہے ہیں، وہاں طلاق کے اعداد و شمار بہت بڑھ گئے ہیں اور اکثر نوجوان شادی کرنے سے پہلو تہی کرنے لگے ہیں، جس کا نتیجہ واضح ہے کہ وہ شہوت رانی کے لیے شترِ بے مہار ہوئے پھرتے ہیں۔

آیندہ دور انتہائی موثر اور خطرناک دور ہوگا۔ معاشرتی تغیرات نے خاندانی کردار کو بہت محدود کر دیا، سیٹلائٹ چینلز نے خاندان کا سارا وقت اپنے کھاتے میں ڈال لیا ہے اور خاندان کی راہوں پر اثر انداز ہو رہے ہیں، اس کی قدروں کو بدل رہے ہیں۔ بعض مواقع پر خاندان اپنی تاثیر کھوتا جا رہا ہے اور اس کی فعال شخصیت بھی ماند پڑتی جاتی ہے۔

Marfat.com

ان خطرناک ذرائع ابلاغ نے طے شدہ پلاننگ، جاذبِ نظر پروگراموں اور کھلی اور درپردہ فکری یلغار کے ذریعے خاندانوں کو اپنے ہی گھروں میں اپنے بچوں اور بچیوں کی راہنمائی کرنے سے روکنا شروع کر دیا ہے، تاکہ ان بچوں کے امتِ مسلمہ کے ساتھ روابط کو منقطع کر سکے، ان کے عقائد کمزور اور ان میں حمیتِ دین اور غیرتِ اسلام ختم ہو جائے۔ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ بعض خاندان واقعی اپنی تربیتی ذمہ داریوں خصوصاً اصلاحِ عقائد و افکار کی ذمہ داری سے دست کش ہو چکے ہیں اور انھوں نے اپنے بچوں کو ان ذرائع ابلاغ کے رحم و کرم پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ جو چاہیں ان کی درگت بنائیں، ان کے عقائد و افکار کو مسخ کریں اور اخلاق و کردار میں انحطاط و گراوٹ لائیں۔

برادرانِ اسلام! صحیح اور درست انداز سے خاندان کی تعمیر کوئی آسان کام نہیں، بلکہ یہ ایک جلیل القدر فریضہ ہے، جس کے لیے بھرپور تیاری کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ازدواجی زندگی کوئی کھیل تماشا ہے نہ محض یہ شہوانی جذبات کی تسکین کا ایک ذریعہ ہے، بلکہ یہ چند ذمہ داریوں اور فرائض و واجبات کا مجموعہ ہے۔ جس نے بلا صلاحیت و قدرت اس سے تعرض کیا، وہ شریعتِ الٰہیہ کی حکمتوں سے سراسر ناواقف و جاہل ہے، اور جس نے اس کا غلط استعمال کیا یا اس کے حقوق کو جان بوجھ کر ادا نہ کیا، وہ اللہ کے غضب و عقاب کا مستحق ہے، لہٰذا چاہیے کہ انسان اس ازدواجی زندگی کے لائق ہو تو اس کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے بھی قابل ہو۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ [التحریم: ٦]

"اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔"

گھر کی کشتی اور مرد ناخدا:

خاندانی زندگی ایک اعلیٰ زندگی ہے۔ زندگی کی کچھ ذمہ داریاں اور بوجھ ہوتے ہیں جو اٹھانے پڑتے ہیں، لہٰذا زندگی کی کشتی کو چلانے کے لیے ایک ناخدا یا کپتان کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی سلامتی اور رفتار پر کنٹرول رکھ سکے۔ اس کشتی رانی کی ذمہ داری کو قرآن نے قوامیت و سربراہی سے تعبیر فرمایا ہے اور اسے مرد کا نصیب قرار دیا ہے۔ سربراہی دوسروں کو مسخر کرنے یا انھیں غلام بنانے کے لیے نہیں ہوتی، بلکہ یہ صرف نگرانی و کنٹرول کی غرض کے لیے ہوتی ہے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ

Marfat.com

نہیں ہوتا کہ اس سے عورت کی شخصیت مجروح ہوگی اور اس کے ارادوں کی نفی ہوگی یا خاندان میں الفت ومحبت کے نشانات مٹیں گے، ایسا ہرگز نہیں ہے۔

مرد وعورت میں فطرتی فرق:

اللہ نے عورت کو کچھ کاموں کے لیے بنایا ہے اور اسے ان کی اہلیت سے نوازا ہے، اسی طرح مرد کو کچھ دیگر کاموں اور ذمہ داریوں کے لیے پیدا فرمایا ہے اور اسے ان کا اہل بنایا ہے۔ اس کی ضرورت کے مطابق اسے قوی، جسمانی، نفسیاتی اور اجتماعی و معاشرتی ساخت سے نوازا ہے۔ اگر قوامیت و سربراہی مرد سے لے کر عورت کو دے دی جائے تو اس کا معنیٰ یہ ہوگا کہ عورت پر ایسے کام کی ذمہ داری ڈال دی گئی، جس کی اس میں طاقت نہیں ہے اور خاندان اپنی اصل لائن سے ہٹ جائے گا۔ مرد کا حقِ قوامیت عورت کو دے دینا گویا خاندان کو مشکلات و مصائب میں مبتلا کر دینے کے مترادف ہے۔ مرد و زن کی جسمانی ساخت میں اللہ نے کچھ فطرتی فرق رکھے ہوئے ہیں، جن کی بنیاد پر وہ دونوں اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لائق ہیں اور وہ ایک دوسرے کی ذمہ داریوں کو انجام دینے پر قادر نہیں ہیں، اس قوامیت و سربراہی کے اجزا میں سے کسی بھی جزو کی کمی پہلے تو خاندان کو نقصان دے گی اور پھر وہ پورے معاشرے کے لیے مضر ثابت ہوگی، لہٰذا جو لوگ مرد سے قوامیت چھین لینا چاہتے ہیں، وہ حرص و ہوا کے بندے اور ہوس پرست لوگ ہیں اور وہ احمق ہیں جو شریعتِ الٰہیہ کو چیلنج کر رہے ہیں۔

قوامیت و سربراہی:

مرد کی قوامیت و سربراہی کا معنیٰ صرف یہ ہے کہ وہ سربراہِ خاندان ہونے کی حیثیت سے افرادِ خاندان کے ابدان و ادیان کی سلامتی کا ذمہ دار ہے۔ وہ خاندان کو برائی و ذلالت اور انحراف کے راستوں سے دور رکھے گا۔ وہ اپنے آپ کو حدود اللہ کو قائم کرنے اور شعائرِ دینیہ کی تعظیم کرنے میں اعلیٰ مثال بنائے گا، وسعتِ ظرفی اور حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرے گا، وہ ایسا نگران ہے جو اپنی چراگاہ کی نگرانی کرتا ہے۔

سربراہِ خاندان کے لیے ضروری ہے کہ وہ کام کاج، عبادت اور خاندان کی ضروریات کے لیے اوقات کی تقسیم میں توازن پیدا کرے، ہر حقدار کو اس کا پورا پورا حق دے، اگر گھر کا سربراہ اپنی

Marfat.com

ذات کے علاوہ گھر والوں کی اصلاح، ان کے مسائل سننے اور ان سے مل بیٹھ کر بات کرنے کا وقت نکالنے سے عاجز ہو تو یہ اس کے لیے باعثِ ندامت امر ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

«يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو! إِنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ، وَتَقُومُ اللَّيْلَ، فَلَا تَفْعَلْ فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَظًّا، وَلِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَظًّا، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَظًّا، صُمْ وَأَفْطِرْ، صُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَذٰلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ»[1]

''اے عبد اللہ بن عمرو! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو؟ ایسا نہ کیا کرو (روزانہ روزہ اور رات بھر کا قیام نہ کیا کرو) تمھارے جسم کا تم پر حق ہے، تمھاری آنکھ کا بھی آرام میں حصہ ہے، تمھاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ روزہ بھی رکھو اور ناغہ بھی کرو۔ ہر ماہ میں تین روزے رکھ لیا کرو، یہ تمھارے لیے زمانے بھر کے روزوں کے برابر ہو جائیں گے۔''

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٨٧٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (١١٥٩)

Marfat.com

عفت و پاکدامنی کی برکات
اور زنا کے خطرات

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبد العزیز آل شیخ حفظہ اللہ

حمد و ثنا کے بعد!

دینِ اسلام ہر خیر اور بہتری کو شامل اور تمام اعلیٰ امور و فضائل کا ضامن ہے۔ اس نے تمام اخلاقِ کریمانہ کا حکم دیا ہے اور ہر بُری حرکت اور اخلاق باختگی سے منع کیا ہے، ہر اس کام کا حکم دیا ہے جو بندے کے ظاہری و باطنی حسن و جمال میں اضافہ کرے اور ہر اس فعل سے اسے روک کر دور کر دیا ہے، جو اس کی شان اور قدر و منزلت میں کمی کا باعث ہوسکتا ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ كَرِيْمٌ يُحِبُّ الْكُرَمَاءَ، يُحِبُّ مَعَالِيَ الْأُمُوْرِ وَ يَكْرَهُ سَفَاسِفَهَا»[1]

''اللہ عز وجل خود کریم ہے اور کریمانہ اخلاق والوں کو پسند فرماتا ہے۔ وہ اعلیٰ صفات کو پسند کرتا اور رذیل عادات کو ناپسند کرتا ہے۔''

عفت اور پاکدامنی:

یہی وجہ ہے کہ اسلام کے مقاصد اور اس کے اغراض و اہداف میں یہ بات شامل ہے کہ دلوں میں طہارت و پاکیزگی پیدا کی جائے اور انسانی معاشروں میں اعلیٰ اخلاق و کردار اور اچھے اعمال و خصائل کی تخم ریزی کی جائے، رذیل حرکتوں، قبیح عادتوں اور مہلک کبیرہ گناہوں سے انھیں دور رکھا جائے۔ انھی بنیادی اغراض ومقاصد کے پیشِ نظر اسلام چاہتا ہے کہ لوگ حیوانی انداز کی شہوت رانی اور شیطانی اخلاق و کردار سے دور رہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ [النور: ٣٣]

[1] المعجم الكبير (٦/ ١٨١) المستدرك للحاكم (١/ ٤٨) نیز دیکھیں: السلسلة الصحيحة، برقم (١٣٧٨)

Marfat.com

''اور ان لوگوں کو پاکدامن رہنا چاہیے جو اپنا نکاح کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے فضل سے مالدار بنا دے۔''

اور ارشاد فرمایا:

﴿ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [النور: ٦٠]

''تاہم اگر وہ (ان سے بھی) پاکدامنی اختیار کریں تو ان کے لیے بہت افضل ہے، اللہ تعالیٰ سنتا جانتا ہے۔''

صحیح بخاری و مسلم میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ابوسفیان اور قیصر روم کا مکالمہ موجود ہے، جس میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

« يَأْمُرُنَا أَنْ نَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَيَنْهَانَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ »[1]

''آپ ہمیں اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہمارے آبا و اجداد جن اشیا کی عبادت کیا کرتے تھے، آپ ﷺ ہمیں ان کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔ آپ ﷺ ہمیں نماز قائم کرنے، صدقہ دینے، عفت و پاکدامنی اختیار کرنے، عہد و پیمان کو وفا کرنے اور امانتوں کے ادا کرنے کا حکم فرماتے ہیں۔''

سنن ترمذی میں حسن سند کے ساتھ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے:

« عُرِضَ عَلَيَّ أَوَّلُ ثَلَاثَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: شَهِيدٌ وَ عَفِيفٌ مُسْتَعْفِفٌ، وَعَبْدٌ أَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ وَنَصَحَ لِمَوَالِيهِ »[2]

''میرے سامنے وہ تین آدمی پیش کیے گئے جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے: ① شہید۔ ② عفت و پاکدامنی اختیار کرنے والا۔ ③ وہ غلام جو اچھے طریقے سے اللہ کی عبادت کرے اور اپنے مالکوں کا خیر خواہ رہے۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٧٨٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٧٧٣)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (١٦٤٢) اس کی سند میں ''عامر عقیلی'' اور اس کا باپ ''عقبہ عقیلی'' مجہول ہیں۔

Marfat.com

نظام عفت کی برکات:

اسلامی نظامِ عفت و عصمت ہی وہ نظام ہے، جس کی بدولت انسانوں کے اخلاق و کردار اعلیٰ اخلاقی ضابطوں کے پابند رہتے ہیں اور رذیل حرکتوں اور اخلاقی انحطاط و گراوٹ سے وہ بچے رہتے ہیں۔ وہ ان کے ارادوں کو کنٹرول کرتا اور ان کی شہوتوں کو بے ضابطہ ہو کر پھسلنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ وہ نظامِ عفت و عصمت کہ جس میں انسانی عزت و شرف کے مظاہر پائے جاتے ہیں اور جسمانی طہارت و پاکیزگی اور ایمانی نزاہت ونظافت جنم لیتی ہیں۔

مروت و مردانگی اور عزتِ نفس و غیرتِ انسانی کے امتزاج سے عفت و پاکدامنی وجود میں آتی ہے۔ جب یہ پیدا ہو جائے تو انسان کا دل نیک اعمال اور اعلیٰ انسانی آداب کو اپنانے کی طرف مائل ہو جاتا ہے، جو اسے عمدہ عادات اور اچھی صفات اپنانے پر آمادہ کرتا ہے اور حقیر عادات وخصائل اور ذلیل حرکات سے بالا رہنے پر ابھارتا ہے۔

اسلام عفت وعصمت کے تحفظ کا خاص خیال کرتا ہے تاکہ وہ عزت و شرف کا تحفظ کرے اور عزت و آبرو اور نیک نامی کی حفاظت کرے۔ اگر ایسا ہو جائے تو انسان کے ارادے قوی اور اس کا دل شجاعت و بہادری کا پیکر بن جاتا ہے، تب وہ شہوت پرستی کے جذبے کا غلام بنتا ہے نہ سر جھکائے اس کی اطاعت کرتا ہے، بلکہ وہ آسمانی شرف وفضیلت کا تابندہ ستارہ بن جاتا ہے، رذیل و ذلیل حرکات سے بہت بالا نکل جاتا ہے اور شہوت کو کنٹرول کر کے اس کی حدود میں بند کر دیتا ہے جن کے اندر رہنا ان کے لیے شرعی نظر اور اخلاقی مفہوم و قاعدے کی رو سے ضروری ہے۔

ترکِ نظام عفت کے نتائج:

برادرانِ اسلام! جب ہم اسلام کے ان اعلیٰ قواعد وضوابط کی بات کرتے ہیں تو ہر عقل و دانائی، بصیرت وبصارت رکھنے والے منصف مزاج شخص پر یہ حقیقت کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ امور دینِ اسلام کے محاسن اور اعلیٰ صفات کا حصہ ہیں اور یہ بات بھی سامنے آجاتی ہے کہ اسلام کی تعلیمات کتنی بلند تر ہیں۔ وہ اس بات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیتا ہے کہ آج دنیا کے بے شمار علاقوں میں یہ نظامِ عفت وعصمت مفقود ہو چکا ہے، وہاں کھلی اباحیت و بے حیائی کا دور دورہ ہے، وہاں کوئی شخص عزت و شرف کو جانتا ہے نہ آبرو نام کی کسی چیز کو پہچانتا ہے۔ حیوانوں کی سی ان کی

Marfat.com

عادات ہیں اور ان کے ذلالت وفضیحت والے افعال وحرکات ہیں، ان کے ہاں نہ عزت کی پروا نہ غیرت سے تعلق، نہ مروت و مردانگی اور نہ شرافت و کرامت، شتر بے مہار شہوت رانی، عزت و آبرو سے بے پروائی، حیا داری کا ضیاع ہے اور بد ذوقی کی انتہا ہو چکی ہے، نہ کوئی اپنی محرم عورتوں کی آوارگی پر غیرت کھاتا ہے اور نہ فحاشی و جرائم پر کسی کا ماتھا ٹھنکتا ہے۔

اس اباحیت پسندی نے کیا کیا گل نہیں کھلائے اور عفت و عصمت کو پسِ پشت ڈالنے اور طہارت و حیا کو ترک کرنے نے ان لوگوں کو کن کن اخلاقی بیماریوں میں مبتلا نہیں کیا۔ یہ اباحیت ان میں وہ برائیاں لائی، جن کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ انھیں ان اضرار ونقصانات سے دوچار کیا جن کی مقدار کا اندازہ کرنا بھی ممکن نہیں۔ ایسا فساد اور اخلاقی بگاڑ پیدا کیا کہ جرائم کی تعداد ہی معلوم نہیں کی جا سکتی اور نہ ان کے برے اثرات کا کوئی اندازہ لگایا جا سکتا ہے جن کے انتہائی قبیح نتائج سامنے آئے۔

اسلامی نظام عفت و پاکدامنی:

افراد اور معاشروں کی سطح پر عفت و پاکدامنی پیدا کرنے اور نظافت و حیا داری کو عام کرنے کے لیے اسلام کی تعلیمات اور شریعت کے قواعد میں بہت سارے طریقے موجود ہیں جن کے ذریعے سے یہ اعلیٰ مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

نگاہوں اور شرمگاہوں کی حفاظت:

ان میں سے شریعت کے وہ اوامر، قطعی تعلیمات اور لازمی قوانین ہیں جو عام مومنوں اور تمام مسلمانوں کو شرمگاہوں کے تحفظ اور انھیں حرام سے بچانے کا حکم دیتے اور ذلیل حرکات اور افعالِ بد سے روکتے ہیں۔ شرمگاہوں کو فحاشی کے امور و افعال سے محفوظ رکھنے سے نفوس کا تزکیہ و طہارت یقینی امر ہے، اس سے معاشروں کی سلامتی اور امن کا تحفظ ہوتا ہے اور اس سے آبرو محفوظ ہوتی ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ [النور: ۳۰، ۳۱]

Marfat.com

''مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لیے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے، اور مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مردوں اور عورتوں کی بڑی تعریف فرمائی ہے اور اسے فوز و فلاح اور نجات کا ذریعہ و علامت قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ﴾ [المؤمنون:۱ تا ۷]

''یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی، جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں، جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں، جو زکات ادا کرنے والے ہیں، جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، مگر اپنی بیویوں یا (کنیزوں سے) جو ان کی ملکیت میں ہوتی ہیں کہ (ان سے) مباشرت کرنے سے انھیں ملامت نہیں، اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ (اللہ کی مقرر کی ہوئی حد سے) نکل جانے والے ہیں۔''

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ یَّضْمَنْ لِيْ مَا بَیْنَ رِجْلَیْهِ وَمَا بَیْنَ لَحْیَیْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ))[1]

''جو شخص مجھے اپنے جبڑوں کے درمیانی چیز (زبان) اور اپنی ٹانگوں کی درمیانی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

اور مسند امام احمد میں صحیح سند سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَ صَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَ أَطَاعَتْ زَوْجَهَا، قِیْلَ لَهَا: اُدْخُلِيْ الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ الْأَبْوَابِ شِئْتِ))[2]

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٦٤٧٤)

[2] مسند أحمد (١/ ١٩١) نیز دیکھیں: صحیح الترغیب والترهیب للألباني، رقم الحدیث (١٩٣٢)

Marfat.com

''جو عورت نمازِ پنج گانہ کی پابندی کرے، ماہِ رمضان کے روزے نہ چھوڑے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے، اسے کہا جائے گا: جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔''

زنا کی قباحت:

اس حفاظت کو توڑنے اور اس عظیم قاعدے کی دیوار میں دراڑ پیدا کرنے والا سب سے بدترین فعل ''زنا کاری'' ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ فعل تمام فحاشیوں میں سے بدترین فحاشی اور تمام مہلک کبیرہ گناہوں میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے شرک، زنا کاری اور لواطت و اغلام بازی کو اپنی کتاب مقدس میں خباثت ونجاست قرار دیا ہے اور یہ نام اس نے کسی دوسرے گناہ کو نہیں دیا۔''[1]

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

''گناہوں میں سے دل اور دین کو تباہ کرنے والا کوئی گناہ ان دو فحاشیوں (زنا و لواطت) سے بڑھ کر نہیں۔ ان دونوں میں دل اللہ سے دور کرنے کی خاصیت پائی جاتی ہے۔ جب دل ان دونوں پر لگ جاتا ہے تو وہ اللہ پاک سے دور ہٹ جاتا ہے، کیونکہ اللہ کی طرف تو صرف پاک افعال و اعمال ہی کی رسائی ہوتی ہے۔''[2]

اللہ تعالیٰ نے زنا کاری کی ہلاکتیں، اس کا انجامِ بد اور اس کی قباحتیں بیان کرتے ہوئے اس سے روکا ہے اور فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [الفرقان: ٦٨ تا ٧٠]

''اور وہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہیں پکارتے، اور نہ کسی کو (ناحق) قتل کرتے ہیں

---

[1] إغاثة اللهفان لابن القيم (١/ ٧١)

[2] مصدر سابق (١/ ٧٧)

Marfat.com

کہ جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے، اور نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں، اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا، اسے قیامت کے دن دہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اس میں رہے گا، سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں۔''

نیز ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَآءَ سَبِیْلًا ﴾ [الإسراء: ٣٢]

''اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، کیونکہ یہ فحاشی کا کام اور بہت ہی برا راستہ ہے۔''

زنا کاری مومنوں اور متقین کے اخلاق وکردار کے منافی فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ [النور: ٣]

''زانی مرد زانیہ یا مشرکہ عورت کے سوا کسی سے نکاح نہ کرے، اور زانیہ عورت سے بھی زانی یا مشرک مرد کے سوا کوئی نکاح نہ کرے، اور ایمان والوں پر یہ حرام کر دیا گیا ہے۔''

صحیح بخاری ومسلم میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

« لَا یَزْنِي الزَّانِي حِینَ یَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ »[1]

''کوئی زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں رہتا۔''

اور ابو داود وغیرہ میں ہے:

« إِذَا زَنَی الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِیْمَانُ كَالظُّلَّةِ عَلٰی رَأْسِهٖ، فَإِذَا انْقَلَعَ مِنْهَا رَجَعَ إِلَیْهِ الْإِیْمَانُ »[2]

''جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے نکل کر چھتری کی طرح اس کے سر پر منڈلاتا رہتا ہے اور جب وہ اپنے اس فعلِ بد سے ہٹ جاتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔''

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٢٤٧٥) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٥٧)

[2] سنن أبي داود، رقم الحدیث (٤٦٩٠) نیز دیکھیں: السلسلة الصحیحة، رقم الحدیث (٥٠٩)

Marfat.com

زنا تمام برائیوں کا مجموعہ اور تمام نقصانات کا جامع ہے۔ اس کی بدولت معاشرے میں خوفناک بیماریاں پھیلتی ہیں اور قابلِ احترام خاندان کا مفہوم ختم ہو جاتا ہے، برکتیں اٹھ جاتی ہیں اور روزیاں تنگ ہو جاتی ہیں۔ ان برائیوں پر مستزاد یہ ہے کہ یہ بنی نوع انسان کے مابین عداوت و بربریت کا باعث بھی بنتا ہے اور انھیں وباؤں اور امراض کا شکار بنا لیتا ہے۔

مشکاتِ نبوت سے پھوٹنے والے نور کی کرنیں ہمیں وہ سارے اضرار و نقصانات دکھاتی اور شرور و مفاسد سے ہمیں خبردار کرتی ہیں، چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

«لَا تَزَالُ أُمَّتِي بِخَيْرٍ مَالَمْ يَفْشُ فِيهِمْ وَلَدُ الزِّنَا، فَإِذَا فَشَا فِيهِمْ وَلَدُ الزِّنَا، أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ»[1]

''میری امت اس وقت تک خیریت سے رہے گی جب تک اس میں زنا کی پیداوار بچے عام نہیں ہوں گے، پھر جب اس میں حرامی بچے عام ہو جائیں گے تو اللہ انھیں عذابِ عام میں مبتلا کر دے گا۔''

مستدرک حاکم میں ارشادِ نبوی ہے:

«إِذَا ظَهَرَ الزِّنَا وَالرِّبَا فِي قَوْمٍ فَقَدْ أَحَلُّوا بِأَنْفُسِهِمْ عَذَابًا»[2]

''جب کسی قوم میں زنا کاری اور سود خوری پھیل جائے تو ان لوگوں پر اللہ کا عذاب نازل ہو جاتا ہے۔''

اور سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ إِلَّا كَانَ الْقَتْلُ بَيْنَهُمْ، وَلَا ظَهَرَتِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ إِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْمَوْتَ»[3]

''جب کسی قوم میں عہد شکنی عام ہو جائے تو ان میں قتلِ عام کی وبا پھوٹ نکلتی ہے اور جب کسی قوم میں فحاشی پھیل جائے تو اللہ ان پر موت کو عام کر دیتا۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

① مسند أحمد (٦/ ٣٣٣) مسند أبي يعلىٰ، رقم الحديث (٧٠٩١)

② المستدرك للحاكم (٢/ ٣٧)

③ المستدرك للحاكم (٢/ ١٢٦) السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (١٠٧)

Marfat.com

«لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِيْ قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰى يُعْلِنُوْا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الطَّاعُوْنُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِيْ لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِيْ أَسْلَافِهِمُ الَّذِيْنَ مَضَوْا»①

"کسی قوم میں جب زنا کاری علانیہ عام ہو جائے تو اللہ ان لوگوں میں طاعون اور دیگر ایسے المناک امراض پھیلا دیتا ہے جو ان سے پہلے لوگوں نے کبھی دیکھے ہوں نہ سنے ہوں۔"

مسلمانو! یاد رکھو: یہ زنا، چند لمحات کا کھیل، ایک خالص حیوانی فعل اور انتہائی بدترین شہوانی عمل ہے، جس کا انجام بہت ہی بھیانک ہے اور اس کے برے اثرات بہت ہی زیادہ ہیں۔ اس آوارہ لذت کے صرف چند لمحات ہوتے ہیں مگر راز کھل جانے پر بدنامی اور عار ہمیشہ دامن گیر رہتی ہے اور جبار و قہار خالق و مالک کا غضب بھی نازل ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں نبی اکرم ﷺ کے خواب پر مشتمل ایک طویل حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«فَانْطَلَقْنَا فَأَتَيْنَا عَلٰى مِثْلِ التَّنُّوْرِ، أَعْلَاهُ ضَيِّقٌ، وَأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ، فِيْهِ لَغَطٌ وَ أَصْوَاتٌ، قَالَ: فَاطَّلَعْنَا فِيْهِ، فَإِذَا فِيْهِ رِجَالٌ وَ نِسَاءٌ عُرَاةٌ، فَإِذَا هُمْ يَأْتِيْهِمْ لَهَبٌ مِنْ أَسْفَلَ مِنْهُمْ، فَإِذَا أَتَاهُمْ ذٰلِكَ ضَوْضَوْا -أَيْ صَرَخُوْا- فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ الزُّنَاةُ وَالزَّوَانِيْ»②

"اور پھر ہم آگے چلے اور ایک تنور نما جگہ پر پہنچے جو اوپر سے تنگ اور نیچے سے وسیع تھی، اور اس میں چیخ و پکار کا شور مچا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ عورتیں اور مرد سب ننگے ہیں اور ان کے نیچے سے آگ کے شعلے آتے ہیں، جب شعلہ آتا ہے تو وہ مزید چیختے چلاتے ہیں۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے بتایا: یہ زنا کار مرد اور زنا کار عورتیں ہیں۔"

اللہ کے بندو! احکامِ الٰہی کی تعمیل کرو، اس کے اوامر کو بجا لاؤ اور نواہی سے باز رہو اور اس کی قائم کردہ حدود سے تجاوز نہ کرو، یہ تمھارے لیے باعثِ سعادت و خوش بختی ہوگا، امن و سلامتی تمھارا مقدر ہوگی اور فوز و فلاح تمھارا نصیب قرار پائے گی۔

---

① سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤١٠٩) السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (١٠٦)

② صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣٨٦)

Marfat.com

آج کے دور میں فحاشی کے بے شمار انداز پائے جاتے ہیں، جب فحاشی کا دیو یوں منہ کھولے کھڑا ہوتو ان حالات میں مومن کو خاص طور پر اللہ کی نگرانی کو ذہن میں رکھنا چاہیے اور اس کا خوف دل میں رہنا چاہیے۔ مسلمانوں کو صحیح بخاری و مسلم میں وارد وہ ارشادِ نبوی ﷺ ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہیے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ» وَ ذَكَرَ مِنْهُمْ: «رَجُلٌ طَلَبَتْهُ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَّ جَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ»[1]

''سات قسم کے لوگوں کو اللہ اس دن اپنے سائے میں جگہ عنایت فرمائے گا جس دن اس کے عرش کے سائے کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہیں ہوگا۔ آگے آپ ﷺ نے ان میں سے ایک وہ شخص بھی ذکر کیا: جسے کوئی جاہ و منصب اور حسن و جمال والی عورت بدکاری کی دعوت دے اور وہ اس کی دعوت کو یہ کہتا ہوا ٹھکرا دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔''

وہ لوگ اس پر بطورِ خاص توجہ فرمائیں جن کی جوانی کی بہاریں بیت چکی ہیں اور وہ بڑھاپے کی گاڑی میں سوار ہو چکے ہیں، لیکن پھر بھی گناہوں سے لت پت زندگی گزار رہے ہیں۔ ایسے لوگ اس معاملے کی ہولناکی کو یاد کریں اور برے خاتمے اور بدترین ٹھکانے پر بھی نگاہ رکھیں اور سنیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

«ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ»[2]

'' قیامت کے دن اللہ تین قسم کے لوگوں سے بات کرے گا نہ انھیں پاک کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظرِ کرم فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے: ① بوڑھا زانی۔ ② دروغ گو بادشاہ۔ ③ اور متکبر فقیر۔''

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

---

① صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٦٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠٣١)

② صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠٧)

Marfat.com

تہذیبِ نفس اور دعوتِ محاسبہ

امام و خطیب: فضیلة الشیخ عبد المحسن القاسم

حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دینِ اسلام کو مکمل فرما دیا ہے اور اپنی نعمت کا اتمام کر دیا ہے۔ اس ذات بابرکات نے ہمارے لیے دینِ اسلام کو پسند فرمایا ہے اور اس کے اصول و قواعد طے فرما دیے ہیں۔ اس میں بندوں کے مصالح و مفادات کو یوں جمع فرما دیا ہے کہ ہر اچھے کام کا حکم دے دیا ہے اور ہر برے کام سے منع کر دیا ہے۔ انسان کی عظمت کا معیار دین و اخلاق اور اسلامی آداب کو اپنانا ہے۔

دلوں کی آباد کاری:

اپنے نفوس کی تہذیب و تربیت دلوں کی تعمیر اور آباد کاری کا سبب ہے اور یہ اچھے امور کی دلیل ہے۔ اخلاق کی بھی حدود ہوتی ہیں۔ اگر کوئی ان حدود سے تجاوز کر جائے تو وہ سرکش بن جاتا ہے اور اگر ان میں کوتاہی کی جائے تو یہ اہانت و نقص شمار ہوتا ہے، لہٰذا اپنے نفس کا محاسبہ کریں اور جان لیں کہ جو دن گذر جائے وہ کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔

نفسِ امارہ کا کام:

نفسِ امارہ بالسوء کی طبیعت یہ ہے کہ وہ گذرے وقت کے بارے میں طرح طرح کے عذر گھڑتا رہتا ہے اور مستقبل کے سلسلے میں تمناؤں کے سبز باغ دکھاتا رہتا ہے۔ لوگوں میں سے از روئے عقل افضل ترین شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو خوب کنٹرول میں رکھے۔

زندگی موسمِ عمل ہے:

جو شخص اس زندگی کے شرف اور قیمت کو سمجھ جاتا ہے، وہ ہر اچھے اور افضل عمل کو انجام دینے

Marfat.com

کی کوشش کرتا ہے۔ یہ عمر ایک موسم ہے اور باہوش و حواس آدمی نفیس اشیا و اعمال ہی کو اختیار کرتا ہے۔ زندگی کی صحیح لذت صرف وہی پا سکتا ہے جو عملی و اخلاقی استقامت کا پیکر ہو اور خوش نصیب ہے وہ شخص جو صحت و عافیت کے ایام کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان میں نیک عملوں کی کھیتی باڑی کر سکے۔

جنت میں سب سے بلند و بالا مقام و منزلت اس کی ہوگی جس نے زیادہ افضل عمل کیا ہوگا، اور افضل ترین عمل علمِ شریعت کا حصول ہے اور باقی جو کچھ ہے وہ اسی کے تابع ہے۔ جب علم نہ ہوگا تو جہالت ہوگی۔ عمر بڑی عزیز چیز ہے اور علم بہت گہرا سمندر ہے، لہٰذا افضل یہ ہے کہ اہم ترین کو پہلے اپنائے اور پھر اہم تر اور آخر میں اس سے بھی کم اہم کو۔ علم کے حصول کے لیے جدوجہد کرنا جس سے دین و دنیا کی خیر و بھلائی حاصل کی جا سکتی ہے، مال و متاع اور دنیا کے پیچھے دوڑ دھوپ کرنے سے کہیں بہتر اور زیادہ حقدار ہے اور زندگی کا ثمر تو علم و عمل کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

ہر وقت اللہ کی نظر میں:

جو شخص ہمیشہ سلامتی میں رہنا چاہے، اسے چاہیے کہ وہ اللہ کی نگرانی اور ہر وقت اس کی نظر میں ہونے کا پختہ یقین رکھے۔ اگر کوئی شخص اپنے نفس کو اللہ کے تقوے کے منافی کسی چیز پر مطلقاً کھلا چھوڑ دیتا ہے تو یقیناً وہ اپنی اس غفلت کی جلد یا بدیر سزا ضرور پاتا ہے۔ اسے اس دھوکے میں نہیں آنا چاہیے کہ آپ نے برائی کی لیکن اس کے عوض میں آپ پر احسان کیا گیا اور آپ سمجھ بیٹھیں کہ شاید مجھے معاف کر دیا گیا ہے۔ بعض دفعہ گناہ گار شخص اپنے بدن اور مال میں صحت و سلامتی پاتا ہے تو وہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ مجھے کوئی سزا نہیں دی گئی، حالانکہ وہ کیا جانے کہ جو سزا اسے دی جا رہی ہے وہ اس سے غافل ہے، اور یہی غفلت اس کی سزا ہے۔ گناہ پر گناہ کرتے جانا بھی دراصل گناہ کی سزا ہی ہے۔ سزائیں کبھی تو فوراً نافذ کر دی جاتی ہیں اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کے حلم و بردباری کی وجہ سے موخر کر دی جاتی ہیں۔ خطا و گناہ کے بڑے ہی برے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اور اگر یہ گناہ بہت زیادہ جمع ہو جائیں تو پھر یہ بہت ہی اذیت کا باعث ہو جاتے ہیں، ایسے میں اللہ کے سامنے گڑگڑانے اور گناہوں سے کنارہ کشی کر لینے سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ کبھی کبھی معمولی سی چنگاری پورے شہر کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ اگر کوئی شخص یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے اس قول پر غور کرے جسے قرآن نے نقل فرمایا ہے، جس میں وہ بڑی عاجزی سے کہتے ہیں:

Marfat.com

﴿ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴾ [یوسف: ۸۸]

''اور (اے عزیزِ مصر!) ہم پر صدقہ کر، بیشک اللہ صدقہ کرنے والوں کو اچھی جزا دیتا ہے۔''

تو اسے بہ آسانی پتا چل سکتا ہے کہ گناہوں کی نحوست کیا ہے؟

جو شخص اپنے آپ کو شہوت رانیوں میں غرق کر لے اور تہذیب اور اصلاحِ قلب بھی طلب کرے تو اسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑے گا، لہٰذا فتنوں کے اسباب و ذرائع سے دور ہٹ جاؤ۔ کیونکہ ان کے قریب جانا آزمایش ہے، جس سے کسی کا بچ نکلنا بڑا مشکل کام ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی کی چراگاہ کے اردگرد رہے تو وہ کبھی بھی اس میں داخل ہوسکتا ہے اور اگر کوئی شخص حرص و ہوا کا غلام بننے کے بجائے صبر سے کام لیتا ہے تو اس کے لیے دنیا کے پھل پک کر تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر کبھی تنگدستی بھی آ جائے تو صبر کی دولت اسے کشایش عطا کر دیتی ہے، اور رضا بہ قضا اس کے دل کی تسلی کا باعث ہوتی ہے۔

نفسِ انسانی میں طمع و لالچ پایا جاتا ہے، اگر وہ حد سے بڑھنے لگے تو اسے اوامر ونواہی کی نکیل ڈال دیں۔ دنیا میں کسی کی شقاوت و بدبختی یہ ہے کہ وہ دنیا کی لذتوں میں انتہا کا خواہش مند ہو، جبکہ دنیا میں لذت ہے ہی کہاں؟ یہاں تو صرف درد سے کچھ راحت کی گھڑی میسر آتی ہے، بس صرف اتنی ہی لذت ہے۔

تعلقات:

مسلمان بھائیوں کی ملاقات اگرچہ تھوڑے سے وقت کے لیے ہی کیوں نہ ہو، یہ زندگی میں ایک بہترین غنیمت ہے۔ جذبۂ اطاعت پر قائم رہنا اور اچھی خصلتوں کا اپنانا نیکی ہے۔ صاحبِ رائے اور اہلِ بصیرت لوگوں سے میل جول رکھو، جن کی محبت میں ثقاہت، اسرار و رموز میں امانت داری اور بھائی بندی میں وفا کی صفات پائی جاتی ہوں۔ بچوں کی نگرانی رکھیں کہ وہ ایسے لڑکوں لڑکیوں سے نہ ملیں جو ان کے لیے مفسدِ اخلاق اور مخربِ عادات ہوں، جو ان کا مستقبل برباد کر دینے والے ہوں۔ انھیں اچھے ساتھیوں کی صحبت اپنانے پر آمادہ کریں، کیونکہ طبائع چور ہوتی ہیں اور وہ دوسروں کی عادات و اخلاق کو چوری چھپے اپنانے لگتی ہیں۔

محاسبۂ نفس:

اپنے نفس کے لیے ایک گھڑی مخصوص کر کے رکھ لو جس میں تم اپنے رب سے اپنی حاجتیں

Marfat.com

مانگ سکو اور ایک گھڑی ایسی بھی ضرور ہونی چاہیے جس میں تم اپنا محاسبہ کرسکو۔ اپنے اعضائے جسم پر گہری نگرانی رکھو، کہیں زبان سے کوئی بری بات نہ نکل جائے اور دل میں بلا وجہ کسی پر دشمنی وغصہ نہ جمع ہونے پائے۔ سب سے زیادہ کنٹرول کی ضرورت زبان اور آنکھ کے لیے ہے۔ نظر کو حرام کردہ اشیا کے لیے کھلا چھوڑ دینا، سعادت و نیک بختی کی راہ میں رکاوٹ ہے جو زندگی کو خراب کر دیتا ہے۔ بندہ جب اپنے اور مخلوق کے مابین تمام معاملات کی اصلاح کرلیتا ہے تو اس کا مقصود و مطلوب اسے حاصل ہو جاتا ہے۔

دنیا کی شہوت اور رنگینیاں ہلاکت کے پھندے ہیں۔ محاسبۂ نفس کے لیے عزم وحزم سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ دنیا ایک میدان ہے اور واجب یہ ہے کہ اس میں سبقت لے جانے والا دماغ ہو۔ جس نے اپنے نفس کی لگام اپنی طبیعت اور ہوائے نفس کے سپرد کر دی وہ ضائع ہو گیا۔ دنیا میں جزا وسزا کی عجیب وغریب مثال یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا واقعہ ہے کہ جب انھوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا جو کچھ بھی کیا اور بالآخر وہ بڑے سستے داموں بک گئے، تو پھر وہ وقت بھی آیا کہ انھی بھائیوں کے ہاتھ انھی یوسف علیہ السلام کے سامنے اٹھ گئے اور وہ منتیں کرنے لگے کہ ''ہم پر صدقہ کرو۔''

فریبِ صحت و شباب:

جوانی اور صحت پر فریفتہ نہ ہوں۔ بوڑھے تو بہت کم مرتے ہیں، موت کی شرح تو جوانوں میں ہی زیادہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اب بوڑھے کم ہی لوگ ہوتے ہیں۔ جس نے اپنے ضمیر کی اصلاح کر لی، اس کی عظمت وفضیلت کی خوشبو مہک اٹھی اور اس کی خوشبو سے دل چہک اٹھے۔ اخلاص پر نظر رکھیں، اس کے بغیر کوئی عمل نفع نہیں دیتا۔ اپنی آبرو کو گناہوں کی ذلت کے بدلے میں مت بیچو۔ جس چیز کی طرف دل مائل ہو رہا ہو، اسے ترک کرنے میں جتنی جدوجہد کریں گے، اتنی ہی اللہ کی محبت بڑھے گی۔

وقت ایک غنیمت ہے:

کوئی ایسا کام جو نیک ہے اور آپ کر سکتے ہیں، اسے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ جو بیٹھ گیا وہ کم ہمتی کی وجہ سے بیٹھ گیا۔ تم ایسے میدان میں ہو کہ جس میں وقت ہاتھوں سے سرکتا جا رہا ہے۔ سستی نہ کریں، جو کھو گیا وہ سستی ہی کی وجہ سے کھو گیا اور جس نے کچھ پا لیا تو وہ جدوجہد کر کے ہی پایا، خود پسندی کی گردن توڑ دو، تکبر ناپید ہو جائے گا۔ امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

Marfat.com

''تمھیں چاہیے کہ خود پسند اور متکبر انسان سے تم کوئی حدیث نہ سنو۔''

جب تم اسباب کے ساتھ چمٹ جاؤ گے تو اسباب کا اثر ختم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ يَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا ﴾ [التوبة: ٢٥]

''غزوۂ حنین کے دن جب تمھیں تمھاری افرادی کثرت بہت ہی پسند آئی، مگر اس کثرت نے تمھیں کوئی کام نہ دیا۔''

واقعہ حضرات یعقوب و یوسف علیہما السلام:

حضرت یعقوب علیہ السلام کا حال اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ان کی احتیاط کا اندازہ کریں کہ انھوں نے فرمایا:

﴿ وَ أَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ ﴾ [یوسف: ١٣]

''مجھے ڈر ہے کہ کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔''

اور یعقوب علیہ السلام کے لڑکوں نے وہی کلمہ کہا:

﴿ أَكَلَهُ الذِّئْبُ ﴾ [یوسف: ١٧] ''اسے تو بھیڑیا کھا گیا ہے۔''

اللہ نے ہر کام کے لیے وقت مقرر کر رکھا ہے، اور غرض و غایت تک پہنچنے کے لیے راستے بنا رکھے ہیں۔ دنیا کی زینت اور مال و متاع میں سے بعض دفعہ کوئی شخص معمولی محنت ہی سے حظِ وافر پالیتا ہے اور بسا اوقات بھرپور محنت کرنے والا محروم رہ جاتا ہے۔ اسباب دراصل راستہ ہوتے ہیں، انھیں لازماً اختیار کرنا چاہیے۔ کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ انھیں اختیار کرنا ہی عقوبت و سزا کا سبب بن جاتا ہے۔

واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعے پر غور کر کے دیکھیں کہ انھوں نے کہا:

''آج رات میں ایک سو عورت سے جماع کروں گا اور ہر عورت ایک لڑکے کو جنم دے گی، مگر ساتھ ان شاء اللہ نہ کہا، تو ان سو عورتوں میں سے صرف ایک کے سوا کوئی حاملہ ہی نہ ہوئی، اور اس نے بھی بچے کا آدھا حصہ ہی جنم دیا۔''[1]

خوشخبری ہے اس کے لیے جس نے مسبب الاسباب کو پہچان لیا اور وہ اس کے ساتھ ہی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٢٤٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٦٥٤)

Marfat.com

چمٹ گیا، یہی انتہائی غرض و غایت ہے۔

امید و رجا اور خوف وخشیت:

ان سب کو اپنے اپنے مقام پر رکھو۔ جب پیاس بڑھ جائے تو اپنی امید کا دامن پھیلا دو، اللہ بڑا کریم ہے۔ کثرتِ دعا وہ بہترین چیز ہے جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی ابتلا و آزمائش ہی ہے کہ بندہ دعا کرے اور قبول نہ ہو، لہٰذا اسے بار بار دعا کرنی چاہیے اور طویل مدت تک دعا کرتے رہنا چاہیے، اگر پھر بھی دعا کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو تو یہ بلا و مصیبت ہے جس پر صبر کرنا چاہیے۔ دعا کی قبولیت میں تاخیر دراصل ایک مرض کا نتیجہ ہے جس کا علاج کروانا ضروری ہے۔ کرمِ الٰہی بڑا وسیع ہے اور وہاں بخل کا کوئی دخل ہی نہیں ہے، البتہ بعض دفعہ قبولیت میں تاخیر کسی مصلحت کے تحت ہوتی ہے اور جلدی قبول ہو جانے میں نقصان ہوتا ہے تو یہ بلا میں بھی گویا نعمت کا ایک پہلو ہے۔

قبولیتِ دعا میں تاخیر کے اسباب:

کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ قبولیتِ دعا میں مانع کوئی آفت و خطا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تمھاری روزی مشتبہ ہو، یا پھر عدمِ قبولیت کی سزا اس لیے دی جا رہی ہو کہ تم نے کوئی گناہ کیا تھا، اس سے توبہ تو کر لی مگر صدقِ دل سے نہیں کی۔ اگر اپنی حالت کو اچھا نہ پائیں تو اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کریں جن کا تم نے شکر ادا نہیں کیا، یا اپنے ان گناہوں کو ذہن میں لائیں جن کا تم نے ارتکاب کیا ہے۔ نعمتوں کے پلٹ جانے اور سزاؤں کے اچانک چھا جانے سے بچو۔ اگر بدن کسی خیر و بھلائی کے کام کو ادا کرنے سے عاجز و معذور ہے تو تمھاری نیت بدستور قائم رہنی چاہیے کہ میں یہ کام کروں گا۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ موت کے ساتھ ہی عمل کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا، وہ ایسے اعمال و صدقات جاریہ سر انجام دیتا ہے جن کا اجر و ثواب اسے موت کے بعد بھی پہنچتا رہے۔ وہ ایسی اولاد کے حصول میں کوشاں رہتا ہے جو اس کے بعد اللہ کا ذکر کرتی اور اس کے لیے دعائیں کرتی رہتی ہے، اسی لیے تو کہتے ہیں: ''جس نے اولاد چھوڑی وہ گویا مرا ہی نہیں۔'' ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾

[حم السجدة: ٤٦]

''جس نے نیک عمل کیا وہ اس کا اجر پائے گا اور جس نے برائی کی وہ اس کا انجام بھگتے گا اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا ہرگز نہیں ہے۔''

Marfat.com

ذکرِ موت اور فکرِ آخرت:

حصولِ کمال بڑی عزیز دولت ہے، مگر کمال حاصل کرنے والے کامل بہت ہی قلیل و نادر الوجود ہوتے ہیں۔ ہر عقلمند کا کام یہ ہے کہ وہ ہر شب و روز میں بکثرت ذکرِ موت اور فکرِ آخرت کرے اور زبان کے ساتھ ساتھ دل بھی اس عمل میں مشغول ہوتا کہ وہ دنیاوی لالچ وطمع پر کوڑے برساتا جائے۔ موت کی بکثرت یاد آدمی کو گناہوں سے محفوظ کر دیتی ہے اور اللہ کے حکم سے یہ ہلاکتوں سے بھی بچا لیتی ہے۔ دوسروں کی موت اور قبر تمھیں تمھاری موت اور قبر دکھاتی ہے۔

اللہ کی قضا پر صبر و رضا سے مشکل کوئی کام نہیں اور نہ اس سے افضل کوئی عمل ہے۔ دنیا میں سے جو چیز آپ کے ہاتھ سے نکل گئی اس پر غم زدہ نہ ہوں، اس مصیبت کو یوں سمجھو کہ تمھیں پہنچی ہی نہیں اور جو تم نے مانگا مگر ملا نہیں اسے یوں باور کر لو کہ تم نے مانگا ہی نہیں تھا۔ جس نے اس دنیا کے سمندر پر غور کیا اور دیکھا کہ موجیں باہم کیسے ملتی اور بچھڑتی ہیں، وہ شخص بلا و مصیبت کے آنے پر غمگین نہیں ہوتا اور کشادگی آنے پر خوشی میں اپنے آپے سے باہر نہیں ہوتا۔

غافل انسان:

سب سے زیادہ غافل وہ انسان ہے جو ساٹھ سال گزار کر ستر سالوں کے قریب پہنچ چکا ہے۔ ان دونوں عددوں کے مابین موت کی جائے معرکہ ہے اور جو جائے معرکہ میں اتر جائے وہ مقابلہ و ملاقات کے لیے تیار ہو جاتا ہے، اب اس کے جو دن بھی زندہ رہ کر گزر رہے ہیں یہ سب غنیمت ہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«لَا يَزِيْدُ الْمُؤْمِنَ عُمُرُهُ إِلَّا خَيْرًا»[1]

”مومن کو اس کی عمر خیر و بھلائی میں اضافے سے نوازتی ہے۔“

دنیا ایسی چیز ہے کہ اس میں سے جو تمھارا نصیب ہے وہ تمھیں ضرور ملے گا، چاہے تم کمزور و ناتواں ہی کیوں نہ ہوں اور جو چیز تمھارے مقدر میں نہیں ہے وہ تمھیں ہرگز نہیں ملے گی تم چاہے کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہوں، جو تمھارے خلاف ہونے والا ہے اسے تم اپنی تمام تر قوتوں کے باوجود بھی روک نہیں سکتے اور عقل و دین سے بہتر کوئی مال نہیں ہے۔

و صلى الله على نبينا محمد و على آله و سلم.

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۸۲)

Marfat.com

Marfat.com

ماہِ جمادی الأولیٰ

پہلا خطبہ

زیارت و ملاقات کی اقسام
اور
اس کے آداب

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباري الثبيتي حفظہ اللہ

27/7/2001 = 6/5/1422

دوسرا خطبہ

مغربی تہذیب و تمدن
کا فتنہ

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

صلاح البدیر حفظہ اللہ

3/8/2001 = 13/5/1422

تیسرا خطبہ

شیطانی مکر و فریب
اور
اس سے نجات کی راہیں

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

علی عبد الرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

10/8/2001 = 20/5/1422

چوتھا خطبہ

نعمتِ امن و امان

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

علی عبد الرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

17/8/2001 = 27/5/1422

Marfat.com

Marfat.com

زیارت و ملاقات کی اقسام اور اس کے آداب

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنے کو پسند کرتا ہے، اور اسلام وہ دین ہے جو اجتماع و الفت اور باہمی پیار و محبت کا دین ہے۔ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنا اور باہم تعارف و تعلقات پیدا کرنا اس کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے الگ تھلگ رہنے والے شخص پر اس شخص کو فضیلت دی ہے جو دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«اَلْمُؤْمِنُ الَّذِي يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ»[1]

''جو مومن لوگوں میں مل جل کر رہتا ہے اور ان کی اذیتیں سہتا اور ان پر صبر کرتا ہے، وہ اس مومن سے زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہے جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور نہ ان کی اذیتوں کو سہتا اور ان پر صبر کرتا ہے۔''

زیارت و ملاقات کے فوائد:

ایک دوسرے کی زیارت کرنا باہم میل جول بڑھانے کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے، جس سے محبت بڑھتی ہے، دلوں میں تعلق پیدا ہوتا ہے اور روابط مضبوط ہوتے ہیں، اس سے لوگوں کی یاد تازہ ہوتی ہے اور کچھ تفریحِ طبع کا سامان پیدا ہوتا ہے، مصائب اور غموں کا بوجھ کچھ ہلکا ہوتا ہے۔ نیز زیارت و ملاقات میں اور بھی بہت سے فوائد ہیں جو صاحبِ بصیرت پر مخفی نہیں ہیں۔

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤٠٣٢)

Marfat.com

اسوۂ حسنہ:

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کی زیارت کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مسلسل زیارت فرماتے تھے۔ سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''میں نے جب ہوش سنبھالا تو دیکھا کہ میرے والدین دینِ اسلام کے ماننے والے ہیں، تب سے کبھی کوئی ایسا دن نہیں گزرا کہ نبی مکرم ﷺ ہمارے گھر نہ آئے ہوں، آپ ﷺ ہر صبح و شام روزانہ دو مرتبہ قدم رنجہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن ہم بیٹھے تھے کہ کسی نے ظہر کے وقت کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں، حالانکہ اس وقت آپ ﷺ نہیں آیا کرتے تھے۔''[1]

اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''نبی اکرم ﷺ نے ایک انصاری صحابی کے گھر جا کر ان کی زیارت کی اور ان کے ہاں کھانا تناول فرمایا۔ جب آپ ﷺ نے تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا تو حکم دیا کہ گھر میں ایک جگہ پر چٹائی بچھائی جائے، چنانچہ اس پر آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی اور اہلِ خانہ کے لیے دعاے خیر کی۔''[2]

اقسام زیارت:

زیارت و ملاقات کی کئی قسمیں ہیں، ان میں سے بعض واجب و ضروری ہیں اور مستحب و نفل ہیں۔ یہ ایسے حقوق ہیں کہ تمام مخلوق اس کے اقرار پر متفق ہے۔ چھٹیاں ان حقوق کو ادا کرنے کا بہترین موقع ہوتی ہیں۔ اس طرح آپ اپنے اوقات کو مفید طریقے سے صرف کر سکتے ہیں۔ ہمارا موضوع محض یاد دہانی و نصیحت ہے، کیونکہ نصیحت و یاد دہانی مومنوں کو فائدہ دیتی ہے، اور یہ اس لیے بھی ہے تاکہ آج کی یہ چکا چوند اور جاذبِ دل و نظر چیزیں کہیں ان حقوق کو ذہنوں سے اتار نہ دیں۔ یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ دورِ حاضر کی حالت اور اس کی چمک دمک نے ہم میں سے بہت

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠٧٩)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠٨٠)

Marfat.com

سے لوگوں کو غفلت میں مبتلا کر رکھا اور انھیں یہ بھلا رکھا ہے کہ اولین فرصت میں انجام دینے والے کام کون سے ہیں۔ انھوں نے مباحات اور صرف جائز امور کو اولیت دے رکھی ہے اور واجبات و مستحبات کی حیثیت ان کے نزدیک ثانوی ہوگئی ہے۔ ذرائع ابلاغ نے بھی بعض لایعنی امور کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کرنا شروع کر رکھا ہے کہ اس کے نتیجے میں بعض واجب و مستحب حقوق سے بے پروائی کا رویہ اختیار کیا جا رہا ہے۔

والدین کی زیارت:

اس بات سے کسے انکار ہے کہ والدین کی زیارت و ملاقات والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حصہ ہے۔ ان کی مسلسل زیارت کی جائے اور ان کے حقوق ادا کیے جائیں، ان کے حال احوال کی خبر رکھی جائے ، انکے ساتھ تعاون کیا جائے، ان کی ضروریات پوری کی جائیں اور ان کی خدمت کے ساتھ ساتھ ان سے محبت و عزت کا رویہ اپنایا جائے۔ کام کاج اور مصروفیات چاہے کتنی ہی کیوں نہ ہو جائیں، اولاد کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں ہے کہ وہ والدین سے میل ملاقات سے غفلت برتیں۔ محض وقتی کشش والی اشیا کے پیچھے لگ کر ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے غفلت نہیں برتنی چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا بہت بڑا مقام بیان فرمایا ہے اور ان کے حقوق ادا کرنے کو واجب قرار دیا ہے، اس لیے ان کی عزت و تکریم انتہائی ضروری ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾ [الإسراء: ٢٣، ٢٤]

”اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آو، اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک آپ کے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائے تو انھیں اف تک نہ کہو، اور نہ ان کے ساتھ سختی سے بات کرو، بلکہ ان کے ساتھ انتہائی نرم لہجے میں بات کرو اور ان کے سامنے انتہائی تواضع اور رحم دلی سے رہو، اور یہ دعا کرتے رہو کہ اے اللہ! ان دونوں پر تو بھی اسی طرح رحم

Marfat.com

فرما، جس رحم و کرم سے انھوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔''

ایک آدمی نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے پوچھا: «أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟» ''کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟'' اس نے عرض کی: جی ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ» ''ان کی خدمت کر تیرے لیے یہی جہاد کافی ہے۔''[1]

قرابت داروں کی زیارت:

قرابت داروں کی اس نیت سے زیارت کرتے رہنا چاہیے کہ یہ صلہ رحمی ہے اور روابط و تعلقات کے لیے دوام، ان کے احوال کی خبر گیری ان کی مادی واخلاقی مدد کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کو اللہ سے تعلق استوار کرنا قرار دیا ہے، چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ حَتّٰى إِذَا فَرَغَ مِنْ خَلْقِهِ قَالَتِ الرَّحِمُ: هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ، قَالَ: نَعَمْ، أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ: بَلٰى، يَا رَبِّ! قَالَ: فَهُوَ لَكِ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: فَاقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ...»[1]

''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرمایا اور جب وہ ان کی تخلیق سے فارغ ہوا تو رحم نے کہا: قطع رحمی سے تیری پناہ مانگنے والے کا یہ مقام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں، کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جس نے تجھے ملایا اسے میں بھی ملاؤں گا اور جس نے تجھے قطع کیا اسے میں بھی قطع کروں گا؟ تو رحم نے عرض کی: میں راضی ہوں، اے میرے رب! تو اللہ نے فرمایا کہ سمجھ لو میں نے تجھے یہ دے دیا۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو۔ تو یہ ارشادِ الٰہی پڑھ لو:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ﴾

[محمد: ٢٢]

---

(1) صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٩٧٢)

(2) صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٩٨٣)

Marfat.com

''اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناتے توڑ ڈالو۔''

پڑوسیوں کی زیارت:

زیارت کی مختلف اقسام میں سے ایک قسم پڑوسیوں کی زیارت بھی ہے، تاکہ ان کے حالات کی خبر گیری کی جا سکے، کسی معاملے میں ان کے ساتھ تعاون کیا جائے اور ان کی خوشی وغمی میں شرکت کی جا سکے۔ پڑوسی کے حقوق کی عظمت اور ان کے مقام و مرتبے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ»[1]

''جبریل علیہ السلام مسلسل مجھے پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں وصیت کرتے رہے حتی کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ شاید یہ پڑوسی کو وارث ہی بنا دیں گے۔''

بیماروں کی مزاج پرسی اور زیارت:

ایک مسلمان کا اپنے دوسرے مسلمان بھائی پر یہ حق ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو اس کی مزاج پرسی کرے۔ اس عیادت اور مزاج پرسی کے بیمار کی طبیعت پر بڑے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہ عیادت اس کے دل کو مطمئن کرتی، اس کے سینے کو کھولتی، اسے بیماری کی اذیت کا احساس کم کرنے میں مدد دیتی اور اس کی تکلیفوں میں تخفیف کا باعث بنتی ہے، خصوصاً جب عیادت کے دوران ہی مریض کے لیے دعائیں بھی کی جائیں۔ بیمار کی عیادت و بیمار پرسی میں سستی کرنا حقوق اللہ میں سے ایک حق میں سستی و کوتاہی کرنے کے برابر ہے، کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ! مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ؟ قَالَ: يَا رَبِّ! كَيْفَ أَعُوْدُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ! قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ زُرْتَهٗ لَوَجَدْتَنِيْ عِنْدَهٗ»[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠١٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٢٤)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٥٦٩)

Marfat.com

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کہے گا: اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو تم نے میری عیادت نہیں کی؟ وہ کہے گا: اے اللہ! میں تیری عیادت کیسے کرتا تو تو سارے جہانوں کا پروردگار ہے؟ اللہ کہے گا: تمھیں پتا نہ چلا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے مگر تو نے اس کی عیادت نہ کی، تمھیں معلوم نہیں کہ اگر تم اس کی عیادت کے لیے جاتے تو مجھے بھی وہاں ہی پاتے؟''

اے مسلمان! کیا اب بھی تم اس سے مستغنی ہو سکتے ہو کہ بیمار کی عیادت کر کے اللہ کی رحمتوں کو سمیٹ لو، تاکہ یہ عیادت تمھارے گناہوں کی مغفرت و بخشش کا سبب بن جائے؟ اگر تم مریض کے پاس جاتے ہو تو اس کا مرض کم ہو جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ جب کسی کی تیمار داری کے لیے تشریف لے جاتے تو اس کے پاس جا کر فرماتے:

«لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ» [1]

''کچھ فکر نہ کرو، کیونکہ یہ بیماری اللہ نے چاہا تو تمھارے گناہوں سے طہارت کا باعث ہے۔''

بیمار کی عیادت کے دوران اسے نصیحت کریں کہ شفا کی امید صرف اللہ سے رکھیں اور اسے یاد دلائیں کہ اللہ ہی شفا دینے والا ہے، نیز اسے بتائیں کہ جو قسمت میں لکھی ہو وہ تکلیف ٹل نہیں سکتی اور جو نہ لکھی ہو وہ پہنچ نہیں سکتی، اس کے ساتھ اسے صبر و رضا اور اللہ کی قضا پر خوش رہنے کی بھی تلقین کریں۔

تعزیت کے لیے ملاقات:

کسی فوت شدہ شخص کی تعزیت کے لیے اس کے گھر والوں کی زیارت کرنی چاہیے، کیونکہ یہ بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے، حتی کہ سیدنا عمرو بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُعَزِّيْ أَخَاهُ بِمُصِيبَةٍ إِلَّا كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ حُلَلِ الْكَرَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» [2]

''کوئی مومن اگر اپنے کسی بھائی سے تعزیت کرے اور اس کی مصیبت پر اسے تسلی دے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے عزت و کرامت کا لباس پہنائے گا۔''

یتیموں کی زیارت:

زیارت کی اقسام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یتیموں کی زیارت کریں اور ان کے ساتھ شفقت و پیار

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٦٥٦)

[2] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٦٠١)

Marfat.com

سے پیش آئیں۔ نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد پر غور کریں، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«أَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا» و أشار بالسبابة و الوسطى و فرّج بينهما شيئا.[1]

''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے۔'' اور یہ بتاتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کے ساتھ اشارہ کیا اور ان دونوں کے درمیان معمولی سا فاصلہ رکھا۔''

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''یتیم کی کفالت کرنے والا وہ ہے جو اس کے نان و نفقہ وغیرہ کی ذمے داری اٹھائے ہوئے ہو۔''[2]

اہلِ علم وتقویٰ کی زیارت:

یہ انتہائی بار آور زیارت ہے۔ اہلِ علم وفضل، اصحابِ خیر و صلاح اور اربابِ ورع وتقویٰ کی زیارت کر کے ان کی عبادات، ان کے زہد، ان کے وقار اور ان کی خشیتِ الٰہی کو دیکھ کر اپنے لیے مشعلِ نور بنایا جا سکتا ہے۔ امام ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں جب فضیل رحمہ اللہ کی طرف دیکھتا ہوں تو میری حزن کی کیفیت تازہ ہو جاتی ہے اور میں اپنے آپ کو ناپسند کرنے لگتا ہوں۔ انھوں نے اتنا کہا اور رو دیے۔''[3]

اپنے ہم عصر علما کی زیارت و ملاقات کے ساتھ ہی آپ گزرے ہوئے علما رحمہم اللہ سے بھی ملاقات کر سکتے ہیں جو اس طرح ممکن ہے کہ تاریخ اور سیرت و سوانح کی وہ کتابیں پڑھیں جن میں متقدمین علما کے تذکارِ جمیل پائے جاتے ہیں۔

عام مسلمان بھائیوں کی زیارت و ملاقات:

اللہ کی رضا کے لیے عام مسلمانوں کی باہمی زیارت و ملاقات ایک دوسرے کے دل میں

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٣٠٤)

[2] شرح صحيح مسلم للنووي (٨/ ١١٣)

[3] تاريخ دمشق (٤٨/ ٣٨٩) تهذيب التهذيب (٨/ ٢٦٥)

Marfat.com

بہجت و سرور پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے اور اس سے اللہ اپنے بندے سے محبت کرنے لگتا ہے۔
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا لَهُ فِي قَرْيَةٍ، فَأَرْصَدَ اللّٰهُ لَهُ عَلٰى مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا، فَلَمَّا أَتٰى عَلَيْهِ قَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ: أَخًا لِي فِي هٰذِهِ الْقَرْيَةِ، قَالَ: هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا ؟ قَالَ: لَا، غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ، قَالَ: فَإِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ»[1]

''ایک آدمی نے کسی گاؤں میں رہنے والے اپنے ایک بھائی کی زیارت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے پر ایک فرشتہ بھیجا، وہ اس سے ملا تو اس نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہنے لگا: اس گاؤں میں میرا ایک مسلمان بھائی رہتا ہے، میں اس کی زیارت و ملاقات کے لیے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا: کیا اس کا تم پر کوئی احسان ہے کہ جسے تم لوٹانے جا رہے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، میں اس سے صرف اللہ کی رضا کے لیے محبت کرتا ہوں، تو اس فرشتے نے کہا: میں اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور تمھیں یہ بتانے آیا ہوں کہ جس طرح تم اس شخص سے اللہ کے لیے محبت کرتے ہو، اسی طرح اللہ بھی تم سے محبت کرنے لگا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِرِجَالِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ... اَلنَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ وَالصِّدِّيقُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْمَوْلُودُ فِي الْجَنَّةِ، وَالرَّجُلُ يَزُورُ أَخَاهُ فِي جَانِبِ الْمِصْرِ فِي الْجَنَّةِ»[2]

''کیا میں تمھیں جنتیوں کی خبر نہ دوں؟ نبی جنت میں جائیں گے، شہید جنت میں جائیں گے، صدیق جنت میں جائیں گے، مولود (بچہ) جنت میں جائے گا اور وہ آدمی جو کسی شہر (یا گاؤں) میں جا کر اپنے کسی بھائی سے ملاقات کرے وہ بھی جنت میں جائے گا۔''

ایک حدیثِ قدسی میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٥٦٧)

[2] المعجم الکبیر (١٩/ ١٤٠) صحیح الجامع، رقم الحدیث (٢٦٠٤)

Marfat.com

«وَجَبَتْ مُحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ» ①

''ان لوگوں کے لیے میری محبت واجب ہو گئی جو میری رضا کے لیے باہم محبت کرتے، باہم مل بیٹھتے ہیں، باہم زیارت و ملاقات کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔''

یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کرتا۔ وہ تمھیں اپنی محبت سے نواز دے گا، لیکن تب جب تم اللہ کی رضا کے لیے اپنے کسی بھائی کی زیارت کرو گے۔

آدابِ زیارت و ملاقات:

زیارت و ملاقات کے کچھ آداب ہیں جن کی رعایت رکھی جائے تو میل جول صحیح بنیاد پر قائم ہوگا، زیارت کے اغراض و مقاصد مثلاً مودت و محبت کی روح کو پھیلایا جا سکے گا اور اجر و ثواب اور فائدہ بھی ملے گا۔

① مناسب دن اور وقت:

زیارت کے اہم ترین آداب میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی مناسب دن اور دن کا بھی کوئی مناسب وقت تلاش کیا جائے۔ بلا اجازت گھروں پر جا دھمکنا اسلامی آداب و اخلاق کے منافی فعل ہے۔ واجب زیارتوں کو چھوڑ کر عام مستحب زیارتیں اگر طویل اور بکثرت ہو جائیں تو وہ بھی اکتاہٹ کا باعث ہو جاتی ہیں، وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور مہمان بھاری لگنے لگتا ہے اور اس سے محبت کم ہو جانے کا بھی امکان ہوتا ہے۔

اچھی گفتگو اور اچھا استقبال اس بات کا باعث نہیں بنا لینا چاہیے کہ آپ وہاں لمبے ہی ہو جائیں اور لمبی لمبی گفتگوئیں شروع کر دیں۔ میزبان اگر علما وغیرہ جیسا کوئی ذمہ دار شخص ہو تو یہ بات اور بھی اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ ذمہ داریاں بکثرت ہونے کی وجہ سے ان کے اوقات پہلے ہی بڑے تنگ ہوتے ہیں، ان کے اوقات بڑے قیمتی ہوتے ہیں اور ان کی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ بڑا قیمتی ہوتا ہے، لہٰذا تمام تر بھلائی اسی میں ہے کہ اوسط درجے کو اختیار کیا جائے، یعنی نہ یہ ہو کہ فقط سلام کیا اور چل دیے اور نہ یہ کہ ڈیرے ڈال کر بیٹھ ہی گئے۔

---

① موطأ الإمام مالك، رقم الحديث (١٧١١) مسند أحمد (٥/ ٢٣٣)

Marfat.com

② فضول ملاقاتیں:

لا یعنی قسم کی زیارت و ملاقات کی کثرت فضول گوئی، چغلی و غیبت اور ناجائز کھیل تماشوں کی شکل اختیار کر جانے کا باعث بن جاتی ہے۔ بعض رشتے داروں کی باہمی زیارت اور میل ملاپ اتنی عام ہو جاتی ہے کہ ان میں عرفِ عام اور عادت بن جاتی ہے کہ خواتین اور ان کے رشتے داروں کے بکثرت میل جول کے نتیجے میں بعض فتنے سر اٹھاتے ہیں اور شیطان کے لیے بڑے بڑے دروازے کھول دیتے ہیں۔

③ اجازت طلب کرنا:

وہ شرعی آدابِ زیارت جن کی خود اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو تعلیم دی ہے، ان میں سے ایک بلند ترین ادب: اجازت طلب کرنا ہے، تاکہ گھروں کی حرمت و احترام قائم رہے اور اس کے ذریعے تہذیبِ نفس بھی ہو۔ نبی مکرم ﷺ بھی اپنے صحابہ کو طلبِ اجازت کا ادب سکھلایا کرتے تھے۔ قبیلہ بنی عامر کے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت لینا چاہی، جبکہ آپ ﷺ گھر میں تشریف فرما تھے اور عرض کی: کیا میں گھر میں داخل ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا:

«أُخْرُجْ إِلٰى هٰذَا فَعَلِّمْهُ الْإِسْتِئْذَانَ، فَقُلْ لَهُ: قُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟» [1]

''جاؤ اس آدمی کو اجازت لینے کا صحیح طریقہ بتاؤ کہ وہ یوں کہے: السلام علیکم! کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ اس صحابی نے یہ بات سن لی اور فوراً تعمیلِ ارشاد کی اور کہا: السلام علیکم، کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ تب نبی مکرم ﷺ نے اسے اجازت دی اور وہ اندر داخل ہوا۔''

گھروں کی عزت و احترام اور حرمت کا تو یہ عالم ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے دروازے کے کسی سوراخ سے اندر جھانک رہا ہو اور اندر سے کسی طرح اس کی آنکھ پھوڑ دی جائے تو اس کی آنکھ کی کوئی قیمت نہیں ہو گی، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٥١٧٧)

Marfat.com

«لَوْ أَنَّ رَجُلًا اِطَّلَعَ عَلَيْكَ بِغَيْرِ إِذْنٍ فَحَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ، مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ»[1]

''اگر کوئی شخص تمھاری اجازت کے بغیر کسی سوراخ وغیرہ سے جھانک رہا ہو اور تم کنکر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔''

طلبِ اجازت کا یہ ادب ایک تو گھر کی حرمت و عزت کو قائم رکھنے کا باعث بنتا ہے، دوسرے گھر والوں کو کسی کے اچانک آ دھمکنے کے نتائج (بے پردگی وغیرہ) سے محفوظ رکھتا ہے۔

④ آہستہ دستک:

طلبِ اجازت اور آدابِ زیارت میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ آنے والا بڑے نرم اور دھیمے انداز سے دروازے پر دستک دے، اپنے بودے انداز سے اجازت طلب کر کے گھر والوں کے لیے پریشانی کا باعث بنے اور نہ اپنے یوں اجازت طلب کرنے اور آنے سے گھر والوں کو اذیت پہنچائے۔ بیل دینے اور گھنٹی بجانے کا انداز بھی اسی سے اخذ کیا جا سکتا ہے۔

⑤ دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہونا:

طلبِ اجازت کے بعد دروازے کے سامنے کھڑا رہے اور نہ دروازہ کھلنے اور اسے اجازت ملنے سے پہلے اندر کی طرف جھانکے۔ یہ سب آداب گھروں کا احترام بحال رکھنے کے لیے ہیں، تاکہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں اطمینان کے ساتھ اور عزت و پردے سے رہ سکیں۔

⑥ تین مرتبہ اجازت طلب کرنا:

آنے والا تین مرتبہ اجازت طلب کرے، اگر اجازت مل جائے تو بہتر ہے، ورنہ لوٹ جائے، کیونکہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ»[2]

''اگر کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے تو وہ لوٹ جائے۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٨٨٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢١٥٨)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٢٤٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢١٥٣)

Marfat.com

﴿ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ﴾ [النور: ۲۸]

''اگر تمھیں کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ، یہی بات تمھارے لیے پاکیزہ ہے۔''

اجازت نہ ملنے سے آنے والا کچھ بد دل سا ہو کر لوٹتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہی تمھارے لیے پاکیزہ بات ہے، لہٰذا ناراض ہونے، تکلیف محسوس کرنے اور افسوس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ تمھارے لیے دروازہ کیوں نہ کھولا گیا، کیونکہ لوگوں کے کئی اسرار و بھید اور عذر ہیں، ہمیں چاہیے کہ انھیں معذور سمجھیں۔

اخلاقِ اسلامیہ:

یہ اسلامی تربیت ہے جو لوگوں کی اجتماعی زندگی کا دھارا موڑ دیتی ہے اور ان میں انتہائی پاکیزہ شعور اور نہایت عمدہ احساسات نیز اخلاقِ فاضلہ و عالیہ کے خالص و صادق جذبات کو جنم دیتی ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ وہ ایسی امت بنائے جن کے سینے صاف، دل پاک، احساسات انتہائی مہذب اور تصورات انتہائی صاف ستھرے ہوں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((مَنْ عَادَ مَرِيْضاً أَوْ زَارَ أَخاً لَهُ فِي اللّٰهِ نَادَاهُ مُنَادٍ أَنْ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ، وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا)) [1]

''اگر کوئی شخص کسی بیمار کی عیادت کرے یا اپنے کسی مسلمان بھائی کی زیارت کرے تو اللہ کی طرف سے منادی کرنے والا یہ منادی کرتا ہے کہ تم عمدہ ہوئے اور تمھارا چلنا عمدہ ہوا اور تم نے اپنے لیے جنت میں مکان بنا لیا۔''

مستحب زیارتیں:

مستحب زیارتوں میں سے صرف مردوں کے لیے زیارتِ قبور ہے، جو دلوں میں رقت اور نرمی پیدا کرتی ہے اور دنیا میں زہد اختیار کرنے کا داعیہ دلوں میں جنم لیتا ہے۔ یہ عبرت و نصیحت پیدا کرتی ہے اور غرور کا سر توڑتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کی ترغیب دلائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے:

((نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْهَا)) [2]

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (۲۰۰۸) صحيح مسلم، رقم الحديث (۱۴۴۳)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (۹۷۷)

Marfat.com

''میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب ان کی زیارت کیا کرو۔''

آپ جب قبر کی زیارت کریں گے تو موت یاد آئے گی، مُردوں کے لیے سلامتی اور مغفرت کی دعائیں کریں گے اور آپ وہاں کھود کر تیار کی گئی قبروں کو دیکھیں گے جن میں سے کسی ایک میں ایک دن تم نے بھی جانا ہی ہوگا۔ جب بھی دل پر غفلت چھانے لگے اور آپ کی طبیعت میں دنیا کی کشش کا غلبہ ہونے لگے تو قبرستانوں کی طرف نکل جایا کرو اور ان لوگوں کے بارے میں غور وفکر کیا کرو جو کل تک آپ کی طرح ہی اس دنیا میں کھاتے پیتے اور دنیا کی عیش وعشرت میں تھے، آج وہ کہاں جا بسے ہیں؟ وہ آج اپنے اعمال کے دستِ نگر ہو چکے ہیں، آج انھیں اپنے کیے ہوئے اعمالِ صالحہ کے سوا کوئی چیز کام نہ دے گی۔

زیارتِ قبور انسان کو موت کے بعد والے حالات کے بارے میں سوچنے پر مجبور کرتی ہے اور وہ اس وقت کے لیے عملِ صالح کر کے تیاری کرتا اور یاد کرتا ہے کہ اللہ کے پاس اس کے لیے قیامت کے دن کیا ہے؟ وہ اپنی تمام تر توتیں اس بات پر صرف کرنے لگتا ہے کہ وہ قیامت کے دن جہنم کی آگ سے کیسے چھٹکارا پا سکتا ہے؟ تب جا کر وہ ہر تقصیر پر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور اللہ کی جناب میں جو بھی کوتاہی کی ہوتی ہے، اس پر اپنے آپ کو کوستا ہے۔

زیارتِ قبور کے لیے رختِ سفر باندھنا؟

زیارتِ قبور کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس کے لیے دور دراز کا سفر اختیار کیا جائے، قبروں کی مٹی پر لوٹ پوٹ ہوا جائے، ان کا طواف کیا جائے، مزاروں کو چھوا اور چوما چاٹا جائے، ان کے لیے نذرانے اور تحائف پہنچائے جائیں، مُردوں کو پکارا جائے اور ان کے پاس کھڑے ہو کر دعائیں مانگی جائیں، یہ سب ناجائز امور ہیں۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''نبی ﷺ نے شرکیات کے سدِ باب کے لیے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اور جب صحابہ کے دلوں میں توحید خوب رچ بس گئی تو انھیں جائز طریقے سے زیارتِ قبور کی اجازت دے دی۔''[1]

اگر کسی نے اللہ اور رسول ﷺ کے پسندیدہ طریقے کو چھوڑ کر اپنے اختیار کردہ طریقے کے

[1] إغاثة اللهفان (١/ ٢٠٠)

Marfat.com

مطابق قبروں کی زیارت کرنا چاہی تو اسے ایسی زیارت کی اجازت ہی نہیں ہے۔

بعض لوگ مُردوں سے مناجات کرتے اور مشکل کشائی و حاجت روائی کے لیے انھیں وسیلہ بناتے ہیں، جبکہ اسلام نے اس سے سختی سے منع کیا ہے، کیونکہ توسُّل، دعا اور سوال کرنا اللہ کے حقوق اور اس کے خصائص میں سے ہے۔ اللہ وحدہ لا شریک لہ ہی قریب سے سننے والا، شکایتوں کو سننے اور انھیں پورا کرنے کی قدرت رکھنے والا ہے۔ مُردے کیا اور زندہ کیا، یہ کام اللہ کے سوا دوسرا کوئی نہیں کرسکتا۔ حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ»[1]

''جب سوال کرو تو اللہ سے کرو اور جب مدد طلب کرو تو بھی اللہ سے کرو۔''

غیر اللہ سے (ما فوق الفطرت چیز کا) سوال اسے پکارنے کی طرح ہے اور یہ شرک ہے، کیونکہ دعا و پکار تو عبادت ہے، جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ»[2] ''دعا عبادت ہے۔''

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٥١٦)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٤٧٩) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٩٦٩) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٣٨٢٨) وقال الترمذي: "هذا حديث حسن صحيح"

Marfat.com

مغربی تہذیب وتمدن کا فتنہ

امام و خطیب: فضیلة الشیخ صلاح بن محمد البدیر حفظه الله

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! تقوی اختیار کرو، کیونکہ اس کا تقوی ہی بہترین کمائی ہے اور اس کی اطاعت ہی اعلی حسب و نسب ہے۔ اس کا تقوی اختیار کرو، روزِ آخرت میں خیر کے امیدوار رہو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [آل عمران: ۱۰۲]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا صحیح حق ہے، اور تمھیں موت نہ آئے، سوائے اس کے کہ تم مسلمان ہو۔''

تہذیبِ مغرب کی یلغار:

مسلمانو! آج اہلِ اسلام ایک زبردست مقابلے سے دو چار ہیں، ان پر ماڈرن اندازِ زندگی اور مغربی تہذیب نے یلغار کر دی ہے، جو روحانیت سے عاری سراسر مادی، گھٹیا درجے کی خالص دنیاوی تہذیب ہے، یہ اسلامی آداب و اخلاق اور عمدہ قدروں سے بھی تہی دست ہے، وہ تہذیب جو سراسر دھوکا اور نری تباہی ہے، جس کی تپش اس تہذیب کو بنانے والوں نے خود سینک لی ہے، اس کی تباہیوں اور بربادیوں کا مزہ وہ خود چکھ چکے ہیں، جو محض بلا و مصیبت، بدبختی، فسق و فجور، اضطراب و پشیمانی، ہتکِ عزت و آبرو ریزی، خودکشی، اغوا، حرام طریقے سے استقرار پا جانے والے حمل کا آپریشن، غیر فطری شہوت رانی اور مختلف نشوں میں دھت رہنے کا دوسرا نام ہے۔

لوگ جادۂ حق سے ہٹ چکے ہیں۔ اب سارا معاملہ ہی الٹ چکا ہے۔ جسم ماندہ اور عقل

Marfat.com

درماندہ ہے۔ یہ ایک ایسی تہذیب ہے جس میں حلال وحرام اور فائدہ مند وضرر رساں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بازار ٹھنڈے، کلب زوروں پر اور دل پژمردہ و پریشان ہیں۔

یہ انتہائی مایوس کن تہذیب ہے جو اپنے ہی افراد کی حمایت وحفاظت سے عاجز ہے، یہ ایک دن کے لیے بھی اپنے افراد کی عزت وآبرو کا تحفظ کر سکی، نہ ان کے آنسو پونچھ سکی اور نہ ہی انھیں ایک دن کے لیے ہی پرسکون زندگی مہیا کر سکی۔

یہ تہذیب تنگدستی، اجیرن زندگی، بدبختی، پریشانی اور کرب و بلا کی تہذیب ہے جو دراصل شریعتِ الٰہیہ سے روگردانی کرنے والوں کی سزا ہے۔ کھیل تماشے اور سیاحت وتفریح کے وسائل اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار ہی ممکن نہیں، اور یہ سب اس لیے ہے کہ قلق و اضطراب سے نجات حاصل کی جاسکے، مگر ایں خیال است ومحال است وجنوں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ [الأنعام: ١٢٥]

''اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو غلاظت وگندگی اور ناپاکی سے لت پت کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔''

اسی تہذیبِ مغرب نے نئی نئی مصنوعات اور ایجادات دنیا کو دیں، مگر اس نے جو چیز بھی بنائی اپنی تباہی کے لیے ہی بنائی، بلکہ اپنی تباہی و ہلاکت کا سامان کرنے پر یہ تہذیب سبقت لے گئی۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ﴾ [الأنعام: ٢٦]

''یہ نہیں ہلاکت میں ڈالتے مگر اپنے آپ کو۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ [الفرقان: ٤٤]

''کیا آپ اسی خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا عقل رکھتے (سمجھتے) ہیں، وہ تو جانوروں جیسے بلکہ ان سے بھی زیادہ بدراہ ہیں۔''

اور فرمایا:

Marfat.com

﴿ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ [الروم: ٧]

''وہ تو اس دنیاوی زندگی کے ظاہر ہی کو جانتے ہیں، البتہ یہ آخرت سے بے خبر (اعراض کرنے اور منہ موڑنے والے) ہیں۔''

اہلِ مغرب کے ارادے:

یہ کافر معاشروں اور فاسق تہذیبوں کے اہم خدوخال اور خصائص ہیں۔ برادرانِ اسلام!

آج عالم کفر اپنی تمام بلاؤں اور مصیبتوں کے ساتھ عالم اسلام کی طرف بڑھ رہا ہے، تاکہ وہ مسلمانوں کا ذاتی تشخص مسخ کر سکے اور انھیں شعبہ ہائے حیات میں اپنے پیچھے لگا سکے، حتی کہ عقائد و افکار، معاشرتی اطوار اور اخلاقی قدروں سے ہٹا کر مسلمانوں کو مغرب کی نقالی وتقلید کے راستے پر گامزن کر سکے۔ اللہ جل وعلا نے اپنی کتاب مبین میں فرمایا ہے:

﴿ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً﴾ [النساء: ٨٩]

''وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی اسی طرح کفر کرنے لگ جاؤ جیسے وہ ہیں، تاکہ تم سب برابر ہو جاؤ۔''

نیز فرمایا:

﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا﴾ [البقرة: ١٠٩]

''اہلِ کتاب میں سے بکثرت لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کاش وہ تمھیں بھی ایمان لا چکنے کے بعد کافر کر سکیں۔''

مزید فرمایا:

﴿ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ﴾ [آل عمران: ٦٩]

''اہلِ کتاب کی ایک جماعت یہ چاہتی ہے کہ کاش وہ تمھیں گمراہ کر سکے۔''

اور ایک جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

﴿ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ﴾ [الممتحنة: ٢]

''اگر وہ تم پر کہیں قابو پالیں تو وہ تمھارے (کھلے) دشمن ہو جائیں اور برائی کے ساتھ تم

Marfat.com

پر دست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں اور (دل سے) چاہنے لگیں کہ تم بھی کفر کرنے لگ جاؤ۔''

یہ کفار یہی چاہتے ہیں اور انھی اغراض و مقاصد کو پانے کے لیے وہ ہردم کوشاں ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خصلتِ بد کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ ﴾ [البقرة: ٢١٧]

''وہ تم سے لڑتے رہیں گے، یہاں تک کہ وہ اگر کرسکیں تو تمھیں تمھارے دین سے پھیر دیں۔''

اور ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ﴾ [البقرة: ١٢٠]

''یہ یہود و نصاریٰ آپ سے کبھی خوش نہ ہوں گے، جب تک کہ آپ ان کی ملت کے تابع نہ ہو جائیں۔''

اور اللہ نے اپنے نبی محمد مصطفی سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے:

﴿ وَ اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ وَ اِذًا لَّا تَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴾ [الإسراء: ٧٣]

''یہ لوگ آپ کو اس وحی سے جو ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے بہکانا چاہتے ہیں کہ آپ اس کے سوا کچھ اور ہی ہمارے نام سے گھڑ گھڑا لیں، تب تو آپ کو یہ لوگ اپنا دلی دوست بنا لیتے۔''

ان کفار کے دلوں میں اسلام کے خلاف بغض و کینہ چھپا ہوا ہے اور ان پر ایک خوف ساطاری رہتا ہے، اسی بنا پر وہ اسلام اور اہلِ اسلام کے ساتھ برسرِ پیکار رہتے اور اسلام کو مٹانے کے لیے ہر وقت پر تولے کھڑے رہتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [الصف: ٨]

''یہ کافر چاہتے ہیں کہ یہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں، جبکہ اللہ اپنے نور کو پورا

Marfat.com

کرنے والا ہے چاہے یہ بات کافروں کو ناگوار ہی گزرے۔"

؎ نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ایک مقام پر ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ [التوبۃ: ۳۲]

"اللہ اپنے نور کو مکمل کیے بغیر چھوڑنے والا نہیں، چاہے یہ بات کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔"

؎ فانوس بن کر جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے گی جسے روشن خدا کرے

حسد و حقد اور بغض و عناد سے لبریز دلوں والے کفار میں سے ایک شقی القلب شخص اپنی دریدہ دہنی کا اظہار یوں کرتا ہے:

"اگر عرب مسلمانوں سے قرآن اور بلادِ عرب سے مکہ (مکرمہ) اوجھل ہو جائیں تو پھر ہمارے لیے ممکن ہے کہ ہم عرب مسلمانوں کو محمد (ﷺ) اور آپ (ﷺ) کی کتاب سے دور اپنی تہذیبِ مغرب پر چلتا دیکھ سکیں۔"

یہ محض ان کا مکر و فریب ہے۔

﴿وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ﴾ [آل عمران: ۱۱۸]

"اور جو کچھ ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے کہیں بدترین ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾ [النساء: ۱۲۲]

"اور اللہ سے سچا اور کون ہو سکتا ہے۔"

﴿وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا﴾ [الفرقان: ۵۵]

"اور کافر تو ہے ہی اپنے رب کے خلاف (شیطان کی) مدد کرنے والا۔"

Marfat.com

ایک طوفانِ بدتمیزی:

مسلمانو! اعدائے دین اور دشمنانِ اسلام اپنی تمام تر مصنوعات اور سائنس وٹیکنالوجی کے لاؤ لشکر کے ساتھ اسلام اور اہلِ اسلام کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے میدان میں اتر چکے ہیں اور انھوں نے مسلمانوں کے ممالک پر مغربی عقائد و افکار کی یلغار کر دی ہے، تاکہ وہ ان پر اپنا مضبوط قبضہ جما سکیں اور ان کی اسلامی زندگی کا رخ موڑ کر انھیں مغربی زندگی کی راہ پر لگا سکیں۔ ان کی زبانِ حال و قال دونوں ایک ہی راگ الاپ رہی ہیں:

''شراب و شباب امتِ محمدیہ ۔علی صاحبہا الصلاۃ والسلام۔ میں وہ تباہی و بربادی مچا سکتے ہیں جو توپوں کے بڑے بڑے گولے بھی نہیں کر سکتے۔ انھیں مال و دولت کی ہوس اور شہوت پرستی کے سمندر میں غرق کر دو۔''

اس غرض کے لیے انھوں نے تمام بلادِ اسلامیہ کا اپنے ذرائعِ ابلاغ سے محاصرہ کر رکھا ہے، سیٹلائٹ چینلز اور انٹرنیٹ ہے جو شیطانی شہوت رانی کا سیلاب اڈائے چلے جا رہے ہیں۔ وہاں سے ایسا جان لیوا زہر اگل رہے ہیں جو عزت و شرف اور عفت و پاکدامنی کی دھجیاں بکھیرے چلا جا رہا ہے۔ مکر و فریب اور شر و فساد کا ایک طوفانِ بدتمیزی برپا ہے جس سے ہماری موجودہ نسل دو چار ہے، جس کی اخلاقی بیخ کنی کی جا رہی ہے، ان کے جنسی جذبات کو بھڑکایا جا رہا ہے، ان کی صفوں میں ذلالت و کمینگی کے بیج بوئے جا رہے ہیں اور نوجوان نسل کو اس اخلاقی حملے نے اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ وہ ہر جائز و ناجائز طریقے سے جنسی جذبات کو بھڑکانے والے ذرائع کے پیچھے پاگل ہوئے جا رہے ہیں۔ ان حرام و منکر اشیا سے اس وقت مسلمانوں کی مارکیٹیں بھری پڑی ہیں۔ والعیاذ باللہ

حجاب اور مسلمان خاتون:

حسد و حقد اور بغض و عناد سے پھٹتے دلوں کے مالک یہود و نصاریٰ کے ان حملوں سے خاتونِ مسلم کا نقاب و حجاب اور جلباب و پردے کی چادر و چار دیواری بھی نہیں بچ پائی۔ فیشن شوز، عریاں فیشنی لباس اور ماڈل ہاؤسز وغیرہ نے خاتونِ مسلم کو بھی ورغلایا اور بہکایا ہے اور مرد و زن کے اختلاط پر لگا دیا ہے، اس کی عزت و شرف کو مٹی میں ملا کر اس کی عفت و عصمت کو داغدار کر دیا ہے اور انتہائی گمراہ کن ایڈورٹائزنگ پروگراموں کے ذریعے مسلمانوں کو ان ممالک کی سیر و تفریح کے لیے برانگیختہ

Marfat.com

کیا جا رہا ہے جو کفر اور فسق و فجور کے اڈے ہیں، جو عقلوں کو دھوکا دینے اور دماغوں سے غداری کرنے کی شیطانی مہارت رکھتے ہیں، جہاں ہلاکت و تباہی اور ہاؤ ہو میں گزرنے والی بے کار آوارہ زندگی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ دعوتِ گناہ سے بھرپور ایڈورٹائزمنٹ، فریب بردوش آسانیاں کہ دل ان بلادِ فسق و فجور کی طرف کھچے چلے جاتے ہیں۔ دل کو پارہ پارہ کرنے والی بات تو یہ ہے کہ بعض مسلمان اپنی بیویوں، جوان بیٹیوں اور دل کے ٹکڑوں یا جگر گوشوں کو بھی ساتھ لے جاتے ہیں اور پھر وہاں جو کچھ ہوتا ہو گا کچھ نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے تاکہ ہم بھی اسی تہذیب کا جزو بن سکیں اور اہلِ مغرب کے شانہ بہ شانہ چل سکیں!!

بچاؤ کا راستہ:

یہ غرق کر دینے والے فتنے اور ہلاکت خیز گناہ ہیں، جن سے بچاؤ کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتابِ مقدس قرآن کریم اور نبی اکرم ﷺ کی سنتِ مطہرہ کا دامن۔

مسلمانو! ہماری امتِ اسلامیہ کس طرح راضی خوشی سر جھکائے اپنے حملہ آور دشمن کی طرف بڑھے جا رہی ہے؟ یہ بکری بنے قسائی کے ساتھ رضا مندی سے سوئے مقتل کیسے چلے جا رہی ہے؟ یہ کس طرح اپنے دشمن کے اخلاق و کردار اور اس کے فہم و افکار کی پیروی کر رہی ہے؟ یہ اسلامی تعلیمات اور سرورِ عالم محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت سے اعراض و روگردانی کر کے کافر و فاجر لوگوں کے پیچھے کیسے بھاگی چلی جا رہی ہے؟ خسارہ اور ہلاکت و تباہی تو کفار و فجار کی پیروی کرنے میں ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰىٓ اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ﴾ [آل عمران: ١٤٩]

”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم ان لوگوں کی پیروی کرو گے جو کافر ہیں تو وہ تمھیں ایڑیوں کے بل (کفر کی طرف) لوٹا دیں گے اور تم بہت خسارے والے ہو کر پھرو گے۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ

Marfat.com

بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ﴾ [آل عمران: ۱۰۰]

''اگر تم ان لوگوں میں سے کسی گروہ کی پیروی کرو گے، جنھیں کتاب دی گئی تھی تو وہ تمھیں ایمان لا چکنے کے بعد پھر کافر بنا دیں گے۔''

اسلام نے تہذیبِ جدید اور مغربی مصنوعات میں سے مفید اشیا سے استفادہ کرنے سے ہرگز نہیں روکا اور نہ ان کی ایجاداتِ مفیدہ کو اپنانے سے منع کیا ہے، وہ اشیا طب و سائنس سے تعلق رکھتی ہوں یا ٹیکنالوجی سے، البتہ اسلام نے مہلک امراض اور جان لیوا بیماریوں کا سبب بننے والی اشیا و افعال سے روکا ہے، جو کسی کے پاس سے بھی گزر جائیں تو اسے نجس و ناپاک کر دیتی ہیں۔

اس تہذیب کا کیا فائدہ جس سے انسان اپنے معیار ہی سے گر جائے اور وہ غیر اللہ کی بندگی کرنے لگے، درہم و دینار کی بندگی، اپنی خواہشات کی بندگی، نیز مال و دولت اور شہوات کی بندگی پر لگ جائے اور پھر بدبختی کی انتہائی گہرائیوں میں جا گرے جن میں آج کل وہ لوگ گرے ہوئے ہیں، جن پر اس تہذیبِ جدید کا راج ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيْصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ ، تَعِسَ وَانْتَكَسَ، وَإِذَا شِيْكَ فَلَا انْتَقَشَ» [1]

''درہم و دینار کا بندہ اور چادر و نقش و نگار کا بندہ یہ سب لوگ تباہ ہو گئے (انھوں نے اپنی آخرت برباد کر لی) اگر انھیں کچھ ملے تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر انھیں کچھ نہ ملے تو وہ ناخوش ہوتے ہیں ....''

ہمارے اپنے... مگر تہذیبِ مغرب کے ایجنٹ..!

انتہائی افسوس کی بات تو یہ ہے کہ بعض ہمارے اپنے جو ہماری ہی بولی بولتے ہیں وہ مغرب کی وکالت کرتے نظر آتے ہیں۔ تہذیبِ مغرب کی عظمت بیان کرتے نہیں تھکتے اور اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ لوگوں کو تہذیبِ مغربی کی نقالی پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ تہذیب جو تباہی و بربادی اور تخریب کاری کا پیش خیمہ ہے۔ ہمارے ہی بھائی اس گمراہ مغربی تہذیب کے داعی بنے ہوئے ہیں۔ یہ وہ داعی ہیں جو دراصل جہنم کے دروازے پر کھڑے ہیں، جس نے ان کی مان

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٨٨٧)

Marfat.com

لی وہ اسے جہنم میں جھونک دیں گے۔ وہ لوگوں کو اس تہذیب کی طرف دعوت دیتے ہیں اور گویا یہ جانتے ہی نہیں کہ خود اہلِ مغرب کے دانشمند لوگوں کی چیخ و پکار بلند ہو رہی ہے اور ان کی صدائیں اٹھ رہی ہیں جو اس تہذیبِ نو کے خطرات ونقصانات بیان کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ یہ روحانیت سے قطعی عاری تہذیب ہے۔ وہ اسے ترک کرنے کی دعوت دے رہے ہیں اور پانی سر سے گزرنے سے پہلے پہلے لوگوں کو اصلاح کی طرف بلا رہے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ﴾ [البقرة: ۱۱، ۱۲]

”جب ان سے کہا جائے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو وہ کہتے ہیں ہم تو اصلاح کر رہے ہیں، حالانکہ خبردار رہو کہ وہی ہیں فساد کرنے والے مگر وہ اس بات کا شعور نہیں رکھتے۔“

ہماری ذمے داریاں:

تمام مسلمان حکمرانوں اور عوام پر واجب ہے کہ وہ اس تہذیبِ مغرب کے بنیادی اصولوں، اس کے اغراض و مقاصد، اہداف و غایات، اضرار و نقصانات اور اس سے جڑے تمام خطوط کے بارے میں معلومات رکھیں اور اپنے ملکوں اور پھر اپنے گھروں میں ان کی بری عادات، اخلاقِ بد اور رسومِ جاہلیت کو داخل نہ کریں، جنھیں ان کے دشمنوں نے محض اس لیے بنا سنوار کر ان کے سامنے رکھ دیا ہے، تاکہ وہ انھیں گمراہ کریں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ ثَلَاثَةٌ: مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ، وَمُبْتَغٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِئٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهْرِيقَ دَمَهُ» [1]

”اللہ کے نزدیک تمام لوگوں میں سے بدترین تین قسم کے لوگ ہیں: حرم شریف میں الحاد و جرم کا ارتکاب کرنے والا، اسلام میں عہدِ جاہلیت کے رسم و رواج کو چاہنے والا، اور کسی کا خون بہانے کے لیے ناحق طور پر خون کا مطالبہ کرنے والا۔“

مسلمانو! تمھارے پاس وہ شریعت ہے جو رب کائنات کی عطا کردہ ہے۔ جو شخص اس کی تعلیمات پر عمل کرتا ہے، یہ اس کے لیے بقا و ارتقا اور عروج و رفعت کی ضمانت دیتی ہے۔ ایسی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٨٨٢)

Marfat.com

شریعت جو تمام اندھیروں کو نورِ ہدایت سے روشن کر سکتی اور نور علی نور ہے۔ انسانیت کو ہلاکت سے بچانے کی تمام تر صلاحیت صرف اسلام میں ہے اور صرف اسلام ہی بشریت کی سعادت و خوشی کا اکیلا ضامن ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ﴾ [البقرة: ١٣٨]

''اللہ کا رنگ، اور اللہ کے رنگ (دینِ اسلام) سے اچھا کس کا رنگ ہو سکتا ہے، اور ہم سب اسی اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں۔''

اپنے دینِ اسلام کو اپنے لیے باعث عز و شرف سمجھو اور گمراہیوں کے گڑھوں میں گرنے سے خود کو بچاؤ اور اپنے اہل و عیال کو بچاؤ۔ تمام خطرات سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ میں آجاؤ اور فکرِ سلیم کے ساتھ نتائج و عواقب پر نظر رکھو اور ان فتنوں سے جس قدر ممکن ہو پہلو تہی کرو۔ شیطان کے تیر چل رہے ہیں اور انسان کا دل ادنیٰ ادنیٰ چیزوں سے بھی متاثر ہو جاتا ہے، معمولی سی بات سے اس میں میل آجاتی ہے جیسے معمولی سے تنکے سے آنکھ میں اور معمولی سی چوٹ سے آئینے میں بال آجاتا ہے۔

مسلمانو! ہمارے لیے نبی اکرم ﷺ نے ہدایت و راہنمائی کا ایک پرچم گاڑ رکھا ہے۔ ہر فتنے سے ہم اس کے سائے میں رہ کر بچ سکتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فتنوں کے سلسلے میں فرمایا ہے:

« مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ، فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهِ »[1]

''جو شخص دور سے ان کو جھانکے گا وہ اس کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیں گے، اس وقت جس کو کوئی پناہ گاہ مل سکے وہ اس میں چلا جائے۔''

فتنۂ دجال کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

« مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ عَنْهُ -أَيْ فَلْيَبْعُدْ عَنْهُ- فَوَاللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِيهِ وَهُوَ يَحْسِبُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ، فَيَتْبَعُهُ مِمَّا يَبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ »[2]

''جو دجال کے بارے میں سنے، اسے چاہیے کہ وہ اس سے دور ہی رہے۔ اللہ کی قسم! بے شک جو اس کے پاس آئے گا اور وہ سمجھتا ہوگا کہ وہ مومن ہے، مگر پھر وہ اس دجال کی پیروی کرنے لگے گا، کیونکہ وہ دجال اسے بہکانے کے لیے اپنے شبہات و ہتھکنڈوں

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٦٧٠)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٣١٩)

Marfat.com

(کے ترکش سے تمام تیر پھینک کر) اسے گمراہ کردے گا۔"

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾

[التحريم: ٦]

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، جس کے داروغے بڑے سخت دل اور شدید وسخت گیر فرشتے ہیں، وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی بھی نہیں کرتے اور جو انھیں حکم دیا جاتا ہے وہ ویسے ہی بجالاتے ہیں۔"

اپنے دین پر غیرت کھانے والا ہر مسلمان اپنے دل میں بڑی تکلیف محسوس کرتا اور گہرا رنج پاتا ہے، جب وہ دیکھتا ہے کہ صلیبی وصیہونی حملوں اور سازشوں سے ہمارے مسلمان لوگ بھی متاثر ہوئے جارہے ہیں، پھر اس کا دکھ بھی اور بڑھ جاتا ہے جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ مسلمانوں کے متاثر ہونے کی مقدار روز افزوں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ﴾

[محمد: ٣١]

"ہم یقیناً تمھارا امتحان کریں گے تاکہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو ظاہر کردیں اور ہم تمھاری حالتوں کی بھی جانچ کرلیں۔"

مسلمانو! امتحان اور آزمائش سے اچھی معدن کی تمیز پیدا ہوتی ہے اور زبردست معرکوں میں بے دل لوگوں سے جی دار لوگ پہچانے جاتے ہیں۔ لوگ کئی معدنوں کے ہوتے ہیں، کوئی قیمتی جوہر ہوتا ہے اور کوئی بے کار پتھر، بعض ایسی بوٹیاں ہوتی ہیں جو خوشبودار اور خوش منظر ہوتی ہیں جبکہ بعض بدمنظر، بدبودار اور بے کار ہوتی ہیں۔

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور اپنے بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح کرلو اور اپنے رب کی بندگی کا راستہ اختیار کرو۔ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

«اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرَجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ» [1]

''فتنہ و فساد کے زمانے میں عبادت کرنا، میری طرف ہجرت کرنے کے برابر ثواب رکھنے والا عمل ہے۔''

نوجوانو! سر اٹھاؤ، اپنے اوپر فخر کرو اور کفار کی عادات و تقالید اور تہذیب و تمدن میں ان کی مشابہت و پیروی کرنے سے بچو۔ اس تہذیبِ مغرب کی غلاظتوں اور گندگیوں سے بچو۔ اے ہدایت کے بیٹے! اے قرآن کی بساط پہ چلنے والے! اوہام پرستی کو چھوڑو اور تقلیدِ فرنگ سے باز آجاؤ۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ ﴾ [سورة الكافرون]

''کہہ دیجیے: اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا، جس کی تم عبادت کرتے ہو، اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو، جس کی میں عبادت کرتا ہوں، اور نہ میں اس کی عبادت کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو، اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں، تمھارے لیے تمھارا راستہ، اور میرے لیے میرا دین۔''

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٩٤٨)

Marfat.com

شیطانی مکر و فریب اور اس سے نجات کی راہیں

امام و خطیب: فضیلة الشیخ علي بن عبد الرحمن الحذيفي حفظه الله

حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! ہر شکل میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، یومِ آخرت پر یقین رکھو اور فساد کرنے والوں کا اتباع نہ کرو۔

اللہ کے بندو! یہ جان لو کہ ہر چیز کی ابتدا ہے اور ہر ابتدا کی انتہا ہے۔ ہر دور کا ایک مقصد ہوتا ہے، بے شک تم امتحان و ابتلا اور آزمایش کے مرحلے میں ہو اور اصل غرض و غایت جنت یا جہنم ہے۔

اہلِ جنت:

اللہ تعالیٰ نے جنت میں جانے کا صرف ایک ہی راستہ بنایا ہے اور وہ دینِ اسلام ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [آل عمران: ۸۵]

''جو شخص اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین تلاش کرے تو اس سے یہ دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔''

دینِ اسلام میں نیک اعمال مشروع کیے گئے ہیں جو ہلاکتوں سے بچاتے اور تباہی کو دور کرتے ہیں۔ دارالنعیم جنت کے مستحق لوگ پیدا کیے گئے ہیں جو جنت کو حاصل کرنے کے لیے نیکیاں کرتے ہیں اور دوسروں کو نیکی کرنے کی دعوت دیتے ہیں، ان میں سب سے پہلے انبیا علیہم السلام ہیں اور پھر ان کی اتباع کرنے والے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں نازل کیں، انھیں بلند درجات سے نوازا اور انھیں بھلائی میں سبقت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ

Marfat.com

الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا﴾ [النساء: ٦٩، ٧٠]

''اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے جیسے انبیا اور صدیقین و شہدا اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں، یہ فضل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور کافی ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا۔''

ایسے لوگوں کی سیرت حسین، ان کے دل پاکیزہ اور ان کے اعمال صالح ہوتے ہیں۔ انھیں اس دنیا میں بھی سعادت وخوشیاں نصیب ہوئیں اور آخرت میں بھی وہ ہمیشہ کے لیے جنت میں رہیں گے۔

اہلِ جہنم:

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جہنم کے لیے بھی کچھ لوگ پیدا کیے ہیں جو جہنم والے کام کرتے ہیں۔ اس نے وہ سب راستے بیان کر دیے ہیں جن سے گزرنے کے نتیجے میں وہ ہمیشہ دردناک عذاب میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے برائی اور محرمات سے خبردار کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث بنتے، ذلت و رسوائی کی طرف لے جاتے اور بالآخر جہنم میں داخل کر دیتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾ [الجن: ٢٣]

''جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نہ مانے گا، اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، جس میں ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے۔''

جہنم کی طرف بلانے والے:

جس جہنم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف قسموں کے ابدی عذاب بنائے ہیں، اس کی طرف دعوت دینے والے بھی اس دنیا میں پائے جاتے ہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ﴾ [القصص: ٤١، ٤٢]

''اور ہم نے ان کے لیے ایسے امام بنا دیے کہ وہ (لوگوں کو) جہنم کی طرف بلائیں اور روزِ قیامت مطلق مدد نہ کیے جائیں، اور ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا

Marfat.com

دی اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔''

جہنم کی طرف دعوت دینے والے برائی کو سجا بنا کر پیش کرتے اور لوگوں کو گناہ کی دعوت دیتے ہیں جو گناہ کرنے والے کو ہلاک کر دیتی ہے۔ جہنم کی طرف دعوت دینے والوں میں سب سے شدید ترین اور اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ سے دشمنی کرنے والا شریر الفطرت اور خبیث النفس ابلیس ۔لعنة الله عليه۔ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو اس سے اور اس کے چیلوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ وہ اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہے، تاکہ اچھی طرح پتا چل سکے کہ اللہ کی اطاعت کرنے والا کون ہے؟ اور معصیت وگناہ کا راستہ اختیار کرنے والا کون ہے؟ تاکہ پھر ان کے لیے ان کے عمل کے حساب سے ثواب یا عذاب مقرر کیا جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ مَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ وَ رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴾ [سبا: ۲۰، ۲۱]

''اور شیطان نے ان کے بارے میں اپنا گمان سچا کر دکھایا یہ لوگ سب کے سب اس کے تابع فرمان ہوگئے، مومنوں کی ایک جماعت کے سوائے، شیطان کا ان پر کوئی زور (اور دباؤ) نہ تھا، مگر اس لیے کہ ہم معلوم کریں ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں میں سے جو اس سے شک میں ہیں، اور آپ کا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔''

اور ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [يٰسٓ: ۶۰، ۶۱]

''اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے قول وقرار نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمھارا کھلا دشمن ہے، اور میری ہی عبادت کرنا، سیدھی راہ یہی ہے۔''

یہ شریر مخلوق شیطان ہر معصیت اور فحاشی کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک حد تک کچھ قدرت بھی دے رکھی ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتا، اور مومن کو وہ ہتھیار دیا ہے، جس سے وہ شیطان کے شر کو دور کر سکتا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے شیطان ابلیس کو دلوں میں برے وسوسے ڈالنے، باطل خیالات کا زہر پھونکنے اور یہ فعل بار بار دہرانے کی طاقت دی ہے، تاکہ بندہ گناہ کرنے کی فکر میں لگ جائے، پھر قصد و ارادہ کرے اور پھر اس فعلِ بد کا ارتکاب کرلے، کیونکہ ہر فعل کی ابتدا پہلے سے دل میں اس فعل کے بارے میں سوچ وفکر ہی سے ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شیطان لعین کو گناہ کے بنا سجا کر پیش کرنے کی قدرت بھی دی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [الأنعام: ٤٣]

''اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو آراستہ کر دیا۔''

البتہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو کسی چیز کے لیے محبت و الفت پیدا کر دینے کی قدرت نہیں دی، کیونکہ کسی چیز سے محبت پیدا کر دینے کی قدرت صرف اللہ وحدہ کو حاصل ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾ [الحجرات: ٧]

''اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں، اگر بہت سارے معاملات میں وہ تمھارا کہا مانیں تو تم مشکل میں پڑ جاو، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمھارے لیے محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمھارے دلوں میں مزین کر دیا ہے، اور کفر و گناہ اور نافرمانی کو تمھاری نگاہوں میں ناپسندیدہ بنا دیا ہے، یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس شریر مخلوق کو یہ بھی قدرت دی ہے کہ وہ کافروں کو بہکائے اور جوش وخروش کے ساتھ گناہ کا ارتکاب کرنے پر اکسائے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ۝ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا﴾ [مریم: ٨٣، ٨٤]

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم کافروں کے پاس شیطانوں کو بھیجتے ہیں جو انھیں خوب اکساتے ہیں، آپ ان کے بارے میں جلدی نہ کریں ہم تو خود ہی ان کے لیے مدت شماری کر رہے ہیں۔''

اس شیطان مردود کو اللہ نے یہ قدرت بھی دی ہے کہ وہ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے

Marfat.com

کے خلاف بھڑکائے۔ اس کھلے دشمن کو دلوں میں وسوسے اور اندیشے ڈالنے، دلوں کو گمراہ کرنے اور پھونکیں مارنے کی طاقت بھی دی گئی ہے، ان کے علاوہ جتنے بھی شیطانی ہتھکنڈے اور مکر و فریب اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں، وہ سب انتہائی کمزور و بے جان ہیں، اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور اس کے دین کے ساتھ اعتصام رکھنے سے شیطان کا ہر فعل باطل و فنا ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيفًا ﴾ [النساء: ٧٦]

''یقین مانو کہ شیطانی حیلہ (بالکل بودا) اور کمزور ہے۔''

اس دشمن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ إِنَّمَا سُلْطٰنُهُ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُوْنَ ﴾ [النحل: ٩٩، ١٠٠]

''ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسا رکھنے والوں پر اس کا زور مطلقاً نہیں چلتا، ہاں اس کا غلبہ ان پر تو یقیناً ہے، جو اسی سے رفاقت کریں اور اسے اللہ کا شریک ٹھہرائیں۔''

شیطان کا کوئی وار اللہ پر توکل کرنے والے مومنوں پر نہیں چلتا۔ اس کھلے دشمن کے وجود پر ہمارا ایمان ہے۔ اس کا اثر بھی ہم مانتے ہیں اور اس کے پھیلائے ہوئے شر کا انجام بھی ہم محسوس کرتے ہیں۔ اللہ ہمیں اور سب مسلمانوں کو اس کے شر سے پناہ دے۔ یہ لعین دشمن نیکی کے ہر راستے پر بیٹھا ہوا ہے، تاکہ اس سے روکے اور اس کے برعکس برائی کے ہر راستے کی طرف لوگوں کو بہکاتا ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴾ [الأعراف: ١٦، ١٧]

''اس نے کہا: (اے میرے رب!) کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لیے تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا، پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں جانب سے اور ان کی بائیں جانب سے اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔''

Marfat.com

شیطان سے نجات کی راہیں:

① جب تک ہم اپنے دین کو مضبوطی سے نہیں پکڑتے، تب تک ہم شیطان لعین کے شر سے بچ سکتے ہیں، نہ اس کے مکروفریب کا توڑ کر سکتے ہیں اور نہ ہی شیطان کے بہکاوے سے بچ سکتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [آل عمران: ۱۰۱]

''جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوط تھام لے تو بلاشبہہ اسے راہِ راست دکھا دی گئی۔''

② ہم کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ پر عمل کریں گے اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت و ترغیب دیں گے تو یقیناً شیطان سے نجات پا سکیں گے۔

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہم پر واضح کر دیا ہے کہ یہ دشمن لعین انسان کو ہلاکت کی وادی میں لے جاتا ہے، پھر اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے، بلکہ اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النحل: ٦٣]

''واللہ! ہم نے تجھ سے پہلی امتوں کی طرف بھی اپنے رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کے اعمالِ بد ان کی نگاہوں میں آراستہ کر دیے، اور شیطان آج بھی ان کا رفیق بنا ہوا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اس شیطان مردود نے قومِ نوح، قومِ عاد وثمود اور قومِ ابراہیم (علیہم السلام) اور اصحابِ مدین کے لیے کفر و شرک اور گناہوں کو مزین کیا۔ اس نے قومِ لوط کے لیے برائی و فحاشی کو خوبصورت بنایا اور دیگر اقوام کے لیے مختلف اقسام کے گناہوں اور برائیوں کو ان کے لیے مزین کیا۔ جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو ندامت و پچھتاوے سے انھیں فائدہ ہوا اور نہ شیطان ہی ان کے کسی کام آیا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَاۤ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الحشر: ١٦، ١٧]

Marfat.com

''شیطان کی طرح کہ اس نے انسان سے کہا کفر کر، جب وہ کفر کر چکا تو کہنے لگا میں تو تجھ سے بری ہوں، میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں، پس دونوں کا انجام یہ ہوا کہ آتش (دوزخ) میں ہمیشہ کے لیے گئے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔''

روزِ قیامت یہی شیطان آگ کے ایک اونچے الاؤ پر کھڑا ہو کر اپنے چیلوں سے یوں خطاب کرے گا، جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿وَ قَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَ مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَ لُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ [إبراهيم: ٢٢]

''اور جب فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدے کیے تھے ان کے خلاف کیا، میرا تم پر کوئی دباؤ نہیں تھا، ہاں میں نے تمھیں پکارا اور تم نے میری مان لی، پس تم مجھے الزام نہ لگاؤ، بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمھارا فریاد رس اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے، میں تو سرے سے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے اللہ کا شریک مانتے رہے، یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

پھر آگ کے بھڑکنے کے شور، لوگوں کی ندامت وحسرت، رونے دھونے اور چیخ پکار کے سوا کچھ نہ رہ جائے گا، تب اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا:

﴿اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾ [المؤمنون: ١٠٨]

''پھٹکارے ہوئے یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام بھی نہ کرو۔''

③ اس کھلے اور ظاہری دشمن کے شر سے بچنے کے لیے مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس سے اللہ کی پناہ مانگے، کیونکہ استعاذے کا مطلب ہے اللہ کی پناہ میں آنا، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا اور اسی کا سہارا ڈھونڈنا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ [الأعراف: ٢٠٠]

Marfat.com

''اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجیے، بلاشبہ وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔''

نیز ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ۝ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ﴾

[المؤمنون: ۹۷،۹۸]

''اور آپ کہیں اے میرے رب! میں پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے اور اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ حاضر ہوں۔''

نبی ﷺ کے پاس دو آدمی باہم گالی گلوچ کرنے لگے، ایک کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس کی رگیں پھول گئیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ ؛ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ»[1]

''میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں اگر یہ کہے تو اس کا غیظ و غضب دور ہو جائے، وہ کلمہ ہے: ''أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' (میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں)۔''

④ نماز کو باقاعدگی سے باجماعت ادا کرنے سے بھی شیطان کے شر اور مکر و فریب سے نجات پا سکتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ﴾ [العنکبوت: ۴۵]

''اور نماز قائم کرو، بے شک نماز فحش کاموں اور برائیوں سے روکتی ہے۔''

اور ابلیس کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [النور: ۲۱]

''اور جو شیطان کے نقشِ قدم پر چلے گا تو وہ اسے برائیوں اور فحاشیوں کا حکم دے گا۔''

حدیث شریف میں نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ إِلٰى أَنْ يُمْسِيَ، فَلَا

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٦١١٥) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٦١٠)

Marfat.com

يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِنْ ذِمَّتِهِ ﴾[1]

”جس نے فجر کی نماز با جماعت پڑھی تو وہ شام ہونے تک اللہ تعالیٰ کے ذمے میں رہے گا، پس اللہ اپنے ذمے سے متعلق کوئی سوال نہ کرے۔“

⑤ آیت الکرسی اور سورۃ الاخلاص، معوذتین (﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾) اور سورۃ المومن (غافر) پڑھنے سے شیطان کے شر کو دفع کیا جا سکتا ہے۔

⑥ جب مسلمان مسجد میں داخل ہو تو کہے:

« بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ »[2]

”میں اللہ کے نام کے ساتھ (داخل ہوتا ہوں) اور رسول اللہ ﷺ پر صلات و سلام ہو۔ میں عظمت والے اللہ کی اور اس کے کریم چہرے کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں مردود شیطان سے۔“

تو اس سے بھی شیطان سے تحفظ ہو جاتا ہے۔

⑦ قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کرنا بھی انسان کو شیطان کے شر سے بچاتا ہے، کیونکہ تلاوتِ کلام پاک کی ایک خاص تاثیر یہ ہے کہ یہ شیطان کو مار بھگاتی ہے۔ انسان جتنی زیادہ تلاوت کرے گا، اتنا ہی اپنے آپ کو شیطان مردود سے محفوظ کر لے گا۔

⑧ زکات دینے، صدقہ خیرات کرنے اور بھلائی کی راہ میں خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو شیطان کے شر سے محفوظ کر دیتا ہے، چنانچہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

« وَالصَّدَقَةُ تُطْفِيءُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِيءُ الْمَاءُ النَّارَ »[3]

”اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے سے برائیاں اس طرح ختم ہو جاتی ہیں، جس طرح پانی آگ کو بجھا کر ختم کر دیتا ہے۔“

⑨ اگر مسلمان اپنے آپ کو خطاؤں اور برائیوں سے بچا لے تو وہ ایک شرِ عظیم سے بچ گیا۔

ایک حدیث میں ہے:

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٦٥٧)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٦٥)

[3] مسند أحمد (٣/ ٣٩٩) سنن الترمذي، رقم الحديث (٦١٤)

Marfat.com

"صَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ تَقِي مَصَارِعَ السُّوءِ"[1]

"اچھے کام برائیوں کے اڈوں (سوے خاتمہ) سے بچاتے ہیں۔"

(۱۰) شیطان کے مکر سے بچنے کے لیے اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھنا چاہیے۔ اللہ کی تسبیح (سبحان اللّٰہ) تحمید (الحمد للہ) تکبیر (اللّٰہ أکبر) تہلیل (لا إله إلا اللّٰہ) اور استغفار (أستغفر اللّٰہ) کرتے رہو۔ صحیحین میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا قَالَ الْمُؤْمِنُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. مِائَةَ مَرَّةٍ فِي أَوَّلِ يَوْمِهِ كَانَ ذٰلِكَ حِرْزًا لَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ فِي يَوْمِهِ، وَ كَانَتْ كَعِتْقِ عَشْرِ رِقَابٍ، وَكَتَبَ اللّٰهُ لَهُ مِائَةَ حَسَنَةٍ»[2]

"اگر کوئی مومن نمازِ فجر کے بعد دن کے شروع میں ہی سو مرتبہ یہ کہے: «لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ» "اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، سب بادشاہی صرف اسی کے لیے ہے اور ہر طرح کی تعریف بھی اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔" تو یہ کلمہ اس کے لیے سارا دن شیطان کے شر سے حفاظت کا ذریعہ بن جائے گا اور اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے میزانِ حسنات میں سو نیکیاں لکھے گا۔"

(۱۱) شیطان کے شر سے بچنے ہی کے لیے اعلاے کلمۃ اللہ کی خاطر جہاد کرنا بھی ہے۔

(۱۲) شیطان کے فریب اور شر سے بچاؤ کے لیے خیر و بھلائی اور علم کی محفلوں میں شرکت کرنا اور لہو و لعب یا کھیل تماشے اور باطل و غفلت بردوش محفلوں سے دور رہنا بھی ضروری ہے، کیونکہ اس قسم کی لہو ولعب کی مجلسوں میں شیطان شریک ہوتا ہے اور لوگوں کو آپس میں لڑاتا، ایک دوسرے کے دلوں میں نفرت ڈالتا اور شقاوت و بدبختی کا سبب بنتا ہے۔ یہ برائی اس حد تک بھی بڑھ سکتی ہے کہ انسان اپنے ہی نفس سے دشمنی کر بیٹھتا ہے، حتی کہ شراب پینا اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنا شروع کر دیتا ہے۔

(۱۳) شیطان کے شر سے بچنے کے لیے اللہ کی وحدانیت کو ماننا، اسی پر توکل کرنا اور خلوصِ دل سے اللہ وحدہ ہی کے لیے ہر قسم کی عبادت بھی تیر بہدف نسخہ ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

[1] المعجم الكبير، رقم الحديث (٨٠١٤)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٢٩٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٩١)

Marfat.com

﴿ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ﴾ [الحجر: ۴۲]

''میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں، لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں۔''

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور شیطان کے مکر و فریب اس کے بہکاوے اور پھیلائے ہوئے جالوں سے بچو۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۝ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ﴾ [البقرۃ: ۲۰۸، ۲۰۹]

''مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو، وہ تو تمھارا صریح دشمن ہے، پھر اگر تم روشن احکام پہنچ جانے کے بعد لڑکھڑا جاؤ تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالب (اور) حکمت والا ہے۔''

دعوتِ فکر:

یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ شیطانِ لعین انسان کو ہر قسم کے شر و فساد کی طرف ترغیب دلاتا ہے اور نیکی کے ہر راستے میں اس کے لیے رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ وہ ان راستوں میں سے کسی کو بھی معمولی نہیں سمجھتا، سب سے پہلے وہ ابنِ آدم کو کفر کی طرف ترغیب دلاتا ہے اور اگر انسان نے اس کی بات مان لی تو گویا اس نے اپنی لگام شیطان کو تھما دی، اب وہ اسے ہر برائی کی طرف کھینچ کر لے جائے گا اور دنیا و آخرت ہر دو میں اسے ہلاکت میں مبتلا کر دے گا۔

دعوتِ بدعت:

اگر کوئی کفر والی بات نہ مانے تو اسے دین میں بدعات پیدا کرنے اور ان پر عمل کرنے کی طرف ترغیب دے گا، کیونکہ اہلِ بدعت عموماً توبہ نہیں کرتے، کیونکہ وہ اس بدعت ہی کو دین سمجھتے ہیں تو شیطان اس پر خوش ہوتا ہے۔

دعوتِ معصیت:

اگر یہ بھی نہ مانے تو وہ انسان کو کبیرہ گناہوں کی طرف رغبت دلاتا ہے، یا پھر صغیرہ گناہوں پر مصر رہنے پر اُکساتا رہتا ہے۔

Marfat.com

دعوتِ مباح:

اگر وہ اس پر بھی قادر نہ ہو تو وہ اسے مستحبات کو چھوڑ کر مباحات میں مشغول کر دیتا ہے، تا کہ وہ لایعنی امور ہی میں مصروف رہے۔

شیطان انسان کی رغبت کو دیکھتا ہے، پھر اس کے پسندیدہ افعال کی طرف آتا ہے اور اس کی خواہشاتِ نفس اور رغبت و ارادے کی طرف سے اس کے لیے شر کے دروازے کھول دیتا ہے۔ نفسِ انسانی تو برائی کا حکم دینے والا ہے، سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ نے اپنا رحم فرما دیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ [الفاطر: ٥، ٦]

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، تمھیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے، اور نہ دھوکے باز شیطان تمھیں غفلت میں ڈالے، یاد رکھو شیطان تمھارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن ہی جانو، وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لیے ہی بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہو جائیں۔''

جن گناہوں اور برائیوں کو انسان حقیر اور چھوٹا سمجھتا ہے شیطان ان پر بھی قانع ہو جاتا ہے۔ اللہ کے بندو! شیطان کے دروازوں سے بچو۔ نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَئِسَ أَنْ يُعْبَدَ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ، وَلٰكِنْ رَضِيَ بِالتَّحْرِيْشِ بَيْنَكُمْ »[1]

''شیطان اس بات سے تو مایوس ہو چکا کہ جزیرۃ العرب میں اس کی کوئی عبادت کرے، البتہ وہ اسی پر راضی ہو گیا ہے کہ وہ لوگوں کو باہم لڑاتا بھڑاتا رہے اور ان کے دلوں میں باہمی نفرت کے بیج بوتا رہے۔''

و صلى الله على نبينا محمد و على آله و سلم.

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨١٢)

Marfat.com

نعمتِ امن و امان

امام و خطیب: فضیلة الشیخ علي بن عبد الرحمن الحذیفي حفظه الله

حمد و ثنا کے بعد:

مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی لا تعداد اور بے شمار نعمتیں ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [النحل: ۱۸]

''اگر تم اس کی نعمتوں کی گنتی کرنا چاہو تو انھیں شمار نہیں کر سکو گے، بے شک اللہ تعالیٰ بڑی بخشش والا رحم کرنے والا ہے۔''

ایمان کی عظیم دولت کے بعد سب سے بڑی نعمت ''امن و امان'' ہے۔ امن خوف کی ضد ہے۔ امن دل کے اطمینان وسکون اور راحت و آرام کا دوسرا نام ہے۔ امن کی موجودگی میں انسان اپنے دین، جان و مال، عزت و آبرو اور اپنے حقوق میں سے کسی چیز کے بارے میں نہیں ڈرتا۔ امن حیاتِ انسانی کی بنیادوں میں سے ایک اہم بنیاد ہے۔ زندگی امن کے بغیر خوش حال رہ سکتی ہے، نہ ترقی کر سکتی ہے اور نہ ہی پر سکون ہو سکتی ہے، اگر امن نہ ہو تو مال کی کیا قیمت رہ جائے گی؟ اگر امن نہ ہو تو خوشحال زندگی پھر کیا ہے؟ امن کے بغیر زندگی میں نشاط انگیزی کہاں سے آئے گی؟

امیدیں تو صرف امن و امان کی حالت ہی میں جنم لیتی ہیں، اور دلوں کو سعی و عمل کے نتائج پر اطمینان صرف امن کی حالت ہی میں میسر آ سکتا ہے۔ انسان کی مفید سرگرمیاں بھی امن و استحکام کی صورت ہی میں کھل کر سامنے آتی ہیں۔ لوگ اپنے مصالح و منافع میں باہم تبادلہ کرتے ہیں اور رنگا رنگ کے وہ کام سامنے آتے ہیں، جن کا انسان محتاج و ضرورت مند ہوتا ہے۔ امن کی حالت ہی میں خیرات و برکات نازل ہوتی ہیں اور راستے پر امن رہتے ہیں، تجارت ترقی پاتی ہے، کارخانے پیداوار بڑھاتے ہیں، کھیتی باڑی اچھی ہوتی ہے، جانوروں کی نسل میں افزائش ہوتی ہے، خونریزیاں

Marfat.com

ختم ہوتی ہیں اور حقوق و اموال کا تحفظ ہوتا ہے، روزی روٹی آسان ہوتی ہے اور دنیا کی تعمیر و ترقی اور آبادی و آباد کاری میں اضافہ ہوتا ہے۔ امن ہی کی بدولت زندگی اپنے تمام شعبوں میں نکھار پاتی اور خوشحال ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمتِ امن و امان کو اپنی مخلوقات پر اپنے احسانات میں سے شمار کیا ہے، تاکہ وہ اس کا شکر کریں اور اس امن و امان کے سائے میں اس کی عبادات بجا لائیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [القصص: ٥٧]

''کیا ہم نے انھیں امن و امان اور حرمت والے حرم میں جگہ نہیں دی؟ جہاں تمام چیزوں کے پھل کھچے چلے آتے ہیں، جو ہمارے پاس بطورِ رزق کے ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

نیز ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾
[القريش: ٣، ٤]

''پس انھیں چاہیے کہ اسی گھر کے رب کی عبادت کرتے رہیں، جس نے انھیں بھوک میں کھانا کھلایا اور ڈر (خوف) میں امن (و امان) دیا۔''

سیدنا عبید اللہ بن محصن انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ أَصْبَحَ مِنكُم آمِناً فِي سَرْبِهِ، مُعَافًى فِي جَسَدِهِ ، عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ، فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيرِهَا»[1]

''جس نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھر میں پر امن ہے اور جسمانی طور پر صحت مند ہے اور اس کے پاس اس ایک دن کے کھانے پینے کا انتظام ہے تو وہ ایسے ہی ہے کہ جیسے دنیا بھر کی نعمتیں اس کے گھر سمٹ آئی ہیں۔''

امن و امان کے لیے اسلام کے اقدامات:

اسلام نے اپنے معاشرے میں امن و امان کو عام کرنے کا سخت اہتمام کیا ہے، قوانین بنائے

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٣٤٦) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤١٤١)

Marfat.com

اور فساد و شر سے منع کیا، جرائم کی سزائیں طے کیں اور ان سے باز رکھنے کے لیے حدود و تعزیرات کے تازیانے دکھائے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾

[المائدة: ٢]

''نیکی و تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو اور گناہ و سرکشی کے کاموں میں تعاون نہ کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خبر دے رکھی ہے کہ جو شخص نیکی کا راستہ اختیار کیے رکھے، ہدایت پر قائم رہے اور فساد و بگاڑ کے راستوں سے دور رہے گا، امن و امان اس کا مقدر ہوگا، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ [الأنعام: ٨٢]

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہیں کیا، انھی لوگوں کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ جب نئے ماہ کا چاند (ہلال) دیکھتے تو یہ دعا فرماتے:

«اَللّٰهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ هِلَالُ خَيْرٍ وَّرُشْدٍ رَبِّي وَرَبُّكَ اللّٰهُ»[1]

''اے اللہ! تو اس چاند کو ہمارے لیے امن و امان، سلامتی و اسلام اور بھلائی و ہدایت کا پیامبر بنا۔ اے ہلال! ہمارا اور تیرا رب اللہ ہے۔''

امن اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، جب یہ نعمت چھن گئی تو زندگی اجاٹ ہوگئی، امتیں بدبختی کا شکار ہوگئیں، حالات خراب ہو گئے اور نعمتیں روٹھ گئیں، ان کی جگہ عذابوں نے لے لی، امن و امان کی جگہ خوف و خطرات نے، عیش و عشرت کی جگہ فقر و بھوک نے، اتحاد و اتفاق کی جگہ انتشار و بدامنی نے اور عدل و رحمت کی جگہ ظلم و زیادتی نے لے لی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے ساتھ ان تمام مصائب اور بلاؤں سے محفوظ رکھے۔

سعودی عرب اور امن و امان:

اللہ تعالیٰ کی ان ظاہری و باطنی نعمتوں اور امن و امان پر اس کا شکر ادا کرو اور وہ یوں کہ ہمیشہ

[1] مسند أحمد (١/ ١٦٢) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٤٥١)

Marfat.com

اس کی عبادت واطاعت کرو اور اس کی حرام کردہ اشیا و امور سے دور رہو، بے شک اللہ تعالیٰ نے اس مملکت سعودی عرب کو امن و امان کی نعمت بڑی وافر مقدار میں عطا فرمائی ہے، یہاں تک کہ امن و امان، سکون و استقرار اور جرائم کے قلع قمع کے سلسلے میں موجودہ زمانے میں ساری دنیا کے لیے سعودی عرب ایک ضرب المثل بن چکا ہے، جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہاں اسلامی قوانین نافذ ہیں اور شرعی نظام کا دور دورہ ہے، اس مملکت کا دستور و قانون کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ ہے، اگر کسی کا نفس اسے کسی جرم پر اکسائے اور شیطان کسی کو اس ملک کے امن و امان سے کھیلنے پر برانگیختہ کرے اور اگر کوئی شخص کسی جرم کا ارتکاب کرنا چاہے، تخریب کاری، دھماکا، دہشت گردی اور دنگا وفساد کرنے کا ارادہ کرے تو سمجھیں کہ وہ مکر و خیانت کے گڑھے میں جا گرا اور ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ [الفاطر: ۴۳]

''برا مکر و فریب تو خود فاعل کو ہی گھیر لیتا ہے۔''

جو کوئی جرم کرتا ہے تو وہ جرم اسے ہی ہمیشہ ذلیل کرتا رہتا ہے، اور آخرت میں وہ اس کی دردناک سزا پائے گا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے طے کر رکھی ہے۔ وہ تخریب کار مسلمان ہو یا کافر، اس میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ یہ تخریب کاری، توڑ پھوڑ اور دھماکے ان معصوم جانوں کے ناحق قتل کا باعث بنتے ہیں، جنھیں قتل کرنا اللہ نے حرام کر رکھا ہے اور وہ مال برباد ہوتا ہے جس کا بلا وجہ یوں تخریب کاریوں سے برباد کرنا حرام ہے۔ اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ وہ جان و مال مسلمان کا ہے یا کافر کا، کیونکہ کافروں کے جان و مال کی حفاظت بھی امام و حاکم یا اس کے نائبین نے اپنے ذمے لے رکھی ہے۔

اسلام ہر ظالم و مفسد اور معصوم مال و جان پر زیادتی کرنے والے کے ہاتھ کو روکتا ہے اور وہ طریقہ اختیار کرتا ہے، جو انھیں جرائم کا ارتکاب کرنے سے روکے اور انھی جیسے دوسرے لوگوں کو بھی بغاوت و سرکشی سے باز رکھے، کیونکہ اسلام عدل و انصاف، رحم و کرم اور خیر و بھلائی کا دین ہے، یہ اپنے ماننے والوں کو صرف انھی کاموں کا حکم دیتا ہے جن میں خیر و بھلائی ہو اور صرف انھی کاموں سے روکتا ہے، جن میں شر و ضرر ہو۔

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، تم فلاح پا جاؤ گے۔ اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو وہ تمھیں صراطِ مستقیم پر چلا دے گا۔ ہر اس گناہ گار مجرم کے خلاف یک دست اور یک جان

Marfat.com

ہو کر کام کرو جو تمھارے امن و استقرار کو تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے، تمھاری کامیابیوں اور ترقیوں کے مظاہر سے کھیلنا چاہتا ہے اور تمھارے معاشرے میں بدانتظامی و انارکی پھیلانا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴾ [النساء: ۱۱۱]

''جو کوئی گناہ کرتا ہے، اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے اور اللہ بڑا علم والا اور بڑی حکمت و دانائی والا ہے۔''

نیز ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴾ [النساء: ۱۲۳]

''حقیقتِ حال نہ تو تمھاری آرزو کے مطابق ہے اور نہ اہلِ کتاب کی امیدوں پر موقوف ہے، جو برا کرے گا، اس کی سزا پائے گا، اور وہ اللہ کے سوا کسی کو اپنا حامی و ناصر نہ پائے گا۔''

شکرِ نعمت ...ازدیادِ نعمت کا باعث ہے:

اللہ والو! تم پر اللہ کی بے شمار نعمتیں ہیں، اس کی انہی نعمتوں کی وجہ سے تمھارے دشمن تم پر حسد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور یہ وعدہ کیا ہے کہ میں اپنی نعمتوں میں اور اضافہ کر دوں گا، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ ﴾ [البقرۃ: ۱۵۲]

''تم میرا ذکر کرو میں تمھیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور میرے ساتھ کفر نہ کرو۔''

نیز ارشادِ گرامی ہے:

﴿ وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴾ [ابراهيم: ۷]

''اور اگر تم (میرا) شکر کرو گے تو میں اپنی نعمتیں تم پر زیادہ کروں گا، اور اگر (میری نعمتوں کی) ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔''

Marfat.com

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ» [1]

”تم اللہ (کے احکام) کی حفاظت کرو، وہ تمھاری حفاظت کرے گا، تم اس کی حفاظت کرو تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے، جب سوال کرو تو صرف اللہ ہی سے سوال کرو اور جب مدد طلب کرو تو صرف اللہ ہی سے مدد طلب کرو۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ اگر پوری امت بھی جمع ہو جائے اور تمھیں کوئی نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمھیں نفع نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے تمھارے لیے لکھ رکھا ہے، اور اگر وہ سب مل کر تمھیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ نے لکھ رکھا ہے، قلمیں اٹھائی جا چکی ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔“

بندے کا اللہ کی حفاظت کرنا یہ ہوتا ہے کہ اس کے فرائض کو ادا کیا جائے، اس کے اوامر کی تعمیل کی جائے اور اس کے احکام کو عملی جامہ پہنایا جائے، اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کیا جائے اور اس کی حرام کردہ اشیا و امور کے قریب بھی نہ پھٹکا جائے۔ اگر کوئی بندہ اس انداز سے اللہ کی حفاظت کرتا ہے تو اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے، اس پر اپنی نعمتوں اور رحمتوں کی بارش برسا دیتا ہے، مشکلات و پریشانیوں کو اس سے دور کر دیتا ہے اور اس کا دفاع خود کرتا ہے اور وہ جو وعدہ کرتا ہے اسے پورا کرتا ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٥١٦) مسند أحمد (١/ ٣٠٧)

Marfat.com

ماہِ جمادی الاُخریٰ

پہلا خطبہ

غیبت اور چغلی

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباري الثبيتي حفظه الله

24/8/2001 = 5/6/1422

دوسرا خطبہ

تعلیم و تربیت کے اسلامی اہداف

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

حسین بن عبدالعزیز آل شیخ حفظه الله

31/8/2001 = 12/6/1422

تیسرا خطبہ

چھٹیاں

(حکمتیں اور نصیحتیں)

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

عبد المحسن القاسم حفظه الله

7/9/2001 = 19/6/1422

چوتھا خطبہ

امام مالک بن انس رحمه الله

(سوانحی خاکہ اور حسین نامہ اعمال کی ایک جھلک)

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباري الثبيتي حفظه الله

14/9/2001 = 26/6/1422

Marfat.com

Marfat.com

غیبت اور چغلی

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو:

﴿ وَ اتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ [البقرۃ: ۲۸۱]

''اور اس دن سے ڈرو، جس میں تم سب اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

غیبت اور چغلی کے دنیا میں برے اثرات:

کبیرہ گناہ دنیا و آخرت میں ہر قسم کی شقاوت و بدبختی اور شر و عذاب کا باعث ہوتے ہیں۔ گناہوں میں سے بدترین گناہ وہ ہے، جس کا ضرر و نقصان اور خطرات زیادہ ہوں۔ ایسے ہی بدترین کبیرہ گناہوں میں سے ایک غیبت اور چغل خوری بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کتاب قرآن کریم میں اور اپنے نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے حرام قرار دیا ہے، کیونکہ یہ دلوں میں بگاڑ اور باہم دوری پیدا کرنے والے گناہ ہیں، یہ نفرتوں اور شر و برائی کا بیج بوتے اور پھر انتہائی فتنوں کو جنم دیتے ہیں، پھر انتہائی مہلک نتائج تک کھینچ لے جاتے ہیں اور ان گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو اس کی ندامت کا سامان کر دیتے ہیں جبکہ ندامت کسی کام نہیں آئے گی۔ یہ اعمال اختلاف کی خلیج کو بڑھا دیتے ہیں، باہمی حسد و حقد پیدا کرتے ہیں، اعزا و اقارب، دوست و احباب اور ہمسایوں کے مابین عداوت و دشمنی پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں، انھی کی وجہ سے نیکیوں میں کمی اور گناہوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہ بندے کو ذلت اور رسوائی کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔

Marfat.com

آخرت میں دخولِ نار کا سبب:

یہ غیبت و چغلی باعثِ عار بھی ہے اور سببِ دخولِ نار بھی، اس کا ارتکاب کرنے والا اللہ کی ناراضی کا شکار رہتا ہے اور اس کا خاتمہ بالخیر بھی نہیں ہوتا۔ لوگوں کے دل اس شخص سے نفرت کرتے ہیں اور ایسے آدمی کے عیوب بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِينَ امَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ اَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴾ [الحجرات: ١٢]

''اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں، اور بھید نہ ٹٹولا کرو، اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔''

غیبت سے نفرت دلانے کا یہ انتہائی موثر انداز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مسلمان بھائی کی غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے اس فعلِ غیبت سے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے والا بنتا ہے اور وہ اس گوشت کو کھانے سے نفرت کرتا ہے تو پھر وہ اپنے زندہ بھائی کا گوشت کھانے سے تو اور بھی نفرت کرنے والا ہونا چاہیے۔ یہ غیبت گویا اپنے زندہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس تشبیہ پر ذرا غور کرے، تو یہ اسے غیبت سے روکنے اور اس سے دور کرنے والی زبردست تشبیہ ہے۔

غیبت کیا ہے؟

غیبت کا معنی و مفہوم اور اس کی تعریف یہ ہے: ''تمھارا اپنے کسی مسلمان بھائی کا اس کی عدم موجودگی میں ایسے الفاظ سے تذکرہ کرنا جسے وہ خود اپنے لیے سنے تو ناپسند کرے۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟ » قالوا: الله و رسوله أعلم، قال: « ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا

Marfat.com

يَكْرَهُ» قيل: أفرأيت إن كان في أخي ما أقول؟ قال: «إِنْ كَانَ فِيْ أَخِيْكَ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهُ»[1]

''کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمھارا اپنے بھائی کا ایسے انداز سے ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہو، آپ ﷺ سے کہا گیا: جو کسی کا عیب ذکر کیا گیا ہو اگر وہ واقعی اس میں موجود ہو تو کیا پھر بھی یہ غیبت ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ عیب اس میں موجود ہے جو تم ذکر کر رہے ہو تبھی تو یہ غیبت ہے، اور اگر اس میں وہ عیب موجود ہی نہ ہو تب تو یہ بہتان ہے۔''

مفہوم بڑا صاف اور واضح ہے کہ اگر تم نے اس کا کسی ایسے عیب کے ساتھ ذکر کیا جو واقعی اس میں پایا جاتا ہے تب تو یہ غیبت ہوئی اور اگر جس عیب کے ساتھ تم اس کا ذکر کر رہے ہو وہ اس میں پایا ہی نہیں جاتا، بلکہ وہ اس سے بری ہے تو پھر یہ تمھارا افترا و بہتان ہوگا جو غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر یومِ نحر (۱۰ ذوالحجہ) کو نبی اکرم ﷺ نے منیٰ کے میدان میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ»[2]

''بے شک تمھارے خون، مال اور عزت و آبرو ایک دوسرے کے لیے اسی طرح حرمت والے ہیں جیسا تمھارے لیے آج کا یہ دن، آج کا یہ مہینہ اور یہ شہر مکہ حرمت والے ہیں۔ خبردار رہو میں نے اس کی تبلیغ کر دی ہے۔''

حفاظتِ زبان کا حکم اور عدمِ حفاظت کا انجام:

مسلمانو! اپنی زبان کو اس بدترین فعل غیبت، اس رسوا کن گناہ چغلی اور کمینی حرکت سے محفوظ رکھو۔ جس نے ان لغزشوں سے اپنی زبان کو بچا لیا اور اپنے تمام اعضائے جسم کو اطاعت کے کاموں پر

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٥٨٩)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٧٤١) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٦٧٩)

Marfat.com

لگا لیا وہ فوز وفلاح پا گیا، سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ»[1]

''جو شخص مجھے دونوں جبڑوں کے درمیان والی چیز (زبان) اور دونوں ٹانگوں کے درمیان والی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے دے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مسلمانوں میں سے افضل کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ»[2]

''جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! نجات پانے کا طریقہ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«أَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ عَلٰى خَطِيئَتِكَ»[3]

''اپنی زبان پر مکمل کنٹرول رکھو، (بلا ضرورت گھومنے پھرنے اور بولنے کے بجائے) اپنے گھر میں ٹکے رہو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔''

زبان کی لغزشوں سے ہوشیار رہو اور اس کی لگام کبھی ڈھیلی نہ چھوڑو، کیونکہ یہ زبان مہلک بیماریوں اور تباہ کن گناہوں میں مبتلا کر دیتی اور آفات وحسرات کا سبب بنتی ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ تُكَفِّرُ اللِّسَانَ تَقُولُ: اِتَّقِ اللّٰهَ فِينَا، فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ، فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا، وَإِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا»[4]

''جب ابن آدم صبح اٹھتا ہے تو اس کے تمام اعضائے جسم اس کی زبان کو لعن وطعن کرتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے معاملے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ ہمارا امن وسلامتی یا

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٤٧٤)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (١١) صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٢)

[3] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٤٠٦) مسند أحمد (٤/ ١٤٨)

[4] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٤٠٧) مسند أحمد (٣/ ٩٥)

Marfat.com

شامت تمھاری ہی وجہ سے ہے، اگر تم سیدھی رہو گی تو ہم بھی بچے رہیں گے اور اگر تم ٹیڑھی چلو گی تو ہماری شامت آئے گی اور ہمیں بھی ٹیڑھے ہونا پڑے گا۔‘‘

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے وہ عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے بچا دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

« لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيمٍ، وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلٰى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، وَ تُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا » ثم قال: « أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِيءُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِيءُ الْمَاءُ النَّارَ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ » ثمّ تلا: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [السجدة: ١٦، ١٧] ثمّ قال: « أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَعَمُوْدِهٖ وَ ذِرْوَةِ سَنَامِهٖ؟ » قلت: بلى يا رسول الله ﷺ، قال: « رَأْسُ الْأَمْرِ اَلْإِسْلَامُ، وَعَمُوْدُهُ الصَّلَاةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ » ثمّ قال: « أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ؟ » قلت: بلى يا رسول الله، فأخذ بلسانه، و قال: « كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا » قلت: يا رسول الله ﷺ، و إنا لمؤاخذون بما نتكلم به؟ فقال: « ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ، وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِيْ النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ »[1]

’’تم نے بہت بڑی بات پوچھی ہے، البتہ یہ بہت ہی آسان ہے اس کے لیے جس کے لیے اللہ اسے آسان کر دے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکات ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ شریف کا حج کرو۔‘‘ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ’’میں تمھیں ابوابِ خیر (بھلائیوں کے دروازوں) کے بارے میں خبر نہ دوں؟ روزہ (آگ سے) ڈھال ہے، صدقہ گناہوں کو یوں مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اور رات کی نمازِ تہجد۔‘‘ پھر آپ ﷺ نے ان کلمات کی تلاوت فرمائی، جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٦١٦) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٣٩٧٣)

Marfat.com

''ان کے پہلو اپنے بستروں سے الگ رہتے ہیں، اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا ہے، وہ اس سے خرچ کرتے ہیں، کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے پوشیدہ کر رکھا ہے، یہ اس کا بدلہ ہے، جو وہ عمل کرتے تھے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمھیں اس اسلام کے سر، ستون اور اس کی کوہان کی چوٹی کی خبر نہ دوں؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! ضرور خبر دیجیے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس دین کا سر اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اس کی کوہان کی چوٹی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔'' پھر فرمایا: ''میں تمھیں ان سب اعمال کے سرکردہ عمل کا پتا نہ دوں؟'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ضرور فرمایئے، تو آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا اور فرمایا: ''اس پر قابو رکھو۔'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہماری زبان سے کی گئی باتوں پر بھی جوابدہی ہوگی؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھیں تیری ماں گم پائے، لوگوں کو منہ کے بل جہنم میں گرانے والی اسی زبان سے نکلی ہوئی باتیں ہی تو ہونگی!!''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَمَّا عُرِجَ بِي مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ، يَخْمِشُونَ وُجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ، وَيَقَعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ»[1]

''جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا، جن کے ناخن تانبے کے تھے، ان سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت و آبرو کے درپے ہوتے تھے۔''

مسلمانو! اس غیبت کو معمولی سا گناہ سمجھو اور نہ اس کے معاملے کو حقیر جانو، کیونکہ یہ بہت ہی بڑا گناہ اور انتہائی خطرناک جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ﴾ [النور: ١٥]

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٨٧٨) مسند أحمد (٣/ ٢٢٤)

Marfat.com

''تم اسے معمولی سمجھتے ہو جبکہ اللہ کے نزدیک یہ بہت ہی بڑا ہے۔''

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زبان پکڑ کر فرمایا کرتے تھے:

" هٰذَا الَّذِيْ أَوْرَدَنِيَ الْمَهَالِكَ "[1]

یہی ہے جس نے مجھے کئی ہلاکت خیز مقامات تک پہنچایا۔''

یہ ان کی تواضع وانکساری اور شدید محاسبہ نفس کی علامت ہے۔

غیبت کے نقصانات:

غیبت کے نقصانات بہت پھیل چکے ہیں اور اس کے خطرات عام ہو گئے ہیں۔ یہ ہماری مجلسوں اور بیٹھکوں میں ہمارے دستر خوان کی رونق اور ہماری راتوں کی گفتگو کا میوہ اور وقت گزاری کا ذریعہ بن چکی ہے۔ یہی ہمارا غیظ و غضب جھاڑنے، حسد و بغض دکھانے اور حقد و نفرت ظاہر کرنے کا موثر ہتھیار بھی ہے۔

غیبت کرنے والا سمجھتا ہے کہ وہ دوسروں کی غیبت کر کے اپنے عیوب کی پردہ پوشی کر رہا ہے اور وہ اسے نقصان پہنچا رہا ہے، جس کی وہ غیبت کر رہا ہے، جبکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ غیبت کے اضرار ونقصانات اور برائیوں میں سے وافر حصہ تو خود اسے پہنچ رہا ہے، کیونکہ غیبت کرنے والا ظالم ہے اور جس کی غیبت یہ کر رہا ہے وہ مظلوم ہے، قیامت کے دن اللہ حاکم و عادل کے سامنے غیبت کرنے والا اور جس کی غیبت کی گئی دونوں کو کھڑا کر دیا جائے گا، مظلوم اپنے رب سے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کو بیان کرے گا اور اللہ اس غیبت کرنے والے ظالم کی نیکیوں میں سے اس مظلوم کو دے کر اسے راضی کرے گا۔ اگر ظالم کی نیکیاں کم پڑ گئیں تو غیبت کے گناہ کے برابر مظلوم کے گناہ اٹھا کر اس غیبت کرنے والے ظالم کے نامۂ اعمال میں ڈال دیے جائیں گے۔ یہ اس دن ہوگا جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کو اور کوئی گہرا دوست اپنے دوست کو ایک نیکی بھی دینے کو تیار نہیں ہوگا، ہر کوئی نفسی نفسی (میری جان، میری جان) پکار رہا ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے:

«اَلرِّبَا نَيِّفٌ وَّسَبْعُوْنَ بَابًا، أَيْسَرُهَا مِثْلُ أَنْ يَّنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ، وَإِنَّ أَرْبَى

---

[1] الصمت لابن أبي الدنيا، رقم الحديث (١٣) شعب الإيمان، رقم الحديث (٤٩٤٧)

Marfat.com

اَلرِّبَا اِسْتِطَالَةُ الْمُسْلِمِ فِي عِرْضِ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ》[1]

''سود کے ستر (۷۰) سے زیادہ درجے ہیں، ان میں سے کم ترین درجے کا گناہ اتنا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے جماع کرے، اور سود کے گناہ سے بھی بڑا گناہ کسی مسلمان کا اپنے کسی مسلمان بھائی کی آبرو سے کھیلنا (غیبت کرنا) ہے۔''

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

《مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ》[2]

''جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی آبرو کا دفاع کرتا ہے قیامت کے دن اللہ اس کو جہنم سے محفوظ کر دے گا۔''

لہٰذا غیبت کرنے والوں کو مسلمانوں کی آبرو کے ساتھ کھیلنے سے روکو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾

[الأحزاب: ۷۰، ۷۱]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو، اللہ تعالیٰ تمھارے کام سنوار دے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی یقیناً اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کرلی۔''

جو اللہ سے ڈر گیا، اللہ نے اسے عذابِ جہنم سے بچا لیا اور اسے بے پناہ ثواب عطا کیا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴾ [ق: ۱۶ تا ۱۸]

''ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں ان سے ہم واقف ہیں اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں، جس وقت دو

---

(1) المعجم الأوسط (۷/ ۱۵۸) السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (۱۸۷۱)

(2) سنن الترمذي، رقم الحديث (۱۹۳۱)

Marfat.com

لینے والے جا لیتے ہیں ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے، انسان منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا، مگر اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔''

اللہ والو! غیبت اور چغلی دونوں کبیرہ گناہ ہیں، جنھیں شیطان بنا سنوار کر انسان کے سامنے پیش کرتا ہے اور انسان اس کے مکر و فریب اور گمراہ کن جال میں پھنس جاتا ہے ایسا کر کے مسلمان اپنے ہی آپ پر خود ظلم کرتا ہے۔

چغلی کیا ہے؟

چغلی بھی غیبت ہی کی ایک بدترین قسم ہے۔ چغلی یہ ہے کہ لوگوں میں سے ایک کی بات دوسرے تک پہنچائی جائے، تاکہ ان میں فتنہ و فساد اور نفرت پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے غیبت اور خصوصاً چغل خور کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ﴾ [القلم: ۱۰ تا ۱۴]

''(اے میرے نبی!) کسی ایسے شخص کا کہا بھی نہ ماننا جو زیادہ قسمیں کھانے والا، بے وقار، کمینہ، عیب گو، چغل خور، بھلائی سے روکنے والا، حد سے بڑھ جانے والا گناہ گار، سرکش پھر ساتھ ہی بے نسب ہے۔''

اور سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ »[1] ''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنے آپ کا محاسبہ خود کر لو پہلے اس کے کہ تمھارا محاسبہ کیا جائے اور اپنے آپ کا خود وزن کر لو قبل اس کے کہ تم وزن کیے جاؤ۔

جواز کی چند شکلیں:

اہلِ علم نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ غیبت کن حالات میں جائز و روا ہے، مثلاً

1. مظلوم کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنے اوپر ہونے والے ظلم کی داستان حاکم و سرپرست امیر یا قاضی کے سامنے بیان کرے۔ (ظالم کے ظلم کو داد رسی کے لیے بیان کرنا غیبت کے

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٦٠٥٦) صحیح مسلم، رقم الحدیث (١٠٥)

Marfat.com

ضمن میں نہیں آتا)۔

۲ اسی طرح جو شخص کہیں کوئی برائی ہوتے دیکھے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ مجاز افسر کو اس کی خبر دے جو اس برائی کو ختم کرنے کا اختیار و قدرت رکھتا ہو اور گناہ گار کو زجر و توبیخ کرسکتا ہو۔

۳ ایسے ہی کسی مفتی سے فتویٰ طلب کرتے وقت بھی کسی ظالم کے ظلم کی تفصیل بتائی جاسکتی ہے، تاکہ وہ صحیح طور پر فتویٰ صادر کرسکے اور وجہِ حق بیان کرسکے۔

۴ اس آدمی کو بھی کسی کے عیوب اور حالات صحیح صحیح بیان کر دینے کی اجازت ہے جس سے کوئی شخص کسی کے بارے میں مشورہ طلب کرے، لیکن اس مشیر کو قطعاً اجازت نہیں کہ وہ اس متعلقہ شخص کے عیوب پر پردہ پوشی کر کے اس مشورہ پوچھنے والے کو اس کے دھوکے اور فریب میں پھنسا دے۔ ان مذکورہ حالات میں کسی کی غیبت کرنا مباح و روا ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، و سلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

تعلیم و تربیت کے اسلامی اہداف

امام و خطیب: فضیلة الشیخ حسین بن عبد العزیز آل شیخ حفظہ اللہ

حمد و ثنا کے بعد:

اسلام میں حصولِ علم اور دوسروں کو تعلیم دینا بہت ہی مقام و مرتبہ اور اعلیٰ شان و عظمت والا عمل ہے۔ اسی کے ذریعے رفعتیں حاصل ہوتی اور بے شمار فوائد میسر آتے ہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ [المجادلة: ۱۱]

''تم میں سے جو لوگ ایمان والے ہیں اور علم دیے گئے ہیں، اللہ ان کے درجات کو بلند و بالا کرتا ہے۔''

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

《مَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِيْقاً إِلَى الْجَنَّةِ》[1]

''جو شخص حصولِ علم کے راستے پر چل نکلا، اس کے عوض اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔''

حصولِ علم ایک فریضہ ہے:

حصولِ علم و معرفت کی دعوت ہر کسی کے لیے عام ہے، جو زندگی کے تمام شعبوں اور میدانوں کو شامل ہے، اسی سے افراد اور معاشروں کی اصلاح عمل میں آتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

《طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ》[2]

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و زن) پر فرض ہے۔''

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٦٩٩)

[2] سنن ابن ماجه، رقم الحدیث (٢٢٤)

Marfat.com

تعلیم کے اغراض و مقاصد:

ہر قوم کے تعلیم سے کچھ اغراض و مقاصد وابستہ ہوتے ہیں، لہٰذا تمام اقوامِ عالم اپنے اپنے اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتی ہیں، جن میں سب سے اہم ترین مقصد نوجوان نسل کو روحِ تربیت، اس کے مفاہیم اور اس کی انواع و اشکال سے مزین کرنا ہے۔
ایک ماہرِ تربیت سے کسی قوم کے مستقبل کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا:

''مجھے اس قوم کی تعلیم کا منہج و طریقہ اور کورس بتایئے، میں تمھیں اس قوم کے مستقبل کے بارے میں بتا دیتا ہوں۔''

متعدد اقسام کی تعلیم اور مختلف شکلوں کی تربیت ہی نوجوان نسلوں کو صحیح پروان چڑھانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں، وہ نسلیں جو کہ امت کے اصول و مبادیات پر ایمان رکھتی ہیں اور یہی دونوں چیزیں (تعلیم و تربیت) ہی پورے انسانی معاشرے کو امت کی روح اور اس کے مفاہیم کے ساتھ چلانے کا واحد ذریعہ ہیں۔

اسلام کی نظر میں علم اللہ کے حکم سے امت کی ترقی کا ضامن ہے۔ اسی کی بدولت امت مکارمِ اخلاق، اعلیٰ کردار، ترقی، تہذیب و تمدن، سعادت و خوشحالی اور صلاح و فلاح کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتی ہے۔

امتِ محمدیہ ایک ایسے عقیدے والی امت ہے، جو ایک انتہائی اعلیٰ پیغام اور منہجِ ربانی پر قائم ہے، اس سے ایک ہی مطالبہ کیا گیا ہے کہ اس انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ کی شریعت کے احکام نافذ کر دے۔ لہٰذا اس میں تعجب والی کوئی بات نہیں کہ مختلف انواع و اقسام کی تعلیم ان نسلوں کو پروان چڑھانے کا ذریعہ ہے، جو اس بنیادی و مضبوط اصولِ شریعت اور صحیح عقیدہ پر ایمان رکھتی ہے، جو ہمیں مشکاتِ نبوت اور رسالتِ مصطفیٰ ﷺ سے ملا ہے۔

علم کے فوائد و ثمرات:

اسلام حصولِ علم کی ترغیب دلاتا اور تربیت پر اپنی توجہ کو مرکوز کیے ہوئے ہے، اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ اس طرف بھی دیکھتا ہے کہ یہ ایسی بنیادوں اور اصول و قواعد پر قائم ہو جو اس بات کی ضمانت دیں کہ یہ علم لوگوں کے دلوں میں اس کائنات کے خالق کے بارے میں صحیح عقیدے اور نظریے کو جاگزیں کرے گا۔ اس مفہوم و روح کی تخم ریزی کرے گا، جو کردار و نظریات کی اصلاح

Marfat.com

میں گہرا عمل دخل رکھتے ہیں اور ان ہی سے بنی نوع انسان کی فوز وفلاح اور سعادت وخوشحالی وابستہ ہے۔علم کے فوائد وثمرات کے اسی پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ [الفاطر: ٢٨]

''اللہ کے بندوں میں سے صحیح معنوں میں علما ہی ڈرتے ہیں۔''

اسلام تعلیم کو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ یہ ایک ایسی چیز ہے، جس کے ذریعے ایک نیک معاشرہ تشکیل پاتا ہے جو مکمل طور پر منہجِ ربانی کا پابند ہوتا ہے اور شریعت کے طے کردہ معیارِ قبول و رد پر عمل پیرا ہوتا ہے، تاکہ انسانی زندگی پوری طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی عملی تصویر بن جائے، جس میں نبی اکرم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ ﴾ [الأنعام: ١٦٢، ١٦٣]

''کہہ دو کہ میری نماز وقربانی اور حیات وممات سب اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔''

اسلامی اصول وقواعد پر مشتمل تعلیم وتربیت اللہ کے حکم سے ایسی نسلوں کے پروان چڑھانے کی ضامن ہے، جن کی سوچ وفکر اور احساسات تک سب اپنے خالق و مالک کی ملکیت ہوتے ہیں، ان کی ثقافت، کلچر اور تصور سب دین کے تابع ہوتے ہیں اور جن کا قلب وقالب یا جسم و جان سب کے سب منہاجِ اسلام اور حقائقِ ایمان کے صحیح فہم و ادراک کے عین مطابق ہوتے ہیں، جن کے ذریعے وہ ابھرتی ہوئی نسل کے دلوں میں اس دین کے حوالے سے عزت پانے کی روح پھونکتے ہیں، تاکہ ان کی عقول ونظریات ہر اس چیز کی طرف لگے رہیں، جو ان کے لیے دنیا ودین ہر دو میں مفید ونفع بخش ہو۔

تعلیم وتربیت نوجوان نسل کے ذہن میں اسلام کے اعلیٰ اصول ومبادیات اور عمدہ اخلاق و کردار کے بیج بوتی اور ان کی آبیاری کرتی ہے، تاکہ وہ اپنی ساری زندگی میں ان اصول و اخلاق کو اپنا کر انھیں کو اپنا کردار وعمل بنا لیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

((إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ)) [1]

---

[1] مسند أحمد (٢/ ٣٨١)

Marfat.com

''میں تو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم و تکمیل ہی کے لیے بھیجا گیا ہوں۔''

برادرانِ اسلام! ہمارا دین علوم و معارف کے حصول کے لیے تگ و دو کرنے کی ترغیب دلاتا اور ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، کیونکہ ان علوم و معارف کے ذریعے ہی افراد اور معاشرے مفید اور نفع بخش اشیا حاصل کر سکتے ہیں، اور اسی ہی سے اس زمین کی یوں تعمیر و آبادی ہوگی، جیسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ﴾ [الجاثية: ١٣]

''اور اس (اللہ) نے تمھارے لیے زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں مسخر کردی ہیں۔''

غرض تمام وہ علوم و معارف جو احترامِ عمل کے اصول کو مانتے اور ہر تعمیری فعل کے بارے میں صحیح نظریات و مفاہیم کو ذہنوں میں راسخ کرتے ہیں، وہ سب اس دین کو مطلوب ہیں، جن کے بل بوتے پر ایک ایسی مومن نسل وجود میں آئے، جو اپنے دین اور دنیا کے لیے کام کرنے والی ہو، اپنی امت اور معاشرے کی ترقی میں ہاتھ بٹائے اور اپنے معاشرے کو تہذیب و تمدن اور صنعت و حرفت کے تمام میدانوں میں عروج پر لے جائے اور یہ سب کچھ اس باعزت طرزِ زندگی کے عین مطابق ہو، جس میں اللہ کے حکم سے امت اسلامیہ کے لیے عزت و شرف، بلندی اور سیادت و قیادت کی ضمانت موجود ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

((اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَ أَفْضَلُ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ))[1]

''طاقتور مومن، کمزور مومن سے بہتر ہے، اگرچہ دونوں ہی میں خیر و بھلائی موجود ہے۔''

معلمین اور مدرسین کی ذمے داریاں:

تعلیم و تربیت کے ذمے دارو! یہ تمام اہداف و مقاصد تمھارے نصب العین ہونے چاہییں اور ان سب کا نوجوان نسل کے دلوں میں بیج بونا تمھارا مقصود و مطلوب ہونا چاہیے، ایسی نسل وجود میں لائیے جو پہلے دینِ اسلام کی اور پھر امتِ اسلامیہ کی خدمت گزار ہو۔

تعلیم و تربیت کے ذمے دارو! اپنی تمام تر توانائیاں صَرف کر کے نوجوان نسل کو ایسی تربیت دو جو ان کے دلوں میں دینِ اسلام اور نبیِ اسلام حضرت محمد ﷺ کی حقیقی محبت اور وَلائے صادق

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٦٤)

Marfat.com

کے بیج بو دے، اس دین اسلام اور سید الانبیاء و المرسلین -علیه أفضل الصلاة و التسلیم- کی دعوت کے صحیح حقائق کو واضح کرنے کے لیے کوشاں رہے۔ نوجوان نسل کو اسلامی اخلاق اور دینی آداب کی تعلیم دیں اور انھیں سکھلائیں کہ وہ مدرسہ، گھر، سڑک، گلی، کوچے، بازار اور زندگی کے تمام میدانوں میں حسنِ اخلاق اور حسنِ کردار کا مظاہرہ کریں۔ یہ سب امور وہ واجبات ہیں جو آپ پر عائد ہوتے ہیں اور امت کے لیے یہ سب ذمے داریاں نبھانا آپ کا فریضہ ہے، جس سے آپ لوگوں کو سبکدوش ہونا چاہیے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»[1]

''تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر نگران سے اس کے زیرِ نگرانی لوگوں کے بارے میں بازپرس ہوگی۔''

دشمنانِ دین کے منصوبے:

اعدائے اسلام اور دشمنانِ دین نے اس تعلیم و تربیت کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہے، جو ان کے اغراض و مقاصد کو پورا کرے اور ایک ایسی نسل تیار کرے، جو ان کے نظریات، اخلاق و عادات اور افعال و کردار کو اپنائے اور انھی کی محبت و اطاعت کا دم بھرے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً﴾ [النساء: ٨٩]

''وہ چاہتے ہیں کہ کاش تم بھی اسی طرح کافر ہو جاؤ، جس طرح وہ ہیں تاکہ سب ایک جیسے ہو جائیں۔''

مسلمانوں کے دشمن ہر وہ منصوبہ بنا رہے ہیں جس کے ذریعے وہ کسی بھی طریقے اور کسی بھی ممکنہ انداز کے ذریعے ان کو زک پہنچا سکیں۔ ان طریقوں یا ذرائع میں سے ان کا سب سے بڑا اور انتہائی خطرناک طریقۂ واردات ایسے تعلیمی پروگرامز اور کورسز کو اسلامی ممالک میں داخل کرنا ہے، جو مسلمانوں کے دلوں سے دینِ اسلام کی محبت کم کر دیں، ان کے دماغوں سے صحیح اسلامی نظریات کو محو کر دیں اور ان کی اصل عادات و اطوار سے انھیں ہٹا دیں اور ان کی جگہ وہ بے دین افکار و نظریات بھر دیں اور انھیں ایسی تربیت دیں جو دینی قواعد و ضوابط سے چھٹکارے پر قائم ہو اور اجتماعی و معاشرتی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٨٥٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٨٢٩)

Marfat.com

اعلیٰ اقدار اور عمدہ اخلاق کی ناقدری پر آمادہ کرنے والی ہو۔

غرض دشمنانِ دین اور اعدائے اسلام نے مسلمانوں کو بہت سے نقصانات اور گہرے خطرات سے دوچار کر رکھا ہے جو دین کے ضیاع، آدابِ دین کی موت اور دین کے امتیازی امور کی شکل میں موجود ہیں۔

ہماری ذمے داری:

اللہ کے بندو! اپنے دینِ اسلام کے منہج وطریقے کو لازم پکڑو، اس کے اغراض ومقاصد کو پورا کرنے کی کوشش کرو، اس سے حالات سدھر جائیں گے، نفوس کا تزکیہ ہوگا اور زندگی میں سعادت وخوشحالی آئے گی۔

تعلیمِ قرآن وحدیث:

وہ بہترین چیز جس پر اپنی محنتیں صرف کی جا سکتی ہیں اور جسے اپنے قیمتی اوقات کا مصرف بنایا جا سکتا ہے وہ چیز ہے: اللہ کی کتاب، قرآنِ کریم۔ اسے پڑھیں، پڑھائیں، اس کے احکام پر تدبر کریں اور اس کے پیغام کو سمجھیں اور اپنائیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهُ»[1]

”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے، جس نے قرآن کریم کو خود سیکھا اور لوگوں کو سکھلایا۔“

اپنی اولاد کو اسی کتابِ مقدس کے سیکھنے، حفظ کرنے اور اسی پر توجہ مرکوز کرنے پر لگاؤ، خصوصاً جبکہ اس کے لیے بڑے سازگار حالات موجود ہیں۔ اسی کی بدولت انجام اچھا اور مستقبل سعادت مندی وخوشحالی والا ہوگا۔ ارشادِ رسالت مآب ﷺ ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَّيَخْفِضُ بِهِ آخَرِيْنَ»[2]

”اللہ تعالیٰ اسی کتاب پر عمل کی وجہ سے قوموں کو عروج عطا کرتا ہے اور اسے پسِ پشت ڈالنے والی قوموں کو زوال سے دوچار کر دیتا ہے۔“

اسی طرح نوجوان نسل کو حدیثِ رسول ﷺ کی تعلیم دو، آپ ﷺ کی سیرت اور

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٧٣٩)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٨١٧)

Marfat.com

اخلاقِ حمیدہ وآدابِ رفیعہ سکھلاؤ۔ جس تعلیم وتربیت کے بنیادی عناصر میں یہ دونوں چیزیں (کتاب و سنت) شامل نہ ہوں، اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ کتاب اللہ کی تعلیمات اور نبی اکرم ﷺ کے مکارم اخلاق ہی تمام خیر و برکت کا سرچشمہ ہیں اور اسی کی طرف نبی اکرم ﷺ نے یہ کہتے ہوئے اشارہ فرمایا ہے:

«مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ»[1]

”اللہ جسے خیر و بھلائی سے نوازنا چاہتا ہے، اسے دین کی صحیح سمجھ عطا فرماتا ہے۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، و سلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧١) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠٣٧)

Marfat.com

چھٹیاں (حکمتیں اور نصیحتیں)

امام و خطیب: فضیلة الشیخ عبد المحسن القاسم حفظه الله

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا اور ان کی تقدیر مقرر فرمائی اور ان کی عمریں طے کیں۔ صبح و شام کی گردش اور ماہ و سال کی آمد و رفت کے ساتھ ہی قوموں کی آمد و رفت لگی ہوئی ہے، کوئی آرہی ہے اور کوئی جا رہی ہے۔ دنیا میں زندگی کا یہ سلسلہ اپنی تمام عادات و سنن اور حکمتوں کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ لوگ آرہے ہیں، جا رہے ہیں، کوئی مطیع و تابع فرمان ہے، کوئی سرکش و نافرمان ہے، کوئی مومن ہے اور کوئی کافر ہے۔

سالانہ چھٹیوں کا موسم اختتام کو پہنچا۔ اس موسم کے دامن میں کتنی ہی حکمتیں، عبرتیں، دروس، نصیحتیں اور واقعات موجود ہیں۔ کچھ لوگ سعادت مند و خوشحال ہیں اور بعض انہی کی وجہ سے شقاوت و بدبختی سے دو چار ہوگئے ہیں۔ کچھ وہ لوگ ہیں، جن کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ یہ دن جلد ختم ہو، تاکہ اس کے ساتھ ہی اس کے غم اور پریشانیاں بھی ختم ہوں اور بعض لوگ وہ ہیں جو چاہتے ہیں کہ آج کے دن کی کبھی انتہا نہ ہو، تاکہ وہ نازونعمت اور لذت و سرور سے شاد کام رہیں۔

دروس و عبرتیں:

ایسے احوال و واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں جو عقل مند کے لیے نصیحت و عبرت کا باعث بنتے ہیں اور جاہل کو خوابِ غفلت سے بیدار کرتے ہیں۔ امام ربیع بن خثیم رحمہ اللہ سے کہا گیا: تم نے کس حال میں صبح کی ہے؟ انھوں نے فرمایا:

”ہم نے بڑی ہی کمزور حالت اور گناہوں میں لت پت صبح کی ہے، ہم روزی کھاتے

Marfat.com

ہیں اور اپنی موت کے انتظار میں ہاتھوں پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔“[1]

زمانے کی گردش، شب و روز کی آمد و رفت اور مختلف مواقع کا آنا اور جانا ہمارے لیے محاسبۂ نفس کا سبب ہونا چاہیے، ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے نفس وضمیر کے ساتھ چند لمحات کے لیے خلوت گزیں ہو اور اپنا محاسبہ کرے۔ کل تمام انسانوں کو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونا اور اپنے کیے کا جواب دینا ہے۔ انبیا و رسل علیہم السلام نے اپنے منصب اور امتوں نے اپنے عمل کا جواب دہ ہونا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ لَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [الأعراف: ٦]

”ہم ان سے بھی ضرور باز پرس کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے اور خود رسولوں سے بھی جواب طلب کریں گے۔“

اہلِ صدق سے بھی سوال ہوگا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لِيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ﴾ [الأحزاب: ٨]

”صادقین سے ان کے صدق کے بارے میں وہ سوال کرے گا۔“

جن پر اللہ نے اپنی نعمتیں نازل کیں، ان سے بھی سوال ہوگا اور ان نعمتوں کا ان سے حساب لیا جائے گا، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴾ [التكاثر: ٨]

”پھر قیامت کے دن تم سے نعمتوں کا بھی ضرور حساب لیا جائے گا۔“

زندگی کا اختتام:

دن گزرتے جاتے ہیں اور عمریں ختم ہوتی جاتی ہیں۔ شب و روز کی گردش دور والے اوقات کو قریب لا رہی ہے اور موعود دنوں کو کھینچے لا رہی ہے۔ اس گردش کی تیزی سمجھدار آدمی کو یہ یاد دلاتی ہے کہ عمر بھی اتنی ہی تیزی سے ختم ہو رہی ہے اور اسی تیزی کے ساتھ موت قریب آ رہی ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”سختی کے دن آنے سے پہلے پہلے کشائش و آسانی کے دنوں میں اپنے نفس کا محاسبہ کرلو۔ جس نے کشائش کے دنوں میں اپنے نفس کا محاسبہ کیا، اس کا معاملہ رضا و خوشی کو

[1] مصنف ابن أبي شيبة (٧/ ١٤٥)

Marfat.com

جا پہنچا اور جسے اس کی زندگی نے لہو ولعب میں مبتلا کیے رکھا اور اس کی خواہشات نے اسے مشغول کیے رکھا، اس کا انجام ندامت و خسارے کے سوا کچھ نہیں ہے۔"[1]

چھٹیوں کے روشن اور تاریک تمام صفحات کو زمانے نے لپیٹ دیا ہے۔ نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو، فَبَائِعٌ نَفْسَهُ: فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا»[2]

"تمام لوگ صبح نکلتے ہیں، ان میں سے بعض تو اپنے نفس کا سودا کر کے اسے آزاد کروا لیتے ہیں اور بعض اسے ہلاکت میں ڈال لیتے ہیں۔"

فضیلتِ علم و علما:

بعض لوگوں نے چھٹیوں کا یہ زمانہ نہایت نیک عمل یعنی حصولِ علم ہی میں صرف کر دیا، کیونکہ وہ اس بات کا ادراک رکھتے ہیں کہ علم، اہلِ علم کے لیے باعثِ سعادت و خوش نصیبی ہے۔ تھوڑا علم بھی نفع بخش ہے اور اگر زیادہ ہو تو پھر وہ باعثِ رفعت و بلندی ہے، لہٰذا جنھوں نے حصولِ علم کے لیے بھرپور محنتیں کیں، علم کو حفظ کرنے کے لیے مشقتیں اٹھائیں، کاہلی و سستی کے بستر لپیٹ دیے، انھوں نے بیش از بیش فضائل و برکات پائے۔ ان کے چہروں پر اطاعت کی رونق اور عبادت کا نور عیاں ہوتا ہے، انھوں نے فانی دنیا کو عالمِ باقی پر ترجیح نہیں دی۔ یہی وہ متقی لوگ ہیں جو قیامت کے دن لوگوں کے سردار ہوں گے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ﴾ [المجادلة: ١١]

"تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اہلِ علم ہیں، اللہ ان کے درجات بلند کرتا ہے۔"

جس نے خیر کے راستوں اور جنت کے باغیچوں کو تلاش کیا اور بصیرت و دانائی اور حکمت و خیر خواہی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دی، خود کتاب و سنت کا التزام کیا، لوگوں کو نیک کاموں کا حکم دیا اور برے کاموں سے روکا، اپنے بال بچوں کو نصیحت کی، انھیں اللہ کی امانت سمجھ کر ان کی صحیح طرح سے حفاظت کی، ان کی اصلاح کی، تاکہ وہ زندگی میں اس کا سہارا بنیں اور آخرت میں اجر ثواب کا

---

[1] شعب الإيمان (٧/ ٣٦٦)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٣)

Marfat.com

ذخیرہ ثابت ہوں، اس شخص نے عزت و مجد کو پالیا اور اپنے لیے خیر و بھلائی جمع کرلی اور اپنے دین کو سلامت لے نکلا۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ [الإسراء: ۱۹]

''جس نے بھی آخرت کو پانے کا ارادہ کیا اور اس کے لیے سعی و کوشش کی اور وہ مومن بھی ہے، تو ایسے لوگ ہی وہ ہیں جن کی کوششوں کی قدر و قیمت ہوگی۔''

باعثِ حسرت و ندامت:

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنھوں نے چھٹیوں کے اس نادر موقع پر کچھ نہیں کیا، جس طرح چھٹیاں شروع ہوئی تھیں اسی طرح ختم ہوگئیں، ان لوگوں نے دنیا کے لیے ہی کچھ کیا نہ اپنی آخرت کو سنوارنے پر توجہ دی۔ ان کے لیے حسرت و ندامت کے سوا کیا ہوسکتا ہے؟

باعثِ شرم و عار:

لوگوں میں سے ایک گروہ وہ ہے جن کی چھٹیوں کا سورج غروب ہوا تو وہ اپنے سفرِ حرام سے لوٹے، انھوں نے چھٹیاں ایسے ملکوں میں گزاریں، جہاں عقیدہ و اخلاق ہر وقت خطروں میں محصور رہتے ہیں، اور اس گروہ کے لوگوں میں سے بعض تو وہ ہیں جو اپنے عقائد و اخلاق اور ولا و برا کو ملوث کرکے لوٹتے ہیں اور اپنے اموال میں سے بڑی خطیر رقمیں محرمات و منکرات اور افعالِ قبیحہ و شنیعہ پر اڑا کر آتے ہیں۔

اسی گروہ کے لوگوں میں سے بعض تو ظلم کی انتہا کر دیتے ہیں، جو اپنے ساتھ اپنے بیوی بچے بھی ساتھ لے جاتے ہیں۔ وہ نوجوان لڑکے لڑکیاں جنھیں فطرتِ سلیمہ پر پروان چڑھنا چاہیے وہ ان ملکوں میں جا کر ایسے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں، جو مردانگی کے منافی اور اسلامی اخلاق و کردار کے سراسر خلاف ہیں، پھر یہ سب کچھ ان ملکوں میں جا کر کیا جاتا ہے، جن میں فتنہ و فساد موجیں مار رہا ہے اور ذلالت و گمراہی اور رذالت و کمینگی کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے تو فتنوں کی طرف دیکھنے اور اِدھر اُدھر جھانکنے سے بھی روکا ہے، جبکہ یہ ٹولہ اپنے بال بچوں سمیت فتنوں کے تالاب میں چھلانگ لگا دیتا ہے۔ یوں وہ اللہ کی دی ہوئی اس امانتِ اولاد کی صحیح تربیت کے معاملے میں

Marfat.com

خیانت کرتا ہے اور ان کی صحیح دیکھ بھال میں بھی کوتاہی کا ارتکاب کرتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لِيَحْمِلُوٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴾ [النحل: ٢٥]

''اسی کا نتیجہ ہوگا کہ قیامت کے دن یہ لوگ اپنے پورے بوجھ کے ساتھ ہی ان کے بوجھ کے بھی حصے دار ہوں گے، جنھیں بے علمی سے گمراہ کرتے رہے، دیکھو تو کیسا برا بوجھ اٹھا رہے ہیں۔''

مال و دولت اور اولاد و عافیت کی نعمتوں پر اس طرح انکار و کفرانِ نعمت تو ہرگز روا نہیں ہے۔ والدین سے تو یہ امید کی گئی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی اصلاح کی کوشش کریں گے نہ کہ وہ خود اپنے ہاتھوں انھیں فتنہ و فساد سے بھرپور اور دلوں میں ظلمتیں اور سیاہیاں پیدا کرنے والے مقامات پر لے جا پھینکیں گے اور نہ وہ انھیں اس اندھے کنویں میں دھکیل دیں گے جہاں اخلاق و کردار میں انحراف کے لیے ادنیٰ اشارے کی ضرورت ہے۔ بعض اہلِ علم نے کہا ہے:

''شکوک و شبہات اور نفسانی خواہشات و شہوت ہی بندے کے لیے فساد و بگاڑ کی جڑ ہیں اور ان ہی سے اس کے معاشی معاملات اور آخرت کی زندگی میں شقاوت و بدبختی آتی ہے۔''

اپنے گناہوں کا اشتہار دینے والے:

بعض لوگ ایسے گندے ملکوں سے لوٹتے ہیں تو شرم و حیا کی چادر بھی اتار پھینکتے ہیں اور وہاں دیارِ کفر میں انھوں نے جہاں جہاں اور جیسے جیسے منہ کالا کیا ہوتا ہے، بڑی ڈھٹائی سے انھیں بیان کیے چلے جاتے ہیں، اللہ نے جو پردہ، ان کے عیوب و سیاہ کاریوں پر ڈالا ہوا ہوتا ہے اسے وہ خود اپنے ہی ہاتھوں سے تار تار کر دیتے ہیں، یوں وہ سننے والوں کے سامنے ان گناہوں کو رنگین کرکے بیان کرکے اور ان افعالِ قبیحہ کی شان میں قصیدہ گوئی کرکے لوگوں کو ان گناہوں کی رغبت دلاتے ہیں، جبکہ گناہ و معصیت پر فخر کرنا دل کی موت کی علامت ہے۔ اسی طرح یہ فطرت کے فساد و بگاڑ کی علامت بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ))[1]

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٧٢١) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٩٩٠)

Marfat.com

"میری امت کے تمام گناہ گاروں کو معاف کیا جائے گا سوائے ان کے جو علی الاعلان گناہوں کا ارتکاب اور تذکرہ کرتے ہیں۔"

اللہ کی نعمتوں کے مقابلے میں اگر معصیت و گناہ ظاہر ہوں تو نعمت چھن جاتی ہے، اور جب معصیت کسی دل پر قبضہ جمالے تو وہ اسے فساد و بگاڑ میں مبتلا کر دیتی ہے۔ یوں جو نعمتیں موجود ہوتی ہیں، وہ زائل ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور جن نعمتوں کی آمد متوقع ہوتی ہے وہ رک جاتی ہیں۔

محاسبۂ نفس اور توبہ:

لہٰذا اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہا کریں اور سوے خاتمہ، شیطانی چالوں اور خواہشاتِ نفس کی پھسلاہٹوں سے ہوشیار رہیں۔ ایک ایک لفظ اور ایک ایک نگاہ و نظر کا جواب دینا ہوگا۔ تقصیر و کوتاہی پر اپنے نفس کو ملامت کریں اور اگر آپ کی عمر طویل ہو رہی ہے تو اللہ کی اس ڈور کو ڈھیلا چھوڑنے پر اس کی حمد و ثنا بیان کریں اور جلد اپنے گناہوں سے توبۂ نصوح کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے خوش ہوتا ہے۔ توبہ کرنے میں آج کل اور ڈھیل نہ کریں۔ جس نے ڈھیل کی وہ کامیابی نہ پا سکا، بلکہ اس کی گاڑی چھوٹ گئی، لقمان علیہ السلام کی وصیتوں میں سے یہ بھی تھی کہ اے میرے بیٹے! توبہ میں تاخیر نہ کرنا، کیونکہ موت تو اچانک بھی آ سکتی ہے۔[1] لہٰذا خوش نصیب ہے، جو اپنے نفس سے اپنے لیے حصہ لے لے اور موت سے پہلے پہلے اس کے لیے تیاری کر لے۔

امام وہب بن منبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"جس نے شہوت کو اپنے قدموں کے نیچے رکھا، شیطان اس کے سائے سے بھی ڈرتا ہے۔"[2]

لہٰذا اپنی خواہشاتِ نفس پر قابو رکھو، اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو، برائیوں کو ترک کرو، موت کے بعد والی دوسری زندگی کے لیے تیار رہو، جو کوتاہیاں ہوئیں ان کا استدراک کرو، دنیا سے روانگی کا وقت قریب آ چکا ہے۔ جس نے اپنی بقیہ زندگی کی اصلاح کر لی، اسے اس کی پہلی زندگی کے گناہ بخشے گئے اور جس نے بقیہ زندگی میں برائیاں کیں اسے پہلی زندگی پر بھی پکڑ ہوگی اور بقیہ پر بھی۔ دن سواریاں ہیں اور سانسیں آگے کی جانب بڑھتے ہوئے قدم۔ ارشادِ الٰہی ہے:

---

[1] شعب الإيمان (٥/ ٤٣٩)

[2] حلية الأولياء (٤/ ٦٠)

Marfat.com

﴿ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗٓ اَمَدًاۢ بَعِيْدًا وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ﴾

[آل عمران: ۳۰]

''جس دن ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکیوں کو اور اپنی کی ہوئی برائیوں کو موجود پا لے گا، آرزو کرے گا کہ کاش! اس کے اور برائیوں کے درمیان بہت ہی دوری ہوتی، اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔''

مسلمانو! نئے تعلیمی سال کا آغاز ہو گیا ہے، علوم و معارف کی فضیلت اور قدر و منزلت ان کے مقاصد کے اعتبار سے مختلف ہے۔ انسان کے لیے سب سے افضل و اعلیٰ اور سب سے زیادہ نفع بخش علم وہ ہے جس کے ذریعے اسے قلبی سعادت و خوشی اور انشراحِ صدر حاصل ہو اور وہ صرف وہی علم ہو سکتا ہے، جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ماخوذ ہو۔ کسی شخص کی کمائی اس شخص جیسی ہرگز نہیں ہو سکتی جس نے ایسا علم حاصل کیا جو اسے ہدایت کی طرف لے جائے یا تباہی و ہلاکت سے بچا لے۔

جب عقول و اخلاق کی حفاظت کی جائے اور دینِ متین کی باڑھ کے ساتھ انھیں چاروں طرف سے گھیرے رکھا جائے اور صحیح عقیدے کے مضبوط بندھن کے ساتھ اسے مربوط کیے رکھیں تو عمل خود بہ خود صحیح ہو جاتا ہے۔

علم اور خلوصِ نیت و امانت داری:

علم حاصل کرنے کے لیے لازماً محنت و مشقت اٹھانا پڑے گی۔ جو شخص حصولِ علم کے لیے گھڑی بھر کی مشقت برداشت نہیں کرتا، وہ عمر بھر جہالت و ناخواندگی کی ذلت و رسوائی سے دوچار ہو جاتا ہے۔ علم کے لیے طالبِ علم اور معلم دونوں کی طرف سے خلوصِ نیت اور اخلاص للہ کی ضرورت ہے، ان کے بغیر کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

لہٰذا طلبہ و مدرسین سب کو صالحینِ امت کے اوصاف اپنانے چاہییں، جنھوں نے علم سے محبت کی، پھر انھیں دنیا میں پھیلایا اور خود اس کے تقاضوں پر عمل کر کے بھی دکھایا، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴾

[آل عمران: ۷۹]

Marfat.com

''بلکہ (وہ تو کہے گا کہ) تم سب رب کے ہو جاؤ، تمھارے کتاب سکھانے کے باعث اور تمھارے کتاب پڑھنے کے باعث۔''

والدین اور مدرسین کی ذمے داریاں:

مدرسین و معلمین کی ذمے داری ہے کہ وہ امانت داری اور عدل و انصاف سے کام لیں اور طلبہ کے اولیا یا سرپرستوں کو چاہیے کہ وہ پوری باریک بینی کے ساتھ بچوں کی نگرانی رکھیں، انھیں اچھے ساتھیوں کی صحبت اختیار کرنے کی راہ دکھائیں، انھیں باجماعت نمازیں ادا کرنے کی تلقین کرتے رہیں اور سب سے اہم یہ کہ نمازِ فجر بھی انھیں جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا عادی کریں، یہ عادتیں بچوں کو انسانوں اور جنوں کے تمام شیطانوں کی آفتوں اور شر سے محفوظ کر دیں گی۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ»[1]

''جس نے نمازِ فجر ادا کرلی وہ شام ہونے تک اللہ کی حفاظت و ذمے داری میں آجاتا ہے۔''

بچوں کی ایمان و تقویٰ اور عمل صالح پر تربیت کرنا ایک عظیم امانت و ذمہ داری ہے، جس کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا، لہٰذا اس امانت و ذمہ داری کی ادائی اسی طرح کرو، جس طرح اس کا حکم دیا گیا ہے۔ اس معاملے میں کوتاہی و کاہلی سے کام نہ لو، کیونکہ تمھیں اپنے تمام اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اچھے عمل پر اجر و ثواب ملے گا اور برے پر عقاب و عذاب دیا جائے گا۔

سبحان ربك رب العزة عمّا يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله ربّ العالمين.

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٦٥٧)

Marfat.com

امام مالک بن انس رحمہ اللہ
(سوانحی خاکہ اور حسین نامۂ اعمال کی ایک جھلک)

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الباری الثبیتی حفظہ اللہ

حمد وثنا کے بعد:

علمائے کرام کے بارے میں گفتگو:

علمائے کرام کی عظیم ہستیوں کے بارے میں گفتگو کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ آپ ان کی زندگی کا احاطہ کرنے کی جتنی بھی کوشش کر لیں، آپ کا قلم ان کے حالات کو مکمل طور پر بیان کرنے سے عاجز اور علم قاصر رہے گا، بلکہ ہو سکتا ہے کہ بعض اہم اور پُر تاثیر امور آپ سے چھوٹ جائیں۔

پہلے علمائے عظام کی سیرتیں بہترین نمونہ ہیں۔ انھیں اجاگر کرنا نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے استفادے کے لیے بہت ضروری ہے، تاکہ وہ ایسے گرے پڑے مغربی لوگوں اور ان آئیڈیلز کی طرف متوجہ نہ ہوں، جن کا اس زندگی میں کوئی وزن ہے نہ تاریخ میں کوئی قیمت ہے۔

علما کے بارے میں گفتگو کرنا، ان میں سے کسی کے ساتھ کسی بھی قسم کے تعصب کی بنا پر ہرگز نہیں، کیونکہ ہر انسان کی کوئی بات قابلِ قبول ہو سکتی ہے اور کوئی قابلِ رد سوائے نبی معصوم ﷺ کے۔

امام دار الہجرۃ:

ہمارے آج کے ممدوح وہ عظیم شخصیت ہیں جو مدینہ طیبہ ہی میں پلے بڑھے اور اس کے سرچشمہ ہائے علم و معرفت سے سیراب ہوئے۔ ان کا ذکر و شہرت چہار دانگ عالم میں پھیل گئی اور ان کے علم سے زمین بھر گئی۔ وہ علومِ شریعت کے درس و تدریس کے لیے مسجدِ نبوی کے ریاض الجنۃ میں بیٹھے اور اسی تعلق سے ایسے مشہور ہوئے کہ اگر ''عالمِ مدینہ'' یا ''امامِ دار الہجرۃ'' کہا جائے تو ان کے سوا کسی دوسرے کی طرف نگاہ ہی نہیں جاتی۔

Marfat.com

والدہ کی تربیت:

امام مالک رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، علم کی محبت میں پرورش پائی، فقر وتنگدستی ہونے کے باوجود حصولِ علم سے پیچھے نہ ہٹے، ان کی والدہ نے انکی بہترین تربیت کی اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''جاؤ امام ربیعۃ الرائے کے حلقۂ درس میں شریک ہو جاؤ اور ان کے علوم ومعرفت سے فیض یاب ہونے سے پہلے ان کے اخلاق و کردار اور آداب سے بہرہ ور ہونے کی کوشش کرو۔''[1]

اس خاتون کو زندگی میں اپنی ذمے داری، تربیت میں اپنے حصے اور نوخیز نسل کی تعلیم وتربیت میں اپنے فرائض کا خوب احساس تھا، وہ یہ جانتی تھی کہ آدابِ زندگی بھی علم وآگہی کے ساتھی ہوتے ہیں اور آداب کو اپنائے بغیر علم کی کوئی قیمت نہیں۔ علم کے اول وآخر اور حصولِ علم کے دوران میں ہر موقع پر آداب واخلاقِ فاضلہ کو اختیار کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اس خاتون نے اپنے حسنِ تربیت واہتمام سے ایک ایسا آدمی پروان چڑھایا جو پوری امت کی تعمیر واصلاح کا باعث بن گیا۔

ماؤں کی ذمے داریاں:

ماں کی ذمے داری صرف یہی نہیں کہ وہ بچے کو جسمانی غذا مہیا کرے اور امراض وغیرہ سے اس کے بچاؤ پر توجہ دے، بلکہ اس کی ذمے داریاں اس سے کہیں عظیم وجلیل القدر اور ارفع واعلا ہیں۔ ماں کی ذمہ داری بچے کے ایمان کی تقویت وپختگی، اس کی شخصیت کی بہترین تعمیر، اس کی عقل ودانش کی ترقی اور بلندیوں کو پانے کے لیے اس کی ہمت افزائی کرنا بھی ہے، اور یہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب وہ دنیا کے دیگر تمام فکروں سے آزاد ہو کر بچے کی تعلیم وتربیت کے عظیم کام پر ڈٹ جائے۔

ماں کے چند کلمات پر مشتمل اس قولِ زریں نے امام مالک رحمہ اللہ کی زندگی کو قولی نہیں بلکہ حقیقی وعملی اور محض خیالی نہیں بلکہ واقعی رنگ میں رنگ دیا۔ وہ آداب سکھانے کا ایسا مدرسہ بن گئے کہ دوسرے طالب علم ساتھی ان سے وضع قطع اور اخلاق وآداب کا سبق لیتے اور آج پوری امت ان کی حیات وسیرت سے روشنی حاصل کر رہی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے ایک قریشی نوجوان ساتھی سے کہا تھا:

---

[1] التمهيد لابن عبد البر (٣/ ٤)

Marfat.com

''علم حاصل کرنے سے پہلے حسنِ اخلاق و آداب سیکھو۔''[1]

امام ابنِ وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''ہم نے امام مالک رحمہ اللہ کے علم سے اتنا نہیں سیکھا جتنا ان کے اخلاق و آداب سے پایا ہے، جبکہ لوگوں نے ان سے علم بھی بہت سیکھا تھا۔''[2]

امام یحییٰ بن یحییٰ رحمہ اللہ تمیمی کہتے ہیں:

''امام مالک رحمہ اللہ سے حصولِ علم کی تکمیل کے بعد میں پورا ایک سال ان کے یہاں قیام پذیر رہا اور اس دوران میں ان کی وضع قطع، ہیئت و صورت اور اخلاق و عادات سیکھتا رہا، میں نے دیکھا کہ ان کے اخلاق و عادات بالکل وہی ہیں جو صحابہ و تابعین کے تھے۔''[3]

دورِ حاضر اور اسلوبِ تعلیم:

تعلیم و تدریس کے اس اسلوبِ جدید اور دورِ حاضر میں مروجہ طریقے سے تو کبھی کبھی یوں لگتا ہے کہ آداب و اخلاق سے عاری صرف کورس کی چند کتابیں یا ان کے اسباق پڑھا دیے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ آج علم کی اصل رونق، حسن و جمال، تاثیرِ بے مثال اور اس کی وسعتیں مفقود ہو گئی ہیں۔ اگر علم و معرفت اور اخلاقِ و آداب میں جدائی کر دی جائے تو علم کے چاہے کتنے بھی خزانے اور معرفت کی چاہے کتنی بھی دولت کسی کے پاس جمع ہو جائے، آپ یہ بات خود محسوس کر لیں گے کہ ایسے مجرد علم کا اصلاحِ قلوب، تزکیۂ اعمال اور اخلاق و کردار پر انتہائی ضعیف اور کمزور سا اثر رہ جائے گا۔ کسی آدمی کے ایسے علم میں کوئی خیر و بھلائی نہیں، جو اسے جامۂ آداب سے مزین اور حسنِ اخلاق سے مہذّب نہ بنا سکے۔

علم و آگہی اور اخلاق و آداب کے مابین تفریق و جدائی کئی امراض کو جنم دیتی ہے، جیسے اہلِ علم و عقل کے خلاف زبان درازی کرنا، بداخلاقی، بدکرداری، والدین کی نافرمانی، وضع و قطع اور لباس و پوشاک میں دوسروں کی اندھی تقلید کرنا اور ان کے ساتھ ساتھ ہی تعلیم و تربیت دینے والے اساتذہ پر قولی و عملی طور پر زیادتیاں اور بدتمیزیاں کرنا وغیرہ۔

---

[1] حلیة الأولیاء (٦/ ٣٣٠)

[2] سیر أعلام النبلاء (٨/ ١١٣)

[3] الدیباج المذهب لابن فرحون (١/ ٣٥٠)

Marfat.com

تعلیم و تربیت اور ماحول:

مدینہ طیبہ میں ولادت و تربیت کا امام مالک رحمہ اللہ کی تربیت اور تعمیرِ کردار و شخصیت میں بڑا گہرا اثر اور عمل دخل تھا۔ ان دنوں یہ مقدس و مبارک شہر علما اور تابعین سے بھرا ہوا تھا، اسی میں سب سے بڑی یونیورسٹی اور سب سے پہلا مدرسہ ''مسجدِ نبوی'' ان سب کے لیے علم کا گہوارہ تھی، اس میں موجود تمام حلقاتِ علم میں سے ہر حلقے میں ایک معروف عالم بیٹھتا تھا۔

وہ لوگ جو اپنے بچوں کو صحیح و صالح تربیت سے مزین کرنا چاہتے ہیں، انھیں چاہیے کہ انھیں ایسے تعلیمی گہوارے مہیا کریں، جو دینی اعتبار سے اطمینان بخش اور اخلاقی اعتبار سے صحیح و صالح ہوں، تاکہ نوجوانوں کا کردار اور سیرت و اخلاق صاف ستھرے ہوں۔ شاید یہ بات کہنا ضروری نہیں کہ برا ماحول بناتا نہیں بگاڑتا ہے۔ صبح کے وقت اگر لڑکے کو اسلامی اخلاق و آداب کی تعلیم دی گئی اور شام کو وہ برے لڑکوں کی صحبت میں جا بیٹھا تو صبح کا پڑھا ہوا سبق وہ بھلا دیں گے اور اخلاق کی جگہ فساد و بگاڑ داخل کر دیں گے۔ اگر بچے کو سالہا سال اچھے آداب و اخلاق کی تعلیم دی گئی، پھر اس کے والدین اسے کسی ایسے غیر اسلامی ملک میں لے گئے، جہاں کی فضائیں فسق و فجور سے معمور ہیں، تو اس بیچارے میں سابقہ اخلاق و آداب میں سے کیا رہ جائے گا۔ وہ تو ابھی نرم و نازک کونپل کی طرح ہے، اس کا عقیدہ بگڑ جائے گا، ایمان کمزور پڑ جائے گا اور کردار و اخلاق کی قدریں ڈگمگا جائیں گی۔

منصبِ افتا پر رونق افروزی:

امام مالک رحمہ اللہ مسندِ افتا پر تب رونق افروز ہوئے، جب ستر جید علما نے گواہی دی کہ اب آپ اس کام کے لائق ہو چکے ہیں، اس طرح انھوں نے ''اپنے منہ میاں مٹھو بننے'' اور اس عظیم منصب پر قابض ہونے والے اور اس شخص کے درمیان فرق کر دیا، جسے اہلِ علم و فضل اس منصب کا اہل قرار دیں۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''ہر وہ شخص جو مسجد میں تدریس و افتا کے لیے بیٹھنا چاہے، اسے یہ نہیں کرنا چاہیے کہ جب چاہا بیٹھ گیا، بلکہ اسے اہلِ علم و فضل اور اہلِ صلاح سے مشورہ کر لینا چاہیے، اگر وہ اسے اس کام کا اہل سمجھیں تو بیٹھ جائے ورنہ نہیں۔ میں اس وقت تک مسندِ تدریس و افتا پر نہیں بیٹھا

Marfat.com

جب تک کہ ستر اہلِ علم وفضل نے اس کام کے لیے میری اہلیت کا اعتراف نہیں کیا۔''[1]

منہجِ دلیل و حجت:

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں بھی ایک انسان ہوں، غلطی بھی کرسکتا ہوں اور صحیح بھی ہوسکتا ہوں۔ میری رائے وفتویٰ کو بغور دیکھ لو، اگر وہ سنتِ رسول ﷺ کے مطابق ہے، تو اس پر عمل کرلو۔''[2]

اپنے اس قول میں امام مالک رحمہ اللہ نے وہ درمیانہ منہج بیان فرما دیا ہے، جو ائمہ کے لیے تعصّب برتنے، ان کی اندھی تقلید کرنے اور صحیح دلائل کا انکار کرنے والوں اور کبار ائمہ کرام کے اقوال کا بالکلیہ انکار کرنے والوں اور یہ کہنے والوں کے درمیان والا منہج ہے کہ وہ بھی اہلِ علم تھے اور ہم بھی اہلِ علم ہیں۔

اِن لوگوں اور اُن لوگوں کے مابین زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ لوگ تو وہ تھے کہ انھیں فوت ہوئے صدیاں گزر گئی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی شہرت کو دوام بخشا ہوا ہے اور ایک یہ لوگ ہیں کہ ابھی زندہ ہیں لیکن ان کا کوئی علمی وزن ہے نہ شہرت و نیک نامی۔ اُن لوگوں کے تذکرے سے دلوں کو زندگی و تازگی ملتی ہے اور اِن کی مجلسوں میں بیٹھنے سے دل مردہ ہو جاتے ہیں۔

اگر امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا ذکر کیا جائے، تو ان کی علمی قدآور شخصیات کے سامنے یہ بونے لگتے ہیں۔ وہ ائمہ صرف علمی نصوص وعبارات کے حافظ وخزانے ہی نہیں تھے، بلکہ وہ اخلاق و آداب کی چوٹیوں تک پہنچے ہوئے تھے۔ تقویٰ وعبادت، زہد و ورع اور خشیتِ الٰہی وغیرہ تمام امور میں وہ صحیح معنوں میں عالم تھے۔

جامد اور اندھی تقلید:

ائمہ کی پیروی کرنے والوں میں سے ایک گروہ ان لوگوں کا بھی ہے، جنھیں صرف تقلید ہی اچھی لگتی ہے اور وہ اپنے متبوع امام کے اقوال سے سرِمو آگے پیچھے نہیں ہوتے، حالانکہ حق و باطل کے مابین فرق وتمیز کی قدرت ان کے اندر موجود ہوتی ہے۔ ان لوگوں کی طرف جلیل القدر عالم

[1] الديباج المذهب (١/ ٢١)

[2] الإحكام في أصول الأحكام لابن حزم (٦/ ٢٩٤)

Marfat.com

امام العز بن عبدالسلام نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''انتہائی تعجب کی بات ہے کہ مقلدینِ فقہا اپنے امام کی دلیل کے ضعف و کمزوری کو بھی سمجھ لیتے ہیں اور اس کے ضعف کو دور کرنے والا کوئی سہارا بھی نہیں پاتے، اس کے باوجود اس مسئلے میں بھی وہ اسی کی تقلید پر اڑے رہتے ہیں اور اپنے امام کی اندھی و جامد تقلید کی بنا پر اُس امام کا فتویٰ چھوڑ دیتے ہیں، جس کی تائید قرآنِ کریم، سنتِ صحیحہ اور ان کے اپنے مذہب کے صحیح قیاسی اصولوں سے ہوتی ہے۔ وہ صرف اسے چھوڑ ہی نہیں دیتے، بلکہ کتاب و سنت کے مفہوم کو حیلوں بہانوں سے بدلتے اور اپنے امام کی طرف سے اس ''معرکے'' میں اپنا حصہ ڈالنے کے لیے بے کار بلکہ خالص باطل قسم کی تاویلات کا سہارا لینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔''[1]

ہر شخص خادمِ دین ہے:

دوسروں کے اعمال کو حقیر سمجھنا غلط ہے اور یہ گمان کر لینا کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے، وہ دوسروں سے افضل و اعلیٰ ہے، اسی طرح کسی تھوڑے سے علم والے کا یہ سمجھ بیٹھنا کہ اس کے مقابلے میں دوسرا کچھ بھی نہیں، یا معمولی ہے، یہ خیال خیالِ خام اور نری جہالت ہے، اسی طرح یہ بھی جہالت و بے علمی کا نتیجہ ہے کہ کسی برائی کو برا کہنے اور کسی نیکی کا حکم دینے والا یہ سمجھ بیٹھے کہ وہ دوسرے تمام لوگوں سے افضل و برتر ہے۔ یہ ساری استطاعت و قدرت اور امکانیات و مواہب اللہ کی دین ہیں، یہ کسی بندے بشر کے اپنے ہاتھ میں نہیں ہے۔

یہ وہ عظیم فہم و نظریہ ہے جو امام مالک رحمہ اللہ نے پوری امت کے تمام طبقات کو دیا ہے کہ خدمتِ دین ہر تخصص اور ہر میدان کے آدمی کے لیے ممکن ہے اور اس میں کسی دوسرے کو دائرہ کار سے خارج کرنے کی بھی کوئی ضرورت پیش نہیں آتی، ہر کوئی جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے وہ کام آسان کر دیتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ اور ایک عبادت گزار کے مابین مکالمہ:

امام مالک رحمہ اللہ کے ہم عصر عُبّاد میں سے ایک عبادت گزار نے انھیں خط لکھا اور انھیں تنہائی

[1] القواعد الکبری (۲/ ۲۷٤)

Marfat.com

دگوشہ نشینی اور عمل صالح کی وصیت کی۔ امام مالک رحمہ اللہ نے اس عبادت گزار کو جواب میں لکھا:

''اللہ تعالیٰ نے جس طرح روزی تقسیم کی ہے، اسی طرح اس نے اعمال بھی تقسیم کر رکھے ہیں۔ بعض لوگوں کو نماز میں تو حظِ وافر حاصل ہے مگر روزے میں نہیں اور کسی کو صدقہ و خیرات کی توفیق ارزاں فرمائی ہے، مگر روزے کی نہیں۔ کسی کو جہاد کی اور کسی کو حصولِ علم و تعلیم کی توفیق ملی ہے۔ علم کی نشر و اشاعت افضل ترین اعمال میں سے ہے اور مَیں اس بابِ خیر پر راضی ہوں، جو اللہ نے میرے لیے کھول رکھا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں جس کام میں مشغول ہوں، وہ تمھارے کام (عبادت) سے کمتر نہیں ہے اور مجھے امید ہے کہ ہم دونوں ہی خیر و برّ کے کام میں ہیں۔''[1]

صدقہ و خیرات کرنے والے اور عابد و زاہد لوگ بھی خیر پر ہیں اور جو لوگ اپنے اوقات اور اموال اللہ کی راہ میں صَرف کرتے ہیں وہ بھی خیر پر ہیں۔ واعظین، دعاۃ الی اللہ، علما و فضلا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنے والے سب لوگ بھی خیر پر ہیں، اور وہ لوگ جو اپنے اپنے اختصاصاتِ علمیہ اور اعلیٰ ڈگریوں کے ساتھ دین کی خدمت کر رہے ہیں، وہ سب بھی خیر پر ہیں۔ ان سب کے لیے بنیادی شرط بس ایک ہی ہے کہ اللہ پروردگارِ عالم جس کا کوئی شریک نہیں، اس کے لیے خلوصِ نیت سے اعمال سرانجام دیے جائیں۔ امتِ اسلامیہ میں ایسے لوگوں کی کوئی کمی نہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے بڑی قوتیں اور اعلیٰ صلاحتیں عطا کر رکھی ہیں۔ اگر وہ اپنی ان قوتوں اور صلاحیتوں کو صحیح استعمال میں لے آئیں تو وہ اپنے معاشرے اور اپنی امت کو اتنا نفع و فائدہ پہنچا سکتے ہیں کہ ان کا اپنا، ان کے معاشرے کا اور اس امت کا مقام و مرتبہ کہاں سے کہاں جا پہنچے۔

امام مالک رحمہ اللہ اور فتویٰ دینے میں احتیاط:

امام مالک رحمہ اللہ سے اگر کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ سائل سے کہتے:

''ابھی آپ چلے جائیں، میں اس سلسلے میں مطالعہ و تحقیق کر کے بتاؤں گا۔'' چنانچہ سائل چلا جاتا۔ امام صاحب اسے جواب دینے میں بڑے تردد سے کام لیتے، لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے؟ تو وہ رونے لگے اور فرمایا: ''مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں ایسا نہ

[1] التمہید (۷/ ۱۸۵)

Marfat.com

ہو کہ اس سائل کا ہاتھ اس دن میرے گریبان میں ہو جس دن کے کیا کہنے؟"[1]

اہلِ مغرب (مراکش) والوں نے ایک آدمی کو امام صاحب سے مسئلہ دریافت کرنے کا کہا، اس نے امام صاحب سے پوچھا تو امام صاحب نے جواب دیا:

"میں یہ مسئلہ نہیں جانتا اور ہمیں ہمارے ملک میں یہ مسئلہ کبھی پیش نہیں آیا اور نہ ہم نے اپنے مشائخ و اساتذہ میں سے کسی کو اس مسئلے پر گفتگو کرتے سنا ہے، البتہ آپ پھر دوبارہ آنا۔"

اگلے دن وہ آدمی لوٹ کر آیا تو اسے امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: "آپ نے مجھ سے ایک سوال پوچھا تھا اور میں اس کا جواب نہیں جانتا ہوں۔" اس آدمی نے کہا: اے ابو عبداللہ! میں اپنے پیچھے ان لوگوں کو چھوڑ کر آیا ہوں، جن کا کہنا ہے کہ اس روئے زمین پر آپ سے بڑا عالم کوئی نہیں، امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: "انھوں نے ایسا کہہ کر اچھا نہیں کیا۔"[2]

کسی نے امام مالک رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ پوچھا تو انھوں نے اس معاملے میں فکر و نظر کرنے اور مطالعہ کرنے کے لیے وقت مانگا، سائل نے کہا کہ یہ تو معمولی سا مسئلہ ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: "علم میں کوئی چیز معمولی نہیں ہوتی، کیا آپ نے اللہ کا یہ ارشاد نہیں سنا:

﴿ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴾ [المزمل: ٥]

"یقیناً عنقریب ہم آپ پر بھاری بات نازل کریں گے۔"

بعض لوگوں نے کہا ہے:

"اللہ کی قسم! جب امام مالک رحمہ اللہ سے مسئلہ پوچھا جاتا تو ان کی حالت ایسی ہو جاتی جیسے جنت و جہنم کے مابین کھڑے ہوں۔"[3]

امام مالک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

"میں نے اپنے ملک میں کتنے ہی اہلِ علم و فضل ایسے پائے ہیں کہ ان سے اگر کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو ان کی حالت ایسے ہو جاتی جیسے ان پر موت کا عالم طاری ہو گیا ہو۔"[4]

---

[1] الديباج المذهب (١/ ٢٣)

[2] تقدمة الجرح والتعديل لابن أبي حاتم (ص: ١٨) جامع بيان العلم (٢/ ٨٣٨)

[3] إعلام الموقعين (٤/ ٢١٨)

[4] الديباج المذهب لابن فرحون المالكي (١/ ٢٣)

Marfat.com

دورِ حاضر اور فتویٰ بازی:

ہمارے اس دور کے لوگ بات کرنے اور فتویٰ صادر کرنے میں بڑا شوق رکھتے ہیں، اگر انھیں اپنے انجام کے بارے میں خبر ہو جائے تو وہ اس شوق میں بڑے محتاط ہو جائیں، سیدنا عمر فاروق، سیدنا علی اور سیدنا علقمہ رضی اللہ عنہم صحابہ کرام میں سے بہترین علما تھے، وہ خیر القرون میں سے اس عہد میں تھے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے، ان کے سامنے مسائل آتے تو وہ بھی پہلے ایک دوسرے کے ساتھ اس مسئلے کے بارے مشورہ کرنے کے بعد جواب دیتے تھے، جبکہ ہمارے اس زمانے کے لوگوں کا فخر ہی فتویٰ بازی بن چکا ہے!!

یہ اکابر علما و ائمہ جنھوں نے اپنے علم و عمل سے دنیا کو بھر دیا تھا، ان میں سے ایک عالم سوال پوچھے جانے پر کہتا ہے: ''میں نہیں جانتا۔'' آپ کو یہ جان کر انتہائی تعجب ہوگا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو علمِ شریعت میں اس مقدار کے بھی مالک نہیں، جو قابلِ ذکر ہو، چہ جائیکہ وہ فتویٰ دینے کے اہل ہوں، مگر اس کم علمی کے باوجود وہ حدودِ شریعت پر دست درازی کرتے اور حلال و حرام کے بارے میں فتوے صادر کرتے پھرتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کلب یا مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوتا ہے تو اس مجلس کے برخواست ہونے سے پہلے ہر کوئی اپنے اپنے اختصاص اور اپنی اپنی پسند کے حساب سے فتویٰ صادر کر چکا ہوتا ہے۔ کوئی کہتا ہے: ''میرے خیال میں۔'' کوئی کہتا ہے: ''میری نگاہ و اعتقاد میں۔'' کوئی اس کے حرام ہونے اور کوئی حلال ہونے کا یقینی فیصلہ صادر فرما رہا ہوتا ہے۔ سبحان اللہ! کیا کسی چیز کو حلال و حرام قرار دینا اور اللہ کی طرف سے تصدیق کرنا، جہالت، ظن و تخمین اور وہم و گمان کا میدان بن چکا ہے؟

اگر کوئی انجینئر طب کا پیشہ اختیار کر لے اور مریضوں کے لیے طبی نسخے تجویز کرنا شروع کر دے تو تم لوگ اس کے بارے میں کیا کہو گے؟ اس کے اس فعل کو کیا نام دو گے اور اس کا انجام کیا ہوگا؟ اسی طرح ایک شخص شریعت کی حدود پر دست درازی کرتا ہے اور کتب و جرائد کے صفحات کے صفحات مختلف چیزوں کے حلال و حرام قرار دینے میں سیاہ کیے چلا جاتا ہے، حالانکہ وہ فتویٰ دینے کا اہل تو کجا وہ تو اہلِ شریعت میں سے بھی نہیں، ایسے شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ خاص طور پر جدید پیش آمدہ فقہی مسائل کے معاملے میں کہ اگر یہ معاملات و مسائل سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں پیش آئے ہوتے تو وہ سارے اہلِ بدر کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے اور پھر جا کر ان کا جواب دیتے، مگر ہمارے زمانے میں فتویٰ بازی ایک ایسا میدان بن چکا ہے جس میں ہر وہ شخص کود

Marfat.com

پڑتا ہے جو سستی شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے اور لوگوں کی واہ واہ کا طلب گار ہے، چاہے اس کے عوض میں اسے اللہ کی ناراضی ہی کیوں نہ مول لینی پڑے؟!

اجتہاد و رائے:

مسائلِ عقائد توقیفی ہوتے ہیں، ان میں اجتہاد و رائے کا کوئی دخل نہیں ہوتا، اسی طرح جن مسائلِ شرعیہ میں شارع علیہ السلام کی طرف سے کوئی نص موجود ہو، ان میں بھی اجتہاد کی کوئی گنجایش نہیں ہوتی۔ نص کی موجودگی میں کوئی اجتہاد مقبول نہیں۔ وہ مسائل جو متفق علیہ ہیں یا جن پر اجماعِ امت ہو چکا ہے، ان میں بھی اجتہاد کی کوئی حاجت نہیں، کیونکہ اجماع کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے۔ امت کا فرض ہے کہ علمی مسائل میں فکر و نظر کا معاملہ ان اہلِ علم کے سپرد کرے جو باعمل اور درجۂ اجتہاد پر فائز ہوں اور کوئی شخص حلال و حرام کے مسائل میں بلاعلم دخل اندازی نہ کرے، کیونکہ یہ اللہ کے حکم کے بارے میں قطعی رائے دینا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو کسی مسئلے کا جواب دینا چاہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو جنت اور جہنم پر پیش کرے اور اچھی طرح دیکھ لے کہ کل قیامت کے دن اس کی خلاصی کیسے ہو گی؟ اس سب پر غور کرنے کے بعد جواب دے۔''[1]

امام مالک رحمہ اللہ اور وعظ و نصیحت:

ائمہ و علما کے حلقاتِ علم تمام علوم و فنون پر مشتمل ہونے کے سلسلے میں ہم امام مالک رحمہ اللہ کا ایک بلیغ وعظ آپ کے گوش گزار کرتے ہیں، جس میں امام صاحب اپنے ایک دینی بھائی کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اپنے نفس کو موت کے سکرات اور کرب یاد دلاؤ۔ تمھارے اعمال کی وجہ سے جو کچھ اس نفس کو پیش آنے والا ہے وہ سب بھی اسے یاد دلاؤ، اسی طرح یہ بھی یاد دلاؤ کہ موت کے بعد اللہ کے سامنے کیا حساب کتاب دینا ہو گا؟ پھر اسے یہ بھی سمجھاؤ کہ اس کے بعد ہمیشہ جنت یا جہنم میں رہنا پڑے گا، لہٰذا اس کے لیے ان اعمال کی تیاری کرو جو ان مقامات پر تمھارے لیے آسانی کا باعث ہوں۔ آپ اگر ان لوگوں کو دیکھ لیں جنھوں نے اللہ کی ناراضی مول لی اور اللہ کی ناراضی و عذاب کی سختیوں میں مبتلا ہوئے،

[1] الديباج المذهب (١/ ٢٣)

Marfat.com

پھر جہنم کی آ گ میں ان کی چیخ و چنگاڑ سن لیں، ان کے جل کر سیاہ ہونے والے چہرے دیکھ لیں جو اب سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں، وہ تباہی و بربادی کو پکار رہے ہوں گے۔ اس سے بڑھ کر وہ منظر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ انھیں اپنی نظرِ کرم سے بھی محروم کر دے گا اور ان کی امیدوں کو پورا کرنے سے صاف انکار کر دے گا اور فرمائے گا:

﴿ قَالَ اخْسَؤُا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾ [المؤمنون: ۱۰۸]

''وہ (اللہ) کہے گا: پھٹکارے ہوئے یہیں (جہنم میں) پڑے رہو اور مجھ سے کلام بھی نہ کرو۔''

''اگر آپ یہ سب مقامات اپنی نگاہوں میں لے آئیں تو پھر وہاں نجات پانے کے لیے آپ کو دنیا کی کوئی چیز بھی بڑی نہ لگے۔''

وفاتِ امام مالک رحمہ اللہ:

امام مالک رحمہ اللہ نے بائیس دن بیمار رہنے کے بعد وفات پائی۔ وفات کے وقت ان کی عمر اٹھتر (۷۸) برس تھی۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ نوے سال کی عمر پا کر فوت ہوئے تھے۔

ابنِ نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ اٹھتر برس کے ہو کر فوت ہوئے اور ساٹھ (۶۰) سال تک مدینہ منورہ میں افتا کی خدمات انجام دیں۔

عیوب کی پردہ پوشی:

اللہ تعالیٰ امام مالک پر رحم فرمائے، وہ کہا کرتے تھے:

''میں نے مدینے میں ایسے لوگوں کو پایا ہے جن میں کوئی عیب نہیں تھے۔ انھوں نے لوگوں کے عیوب و نقائص کے بارے میں باتیں شروع کر دیں، تو لوگوں نے بھی ان میں عیوب مشہور کر دیے اور میں نے مدینے میں ایسے لوگ بھی پائے کہ وہ کئی عیوب میں ملوث تھے، لیکن انھوں نے لوگوں کے عیوب کی پردہ پوشی کی تو لوگوں نے بھی ان کے عیوب کے بارے میں خاموشی اختیار کر لی۔''

سبحان ربك رب العزة عمّا يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله ربّ العالمين.

Marfat.com

ماہِ رجب

پہلا خطبہ

فتنوں سے نجات کیسے ممکن ہے؟

امام وخطیب

فضیلة الشیخ

صلاح البدیر حفظہ اللہ

21/9/2001 = 4/7/1422

دوسرا خطبہ

صدق و حق گوئی اور راست بازی

امام وخطیب

فضیلة الشیخ

علی عبد الرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

28/9/2001 = 11/7/1422

تیسرا خطبہ

عزت کا راستہ

امام وخطیب

فضیلة الشیخ

عبدالباري الثبيتي حفظہ اللہ

5/10/2001 = 18/7/1422

چوتھا خطبہ

اسلامی عقیدے کے ثمرات و برکات

امام وخطیب

فضیلة الشیخ

حسین بن عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ

12/10/2001 = 25/7/1422

Marfat.com

Marfat.com

فتنوں سے نجات کیسے ممکن ہے؟

امام و خطیب: فضیلة الشیخ صلاح البدیر ﷾

حمد وثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! صحیح معنوں میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنے ظاہر و باطن کے تمام امور میں اسے اپنا نگران مانو۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾

[الأحزاب: ۷۰، ۷۱]

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی (سچی) باتیں کیا کرو، تا کہ اللہ تعالیٰ تمھارے کام سنوار دے، اور تمھارے گناہ معاف فرما دے، اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا اس نے بڑی کامیابی پالی۔“

کفر و الحاد کے خطرات:

آج اسلامی معاشروں کو کفر و الحاد کی موجوں، نصرانی مشنری کے حملوں، زبردست فتنوں، آزمایشوں اور کھلی جنگ کا سامنا ہے، جو مسلمانوں پر گمراہ کن ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلط کر دی گئی ہے جس کی پشت پناہی کرنے والے لوگ شر و فساد اور کجی و عناد کی طرف مسلسل کھچے چلے جا رہے ہیں، تا کہ وہ ان اسلامی معاشروں کو بھی مغربی چال چلن کا رسیا بنا لیں اور انھیں ان کے دینِ اسلام سے دور کر کے اس کی تعلیمات سے منحرف کر دیں۔

کافر معاشرے:

کافر معاشرے انتہائی ذلت ناک اور رسوائی بردوش زندگی بسر کر رہے ہیں، جو گندگی کی

Marfat.com

دلدل اور گہرے کھڈوں میں گرتے چلے جا رہے اور روز بروز اندھیروں میں ڈوبتے چلے جا رہے ہیں۔ کوئی شراب کے نشے میں دھت ہے تو کوئی راگ و رنگ اور رقص و سرود میں مست ہے اور کوئی شہوت کا اسیر و قیدی ہے۔ یہ لوگ اپنے مال و جان اور عزت و آبرو کے معاملات کے لیے خود ساختہ ظالمانہ قوانین سے فیصلے کرتے اور کرواتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾ [النور: ٤٠]

''اور اللہ تعالیٰ جسے نورِ بصیرت سے محروم کر دے، پھر اس کے لیے کوئی روشنی اور نور نہیں ہے۔''

انتہائی تکلیف دِہ اور پریشان کن بات:

دل و جان کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دِہ بات تو یہ ہے کہ مغربی طرزِ زندگی اور یورپی بود و باش والوں کا ہاتھ بعض اسلامی ممالک تک بھی پہنچ چکا ہے جو وہاں کے لوگوں کی اسلامی عادات و اطوار کو بدل کر انھیں مغربی راہ و رسم پر لگائے جا رہا ہے، ان کی صلاحیتیں برباد کر رہا ہے اور ان کی زندگی کو خراب کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا﴾ [البقرة: ٢١٧]

''یہ لوگ تم سے لڑائی بھڑائی کرتے ہی رہیں گے، یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو تمھیں تمھارے دین سے پھیر دیں۔''

امن و سلامتی کی ضمانت اور پریشانیوں سے نجات کا ذریعہ:

عقائد کے رسوخ و ثبات، ذکرِ الٰہی کی بقا، وعدوں کی وفا، عقاب و عذاب سے امن و نجات اور مغربی نظریات و عادات کی یلغار سے بچاؤ کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے اس وحیِ الٰہی پر مضبوطی سے قائم رہنا، جو اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف نازل فرمائی ہے۔ بچاو صرف اسی میں ہے، مکمل حجت صرف وہی ہے اور وہی ایسا روشن چراغ ہے، جس کی ضیا پاشیاں کبھی کم نہ ہوں گی اور جس کی نورانی کرنیں کبھی نہ بجھیں گی۔ وہ وحیِ الٰہی کہ جب وہ نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی تو آپ ﷺ پر بڑی بوجھل تھی حتی کہ اس نے آپ ﷺ کا سرِ اقدس جھکا دیا، چہرہ مبارک کے تیور بدل دیے اور آپ ﷺ کی پیشانیِ مبارک پسینے سے شرابور کر دی۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

Marfat.com

''میں نے آپ ﷺ پر وحی نازل ہونے کا منظر دیکھا ہے کہ شدید سردی والے دن میں وحی کا نزول شروع ہوا اور جب نزول کا مرحلہ مکمل ہوا تو آپ ﷺ کی پیشانی پسینہ پسینہ تھی۔ نبی اکرم ﷺ نزولِ وحی کے وقت بڑی شدت و کرب محسوس کیا کرتے تھے۔''

اور پھر خود نبی اکرم ﷺ اس وحی کے نزول کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«أَحْيَانًا يَأْتِينِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ، وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ، فَيَفْصِمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ»[1]

''کبھی کبھی تو وحی اس طرح مجھ پر اترتی ہے کہ جیسے کوئی گھنٹی بج رہی ہو اور یہ کیفیتِ نزول میرے لیے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میں نازل شدہ کلامِ الٰہی کو حفظ کر چکا ہوتا ہوں۔''

یہ وحی ایک عظیم نشانی، قولِ ثقیل اور عظیم منہاج ہے جسے مضبوطی سے پکڑے رکھنے اور اس سے انحراف نہ کرنے کا آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [الجاثية: ١٨]

''پھر ہم نے آپ کو دین کے واضح راستے پر قائم کر دیا، سو آپ اسی کی پیروی کرتے رہیں اور نادانوں کی خواہشوں کی پیروی میں نہ پڑیں۔''

نیز فرمایا:

﴿ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ﴾ [الزخرف: ٤٣، ٤٤]

''پس جو وحی آپ کی طرف کی گئی ہے، اُسے مضبوطی سے تھامے رکھیں، بے شک آپ راہِ راست پر ہیں، اور یقیناً یہ خود آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت ہے اور عنقریب تم لوگ سوال کیے جاؤ گے۔''

نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو بتایا ہے کہ ہدایت صرف اسی وحی کو اپنانے میں ہے، چنانچہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٣٣٣)

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ شَيْئَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا: كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِي»[1]

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک انھیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے، ہرگز گمراہ نہیں ہوگے: کتاب اللہ اور میری سنت۔''

وحیِ الٰہی کی تعظیم و تعمیل کے درخشاں نمونے:

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وحیِ الٰہی کی بڑی تعظیم کیا کرتے اور دل و جان سے اسے تسلیم کیا کرتے، اس کے اوامر کے مطابق چلتے، اس کے احکام کو اپناتے، اس کی تعلیمات کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے اور اس پر عمل کرنے میں لمحہ بھر بھی تردّد و تامّل نہیں کرتے تھے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ ابنِ بریدہ رحمہ اللہ سے اور انھی کے حوالے سے ان کے والد سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

''ہم تین چار آدمی ایک دن ایک ریتلی جگہ پر بیٹھے شراب کی محفل جمائے ہوئے تھے اور خوب شراب پی رہے تھے، صراحی پاس رکھی تھی اور جام ہمارے ہاتھوں میں تھے، میں وہاں سے اٹھا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جا پہنچا اور آپ ﷺ کو سلام کیا، اسی اثنا میں شراب کو حرام قرار دینے والا یہ ارشادِ الٰہی نازل ہوا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۞ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ [المائدة: ۹۰، ۹۱]

''اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر؛ یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں، ان سے بالکل الگ رہو، تاکہ تم فلاح پاؤ، شیطان تو چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمھارے درمیان دشمنی و بغض ڈال دے اور اللہ کی یاد اور نماز سے تم کو روک دے، پس اب باز آ جاؤ۔''

---

[1] المستدرك للحاكم (۱/ ۱۷۲)

Marfat.com

یہ حکم سن کر میں ساتھیوں کے پاس آیا اور یہ حکم انھیں پڑھ کر سنایا، ان میں سے بعض کے ہاتھ میں جام تھا اور اس میں سے کچھ پی چکے تھے اور کچھ ابھی اس میں باقی بھی تھی، اور کسی کا جام اس کے ہونٹوں تک پہنچ چکا تھا، مگر یہ حکم سنتے ہی انھوں نے جام و سبو توڑ دیے، شراب زمین پر بہا دی اور فوراً زبان سے یہ کلمات جاری ہو گئے:

''اے اللہ! ہم باز آئے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم اس سے باز آئے۔''[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس محفلِ شراب کو ذرا تصور میں لائیں اور اندازہ کریں کہ آیت نازل ہوئی جبکہ شراب کے لبالب بھرے پیالے ان کے ہونٹوں تک پہنچے ہوئے تھے، مگر حکمِ الٰہی ان کے شراب کے رسیا ہونٹوں اور شراب کے مابین حائل ہو گیا، جس کے ہاتھ میں جام تھا اس نے اسے توڑ ڈالا، جس نے شراب کا گھونٹ بھر لیا تھا، مگر ابھی نگلا نہیں تھا، اس نے منہ سے حلق کی طرف نہیں اترنے دیا، بلکہ باہر پھینک دیا، مدینہ منورہ کی گلیوں میں شراب کی صراحیاں ٹوٹنے اور شراب کے بہائے جانے سے ایک سیلاب آ گیا۔ یہ اللہ جل جلالہ کا حکم تھا، جس کو تسلیم کیے اور اپنائے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں۔ پھر جب پردے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾

[الأحزاب: ٥٩]

''اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، یہ بہت مناسب ہے کہ وہ پہچانی جائیں اور ستائی نہ جائیں، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ انصار کی عورتیں یوں کپڑوں میں لپٹی ہوئی باپردہ نکلیں، گویا ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوں۔''[2]

تسلیم و رضا اور اطاعت و فرمانبرداری کی ایک اور روشن مثال وہ ہے جسے حبر امت اور ترجمانِ قرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک صحابی کے

[1] تفسير ابن جرير (٥/ ٣٣)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤١٠١)

Marfat.com

ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا:

«يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلٰى جَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهِ»[1]

''تم میں ایک شخص جہنم کی آگ کا انگارہ لیتا ہے اور اسے اپنے ہاتھ میں رکھ لیتا ہے۔''

جب نبی ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے تو اس صحابی سے کہا گیا:

''اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور کسی دوسرے کام میں اس سے استفادہ کر لینا۔''

تو اس صحابی نے کہا:

''نہیں! مجھے اللہ کی قسم ہے، جسے نبی کریم ﷺ نے اتار کر پھینک دیا ہے، میں اسے کبھی نہیں اٹھاؤں گا۔''

نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں آخری حد کو چھوتے ہوئے اور آپ ﷺ کے منع کردہ امور سے اجتناب کی انتہا کرتے ہوئے وہ صحابی کہنے لگا کہ نہیں، اللہ کی قسم! میں اس چیز کو اٹھانے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں، جسے اتار کر نبی ﷺ نے پھینک دیا ہے۔ کیا بات تھی ان قدسی نفوس انسانوں کی!

فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ:

مسلمانو! تمھارے اس دور کی چکا چوند، چمک دمک اور فتنوں سے بچاو کا سب سے پر امن اور محفوظ ترین قلعہ صرف کتاب و سنت اور منہجِ سلف صالحین سے تمسک و عمل ہی ہے، جو ہر فتنے سے بچ نکلنے کا راستہ اور ہر مشکل سے نجات کا ذریعہ ہے۔

سیدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ اہلِ بصرہ کو وصیت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''قرآن پر عمل کا التزام کرو، یہ دن کی ہدایت اور اندھیری رات کا نور ہے۔ چاہے کیسا ہی فقر و فاقے کا عالم کیوں نہ ہو، اس پر عمل جاری رکھو۔ اگر کسی بلا و مصیبت اور امتحان میں مبتلا کر دیے جاؤ تو اپنے دین کے تحفظ کے لیے اپنے مالوں کو قربان کر دو، اور اگر بات اس سے بھی آگے بڑھ جائے تو دین کی راہ میں اپنی جانیں بھی قربان کر دو، کیونکہ حقیقی محروم وہ ہے، جو دین سے محروم ہوا اور صحیح معنوں میں ڈاکا اس پر پڑا، جس کا دین سلب کر لیا گیا ہو۔ جنت مل جانے کے بعد کوئی فقر و تنگدستی نہیں اور جہنم میں چلے گئے تو

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٠٩٠)

Marfat.com

کوئی مال و دولت بچا نہ سکے گا۔“[1]

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ عامر بن مطر رحمہ اللہ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

”اگر سب لوگ ایک راستے پر چل نکلیں اور قرآن دوسرے راستے پر ہوا تو تم کیا کرو گے اور کونسا راستہ اختیار کرو گے؟ انھوں نے جواب دیا: میں قرآن کے ساتھ چلوں گا، اسی کے ساتھ جیوں گا اور اسی کے ساتھ مروں گا۔“[2]

اللہ والو! اس وحیِ الٰہی کو صدقِ دل سے اپنا لو، حتی کہ اسے اپنانے کے آثار و نشانات تمھارے اعمال و اقوال اور لین دین کے معاملات میں بھی نظر آئیں۔ تمھاری ساری زندگی کے تمام کاموں سے اس وحی پر عمل کا پتا چلے، اگر تم نے ایسا کر لیا تو زندگی سعادت و خوشی سے گزر جائے گی اور موت بھی دین کے ساتھ وفا کرنے والوں کی طرح آئے گی۔

ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے آپ کو کتاب و سنت پر پیش کرے اور دیکھے کہ وہ اہلِ سمع و طاعت میں سے ہے یا افراط و تفریط کرنے والے اور احکام و اوامر کو ضائع کرنے والوں میں سے ہے؟ وہ اتباع و پیروی کرنے والوں میں سے ہے یا خود ساختہ بدعات پر عمل کرنے والوں میں سے ہے؟ اسے اپنے آپ کا جائزہ لے کر خوب احتیاط برتتے ہوئے اپنا طریقہ و عمل صحیح کر لینا چاہیے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”اللہ اس بندے پر رحم فرمائے، جس نے اپنے آپ کو اور اپنے عمل کو کتاب اللہ پر پیش کیا۔ اگر وہ کتاب اللہ پر پورا اترا تو اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور مزید اطاعت کی توفیق طلب کی، اور اگر وہ کتاب اللہ کے مخالف نکلا تو اپنے نفس پر ناراض ہوا اور فوری طور پر اپنے غلط رویے سے رجوع کر لیا۔“[3]

اللہ کے بندو! آپ کے پاس وہ خزانہ ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ آبِ شیریں کا وہ چشمہ ہے جو کبھی خشک ہونے والا نہیں، وہ خزانہ و چشمہ اللہ کی کتاب قرآنِ کریم اور نبی اکرم ﷺ کی سنتِ مطہرہ ہیں، ان پر عمل پیرا ہونے والے کہاں ہیں؟ ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والے

---

(1) الفتن لنعيم بن حماد (ص: ٣٧٧) شعب الإيمان (٢/ ٢٤٦)

(2) مصنف ابن أبي شيبة (٧/ ٤٨٥)

(3) أخلاق أهل القرآن للآجري (ص: ٣٩)

Marfat.com

کہاں ہیں؟ ان کے اوامر کی تعمیل میں جلدی کرنے والے کہاں ہیں؟ ان کے احکام کو فوراً اپنے آپ پر نافذ کرنے والے کہاں ہیں؟

لمحۂ فکریہ:

مسلمانو! قرآن کے مواعظ نے ہمیں وعظ و نصیحت کی، وقت و زمانے کے قاصد نے ہمیں تنبیہ کی اور ڈرایا، نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خبردار اور بیدار کیا، ان سب نے کہا کہ دیکھو! عہدِ جاہلیت کی دلدل میں نہ گرنا اور نہ ہی گناہ و نافرمانی کے کیچڑ سے لت پت ہونا، کیا ہم نے ان مواعظ سے فائدہ اٹھایا؟ ہم شب و روز ایسی وعیدیں سنتے رہتے ہیں جو دلوں کو ہلا دینے والی اور نفسوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دینے والی ہیں، کیا ہم نے ان وعیدوں سے اپنے قول و عمل میں احتیاط پیدا کی؟

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ کی نگاہیں آسمان پر جم گئیں اور پھر فرمایا:

«هٰذَا أَوَانُ يُخْتَلَسُ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتّٰى لَا يَقْدِرُوْا مِنْهُ عَلٰى شَيْئٍ»

"یہ وہ زمانہ ہے کہ جب لوگوں سے علم چھن جائے گا اور وہ اس سلسلے میں کچھ بھی نہ کر پائیں گے۔"

سیدنا زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم سے علم کیسے چھن جائے گا جبکہ ہم قرآن پڑھتے ہیں؟ اللہ کی قسم! ہم خود بھی قرآن پڑھیں گے اور اپنے بیوی بچوں کو بھی سختی کے ساتھ پڑھائیں گے۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا زِيَادُ، إِنْ كُنْتُ لَأَعُدُّكَ مِنْ فُقَهَاءِ الْمَدِيْنَةِ، أَوَ لَيْسَ هٰذِهِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى يَقْرَءُوْنَ التَّوْرٰةَ وَالْإِنْجِيْلَ، لَا يَعْمَلُوْنَ بِشَيْئٍ مِمَّا فِيْهَا؟»[1]

"اے زیاد! تجھے تیری ماں گم پائے، میں تو تمھیں فقہاے مدینہ میں سے شمار کرتا تھا۔ کیا یہ یہود و نصاریٰ اپنی کتابیں تورات و انجیل نہیں پڑھتے؟ پڑھتے وہ بھی ہیں، مگر ان کے احکام پر عمل کسی چیز پر نہیں کرتے۔"

بعض اہلِ علم نے اس حدیث کی وضاحت میں کہا ہے کہ جس طرح یہود و نصاریٰ کو تورات و انجیل کو پڑھنے کے باوجود ان پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے کوئی فائدہ نہ ہوا، اسی طرح ہی تم بھی ہو گے۔

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٦٥٣) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤٠٤٨)

Marfat.com

کتاب وسنت پر زیادتی:

مسلمانو! وحیِ الٰہی کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کی نصوص پر زیادتی کرتے ہوئے ان کی ہیبت کو ساقط کرنا، ان کی حرمتوں پر دست درازی کرنا، یا اس شعور کا اظہار کرنا کہ یہ دورِ حاضر کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتیں اور پھر انھیں ان تقاضوں کے مطابق کرنے کے چکر میں انھیں بدلنا، ان میں ہیر پھیر کرنا اور ان میں تراش خراش کرنا، تاکہ یہ عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق ہو جائیں؛ یہ سب کتاب وسنت پر زیادتی والی حرکات ہیں، ایسی حرکات وہ لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ کے دین کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی اور وہ سمجھتے ہیں کہ بعض معاملات میں ایسا کرنا ترقی کرنے کے لیے معاون اور ضروری ہے۔

ان معاملات و قضایا میں سے اُن کی نظر سب سے پہلے عورت کے معاملات اور زندگی کے تمام شعبوں میں مردوں کے ساتھ اس کی مساوات، سود کے بارے میں نرم گوشہ پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات پر پڑی کہ کافر، فاسق و فاجر، فحش گو اور ہر کس و ناکس کو مسلم معاشرے میں کھلی چھٹی دے دی جائے کہ وہ ادب وفن اور آزادیِ رائے کے نام پر اپنے گندے افکار کا کوڑا کرکٹ جہاں چاہے اور جب چاہے بکھیرتا پھرے، ایسے ہی بعض دیگر معاملات و قضایا ہیں جن کے بارے میں شریعتِ اسلامیہ کی نصوص بالکل واضح وصریح اور نصف النہار کے سورج کی طرح روشن وعیاں ہیں۔ کتاب وسنت کی نصوص میں تحریف اور ان پر یہ زیادتی اس کے سوا اور کوئی معنیٰ نہیں رکھتی کہ امت ضائع ہو چکی ہے، اس نے اپنے تشخص، عزت وکرامت اور اس دین کو کھو دیا ہے، جس کی بدولت اللہ نے اسے شرف یاب کیا تھا۔

تعظیم کتاب وسنت:

مسلمانو! ہم پر واجب ہے کہ ہم ان دونوں ''کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ'' کی صحیح تعظیم وتعمیل کریں، جو ہمیں اس بات پر آمادہ کرے کہ ہم ان کے احکام کی مخالفت کریں نہ انھیں جھٹلانے والوں کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھائیں، نہ ان کے خلاف کسی کی کسی بھی طرح کی جسارت پر خاموش تماشائی بنے رہیں اور نہ ہی شریعت کے احکام میں سے کسی بھی حکم کے ساتھ استہزا و مذاق کرنے والے کی حرکتوں پر چپ سادھے رہیں۔ اسی طرح جس نے اللہ یا رسول اللہ کو گالی دی، برا

Marfat.com

بھلا کہا، یا ان میں نقص نکالنے کی جسارت کی، یا کوئی ایسی بات یا ایسا کام کیا جو دین کا مذاق اڑانے کے مترادف ہو، یا جس نے قرآنِ کریم کی توہین کا ارتکاب کیا اور اس کی حرمت کو پامال کیا، اس نے نبی اکرم ﷺ پر نازل شدہ دین کے ساتھ کفر کیا اور وہ ملتِ اسلامیہ سے خارج ہو گیا۔

رسولِ ہدایت ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ»[1] ''جس (مسلمان) نے اپنے دین کو بدلا اسے قتل کر دو۔''

اللہ کے بندو! اپنے اس دین کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو، جس کی اللہ نے تمھیں ہدایت دی ہے اور جسے اپنانے کی وجہ سے اس نے تمھیں عزت و شرف سے نوازا ہے۔ اسی دینِ اسلام کی وجہ سے اللہ نے تمھیں تمام امتوں پر فضیلت و فوقیت عطا کی ہے۔ اس دین کے معاملے میں اللہ سے ڈرنا یہ ہے کہ اس کے احکام کے مخالف تمام امور سے کلی اجتناب کرو، جو چیزیں اس دین کے چشمہ صافی کو گدلا کرنے والی ہیں ان سے بچو اور ہر طریقے سے اس دین کی حمایت کرو، خود بھی اپنی زندگی کے تمام حالات میں اس کے تمام حقوق کو ادا کرو اور ان کو بھی اس کا پابند کرو جو آپ کی زیرِ نگرانی ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی اس وعید سے بچ جاؤ:

﴿ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴾ [محمد: ٣٨]

''اور اگر تم روگرداں ہو جاؤ تو وہ (اللہ) تمھارے بدلے کسی دوسری قوم کو لے آئے گا، پھر وہ لوگ تم جیسے نہ ہوں گے۔''

اللہ کے بندو! اپنے دلوں میں اللہ کا تقویٰ پیدا کرو اور اپنے تمام اعمال میں اسے اپنا نگران سمجھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی نہ کرو۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ [التوبة: ١١٩]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

نبی اکرم ﷺ اپنی امت کے لیے بڑے شفیق اور رحم دل تھے، افرادِ امت کی ذلت و رسوائی سے آپ ﷺ بہت ڈرتے تھے اور ان کے خطا کرنے اور نافرمانی کا ارتکاب کرنے سے بھی گھبراتے تھے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٠١٧)

Marfat.com

« إِنَّمَا مَثَلِي وَ مَثَلُ أُمَّتِي كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا، وَجَعَلَ يَحْجُزُهُنَّ وَ يَغْلِبْنَهُ، فَيَتَقَحَّمْنَ فِيهَا، فَذٰلِكُمْ مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ، أَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ، هَلُمَّ عَنِ النَّارِ، هَلُمَّ عَنِ النَّارِ، فَتَغْلِبُونِي، تَقَحَّمُونَ فِيهَا » [1]

''میری اور میری امت کی مثال اس آدمی جیسی ہے، جس نے آگ جلائی، جب اس کے اردگرد روشنی ہوگئی تو پروانوں اور کیڑوں مکوڑوں نے اس آگ میں آ آ کر گرنا شروع کر دیا، اس آدمی نے انھیں آگ سے بچانا شروع کیا مگر وہ اس پر غالب آگئے اور آگ میں کود گئے۔ میری اور تمھاری مثال بالکل اسی کی طرح ہے، میں تمھیں پکڑ پکڑ کر پیچھے کھینچتا ہوں کہ بچ جاؤ، آگے آگ ہے، آگ سے بچ جاؤ، مگر تم مجھ پر غالب آجاتے ہو اور آگ میں کود جاتے ہو۔''

جاہل اور شریعت کی خلاف ورزی کرنے والے اپنے گناہوں اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کی وجہ سے آخرت کی آگ میں گریں گے، حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے انھیں منع کر رکھا ہے اور جن کاموں سے بچنا ضروری ہے ان سے روک رکھا ہے، مگر وہ عقل کی کمزوری اور تمیز کی کمی کی وجہ سے آخرت کی آگ میں گرتے ہی چلے جاتے ہیں۔ یہ پروانے اور انسان دونوں ہی اپنی اپنی جہالت پر مصر اور ہلاک ہونے پر تلے ہوئے ہیں۔

خبردار ہو جاؤ، ہوشیار ہو جاؤ، قبل اس کے کہ وہ دن آجائے کہ جس دن کا لایا ہوا ایمان بھی کسی کو کوئی فائدہ نہ دے گا، اگر وہ اس دن کے آنے سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا اور اس ایمان کی حالت میں نیکی نہ کی ہوگی تو کچھ حاصل نہ ہوگا۔

تم اسلام کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو، اگرچہ دوسرے لوگ اسے چھوڑ ہی کیوں نہ بیٹھیں۔ اس زمانے کے فتنوں سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ طلب کرو۔ سیدنا ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن اپنے صحابہ سے فرمایا:

« إِنَّ مِنْ وَّرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ، اَلصَّبْرُ فِيهِ مِثْلُ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيهِمْ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِهِ » قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ،

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٨٤)

Marfat.com

أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: ((أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ))[1]

"تمھارے بعد صبر کے دن آنے والے ہیں، اس زمانے میں صبر کرنا ایسے ہی مشکل ہو گا، جیسے ہاتھ میں انگارہ پکڑنا مشکل ہوتا ہے۔ اس وقت نیک عمل کرنے والے شخص کو ایسا ہی عمل کرنے والے پچاس آدمیوں کے برابر اجر و ثواب ملے گا"، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ان کے ہی پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر اجر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے تم میں سے پچاس آدمیوں کے عمل کرنے کے برابر اجر ملے گا۔"

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٣٤٨) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٠٥٨) سنن ابن ماجه، برقم (٤٠١٤)

Marfat.com

صدق وحق گوئی اور راست بازی

امام و خطیب: فضيلة الشيخ علي عبد الرحمن الحذيفي حفظه الله

حمد وثنا کے بعد:

اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، جو اس بات میں مضمر ہے کہ اس کے اوامر و احکام کی تعمیل کرو اور اس کے غضب و نافرمانی سے دور رہو، یقیناً تقویٰ ہر خیر وبھلائی، اور فسق وفجور ہر شر و برائی کا دروازہ ہے۔

بندے کی قدر و قیمت کا معیار:

پروردگار کے ہاں بندے کی قیمت اور مقام و مرتبہ اس کے ایمان و اخلاق کی وجہ سے ہے، اسی طرح اللہ کی مخلوق کے نزدیک اس کی قدر و منزلت اسی ایمان اور عمل صالح کی بنا پر ہے، اس کے مال و دولت یا طاقت وقوت سے نہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَآ اَمْوَالُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَ هُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ﴾

[سبأ: ۳۷]

”اور تمھارے اموال و اولاد ایسے نہیں کہ تمھیں ہمارے پاس (مرتبوں سے) قریب کر دیں، ہاں جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے ان کے اعمال کا دوہرا اجر ہے اور وہ بالا خانوں میں امن سے رہیں گے۔“

صفات و اعمال میں تفاوت:

اعمالِ صالحہ اجر وثواب کے لحاظ سے چھوٹے اور بڑے ہوتے ہیں، اسی طرح صفاتِ حمیدہ بھی صاحبِ صفات کے عمومی نفع اور مخلوق کے فائدے کے اعتبار سے اجر اور قدر و منزلت میں کم وبیش

Marfat.com

درجہ کی ہوتی ہیں، نیز برے اعمال و افعال اور صفاتِ قبیحہ بھی فاعل کی ذات اور عام مخلوقات کے نقصانات اور کثرتِ شر کی وجہ سے عقاب و عذاب اور دردناک سزا میں ایک سے بڑھ کر ایک ہوتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ [الأحقاف: ١٩]

''اور ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجے ملیں گے تاکہ انھیں ان کے اعمال کے پورے بدلے دے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے۔''

سچائی اور حق گوئی کی اہمیت:

سچائی اور حق گوئی ایک بہترین اخلاقی صفت اور انتہائی اعلیٰ وعمدہ وصف ہے، اس صفت سے متصف صرف وہی خوش نصیب ہوتا ہے جو قلبِ سلیم کا مالک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا حکم دیا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ [التوبة: ١١٩]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

ثوابِ صدق اور عذابِ کذب:

صدق وسچائی اور حق گوئی انسان کی اصلیت، اس کے حسنِ باطنی اور حسنِ سیرت کا پتا دیتی ہے، بالکل اسی طرح جس طرح جھوٹ و دروغ گوئی اور کذب بیانی انسان کے خبثِ باطن اور کردار کی قباحت کی دلیل ہوتی ہے۔ صدق وسچائی ذریعۂ نجات جبکہ کذب وجھوٹ باعثِ ہلاکت ہے۔ حق گوئی وصداقت صحیح فطرت اور سالم عقلوں کے نزدیک محبوب و پسندیدہ صفت ہے۔ رسولِ ہدایت ﷺ نے صداقت و حق گوئی کی ترغیب دلائی ہے، چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَلَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ، وَإِنَّ الْفُجُوْرَ

Marfat.com

يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ، وَلَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا» [1]

''صداقت وسچائی کو اختیار کرو، کیونکہ سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان ہمیشہ سچ بولتا چلا جاتا ہے اور ہمیشہ سچ ہی کی تلاش میں رہتا ہے حتی کہ وہ اللہ کے ہاں ''صدیق'' لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ اور دروغ گوئی سے بچ کر رہو، کیونکہ جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم تک پہنچا دیتا ہے۔ انسان ہمیشہ جھوٹ بولے چلا جاتا ہے اور جھوٹ ہی کی تلاش میں رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں ''جھوٹا'' لکھ دیا جاتا ہے۔''

دنیا میں سچائی کا بدلہ:

اللہ تعالیٰ نے حق گوئی اور صدق مقالی پر انتہائی اجر و ثواب اور عظیم جزا کا وعدہ فرمایا ہے اور دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا کرنے کی بشارت دی ہے۔ دنیا میں سچے آدمی کو حسنِ کلامی، محبتِ الٰہی اور محبتِ مخلوق کا ثمر ملتا ہے، اسی طرح اس کے اقوال کی قیمت اور باتوں کا وزن شمار کیا جاتا ہے۔ سچ اسے امن کی نعمت سے مالا مال کرتا ہے اور دوسرے لوگوں کے شر سے اس کو محفوظ رکھتا ہے۔ سچا آدمی اپنے آپ پر اور دوسرے لوگوں پر احسان کرتا ہے اور وہ ان تمام شرور اور ہلاکتوں سے بچا رہتا ہے جو عموماً جھوٹوں کا مقدر ہوتی ہیں۔ اس کی روح مطمئن رہتی ہے اور دل پر قلق و اضطراب اور خوف کا سایہ تک نہیں پڑتا۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کلمات حفظ کیے ہیں:

«دَعْ مَا يُرِيْبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيْبُكَ، فَإِنَّ الصِّدْقَ طَمَانِيْنَةٌ وَالْكَذِبَ رِيْبَةٌ» [2]

''مشکوک چیزوں کو چھوڑ دو اور غیر مشکوک کو اختیار کرلو، اور صدق وسچائی باعثِ اطمینان ہے، جبکہ جھوٹ باعثِ شک وشبہ۔''

سچ بولنے والے شخص کو اس کی زندگی ہی میں بھلائیوں کا حصول شروع ہو جاتا ہے، جیسا کہ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کے واقعے سے پتا چلتا ہے، چنانچہ وہ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦١٣٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٠٧)

[2] مسند أحمد (١/ ٢٠٠) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٥١٨) سنن النسائي، رقم الحديث (٥٧١١)

Marfat.com

خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں آپ کے علاوہ اہلِ دنیا میں سے کسی اور کے پاس بیٹھا ہوتا تو میں کوئی نہ کوئی عذر تراش لیتا اور اس کے غصے سے بچ نکلتا، کیونکہ مجھے بات کرنے کا ڈھنگ اچھی طرح آتا ہے، لیکن اللہ کی قسم مجھے معلوم ہے کہ آج میں اگر آپ کے سامنے جھوٹ بول کر بچ نکلوں گا اور آپ مجھ سے راضی بھی ہو جائیں گے تو قریب ہے کہ اللہ آپ کو مجھ پر ناراض کر دے، اور اگر میں سچ کہوں گا تو آپ محسوس فرمائیں گے، لیکن اس سچ بولنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسنِ عاقبت کا طلب گار ہوں۔''[1]

یعنی مجھے اللہ تعالیٰ سے اچھے انجام کی امید ہے اور ان کے سچ بولنے کی وجہ سے واقعی بہ صورتِ معافی انھیں اچھا انجام مل گیا۔

آخرت میں سچائی کا بدلہ:

سچائی کا بدلہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور جنت میں بلند درجات کی شکل میں ملے گا۔ وہ جنت جس میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں کہ جو کسی آنکھ نے کبھی دیکھیں، نہ کسی کان نے کبھی سنیں اور نہ ہی کسی دل میں ان کا تصور آیا ہوگا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾

[المائدة: ١١٩]

''اللہ ارشاد فرمائے گا: یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا ان کے کام آئے گا، ان کو ایسی جنتیں ملیں گی، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی و خوش اور یہ اللہ سے راضی و خوش ہوں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔''

اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٤١٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧٦٩)

Marfat.com

الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ [النساء: ٦٩]

''اور جو بھی اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی، صدیق، شہید اور صالح لوگ ہیں، اور یہ بہترین رفیق ہیں۔''

حقیقتِ صدق:

یہ صدق وسچائی جس پر اللہ تعالیٰ نے بہترین ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور جس پر عمل پیرا شخص کو عذاب سے نجات کی بشارت دی ہے، اس صدق کی حقیقت کیا ہے؟ اس سلسلے میں عرض ہے کہ قول وقرار اور فعل وکردار دونوں میں صدق ہو۔ قولی صدق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی دعوت وتبلیغ اور نبی اکرم ﷺ کے کلام وسنت کی نشر واشاعت میں صدق مقالی اور حق بیانی سے کام لے، حق بات کا حکم دے اور باطل سے روکے اور حقیقت کے عین مطابق بیان کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ [الزمر: ٣٣]

''اور جو سچے دین کو لائے اور جس نے اس کی تصدیق کی، یہی لوگ متقی اور پرہیز گار ہیں۔''

ایک حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے:

«اَلْمُؤْمِنُ إِذَا قَالَ صَدَقَ، وَإِذَا قِيْلَ لَهٗ يُصَدِّقُ»[1]

''مومن جب بات کرتا ہے تو سچ کہتا ہے اور اگر اس سے کوئی (سچی) بات کہی جائے تو اس کی تصدیق کرتا ہے۔''

فعل وکردار میں صدق یہ ہے کہ بندے کا اپنے رب کے ساتھ سارا معاملہ صدقِ دل، اخلاصِ نیت اور محبت ویقین کے ساتھ ہو اور مخلوقِ خدا کے ساتھ اس کا معاملہ ہمیشہ صدق وسچائی، رحم وکرم اور وفا والا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ

---

[1] ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''لا يعرف بهذا اللفظ'' (المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، ص: ١٥١) نیز دیکھیں: المقاصد الحسنة للسخاوي، رقم الحديث (١١٦٩)

وَ فِي الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ [البقرة: ١٧٧]

''اچھائی صرف یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف اپنے منہ پھیرلو، بلکہ حقیقتاً نیک وہ ہے جو اللہ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان لائے، اور جو مال کی محبت کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں پر اور غلام آزاد کرنے پر خرچ کرے، اور نماز قائم کرے اور زکات ادا کرے، اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے اور تنگدستی، دکھ درد اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے، یہی ہیں سچے لوگ اور یہی ہیں پرہیزگار لوگ۔''

اور ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ [الأحزاب: ٢٣]

''مومنوں میں ایسے بھی ہیں، جنھوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا، اسے سچا کر دکھایا، بعض تو اپنا عہد پورا کر چکے اور بعض (موقع کے) منتظر ہیں اور انھوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔''

سلف میں سچائی کے بعض نمونے:

ایمان کی اصل بھی صدق و سچائی، اور تصدیق ہی ہے، گویا صدق اقوال میں بھی ہوتا ہے اور افعال میں بھی، سلف صالحینِ امت اپنے پروردگار اور اس کے بندوں کے ساتھ صدق و سچائی کے معاملات کرنے پر بڑی سختی سے پابندی کیا کرتے تھے۔ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی:

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے صدق و سچائی کی وجہ سے نجات دی ہے، چنانچہ میری توبہ کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں گا، کبھی سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا۔ اللہ کی قسم ہے جب سے میں نے یہ بات نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی ہے تب سے لے کر آج تک میری معلومات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے کسی کو صدق کے

Marfat.com

معاملہ میں میرے جتنا ہرگز نہیں آزمایا۔ اللہ کی قسم! جب سے میں نے یہ بات نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کہی ہے، تب سے آج تک میں نے کبھی جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولا، اور مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ میری باقی زندگی میں بھی وہ مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے عمدہ اوصاف میں سے ایک صدق بھی بیان کیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ [الحشر: ۸]

''(مالِ فَے) ان فقرا مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیے گئے وہ اللہ کے فضل اور رضا مندی کے متلاشی ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں اور یہی سچے لوگ ہیں۔''

سچائی کے بارے میں قرآن و سنت کی تعلیمات:

مسلمانو! صدق ایسی صفت ہے، جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پسند کرتے ہیں اور اہلِ عقل و دانش بھی اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ نبیِ رحمت ﷺ نے جب اپنی بعثت کے شروع میں صرف ایک اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو دعوت دی تو صدق کی بھی تعلیم فرمائی۔ سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہرقل نے مجھ سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں سوال کیا تو پوچھا کہ وہ تمھیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ میں نے عرض کی کہ وہ کہتے ہیں: صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ کرو اور اپنے آبا و اجداد کے دین کو چھوڑ دو اور آپ ﷺ ہمیں صدق و سچائی، عفاف و پاکدامنی اور صلہ رحمی کی تعلیم فرماتے ہیں۔''[2]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٤١٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧٦٩)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٧٧٣)

Marfat.com

وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

[الأحزاب: ٣٥]

''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں، روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے مرد اور بہ کثرت ذکر کرنے والی عورتیں ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے وسیع مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔''

اللہ کے بندو! اپنے تمام اقوال و اعمال میں صادق اور راست باز لوگوں میں سے ہو جاؤ، بے شک صدق جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، یہ موت کو قریب کرتا ہے، رزق کو روکتا ہے اور نہ کسی مصلحت ہی کو ضائع کرتا ہے۔

اسلام پر دہشت گردی کا الزام:

مسلمانو! صدق و راست بازی میں سے یہ بھی ہے کہ انسان غداری، خیانت، مکر و فریب اور دھوکا دہی سے دور رہے۔ سب سے بدترین جھوٹ یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کی ذات کے بارے میں جھوٹ بولے، اسی طرح سب سے بڑا اور سخت ترین جھوٹ یہ ہے کہ کوئی شخص اسلام کے بارے میں جھوٹ بولے اور اسے ایسے افعال کا ذمہ دار ٹھہرائے جو اس کے لائق ہی نہیں، پھر اس پر ایسے الزامات عائد کرے، جن سے وہ مکمل طور پر بَری ہے۔ اسلام کو ظلم اور عداوت کا الزام دینا بھی بہت بڑا جھوٹ اور صریح دروغ گوئی ہے۔ اسلام تو سراسر رحمت و محبت اور امن کا دین ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ [الأنبياء: ١٠٧]

''ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

Marfat.com

اسلام تو عدل و انصاف اور بھلائی و احسان کا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْإِحْسَانِ وَ إِيتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ [النحل: ۹۰]

''اللہ تعالیٰ عدل و انصاف، بھلائی و احسان، اور قرابت داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برے کاموں اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

اسلام تو وفا اور امانتداری کا دین ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ [المائدۃ: ۱]

''اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو۔''

ایک جگہ فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ﴾ [النساء: ۵۸]

''بیشک اللہ تمھیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انھیں واپس پہنچاؤ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو۔''

آج دینِ اسلام کچھ ایسے لوگوں کی محض دریدہ دہنی اور زبان درازی سے آزمایش میں ڈال دیا گیا ہے جو اس پر انواع و اقسام کے جھوٹ باندھ رہے ہیں اور طرح طرح کی الزام تراشیاں کر رہے ہیں۔ بعض خودغرض اور مفاد پرست لوگوں نے آج اسلام کو دہشت گرد، عداوت و کینہ پرور، ظلم و بربریت کا باعث بننے اور تخریب کاری کا سبب ہونے جیسے بدترین الزامات لگا کر آسمان کی طرف تھوکنے کی کوشش کی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اپنی فیاض تعلیمات، اعلیٰ قوانین اور کمال درجے کے رحم و کرم پر مشتمل احکام کی رو سے ظلم و زیادتی کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہے، اس کے تارو پود بکھیرتا اور اس کی راہ میں بلند دیوار بنتا ہے، اسی طرح بغاوت و سرکشی، بلا وجہ کی عداوت و دشمنی، فساد فی الارض یا تخریب کاری اور دہشت گردی وغیرہ کا اسلام سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں، کیونکہ بے قصور بوڑھوں، عورتوں اور عام مسلمانوں یا غیر مسلم بے گناہ لوگوں کو نشانہ بنانا اور ان کی جانوں

Marfat.com

سے کھیلنا، یہ سب اسلام کی تعلیمات کے منافی فعل ہیں۔ اس سلسلے میں ارشادِ الٰہی بڑا واضح ہے:

﴿ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴾ [البقرة: ١٩٠]

''اور زیادتی نہ کرو، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔''

الغرض اسلام دینِ حق ہے جو ہر اس کام کا حکم دیتا ہے، جس میں انسانیت کی خیر و بھلائی اور صلاح و فلاح ہو اور ہر اس کام سے اپنے ماننے والوں کو سختی سے منع کرتا ہے، جس میں انسانیت کا نقصان، بگاڑ یا اس کے لیے برائی ہو۔ کہاں دہشت گردی اور کہاں اسلام؟ بقولِ شاعر ؎

چہ نسبت خاک را بہ عالمِ پاک

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

عزت کا راستہ

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالباری الثبیتی حفظہ اللہ

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اللہ ورسول اور اہلِ ایمان کی عزت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [المنافقون: ٨]

"اور عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور ایمانداروں کے لیے ہے، لیکن یہ منافق نہیں جانتے۔"

ایک اور جگہ فرمایا ہے:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ﴾ [الفاطر: ١٠]

"جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہے، تو عزت تو ساری کی ساری اللہ کے لیے ہے۔"

قرآن کریم کی یہ آیات لوگوں کو اس بات کی طرف توجہ دلاتی ہیں کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے عزت طلب کریں، جو شخص اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد ﷺ کے نبی و رسول ہونے پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے عقیدے کی بنا پر معزز ہے، اس کی شخصیت بڑی اعلیٰ و بلند ہے، اس نے اپنے دین کے لیے اپنی وَلا و فرمانبرداری کا اعلان کیا اور اپنی وضع قطع ولباس میں ممتاز ہو گیا۔ عزت علم و ایمان کی ہے، گناہ و سرکشی کی نہیں۔ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کی جا سکتی ہے، لوگوں سے نہیں، البتہ ذلیل نفس کسی کام کے لائق نہیں ہوتا اور نہ اس سے کسی بھلائی کی توقع رکھی جا سکتی ہے، اِلّا یہ کہ وہ اسبابِ ذلت کو ترک کرے اور اس بات کو جان لے کہ باعزت زندگی صرف اللہ کی طرف رجوع کرنے اور اس کی رضا کے حصول کے لیے جان نچھاور کرنے میں ہے۔

Marfat.com

اذان میں عزت:

اسلام ہماری زندگی کو عزت و آبرو سے بھر دینا چاہتا ہے، اس کے لیے اس نے کئی رنگ اختیار کیے ہیں، مثلاً اذان کے کلمات ہیں کہ مؤذن اذان کا آغاز ہی ان کلمات سے کرتا ہے کہ اے لوگو! اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ ہر بڑے سے بہت ہی بڑا ہے۔ ہر عظیم سے بڑا ہے۔ ہر طاقتور سے بڑا ہے، ہر مالدار سے بڑا ہے، وہ اکیلا ہی سب سے بڑا اور سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ اے دنیا کے کسی مالدار سے عزت و زندگی، مال و دولت اور جاہ و منزلت طلب کرنے والو! اللہ تو ہر غنی و مالدار سے بڑا ہے، اے کسی عظیم سے عزت طلب کرنے والو! یہ چاہے کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو، اللہ تو بہر حال اس سے بڑا ہے۔

نماز میں عزت:

نماز کے تمام ارکان میں اللہ تعالیٰ نے یہ مشروع کیا ہے کہ ہر ایک سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے وقت ہم یہ کہیں: ''اَللّٰہُ أَکْبَرُ'' ''اللہ سب سے بڑا ہے۔'' جب آپ رکوع کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ'' ''پاک ہے تو اے میرے عظمت والے رب'' اللہ کے سوا کوئی عظیم نہیں ہے، اور جب آپ سجدہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰی'' ''پاک ہے تو اے میرے بلندی و بزرگی والے رب'' کہ مخلوق میں سے اللہ کے سوا کوئی اعلیٰ نہیں ہے۔ یہ کلمات آپ کے دلوں میں عزت و کرامت کے مفہوم و معنیٰ کو جاگزیں کرتے ہیں، انھی سے انسان کو اپنی قدر معلوم ہوتی ہے اور اس بات کا پتا چلتا ہے کہ عظمت صرف اللہ کے لیے ہے اور بشر میں سے کوئی شخص اس سے اعلیٰ نہیں ہو سکتا۔

یہ سب اس لیے ہے تاکہ مسلمان کا اس بات پر غیر متزلزل ایمان و یقین ہو جائے کہ اللہ کے سوا تکبر کرنے والا ہر شخص بہت چھوٹا انسان ہے اور اللہ کے سوا اپنی عظمت کا ڈنڈھورا پیٹنے والا ہر شخص حقیر و معمولی ہے، گویا یہ ندا و اذان اور تکبیرات و تسبیحات لوگوں کو صحیح وصواب بات کی طرف لوٹاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي

Marfat.com

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ [حم السجدة: ١٥، ١٦]

''قومِ عاد نے ناحق زمین میں سرکشی شروع کردی اور کہنے لگے کہ ہم سے زیادہ زور آور کون ہے؟ کیا انھیں یہ نظر نہ آیا کہ جس نے انھیں پیدا کیا ہے، وہ ان سے بہت ہی زیادہ زور آور ہے؟ وہ آخر تک ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے، بالآخر ہم نے ان پر ایک تیز و تند آندھی منحوس دنوں میں بھیج دی کہ انھیں دنیاوی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزہ چکھا دیں اور یقین مانو کہ آخرت کا عذاب اس سے بہت زیادہ رسوائی والا ہے اور وہ مدد بھی نہیں کیے جائیں گے۔''

اسلامی عقائد میں عزت:

یہ عزت اسلامی تربیت اور عقیدے کے راسخ ہونے کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے۔ وہ عقیدہ جس نے ایک عرب مسلمان کو اطمینان دلایا جو اپنے کپڑوں کو خود ٹانکے لگایا کرتا تھا، اپنے جوتے خود سیتا تھا اور روکھی سوکھی کھجوریں کھاتا تھا، اسے یہ اطمینان و یقین دلایا کہ اسلام کی بدولت وہ اس زمین اور اس کی تمام مخلوقات کا سردار ہے، مگر حق کے مقابلے میں تکبر نہ ہو، باطل پر تعلّی نہ ہو، ظلم و سرکشی اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے ذلت آمیز کام نہ کیا جائے۔

حصولِ عزت کا طریقہ:

حصولِ عزت کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ [الفاطر: ١٠]

''جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ ہی کی ساری عزت ہے، تمام تر ستھرے کلمات اس کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

''جو شخص دنیا و آخرت میں عزت پانا چاہے، اسے چاہیے کہ وہ اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے، ایسا کرنے سے اس کا مقصود و مطلوب حاصل ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی

Marfat.com

دنیا و آخرت کا مالک ہے اور تمام تر عزت اسی کے لیے ہے۔''[1]

نیز ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾

[آل عمران: ٢٦]

''آپ کہہ دیجیے اے اللہ! اے تمام جہانوں کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''تو ہی دینے والا ہے اور تو ہی روکنے والا ہے اور تو ہی وہ ذات ہے کہ جو چاہے ہو جائے اور جو نہ چاہے وہ نہ ہو پائے۔''[2]

اس سے اس بات کا علم ہو جاتا ہے کہ حقیقی عزت صرف اللہ کی اطاعت اور اس کے رسولوں کی اتباع و پیروی کرنے میں ہے، جبکہ ذلت اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرنے میں ہے۔ اگر گناہ گاروں کی بظاہر کوئی عزت محسوس بھی ہوتی ہے اور دنیا میں ان کا کچھ بھی مقام لگتا ہے تو درحقیقت وہ ذلت و رسوائی سے بھرا ہوتا ہے، کبھی کبھی وہ شخص اس حقیقی ذلت و رسوائی کو محسوس بھی کر لیتا ہے اور کبھی کبھی اس پر دولت کا نشہ ایسا چھا جاتا ہے کہ وہ اس ذلت کو محسوس نہیں کر سکتا جیسا کہ گناہ گاروں کے بارے میں امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہے:

''ان کے نیچے اگر ترکی گھوڑے آوازے نکال رہے ہوں یا وہ خچروں پر سوار ہوں، پھر بھی گناہوں کی ذلت ان پر چھائی ہوتی ہے اور اللہ نے گناہ گاروں کو ذلیل کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] تفسیر ابن کثیر (٣/ ٧٢٣)

[2] تفسیر ابن کثیر (١/ ٤٧٥)

Marfat.com

﴿ وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ﴾ [الحج: ١٨]

''اور جسے اللہ ذلیل کر دے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔''

گناہ گار دنیا و آخرت میں ذلیل وخوار اور رسوا و بدبخت ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴾ [طٰهٰ: ١٢٤]

''اور ہاں جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے روزِ قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔''

اب رہا معاملہ اہلِ علم و ایمان کا تو دنیا و آخرت میں عزت انھی لوگوں کا مقدر ہے، وہ مالداروں کی ظاہری چمک دمک سے مرعوب و فریفتہ نہیں ہوتے اور نہ ان کے دلوں میں اس سے کوئی بال آتا ہے۔ قارون کو دنیاوی مال و دولت دی گئی اور جب اس کی قوم کے لوگوں نے اس کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا تو اہلِ علم و ایمان نے کہا:

﴿ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَ لَا يُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴾ [القصص: ٨٠]

''افسوس! بہتر چیز تو وہ ہے، جو بطورِ ثواب انھیں ملے گی، جو اللہ پر ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اور صبر کرنے والوں کے سوا اور کوئی اسے نہیں پائے گا۔''

بعض علما نے کہا ہے:

''جس نے اللہ کی اطاعت کی اور گناہوں سے کنارہ کش رہا، اللہ اسے عزت عطا کرتا ہے۔ اطاعت و فرمانبرداری اور عزت کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور گناہ و ذلت کا بھی باہم گہرا جوڑ ہے، اللہ نے عزت کو اطاعت کے ساتھ جوڑ رکھا ہے، یہ اطاعت نور ہے۔ ذلت کو گناہ کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے، وہ گناہ و نافرمانی ظلمت و ذلت ہے اور اللہ کے اور گناہ گار کے مابین ایک پردہ ہے۔''

عارضی عزت:

کبھی کسی کو قوتِ بدن کے ساتھ بھی عزت مل جاتی ہے مگر اچانک بیماری آتی ہے اور وہ اس

Marfat.com

عزت کو ختم کر جاتی ہے، کسی کو حسب و نسب کے ذریعے کچھ عزت ملتی ہے مگر وہ بھی ہر طرف سے ضیاع و نامرادی کی نذر ہو جاتی ہے، کسی کو علم و معرفت کی بدولت عزت ملتی ہے مگر وہ علم اسے انحراف و گمراہی کی طرف لے جاتا ہے، ہوسکتا ہے کہ کسی کو جاہ و منصب اور قوت و جبروت کی وجہ سے عزت حاصل ہو، مگر پھر وہ دَور آتا ہے کہ یہ سب چھن جاتا ہے اور وہ سب سے ذلیل ترین ہو جاتا ہے، کسی فردِ بشر کا اپنی قوم، رنگ، زبان، نسب اور مال سے عزت دار بننا، یہ سب جھوٹی اور جلدی ختم ہونے والی عزت ہے جو غلط تصورات اور جعلی قدروں کا نتیجہ ہے۔

دائمی عزت:

البتہ اللہ کے ساتھ تعلق پیدا کر کے عزت حاصل کرنا یہ دائمی عزت کا ذریعہ ہے، جو کبھی زائل و ختم ہونے والی نہیں ہوگی، اسی لیے قرآن نے کہا ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [المنافقون: ۸]

''اور عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور ایمانداروں کے لیے ہے، لیکن یہ منافق نہیں جانتے۔''

یہی عزت دراصل ایک مضبوط قلعہ ہے اور یہی دولت کے بل بوتے پر اکڑنے والوں، نسب پر فخر کرنے والوں، اپنی افرادی قوت پر اِترانے والوں اور طاقت پر گھمنڈ کرنے والوں یا دیگر مال و دولتِ دنیا پر نازاں لوگوں کے مقابلے میں شکم سیری اور سیر چشمی ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ملکِ شام کے سفر پر نکلے اور ان کے ساتھ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، راستے میں ایک کیچڑ والی جگہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹنی سے اترے، اپنے جوتے اتارے اور کندھے پر رکھ کر اونٹنی کی نکیل پکڑ کر چلنے لگے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہا: اے امیر المومنین! آپ ایسا کر رہے ہیں، مجھے اچھا نہیں لگتا کہ شہر کے لوگ آپ کو اس حالت میں دیکھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''خبردار اے ابوعبیدہ! اگر یہ بات کسی اور نے کہی ہوتی تو میں اسے (سزا دے کر) امتِ محمدیہ کے لیے عبرت بنا دیتا، ہم ذلیل قوم تھے، اللہ نے اسلام کی بدولت ہمیں عزت عطا فرمائی، ہم اللہ کی دی ہوئی دولتِ اسلام کے سوا کسی چیز سے عزت طلب کریں گے تو اللہ ذلت ہی دے گا۔''[1]

[1] المستدرك على الصحيحين، رقم الحديث (۲۱٤)

Marfat.com

ابوسفیان کی زبان درازی:

غزوۂ احد کے بعد جب ابوسفیان نے واپس لوٹنا چاہا تو پہاڑ پر کھڑے ہو کر اس نے بلند آواز سے کہا: جنگ ایک مقابلہ ہے، آج کا دن غزوۂ بدر کے بدلے کا دن ہو گیا ہے، ہُبل زندہ باد۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اٹھو اور اسے جواب دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

"اعلیٰ و اجل تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس کے سوا یہ مقام کسی کو حاصل نہیں، ہمارے شہدا جنت میں جائیں گے اور تمھارے مقتولین کا ٹھکانا جہنم ہے۔"[1]

مشرک باپ اور بسترِ رسول ﷺ:

امام ابنِ اسحاق لکھتے ہیں کہ ابوسفیان نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں آئے اور اپنی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے، جب نبی اکرم ﷺ کے بستر پر بیٹھنے کا ارادہ کیا تو حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بستر لپیٹ لیا۔ ابوسفیان نے کہا: بیٹی! پتا نہیں یہ بستر میرے لائق نہیں یا مجھے اس بستر پر بیٹھنے کے قابل نہیں سمجھتی ہو؟ انھوں نے جواب دیا: یہ اللہ کے رسول ﷺ کا (پاک) بستر ہے اور آپ مشرک ونجس ہیں، مجھے یہ پسند نہیں کہ آپ نبی اکرم ﷺ کے بستر پر بیٹھیں، تو اس نے کہا: بیٹی! میرے بعد لگتا ہے کہ تمھیں کچھ ہو گیا ہے۔[2]

ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ اور رستم کا عبرتناک واقعہ:

حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ اور رستم کا واقعہ قوتِ ایمانی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ معرکہ قادسیہ کے موقع پر رستم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ اپنا قاصد بھیجیں جس کے ساتھ میں جنگ شروع کرنے سے قبل مذاکرات کر سکوں۔ انھوں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا، جنھوں نے رستم سے کہا: "ہمیں دنیا کی کوئی طلب نہیں ہے، ہمارا مطلوب ومقصود تو صرف آخرت کی خوشگوار زندگی ہے۔"

ان کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دوسرے قاصد کے طور پر ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ کو بھیجا، وہ رستم کے پاس اس وقت پہنچے، جب اس کے دربار کو سونے اور ریشمی کپڑے سے خوب سجایا جا چکا تھا اور بڑے قیمتی لعل و یاقوت ظاہر کر رکھے تھے۔ رستم سونے کے تخت پر بیٹھا تھا، ربعی رضی اللہ عنہ معمولی سا

---

[1] مسند أحمد (۱/ ۲۸۷)

[2] الطبقات الکبریٰ لابن سعد (۸/ ۱۰۰)

Marfat.com

لباس پہنے، ہاتھ میں تلوار اور ڈھال لیے چھوٹے سے قد کے گھوڑے پر سوار رستم کے پاس پہنچے، وہ اس وقت تک گھوڑے پر سوار رہے جب تک گھوڑے نے ان کے قیمتی قالینوں کو اپنے پاؤں تلے روند نہ ڈالا، پھر وہ گھوڑے سے اترے اور اسے ان کے ایک گاؤ تکیے کے ساتھ باندھ دیا، پھر رستم کی طرف بڑھے، جبکہ حضرت ربعی رضی اللہ عنہ وہ زرہ پہنے اور اپنا اسلحہ لیے ہوئے تھے۔

لوگوں نے کہا کہ اپنا اسلحہ نیچے رکھ دو، انھوں نے کہا: میں تمھارے پاس اپنی مرضی سے نہیں آیا ہوں بلکہ میں تو تمھارے بلانے پر آیا ہوں، اگر مجھے اسی طرح رہنے دو تو ٹھیک ہے ورنہ میں یہیں سے واپس لوٹ جاتا ہوں۔ رستم نے یہ بات سن کر کہا کہ اسے آنے دو، وہ اپنے نیزے پر ٹیک لگائے آگے بڑھتے گئے حتی کہ انھوں نے ان کے اکثر قالینوں میں نیزے کی نوک سے سوراخ کر دیے۔

انھوں نے حضرت ربعی رضی اللہ عنہ سے کہا: تم لوگ کیوں آئے ہو؟ انھوں نے کہا: ہمیں اللہ نے بھیجا ہے، تاکہ ہم جسے وہ چاہے، اسے بندوں کی بندگی سے نکال کر ایک اللہ کی بندگی کرنے والے بنائیں، جسے وہ پسند فرمائے اسے دنیا کی تنگی و ترشی سے نکال کر آسایش و کشایش مہیا کریں اور مختلف ادیان کے ظلم و جور سے نجات دلا کر اسے اسلام کے عدل و انصاف تک لائیں، اس نے ہمیں اپنے دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ ہم لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیں، جس نے ہم سے یہ دین قبول کر لیا ہم اسے قبول کر لیں گے اور ہم وہاں سے واپس لوٹ جائیں گے، اور اگر کسی نے یہ دین قبول کرنے سے انکار کیا تو ہم اس کے ساتھ جہاد کریں گے، یہاں تک کہ ہم اللہ کے وعدے تک پہنچ جائیں۔

انھوں نے کہا کہ اللہ کا وعدہ کیا ہے؟ حضرت ربعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جو منکرین سے لڑتے ہوئے شہید ہو جائے، اس کے لیے جنت اور جو زندہ بچ جائے اس غازی کے لیے ظفر و کامیابی۔''[1]

یہ صحابہ عزت و وقار کے اعلیٰ مقام پر فائز رہے۔ ان کے ایمان نے انھیں وہ عزتِ نفس عطا فرمائی کہ یہ دنیا ان کے سامنے معمولی چیز بن کر رہ گئی، اس کی تمام چمک دمک اور رونقیں بے معنی ہو گئیں اور بڑے بڑے متکبر بادشاہ ان کے سامنے ایک ذرے کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتے تھے۔

---

[1] البداية والنهاية لابن كثير (٧/ ٣٩)

Marfat.com

آج کی ضرورت:

امتِ اسلامیہ کے لیے سب سے خطرناک بیماری نفسیاتی ہار اور ضُعفِ ہمت ہے جو دلوں میں انحطاط، رجعتِ قہقری اور پسماندگی پیدا کر دیتی ہے۔ آج امتِ اسلامیہ نفسیاتی ہار کے مرحلے سے گزر رہی ہے اور آج اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کے افراد کے دلوں میں عزت کا معنی و مفہوم بیدار کیا جائے اور ان کی شخصیات میں عمق و گہرائی پیدا کی جائے، ان کی سوچ و فکر کو صیقل کیا جائے اور اس عزت کے ساتھ ان کے ذکر کو بلند کیا جائے اور پھر اسی کے بل بوتے پر انھیں بلندیوں، سرداریوں اور اونچائیوں سے روشناس کرایا جائے۔

لمحۂ فکریہ:

ایک مومن اللہ کے ساتھ اپنا تعلق جوڑ لینے کے بعد اللہ کی حقیقی عبودیت و بندگی سے حاصل شدہ روحانی قوت کی وجہ سے اپنے اندر پورے عالم پر غلبہ پالینے کا ایک پاکیزہ احساس اپنے اندر پاتا ہے، کیونکہ وہ اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ حقیقی معبود، خالق، رازق، نقصان پہنچانے والا، نفع بخشنے والا، زندہ کرنے والا، مارنے والا اور پورے جہاں کا بلا شرکتِ غیرے وہ اکیلا مالک ہے۔

اس ایمان کے پیدا ہو جانے کے بعد پھر وہ کسی چیز سے ڈرتا ہے، کسی شخص سے گھبراتا ہے اور نہ ہی بڑے بڑے حادثات اس کے دل پر اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ وہ عزت و کرامت کے بدلے میں کوئی بھی سودا کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے، دراصل اس سب کچھ کا مدبر اور کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، اللہ کے سوا یا اللہ کے ساتھ دوسرا کوئی بھی اس کائنات کی کسی بھی چیز کا مالک نہیں ہے، تو پھر کسی غیر اللہ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے اور ذلیل ہونے کا کیا معنی؟ اپنے ہی جیسے دوسرے عاجز انسان کے لیے اپنی عزت و کرامت سے کیوں دست بردار ہو، اگرچہ اس کے ہاتھ میں ظاہری قوت کے تمام سرچشمے ہی کیوں نہ ہوں؟ وہ اپنے ہی جیسے کسی ضعیف بندۂ بشر کے سامنے اپنی عزت و کرامت سے دست کش کیوں ہو؟ وہ ضعیف و عاجز بھی ہر اس چیز کا محتاج ہے جو اللہ کے ہاتھ میں ہے کیونکہ ہمیشہ زندہ و قائم اور اس جہان کو چلانے والا تو صرف اللہ ہی ہے اور جو کوئی بھی اس کے سوا ہے وہ زوال پذیر ہے۔

Marfat.com

عزت کے معانی و مفاہیم:

① عزت کے معنی و مفہوم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ رحم دل اور منکسر مزاج ہو، فخر و تکبر کرے اور نہ ان کے خلاف بغاوت کرے، البتہ دین اور حق کے دشمنوں کے مقابلے میں غالب وقوی ہو۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ [الفتح: ٢٩]

''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں۔''

نیز ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [آل عمران: ١٣٩]

''نہ تم سستی کرو، نہ غمگین ہو، تم ہی غالب رہو گے، اگر تم ایماندار ہو۔''

اللہ سبحانہ و تعالیٰ مسلمانوں کو ضعیف و بے وقعت نہیں دیکھنا چاہتا، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ مسلم غالب ہو، مغلوب نہ ہو، قوی ہو کمزور نہ ہو، صابر و دلیر ہو، پست حوصلہ و کم ہمت نہ ہو اور نا امیدی و غم کو پاس بھی نہ پھٹکنے دے۔

② عزت کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ آدمی کا دل غنی و مالدار اور زینتِ دنیا سے بہت بالا ہو، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ»[1]

''غنی مالِ دنیا کی کثرت سے نہیں ہوتا، بلکہ غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔''

عزتِ نفس کا مالک شخص دوسروں سے سوال کرنے سے بالا ہوتا ہے۔ عہدے دار اور مالک رشوت ستانی سے بچتا ہے، شاگرد نقل سے گریز کرے، تاجر لالچ اور دھوکے سے بچے اور مزدور سستی و بے پروائی نہ کرے۔

موت و حیات اور روزی کا مالک صرف اللہ ہے:

بعض لوگ موت کے ڈر یا روزی کے خوف سے اپنے آپ کو ذلیل کر لیتے اور اپنے دین میں

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠٨١) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠٥١)

Marfat.com

گراوٹ کا معاملہ قبول کر لیتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو موت وحیات اور روزی روٹی کے معاملات انسان کے ہاتھ میں دیے ہی نہیں بلکہ یہ سب کچھ اس نے اپنے قبضے میں رکھا ہوا ہے، لیکن لوگ ذلت کے خوف سے ذلت میں پڑے ہوئے ہیں اور فقر و تنگدستی کے خوف کی بنا پر فقر و فاقے میں مبتلا ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ۝ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴾ [الملک: ۲۰، ۲۱]

''سوائے اللہ کے تمھارا وہ کونسا لشکر ہے جو تمھاری مدد کر سکے، کافر تو سراسر دھوکے ہی میں ہیں، اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی روک لے تو بتاؤ کون ہے، جو پھر تمھیں روزی عطا کر سکے؟ بلکہ کافر تو سرکشی اور بدکنے پر اڑ گئے ہیں۔''

③ مومن کی عزت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ ہر لالچی کے لیے تر نوالہ بنے اور نہ ہر حملہ آور کا نشانہ بننے پائے، نہ اپنے دین کی کسی بھی چیز سے دست بردار ہو اور نہ ہی کسی کو اپنی عزت و شرف سے کھیلنے کا موقع دے۔ اپنے دین کی کسی چیز سے دست برداری، گمراہی اور اللہ کی راہ سے انحراف کا پیش خیمہ ہے اور عزت و کرامت سے کسی کو کھیلنے کا موقع دینا ذلت و رسوائی اور غیر اللہ کی عبودیت و بندگی کے مترادف ہے۔

④ عزتِ نفس ایک مسلمان عورت کو یہ مقام عطا کر دیتی ہے کہ وہ اپنے حجاب و پردہ اور لباس و پوشاک کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتی ہے، اپنے عقیدہ و آداب کی بنا پر وہ بڑے فخر و اعتزاز سے سر اٹھا کر چلتی ہے اور احساسِ کمتری میں مبتلا نہیں ہوتی۔

⑤ عزتِ نفس کا مالک انسان اندھی تقلید اور کورانہ پیروی سے منزہ و مبرا ہوتا ہے اور اسے اپنی رائے، فکر اور منہج و طریقے پر ناز ہوتا ہے۔

تمام تر عزت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اس کے سوا کسی کے پاس اس میں سے کچھ بھی نہیں ہے، جسے عزت چاہیے اسے اس کے اصل سرچشمہ و منبع سے عزت طلب کرنی چاہیے، جس کے سوا اس کے حصول کا دوسرا کوئی ذریعہ نہیں ہے، تو اسے اس کا مطلوب مل جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کا مالک ہے اور تمام عزت اسی کے ہاتھ میں ہے۔

Marfat.com

گھر، مدرسہ اور مسجد کا کردار:

اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ گھر، مدرسہ، معاشرے اور مسجد کا بھی انسان کی شخصیت کی تعمیر میں گہرا عمل دخل ہے، یہی سب ادارے عزت و آبرو کے مبادیات و اصول اور خود داری کی انسان کے ذہن میں تخم ریزی کرتے ہیں اور پاکیزگی و مردانگی کے معانی و مفاہیم سکھلاتے ہیں، یہاں تک کہ بچے جوان ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ ہی یہ اعلیٰ قدریں بھی ترقی کرتی جاتی ہیں، اونچے مبادیات اور پاکیزہ اغراض و مقاصد اپنا مقام پاتے ہیں، اسی سے ان کی اسلامی شخصیت ترقی کی منازل طے کرتی ہے اور زندگی میں اعلیٰ خدمات کی انجام دہی کے لیے وہ اپنا رول ادا کرتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ [يونس: ٦٥]

''اور آپ کو ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں، تمام تر عزت و غلبہ اللہ ہی کے لیے ہے، وہ خوب سنتا جانتا ہے۔''

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

اسلامی عقیدے کے ثمرات و برکات

امام و خطیب: فضیلة الشیخ حسین بن عبد العزیز آل شیخ ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! میں آپ کو اور اپنے آپ کو تمام اعمال و اقوال میں علانیہ و پوشیدہ ہر وقت اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جو اللہ سے ڈر گیا اس نے اسے عذاب سے بچا لیا اور اس کے لیے تمام مشکلات سے نکلنے کا راستہ اور غموں کا مداوا مہیا کر دیا اور وہ اسے وہاں سے رزق مہیا کرتا ہے جہاں سے کبھی اس نے سوچا بھی نہ ہو۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ [الطلاق: ۲]

''جو اللہ سے ڈر گیا، اللہ اس کے لیے (مشکلات سے نکلنے کا) راستہ بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے، جہاں سے اس نے کبھی سوچا بھی نہ ہو۔''

اسلامی عقیدہ ایک عظیم نعمت ہے:

امتِ اسلامیہ! ہمارے لیے اللہ کی سب سے بڑی نعمت اور سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کو ایسے صاف ستھرے عقیدے کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، جو ہر قسم کی صلاح و بھلائی کا ضامن اور ہر قسم کی برائی کی سرکوبی کرنے والا ہے، کیونکہ اس کی تعلیمات عدل و انصاف، اخوت و بھائی چارہ، آزادی و مساوات اور امن و سلامتی پر مشتمل ہیں، اسی طرح اس کی تعلیمات ایسے اخلاقی نظام پر مشتمل ہیں، جو نفسوں کی تطہیر اور ضمیروں کا اس طرح تزکیہ کر دیتا ہے کہ ان میں صفاتِ حمیدہ اور خصالِ کریمہ پیدا کر دیتا ہے۔

اسلامی عقیدے کے ثمرات و برکات:

① برادرانِ اسلام! نبی اکرم ﷺ نے جس عقیدے کی بنیاد رکھی اور جس کی تخم ریزی کی ہے، وہ

Marfat.com

خیر و بھلائی کا مصدر اور سعادت مندی و خوشحالی کا منبع ہے، لیکن یہ سب صرف اس کے لیے ہے جس نے اسے صحیح طور پر اپنایا، اس کی مکمل پیروی کی اور اس کے تمام تقاضے پورے کیے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴾ [الشمس: ۹، ۱۰]

''جس نے اپنے نفس (روح) کو پاک رکھا وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے اسے گناہوں سے گندا کرلیا وہ خسارے میں رہا۔''

یہی وہ شجرۂ طیبہ ہے، جس کے پھل پکے ہوئے اور دائمی ہیں، چاہے زمانہ کتنا ہی کیوں نہ گزر جائے راستہ کتنا ہی کٹھن کیوں نہ ہو اور مشکلات کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں، اس کا فیض ہر شکل میں ہر وقت جاری ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝ تُؤْتِيْ أُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ﴾ [إبراهيم: ۲۴، ۲۵]

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاک بات کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے، (وہ ایسے ہے) جیسے پاکیزہ درخت، جس کی جڑ مضبوط (زمین کو پکڑے ہوئے) ہو اور شاخیں آسمان میں ہوں، وہ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل (اور میوے دیتا) ہو۔''

(۲) ایمانی عقیدہ بنی نوع انسان کے لیے خیر و بھلائی کا ایک بیش بہا خزانہ ہے، جس کے بغیر وہ صحیح راستہ نہیں پا سکتے، انھیں قلق و اضطراب گھیرے رکھتا ہے اور وہ پریشانی و خسارے میں مبتلا رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾ [العصر: ۱ تا ۳]

''زمانے کی قسم! انسان نقصان و خسارے میں ہے، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔''

(۳) نبی اکرم ﷺ جو عقیدہ لائے، وہ خیر و صلاح اور بھلائی کے لیے ایک طاقتور مددگار اور شر و گناہ اور سرکشی کے راستے میں زبردست رکاوٹ ہے۔ جس نے اس ایمانی عقیدے کو اپنا لیا وہ کبھی

Marfat.com

راہِ مستقیم اور منہجِ قویم سے پھسل سکتا ہے، نہ اسے دنیا کی دل کشی کھینچ سکتی ہے اور نہ ہی زندگی کی دل فریب راہیں اس کا راستہ روک سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ [البقرة: ٣٨]

''جب تمھارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا کہ) جنھوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ﴾ [الإسراء: ٩]

''یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے، جو سب سے سیدھا ہے۔''

④ برادرانِ ایمان! صحیح عقیدے کے ذریعے ہی انسان اپنی اصل جگہ کو پہچانتا ہے اور اسی کی بدولت اس کی زندگی کی راہیں روشن ہوتی ہیں، وہ راہِ ہدایت و بصیرت پاتا ہے اور صحیح کردار کو اپناتا ہے اور اسی کے ذریعے وہ اپنی زندگی کو ہر قسم کی بھلائیوں سے آباد کر لیتا ہے، اس میں اعلیٰ صفات کی مثالیں قائم کرتا ہے اور اسی کی برکت سے وہ قبیح افعال اور باعثِ ذلت و رسوائی عادات سے بچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ﴾ [محمد: ٢]

''جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور اس پر بھی ایمان لائے جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا، اور وہ ان کے رب کی طرف سے برحق ہے، ان سے ان کے گناہ دور کر دیے اور ان کی حالت سنوار دی۔''

⑤ امتِ اسلامیہ! ایمان کے دلوں پر بڑے گہرے اثرات پڑتے ہیں اور زندگی میں صحیح عقیدے کے بڑے عجیب و غریب ثمرات پائے جاتے ہیں۔ اگر تزکیہ نفس اور تطہیرِ قلوب کی جانب دیکھیں اور خیر و بر اور بھلائی میں ترقی کے پہلو پر توجہ کریں تو پتا چلتا ہے کہ یہ ایمانی عقیدہ ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ یہ انسان کو قوت، صبر و ثبات اور اطمینان و امید عطا کرتا

Marfat.com

اور اسے مطلق امن و امان، مکمل ہدایت اور نورِ کامل سے مزین رکھتا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

[الرعد: ١٨]

''(اللہ انھیں ہدایت دیتا ہے) جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور جن کے دل یادِ الٰہی سے آرام پاتے ہیں، اور سن رکھو کہ ذکرِ الٰہی ہی سے دل اطمینان حاصل کرتے ہیں۔''

نیز فرمایا ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَ ھُمْ مُّھْتَدُوْنَ﴾ [الأنعام: ٨٢]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ظلم سے مخلوط نہیں کیا، ان کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔''

(٦) جو شخص ایمانی فضا میں جیتا ہے، اس کی مضبوط رسی کو پکڑے رکھتا ہے اور اسی کے تاب ناک نور سے روشنی حاصل کرتا ہے، وہ اپنی زندگی کو ایسے واضح انداز سے بسر کرتا ہے کہ وہ اللہ کی بلیغ حکمتوں، وسیع رحمتوں اور بے پایاں قدرتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اس کا دل مطمئن اور نفس و ضمیر صاف و روشن رہتا ہے، کیونکہ اس کا اس بات پر ایمان ہوتا ہے کہ جو تکلیف اسے پہنچی ہے وہ ٹل نہیں سکتی تھی اور جو نعمت اسے نہیں ملی وہ اسے مل نہیں سکتی تھی، لہٰذا یوں اس کا دل شکوک و شبہات کی آماجگاہ بنتا ہے اور نہ قلق و اضطراب اس کے وجدان و شعور کو چھو پاتے ہیں۔ وہ پورے اطمینان و توازن کے ساتھ چلتے چلتے اپنی پاکیزہ و معزز منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ایک جامع وصیت میں فرمایا ہے:

«اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ»[1]

[1] سنن الترمذي (٤/ ٤٠٩) رقم الحديث (٢٥١٦)

Marfat.com

''اللہ (کے اوامر و احکام) کی حفاظت کرو، وہ تمھاری حفاظت کرے گا۔ اس کے احکام کی حفاظت کرو تم اسے ہمیشہ اپنے ساتھ پاؤ گے۔ جب سوال کرو تو اللہ سے کرو اور جب مدد مانگو تو صرف اللہ ہی سے مدد مانگو۔ اس بات کا یقین کر لو کہ اگر ساری دنیا تمھیں کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو وہ تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے، سوائے اس کے جو اللہ نے لکھ رکھا ہے، اور اگر پوری دنیا والے تمھیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے، سوائے اس کے جو اللہ نے لکھ رکھا ہے۔ قلمیں اٹھائی جا چکی ہیں اور (تقدیر کے) صحیفوں کی سیاہی خشک ہو چکی ہے۔''

⑦ ایمانِ صحیح بندے کو یقین و اعتماد اور صبر و اطمینان کی زبردست قوت سے مالا مال کر دیتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ تکبر نہیں کرتا، بلکہ اللہ کی حمد و ثنا اور شکر کا رویہ اپناتا ہے۔ اسے مشکلات و مصائب سے دو چار ہونا پڑے تو وہ نا امید نہیں ہوتا اور نہ ٹوٹتا ہے، اور نہ حزن و غم اور پریشانیاں اس کے دل پر اثر انداز ہوتی ہیں، بلکہ وہ صبر کا دامن تھامے رہتا ہے اور تقدیر پر رضامندی کا اظہار کرتا اور عزم و ہمت سے رہتا ہے، کیونکہ وہ اپنے ایمانی عقیدے کی بدولت دائمی عطا، واضح رویت، قوتِ ادراک اور بصیرت کے بل بوتے پر فتنوں اور حادثاتِ زمانہ کا مقابلہ کرنے کی قوت و طاقت پا لیتا ہے جن کے تند و تیز جھکڑ اس کے پائے استقلال میں لرزش لا پاتے ہیں نہ مصائب اس کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ کوئی چیز کتنی ہی دل کش کیوں نہ ہو یا کوئی فتنہ کتنا ہی خوفناک کیوں نہ ہو اسے کوئی چیز اس کے ایمان اور اس کے رب کی رضا کے حصول کی راہ سے نہیں ہٹا سکتی، بلکہ یہ سب چیزیں اس کے صدق و صفا، اخلاص و وفا اور صبر و ثبات میں اضافے کا باعث بنتی ہیں۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«عَجَباً لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذٰلِكَ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْراً لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ»[1]

''مومن کے معاملے پر تعجب ہے۔ اس کا معاملہ ہر شکل میں اس کے لیے خیر و بھلائی کا باعث ہوتا ہے اور یہ مومن کے سوا کسی اور کے لیے نہیں ہے۔ اگر اسے کوئی نعمت ملتی ہے تو وہ

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۹۹۹)

Marfat.com

اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، جو اس کے لیے خیر و بھلائی ہے اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ صبر و ہمت کا مظاہرہ کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے باعثِ خیر و بھلائی ہے۔‘‘

(۸) برادرانِ اسلام! وہ امت جس پر عقیدۂ توحید کی حکومت ہو اور جن کے افراد کی زندگی حقائقِ ایمان کی روشنی میں بسر ہو رہی ہو، وہ امت ایک ایسی ذاتی قوت اور فطرتی دفاعی طاقت سے مالا مال ہوتی ہے جو اس کے افراد کو اللہ کے حکم سے تمام مصائب و مشکلات، بحرانوں اور فتنوں پر غلبہ پانے کی اہلیت دے دیتی ہے۔ اس امت کے وجود و تشخص میں ایسی دفاعی خصوصیت پائی جاتی ہے جو مصائب و مشکلات اور اس کے افراد کے مابین حائل ہو جاتی ہے، تاکہ وہ ان کے اپنے رب پر اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچا سکیں وہ طاقت اس کے افراد کے دلوں میں نا امیدی کو داخل نہیں ہونے دیتی۔

یہ امتِ اسلامیہ تو وہ امت ہے کہ شدائد و مصائب اس کے افراد کو جادۂ خیر و بِرّ اور تعمیر و اصلاحِ حیات کی راہ پر بلا رکاوٹ چلتے جانے سے ہرگز نہیں روک سکتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس امت پر تاریخ میں بڑے بڑے مشکل ایام گزرے اور گزر رہے ہیں۔ اسے کئی ایسے مصائب سے دو چار ہونا پڑا ہے کہ اگر کسی دوسری غیر اسلامی قوم کو ان سے گزرنا پڑتا تو وہ تباہ و برباد ہو جاتی اور آج محض ایک داستان بن کر رہ گئی ہوتی، یہ اس لیے ہے کہ یہ امتِ اسلامیہ اللہ کے ساتھ ربط و تعلق رکھتی ہے، اس کے وعدوں پر اعتماد کرتی ہے اور اس کی فتح و نصرت پر یقین رکھتی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ﴾ [النور: ۵۵]

’’تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو زمین کا حاکم بنا دے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا، اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا، اور خوف کے بعد انھیں امن بخشے گا، وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔‘‘

Marfat.com

ایمان سے دوری کے نتائج:

برادرانِ ایمان! منہجِ ایمان سے دوری، حقائقِ عقیدہ میں خلل اور زندگی میں ان کے نور و ضیا باری سے انحراف ہی ان موجودہ خطرناک بحرانوں اور بڑی بڑی مشکلات و مصائب کا باعث اور اس دائمی بلا اور مسلسل شقاوت و بدبختی کا سبب ہیں، جنھوں نے زندگی کو دائمی تشنگی اور خوفناک اندھیروں میں گھیر رکھا ہے، جس میں کوئی سکون ہے، نہ خوشحالی و اطمینان ہے، سعادت و خوشی ہے اور نہ ہی مالی فراوانی ہی، بلکہ مسلسل قلق اور دائمی اضطراب ہے، لوگ مشکلات میں غرقاب ہیں اور انتہائی حرمانِ نصیبی اور تلخ انجام ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ [طٰهٰ: ١٢٤]

''اور جو میرے ذکر و نصیحت سے منہ پھیرے گا، اس کی زندگی اجیرن (تنگ) ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔''

آج بنی نوع انسان شر کے جن جھگڑوں میں گھرے ہوئے ہیں اور تباہ کن جنگوں کے جو بھوت آج ننگے ناچ رہے ہیں، یہ سب مصائب انسان کے منہجِ الٰہی، عقیدۂ ربانیہ، جادۂ مستقیم، عدل و انصاف، حریت و آزادی اور مساوات و برابری کے اصولوں سے دوری کا نتیجہ ہیں۔ اگر عقل اور حکمت و دانائی کو بروئے کار لایا جاتا تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ [النحل: ٩٠]

''اللہ تمھیں عدل و انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے، بے حیائی و برے کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے اور تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔''

مزید فرمایا:

﴿ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ﴾ [القصص: ٧٧] ''اور زمین میں طالبِ فساد نہ ہو۔''

نیز ارشادِ الٰہی ہے:

Marfat.com

﴿وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ [البقرة:١٩٠]

''اور زیادتی نہ کرو بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

اور ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ [الفاطر:١٨]

''اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

تمام بحرانوں کا علاج... منہجِ ربانی:

جب تک حیاتِ بشر اس زمین پر اللہ کے منہج و طریقے پر نہ چلے گی اور جب تک بشریت کے اہلِ عقل و دانش اسبابِ شر کا مکمل طور پر ادراک نہیں کر لیتے، اور مصالح اور مفاسد میں موازنے کے بعد مکمل عدل و انصاف اور اصابتِ رائے سے ان مشکلات و مصائب اور عالمی مسائل کا علاج نہ کیا جائے گا، کفر و اسلام کی یہ رنجش کبھی ختم ہوگی نہ کبھی حیاتِ انسانی کی کشتی امن و سلامتی، اطمینان و سکون اور رحم و کرم کے ساحلِ مراد تک پہنچ پائے گی۔ ان بنیادوں کو چھوڑ کر انسان جتنی بھی کوششیں کرے، بیماریاں ختم ہوں گی اور نہ بحرانوں ہی پر قابو پایا جا سکے گا۔

مسلمانو! امتوں اور قوموں کو تاریخ کے بعض ادوار میں مصائب و مشکلات اور بحرانوں سے دوچار ہونا پڑا۔ خطرہ بحرانوں اور مصائب و آلام کے وقوع پذیر ہونے میں نہیں، بلکہ خطرہ ان پر قابو پانے کے طریقے اور اسلوبِ علاج میں اور ان کے دوبارہ وقوع پذیر ہونے کے اسباب کو ختم کرنے میں عقلمندی سے کام نہ لینے میں ہے۔ اگر حقائق پر پوری بصیرت سے توجہ نہ دی جائے تو برے نتائج اور خوفناک انجام کے سوا اور کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾ [الحجرات:٦]

''اے ایمان والو! اگر کوئی بدکردار تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، تاکہ ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو، پھر تمھیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

Marfat.com

«اَلتَّأَنِّي مِنَ اللّٰهِ وَالْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ»[1]

''اطمینان وسکون اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے۔''

برادرانِ ایمان! امتِ اسلامیہ اس وقت بڑے مشکل اور خطرناک حالات سے گزر رہی ہے، اسے چاروں طرف سے خطرات نے گھیر رکھا ہے اور افرادِ امت کو ہر طرف سے خوفناک آنکھیں گھور رہی ہیں، لہٰذا مسلمان اب کسی ایسی صورتِ حال کا انتظار کر رہے ہیں جس میں ان کے حالات کچھ بہتر ہوں، ان میں عزم وقوت زیادہ ہو اور زندگی خوشگوار ہو۔ یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں ہونی چاہیے کہ امتِ اسلامیہ کا اپنا ایک خاص مزاج وطبیعت اور ترکیب ہے، جو اسے دوسری قوموں سے ممتاز کرتی ہے۔ وہ خاص امتیاز یہ ہے کہ یہ امتِ عقیدہ ہے، وہ عقیدہ جس کی بنیاد اس کائنات کے پروردگار کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا اور اسی کی مکمل پیروی کرنا ہے۔ یہ عقیدہ اپنانا، اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنا اور زندگی کے تمام معاملات میں اس کی طے کردہ حدود کے اندر رہنا ہی امن وامان کی ضمانت ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [الحج: ٣٨] ''بے شک اللہ مومنوں کا دفاع کرتا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ﴾ [الأنفال: ٢٤]

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو، جبکہ وہ (رسول اللہ ﷺ) تمھیں ایسے کام کے لیے بلاتے ہیں، جو تمھیں حیات (جاوداں) بخشتا ہے۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ [محمد: ٧]

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے، تو وہ بھی تمھاری مدد کرے گا اور تمھیں ثابت قدم رکھے گا۔''

آج امتِ اسلامیہ جن بحرانوں میں مبتلا ہے، ان مصائب ومشکلات سے چھٹکارا پانے کا

[1] مسند أبي يعلى (٧/ ٢٤٧) سنن البيهقي (١٠/ ١٠٤) نیز دیکھیں: سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٠٢١)

Marfat.com

واحد طریقہ صرف یہ ہے کہ اللہ کی طرف صدقِ دل سے رجوع کرلیں، اس کے نبی (ﷺ) کی سنت کو حقیقی معنوں میں اپنالیں اور اپنے دین کے لیے ظاہر و باطن میں ہر طرح سے صدقِ دل کا رویہ اپنالیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے حقیقی محبت کرنے لگ جائیں، ان کے اوامر پر عمل کریں اور منع کردہ امور سے اجتناب کریں اور اپنے چھوٹے بڑے تمام امور و معاملات اور قضایا و مسائل میں شریعتِ اسلامیہ کے مطابق فیصلے کرنے لگیں، تو تمام مشکلات سے چھٹکارا مل جائے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [الأحزاب: ٣٦]

''اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کردیں تو اس کام میں ان کا کوئی اختیار ہو، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، وہ صریح گمراہ ہو گیا۔''

اب وقت آ گیا ہے کہ مردہ دل زندہ ہو جائیں، دھندلے آئینے صیقل ہو کر صاف ہو جائیں۔ اب وقت آ چکا ہے کہ بھولے ہوئے لوگ یادداشت درست کرلیں اور برائیوں میں غرق لوگ سفینۂ نجات میں سوار ہو جائیں، تاکہ انھیں ساحلِ نجات مل سکے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ [الحديد: ١٦، ١٧]

''کیا ابھی تک مومنوں کے لیے اس کا وقت نہیں آیا کہ اللہ کا ذکر کرتے وقت ان کے دل نرم ہو جائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں، جن کو (ان سے) پہلے کتابیں دی گئی تھیں، پھر ان پر طویل زمانہ گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں، جان رکھو کہ اللہ ہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے، ہم نے اپنی نشانیاں تم سے کھول کھول کر بیان کر دی ہیں تاکہ تم سمجھ جاؤ۔''

Marfat.com

ذرائع اِبلاغ کے نام پیغام:

ذرائع اِبلاغ کے کار پردازو! ذرائع اِبلاغ اور میڈیا کا فرض ہے کہ وہ ان ذرائع کے اغراض و مقاصد اور ان کے پیغام کی قدر و قیمت کو سمجھیں، تاکہ یہ تعمیری خدمات انجام دے سکیں نہ کہ تخریبی، یہ اصلاح کر سکیں نہ کہ توڑ پھوڑ، تاکہ یہ گھٹیا امور سے بالا ہو کر اعلا پیمانے کے کارنامے سرانجام دے سکیں۔ ان کی ذمے داری ہے کہ وہ افرادِ امت کی راہنمائی کریں کہ دینِ اسلام کے اہداف و مقاصد کیا ہیں؟ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کریں، ان میں دینِ اسلام کے ساتھ اخلاص پیدا کریں، اس دینِ حق کے مسائل کو حل کرنے میں اپنا کردار ادا کریں اور پورے صدق و امانتداری اور بھلائی کے جذبے کے ساتھ دینِ اسلام کا ہر معاملے میں دفاع کریں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ [حم السجدة: ٣٣]

''اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔''

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

Marfat.com

ماہِ شعبان

پہلا خطبہ

دعا کی اہمیت و فضیلت

امام و خطیب

فضیلة الشیخ

عبد المحسن القاسم حفظہ اللہ

19/10/2001 = 3/8/1422

دوسرا خطبہ

زوالِ امت کے اسباب اور ان کا علاج

امام و خطیب

فضیلة الشیخ

صلاح البدیر حفظہ اللہ

26/10/2001 = 10/8/1422

تیسرا خطبہ

دینِ رحمت

امام و خطیب

فضیلة الشیخ

علی عبد الرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

2/11/2001 = 17/8/1422

چوتھا خطبہ

فتنوں سے نجات کی راہیں اور استقبالِ رمضان

امام و خطیب

فضیلة الشیخ

عبد الباري الثبيتي حفظہ اللہ

9/11/2001 = 24/8/1422

Marfat.com

Marfat.com

دعا کی اہمیت وفضیلت

امام و خطیب: فضیلة الشیخ **عبد المحسن القاسم**ﷻ

حمد و ثنا کے بعد:

شانِ عبودیت:

تمام مخلوقات اپنے دین و دنیا کے معاملات میں نفع کے حصول اور نقصان سے بچاو کے لیے اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں۔ مخلوق کا کمال ہی عبودیت و بندگی میں ہے۔ جیسے جیسے کوئی بندہ بندگی میں بڑھتا جاتا ہے، ویسے ویسے ہی وہ ترقی کی منازل طے کرتا جاتا ہے اور اس کے درجات بلند ہوتے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمایش و امتحان میں مبتلا کرتا رہتا ہے، تاکہ وہ اس کے بابِ رحمت پر دستک دینے کی طرف رجوع کریں اور اس سے مدد طلب کریں۔ اللہ کے در کا فقیر بننا ہی عین تونگری ہے، یہی مغزِ عبادت اور اس کا مقصودِ اعظم ہے۔ اس ذاتِ عالی کے سامنے انکساری و عاجزی کرنا باعثِ عز و شرف اور شانِ بندگی ہے۔

دعا عبودیت و بندگی کی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ بندے صرف اسی سے اپنی تمام حاجتیں طلب کریں۔ ایک حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

«يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ، فَاسْتَهْدُوْنِيْ أَهْدِكُمْ، يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ، فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ أُطْعِمْكُمْ»[1]

''میرے بندو! تم سب گمراہ ہو، مگر وہ جس کو میں ہدایت دوں، چنانچہ تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمھیں ہدایت نصیب کروں گا۔ میرے بندو! تم سب بھوکے ہو، سوائے اس کے، جسے میں کھلاؤں، چنانچہ تم سب مجھ سے روزی طلب کیا کرو، میں تمھیں روزی عطا کروں گا۔''

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٥٧٧)

Marfat.com

مقام دعا:

اگر بندے اللہ کے سامنے التجا کریں نہ گڑگڑائیں تو اسے ان کی کوئی پروا نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴾ [الفرقان: ٧٧]

''کہہ دیجیے: اگر تمھاری پکار نہ ہوتی تو میرا رب تمھاری مطلق پروا نہ کرتا، تم تو جھٹلا چکے، اب عنقریب اس کی سزا تمھیں ملنے والی ہے۔''

دعا انبیا کرام اور اللہ کے خاص بندوں کی صفاتِ عالیہ میں سے ایک خاص صفت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے:

﴿ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ﴾ [الأنبياء: ٩٠]

''وہ لوگ نیک کاموں کی طرف جلدی کرتے تھے اور ہمیں لالچ وطمع اور خوف و ڈر سے پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔''

امام الحنفا ابراہیم خلیل علیہ السلام کا فرمان قرآن نے یوں بیان کیا ہے:

﴿ وَأَدْعُوا رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ﴾ [مریم: ٤٨]

''میں اپنے پروردگار کو پکارتا رہوں گا، مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگ کر محروم نہ رہوں گا۔''

غرض دعا دلوں کی بہار اور دنیا کی جنت ہے۔ یہ ایک ایسی مطلق عبادت ہے، جس کے لیے کسی جگہ، وقت اور حالت کی کوئی پابندی نہیں، بلکہ دن رات، بر و بحر اور سفر و حضر ہر جگہ اور ہر وقت دعا کرتے رہنا چاہیے۔ دعا کرنے کا فائدہ صرف دعا کرنے والے ہی کو نہیں پہنچتا، بلکہ فوت شدگان بھی اس سے مستفید ہوتے ہیں، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے مرنے کے بعد ثواب پہنچنے والے ذرائع اور اعمال کو گنواتے ہوئے فرمایا ہے:

Marfat.com

«أَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ»[1]

''یا نیک اولاد جو اپنے مرنے والے (والدین) کے لیے دعا کرے۔''

دعا ردِ بلا کا ذریعہ اور مومن کا ہتھیار ہے:

دعائیں اللہ کے فضل و کرم سے بلاؤں کو ٹالتی، مصائب کو دور کرتی اور عذاب و ہلاکت کو روکتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دعا تو مومن کا ہتھیار ہے۔ حصولِ مطلوب و مقصود اور طلبِ نفع کے لیے اس دعا سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے، یہ نعمتوں کو لاتی اور عذابوں کو ٹالتی ہے، اسی کے ذریعے غموں اور پریشانیوں کا مداوا ممکن ہے۔ اس سے بڑا شرف اور کیا ہوسکتا ہے کہ دعا کے وقت بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جتنا اخلاص زیادہ ہوگا اور جس قدر قوی امید کے ساتھ اللہ سے دعا مانگی جائے گی، اتنی ہی زیادہ وہ دعا قبول ہوگی۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں دعا کی قبولیت کی فکر نہیں کرتا، میں تو صرف دعا کرنا ضروری جانتا ہوں، کیوں کہ جب دعا ہو تو اس کے بعد قبولیت یقینی ہوتی ہے۔''[2]

عاجز و کمزور کون؟

لوگوں میں سے عاجز ترین وہ شخص ہے جو دعا کرنے سے عاجز ہے اور ان میں سے کمزور ترین وہ شخص ہے، جو اللہ کو پکارنے میں کمزور ہو۔ دعا میں فائدے ہی فائدے ہیں۔ مسلمان اپنے جواد و کریم رب سے مانگنے کے لیے دعا کرتا ہے اور وہ اسے دیتا ہے، خواہ فوراً دے دے یا کچھ تاخیر کر دے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ہر دعا کرنے والے کی پکار سنی اور قبول کی جاتی ہے، لیکن قبولیت کے کئی انداز ہوتے ہیں: کبھی تو اسے عین وہی چیز عطا کر دی جاتی ہے، جو اس نے طلب کی ہو اور کبھی اس کا کوئی دوسرا معاوضہ دے دیا جاتا ہے۔''[3]

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٣١)

[2] اقتضاء الصراط المستقيم لابن تيمية (٢/ ٧٠٦)

[3] فتح الباري (١١/ ٩٥)

Marfat.com

دعا کی تاثیر اور طریقۂ کار:

دعا سے نفس میں بلندی پیدا ہوتی اور ہمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ مخلوق کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے، اس کے بارے میں لالچ وطمع ختم ہو جاتا ہے، دعا کرنے والا انتہائی معزز و مکرم ہوتا ہے۔

امام یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''اگر اللہ کے فضل سے کسی کو دعا میں دل جمعی حاصل ہوگئی تو وہ دعا رد نہیں کی جاتی۔''[1]

اپنا کھانا پینا حلال و پاکیزہ کیجیے، مشتبہ اشیا سے دامن بچا کر رکھیے، دعا سے پہلے اللہ کے حضور کسی عملِ صالح کا نذرانہ پیش کیجیے اور اپنے پروردگار کو حضورِ قلب اور سرگوشی سے پکاریے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے بڑی آہستگی کے ساتھ اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اپنے پاس سے پاکباز اولاد عطا فرما۔ اس پر اللہ نے انھیں حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا بیٹا عطا کیا، جو نبی ہوئے۔ اپنے رب سے دعا کرنے اور اس کی حمد و ثنا کے لیے اچھے اور جامع کلمات اختیار کریں اور اچھے اوقات و مقامات اور بہتر احوال میں دعا کریں، جب اللہ سے دعا کریں تو اس سے بہ کثرت خیر و بھلائی طلب کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِذَا دَعَا أَحَدُكُم فَلْيُعَظِّمِ الْمَسْأَلَةَ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْئٌ أَعْطَاهُ»[2]

''تم میں سے جب کوئی دعا کرے تو بڑی بڑی چیزوں کا سوال کرے، اللہ سے کوئی جتنی بھی بڑی چیز مانگے، وہ اس کے لیے معمولی ہے اور وہ مانگنے والے کو دیتا ہے۔''

سجدے کی حالت میں بندہ اپنے پروردگار کے قریب ترین ہوتا ہے، اس حالت میں اللہ سے بہ کثرت مانگی جانے والی دعائیں قبول ہوں گی۔ اپنے اور اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کے خلاف اور اپنے مصدرِ رزق و روزگار کے خلاف بد دعا ہرگز نہ کریں۔ اس سلسلے میں صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث ہے:

«لَا تَدْعُوا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلٰى أَوْلَادِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلٰى أَمْوَالِكُمْ، لَا تُوَافِقُوا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً يُسْأَلُ فِيهَا عَطَاءً، فَيَسْتَجِيبَ لَكُمْ»[3]

---

[1] الفوائد لابن القيم (ص: ٤٧)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٧٩)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٠٠٩)

Marfat.com

''اپنے آپ پر بد دعا کرو، نہ اپنی اولاد کے خلاف بد دعا کرو اور نہ ہی اپنے مال کے لیے بد دعا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری بد دعا کسی ایسی گھڑی میں ہو، جو قبولیت کی گھڑی ہو اور تمھاری بد دعا قبول ہو جائے۔''

اللہ سے دعا کرنے میں دیر نہ کریں اور اس سے سوال کرنے میں پوری گریہ وزاری سے کام لیں۔ نبی اکرم ﷺ پورا ایک مہینہ رعل و ذکوان نامی قبائل کے خلاف بد دعا کرتے رہے۔[1] (جنھوں نے ستر حافظِ قرآن اصحاب رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا تھا) تمھارا رب بڑا حیا دار اور فضل و کرم کرنے والا ہے، وہ اپنے بندے کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی واپس لوٹانے سے شرماتا ہے۔[2] دعائیں مانگو، تمھارا رب بڑا ہی کرم کرنے والا ہے، اپنے آپ کو اس کے سامنے گرا دو، اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دو، عزم کے ساتھ دعا کرو اور قبولیت کی قوی امید رکھو۔ اس نے سوال کرنے والوں کو کبھی خالی ہاتھ لوٹایا ہے نہ انھیں مایوس کیا ہے۔

اگر کسی پر فقر و فاقے کی نوبت آجائے اور وہ مخلوق سے مانگ کر اس فاقہ کشی کی حالت کو دور کرنا چاہے تو اس کا فقر و فاقہ کوئی بھی دور نہ کر سکے گا جبکہ اگر کوئی شخص اپنے رب سے فاقہ و غربت دور کرنے کا سوال کرے گا تو وہ بہترین رزاق اور روزی رساں ہے۔ اے دعا کرنے والے! اپنی شکایت اللہ سے کرو اور اسی کے سامنے اپنے فقر و حاجت کو بیان کرو، جیسا کہ یعقوب علیہ السلام کی زبانی اللہ نے بتایا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

﴿اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ [يوسف: ٨٦]

''میں اپنی پریشانیوں اور رنج و غم کی فریاد اللہ سے کر رہا ہوں۔''

اللہ ہر مناجات کرنے والے کا ساتھی، ہر شکایت کو سننے والا اور ہر بلا کو ٹالنے والا ہے۔ اس کے خزانے بھرے ہوئے ہیں، جن میں اس کے شب و روز بانٹنے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس سے امیدیں لگانے والا کبھی مایوس نہیں لوٹا۔ مصائب و مشکلات کے ازالے کے لیے اس کے سوا کسی سے امید نہ رکھی جائے۔ اس کے ہاتھ میں خزانوں کی چابیاں ہیں اور پکارنے والوں کے لیے اس کا

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٠٠٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٦٧٧)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٤٨٨) سنن الترمذي، برقم (٣٥٥٦) سنن ابن ماجه، برقم (٣٨٦٥)

Marfat.com

دروازہ ہمیشہ کھلا ہے۔ ہر مصیبت کے وقت اپنے رب کے ساتھ حسنِ ظن رکھیں کہ وہی اس مصیبت کو دور کرے گا۔ جس نے اپنے رب کے ساتھ بھلائی کے لیے حسنِ ظن رکھا، اللہ اس پر بھلائیوں کی بارش کر دیتا ہے۔ اجابت وقبولیت کے لیے سب سے ضروری چیز اخلاص ہے، اپنا مطالبہ پختگی سے کریں، دینے والا بڑا کریم ہے اور مشکلات کو دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ قبولیت میں جلد بازی نہ کریں اور تاخیر ہو جانے پر دعا کرنا چھوڑ نہ دیں، کیونکہ جو شخص کسی دروازے پر بہ کثرت دستک دیتا رہے تو وہ دروازہ آخر کار اس کے لیے کھول ہی دیا جاتا ہے۔

اوقاتِ قبولیت:

لوگ جب نرم وگداز بستروں پر دراز محوِ خواب ہوں، تم سحری کے اوقات میں اپنے رب کے سامنے دستِ سوال دراز کرو، وہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ کون ہے جو ان اندھیروں میں اٹھ کر مجھے پکارے اور میں اس کی حاجتیں پوری کروں۔[1] جمعے کے دن ایک گھڑی ایسی آتی ہے جس میں کی گئی دعا رد نہیں ہوتی،[2] اسی طرح اذان واقامت کے مابین بھی دعا رد نہیں کی جاتی۔[3]

مستجاب الدعا:

والدین کی دعائیں، جب اپنی اولاد کے لیے ہوں تو وہ مقبول ہوتی ہیں، لہٰذا والدین اپنے بیٹے بیٹیوں کے لیے بکثرت دعائیں کیا کریں کہ اللہ انھیں ہدایت پر رکھے، انھیں سعادت وخوشحالی سے نوازے اور دنیا کے فتنوں سے انھیں اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ ایک مسلمان کی دعا اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لیے بھی اگر اس کی عدم موجودگی میں کی جائے تو قبول ہوتی ہے اور ایسی دعا پر اللہ کے فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ ماں باپ کے خدمت گزار بیٹے کی دعا بھی رد نہیں کی جاتی۔

نیک لوگوں کو ہرگز نہ ستائیں اور انھیں اذیت پہنچانے کے درپے ہوں نہ ان کا مذاق اڑائیں۔ انھیں اللہ کے ہاں ایک خاص مقام وشان حاصل ہے، ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، حتی کہ ایک حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث (١١٤٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٥٨)
2. صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠٣٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (٨٥٢)
3. سنن أبي داود، رقم الحديث (٥٢١) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢١٢)

Marfat.com

«وَلَئِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ»[1]

''میرے ولی اور دوست (صالحین) جب مجھ سے کوئی سوال کریں تو میں ان کا سوال ضرور پورا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کریں تو میں انھیں ضرور پناہ دیتا ہوں۔''

مصائب و مشکلات میں صرف اللہ کو پکاریں:

اگر کسی کو زمانے بھر کے مصائب و مشکلات گھیر لیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے ان کا ازالہ طلب کرے تو وہ اس کے تمام مصائب ختم کر دیتا ہے۔ سورۃ النمل میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ﴾ [النمل: ٦٢]

''کون ہے جو مجبور کی دعاؤں کو سنتا اور اس کی مشکلات کو دور کرتا ہے۔''

یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے اور دعا ہی کی تاثیر سے سمندر کے کنارے پر لا کر ڈال دیے گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

«دَعْوَةُ ذِي النُّوْنِ: ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِي شَيْئٍ قَطُّ إِلَّا اسْتُجِيْبَ لَهُ » وَفي لفظ: « لَا يَقُوْلُهَا مَكْرُوْبٌ إِلَّا فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ»[2]

''اگر کوئی شخص ذوالنون (یونس علیہ السلام) کی دعا مانگے گا اور یہ کہے گا: ''یا اللہ! تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، تو پاک ہے اور میں ظالموں میں سے ہوں۔'' تو اس شخص کی دعا قبول کی جائے گی۔'' اور ایک روایت میں ہے: ''اگر کوئی مصیبت زدہ آدمی یہ دعا کرے گا تو اس کی مصیبت دور کر دی جائے گی۔''

دعا سے حالات بدل جاتے ہیں۔ بے اولاد کو اولاد مل جاتی ہے۔ بیمار کو شفا عطا کر دی جاتی ہے۔ فقیر و نادار کو رزق دیا جاتا ہے۔ بد نصیب کو سعادت و خوشی عطا کی جاتی ہے، دعا کی تاثیر کا تو یہ عالم ہے کہ صرف ایک بندے کی بد دعا سے اللہ تعالیٰ نے تمام اہلِ دنیا کو غرق کر دیا تھا، اور صرف وہ چند لوگ بچے تھے، جنھیں اللہ بچانا چاہتا تھا۔ وہ دعا کرنے والے نوح علیہ السلام تھے۔ فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٥٠٢)

[2] مسند أحمد (٣/ ٦٥) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٥٠٥)

Marfat.com

﴿وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِينَ دَيَّارًا﴾ [نوح: ٢٦]

''اور نوح نے کہا: اے میرے رب! زمین پر کافروں کا ایک گھر بھی باقی نہ چھوڑ۔''

موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے فرعون غرق ہوا۔ فرمایا:

﴿وَ قَالَ مُوسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾ [یونس: ٨٨]

''اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے ہمارے رب! تو نے اس دنیا کی زندگی میں فرعون اور اس کے درباریوں کو ٹھاٹھ باٹھ اور اموال دے رکھے ہیں، تاکہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے گمراہ کرتے رہیں۔ اے ہمارے رب! ان کے اموال کو غارت کر دے اور ان کے دلوں کو ایسا سخت بنا دے کہ جب تک وہ المناک عذاب نہ دیکھ لیں، ایمان نہ لائیں۔''

سلیمان علیہ السلام نے جب خزانے عطا کرنے والے اپنے رب سے مانگا تو اس نے انھیں بے حساب دیا۔ ایوب علیہ السلام کو بیماری لاحق ہوئی تو ان کے اللہ کے سامنے زاری کرنے سے اللہ نے انھیں بیماری سے نجات دی۔ انھوں نے اللہ سے یوں دعا کی تھی:

﴿اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ [الأنبیاء: ٨٣]

''مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔''

غزوۂ بدر کے دن ہمارے نبی اکرم محمد رسول اللہ ﷺ نے ساتھیوں کی قلت اور تنگ دستی میں اللہ سے دعائیں کیں تو اللہ نے قطار در قطار فرشتے بھیج کر مدد فرمائی، چنانچہ اس سلسلے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ﴾ [الأنفال: ٩]

''جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے، اس نے تمھاری دعا قبول کر لی اور (فرمایا کہ) میں تمھیں ایک ہزار فرشتے بھیج کر مدد دے رہا ہوں۔''

مظلوم کی دعا:

اے مظلوم انسان! اگر کبھی تمھارے سامنے دنیا والوں کے تمام دروازے بند ہو جائیں اور

Marfat.com

تمام ظاہری اسباب جواب دے جائیں تو آسمان کا دروازہ کھٹکھٹاؤ اور اس جبار سے درخواست کرو جو مظلوموں کا مددگار اور کمزوروں کا ملجا و ماویٰ ہے۔ اس نے مظلوم و بے کس لوگوں کی مدد کا وعدہ کر رکھا ہے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر کسی نے ظلماً کچھ الزامات لگا دیے، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف بددعا کرتے ہوئے اللہ سے عرض کی:

''اے اللہ! اسے اندھا کر دے، اس کی عمر لمبی کر دے اور اسے فتنوں میں مبتلا کر دے۔''

راویِ حدیث کہتے ہیں:

''اس بددعا کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ شخص اندھا ہو گیا، ضعیف العمری اور کبرِ سنّی کی وجہ سے اس کی بھنویں اس کی آنکھوں پر گر گئیں اور وہ یہ کہتا پھرتا تھا کہ میں وہ بدنصیب ہوں، جسے سعد کی بددعا لگ گئی ہے۔''[1]

امام ابن عقیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مخلص اور مظلوم کی دعا فوراً قبول ہو جاتی ہے۔''

بربادی ہے اس کے لیے جس کی طرف مظلوموں کے تیروں نے رخ کر لیا اور جس کے خلاف کمزوروں کے ہاتھ بددعا کے لیے اٹھ گئے۔

اے مصیبت زدہ انسان! اللہ کی قضا و قدر پر صبر کرو، کیوں کہ صبر کے ساتھ ہی فتح و نصرت ہے، تکلیف کے ساتھ ہی کشایش اور تنگی کے ساتھ ہی آسانی ہے۔ بلائے محض تو وہ چیز ہے جو تمھیں اللہ سے دور کر دے، البتہ وہ چیز جو تمھیں اس کے سامنے کھڑا کر دے، اس میں تو تیرا کمال و عزت ہے، جب آسانی آ جائے، کشایش مل جائے اور غم و پریشانیاں چھٹ جائیں، تو اللہ کا شکر ادا کریں کہ وہ ان بادلوں کو ختم کرنے والا ہے۔ اللہ کی حمد و ثنا ہی میں اس کا شکر بھی ہے اور یہی از دیادِ نعمت کا باعث بھی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴾ [المؤمن: ٦٠]

''اور تمھارے رب نے کہا ہے: تم مجھے پکارو میں تمھاری (دعائیں) قبول کرتا ہوں،

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٧٥٥)

Marfat.com

بے شک وہ لوگ جو میری عبادت (دعا) کرنے سے تکبر کرتے ہیں، وہ عنقریب رسوا ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

قضا و قدر:

مسلمانو! اللہ کے فیصلے اس کے بندۂ مومن کے لیے ایک عطیہ ہوتے ہیں، اگرچہ وہ منع کی صورت ہی میں کیوں نہ ہوں، اور اس کے لیے نعمت ہوتے ہیں اگرچہ وہ ابتلا و امتحان کی شکل ہی میں کیوں نہ ہوں۔ اس کی بلا و آزمایش بندۂ مومن کے لیے عافیت کا باعث ہوتی ہے، اگرچہ وہ کسی مصیبت کی شکل ہی میں کیوں نہ ہو۔ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''میں کسی فرحت و سرور میں نہیں ہوں، ہاں قضا و قدر کے مواقع کا انتظار رہتا ہے، اگر کوئی خوشی کا موقع آئے تو میرے پاس شکر ہے، اور اگر کوئی مشکل آئے تو میرے پاس صبر ہے۔''[1]

جسے دعا کرنا آتا ہو وہ قبولیت سے محروم نہیں رہ سکتا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُو اللّٰهَ بِدَعْوَةٍ إِلَّا آتَاهُ اللّٰهُ تَعَالَىٰ إِيَّاهَا، أَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا، مَالَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ» فَقَالَ: رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: فَإِذاً نُكْثِرُ، قَالَ: «اَللّٰهُ أَكْثَرُ»[2]

''روے زمین پر موجود کوئی بھی مسلمان جو بھی دعا کرے اور جو کچھ مانگے یا تو اللہ اسے وہی دیتا ہے یا اس سے اسی کی مثل کوئی آنے والی مصیبت ٹال دیتا ہے، جب تک کہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔'' ایک صحابی نے کہا: تب تو ہم بہ کثرت دعائیں کریں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔''

آدابِ دعا:

جو لوگ اللہ کے ساتھ ہی غیر اللہ کو بھی پکارتے ہیں، وہ اپنے لیے قبولیت کے دروازے بند کر لیتے ہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

---

1. جامع العلوم والحكم لابن رجب الحنبلي (ص: ١٩٥)
2. سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٥٧٣)

Marfat.com

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ [الأحقاف: ٥]

''اور اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر انھیں پکارتا ہے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے بلکہ وہ ان کی پکار ہی سے بے خبر ہیں۔''

لوگوں کا فوت شدگان کو پکارنا بے کار و عبث فعل ہے۔ وہ پکار کوئی مرغوب چیز لا سکتی ہے اور نہ ہی کوئی مکروہ و ناپسندیدہ چیز دور ہٹا سکتی ہے، بلکہ وہ شرکِ اکبر ہے جو ایسا گناہِ کبیرہ ہے کہ توبہ کے بغیر بخشا ہی نہیں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [يونس: ١٠٦]

''اور اللہ کے سوا کسی کو مت پکاریے جو نہ آپ کو کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے، اگر آپ ایسا کریں گے تو یقیناً ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔''

نبی اکرم ﷺ نے بھی فرمایا ہے:

« إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ »[1]

''جب سوال کرو تو اللہ سے کرو اور جب مدد طلب کرو تو اللہ سے طلب کرو۔''

خلاصہ کلام:

دعا مانگنے میں کوشاں رہنا چاہیے، عبادت کو خاص اللہ ہی کے لیے کرنا چاہیے اور دعا بھی صرف اسی سے کرنا چاہیے، اپنی عمر کی گھڑیوں کو غنیمت سمجھیں، دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہیں ہوگا۔ خوش نصیب و سعادت مند ہے وہ جسے دعا کی توفیق مل جائے اور محروم ہے وہ شخص جو لذتِ عبادت سے محروم رہا یا اللہ کی رحمتوں سے مایوس ہو کر ناامیدوں میں سے ہو گیا۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

[1] مسند أحمد (٤/ ٤٠٩) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٥١٦)

Marfat.com

زوالِ امت کے اسباب اور ان کا علاج

امام و خطیب: فضیلة الشیخ صلاح بن محمد البدیر حفظہ اللہ

حمد وثنا کے بعد:

اللہ کی عظیم نعمت و احسان:

اللہ کی اپنے بندوں پر بے شمار نعمتیں اور لاتعداد عظیم احسانات ہیں، اس کی ان نعمتوں اور احسانات میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے ہمیں اس امت کا فرد بنایا، جو تمام امتوں سے بہتر و افضل ہے، وہ دوسرے لوگوں کی اصلاح کے لیے بپا کی گئی ہے اور اللہ نے ہمیں ایسے دین کی ہدایت عطا فرمائی جو دینِ کامل، شرعِ شامل، قولِ فیصل اور قضائے عدل ہے۔ جس نے اسے اپنا لیا، اس نے مقام و مرتبہ پالیا اور دنیا و آخرت کی سعادت و خوشی اس کا مقدر بن گئی اور جو اس سے پھر گیا، اسے شقاوت و بدبختی، قلق و اضطراب اور ضیق و تنگی نے آ گھیرا۔

اسلام کے امتیازی اوصاف:

اللہ نے ہمیں ایسے دین کی ہدایت دی ہے جو دینِ قیّم ہے، جس کے آداب بڑے اعلیٰ اور تعلیمات بڑی عمدہ ہیں، جس میں فضائلِ اعمال اور مکارمِ اخلاق کی تعلیم ہے، جس کی حکمتیں بالغ ہیں اور دلائل قاطع ہیں، جس نے ہر خیر و بھلائی کی دعوت دی ہے اور ہر طرح کے شر و فساد سے منع کیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [آل عمران: ٨٥]

''اگر کسی نے اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کیا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا آدمی آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔''

Marfat.com

روے زمین پر دوسرا ایسا کوئی دین نہیں جسے اختیار کیا جا سکتا ہو، سوائے دینِ اسلام کے، جو کہ پہلے تمام ادیان کو ختم کرنے والا اور پہلی امتوں اور ملتوں کو منسوخ کرنے والا ہے۔ آج جو شخص بھی اس دین میں داخل نہ ہو وہ کافر اور اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کا دشمن ہے اور وہ شخص اہلِ جہنم میں سے ہے۔ صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

« وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ »[1]

''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اگر کوئی یہودی یا عیسائی میرے مبعوث ہو جانے کے بارے میں سن لے اور پھر بھی مجھ پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ اہلِ جہنم میں سے ہوگا۔''

مسلمانو! دشمنانِ اسلام چاہے کتنی بھی کوششیں کر لیں کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو ناکام ثابت کر سکیں، وہ نورِ اسلام کو کبھی نہیں بجھا سکتے، کیونکہ اس کے تحفظ کی ذمے داری تو خود ربِ کائنات نے لے رکھی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [الصف: ٨]

''وہ اپنے منہ سے اللہ کے نور (اسلام) کو بجھانا چاہتے ہیں جبکہ اللہ اس نور کو مکمل کرنے والا ہے، چاہے یہ بات کافروں کو بری ہی کیوں نہ لگے۔''

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

« لَيَبْلُغَنَّ هٰذَا الْأَمْرُ مَا بَلَغَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ، وَلَا يَتْرُكُ اللّٰهُ بَيْتَ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ هٰذَا الدِّيْنَ، بِعِزِّ عَزِيْزٍ أَوْ بِذُلِّ ذَلِيْلٍ، عِزًّا يُعِزُّ اللّٰهُ بِهِ الْإِسْلَامَ، وَذُلًّا يُذِلُّ اللّٰهُ بِهِ الْكُفْرَ »[2]

''اللہ تعالیٰ اس دین کو وہاں تک ضرور پہنچائے گا جہاں تک دن اور رات پہنچتے ہیں، اللہ

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۱۸)

[2] مسند أحمد (۲۸/ ۱۵٤) رقم الحدیث (۱٦۹۵۷) المستدرك للحاکم (٤/ ٤۳۰)

Marfat.com

تعالیٰ کسی مٹی گارے کے گھر یا بالوں وغیرہ سے بنائے ہوئے خیمے کو نہیں چھوڑے گا بلکہ ہر جگہ اس دین کو داخل کرے گا، معزز آدمی کو عزت دے کر اور ذلیل آدمی کو ذلت دے کر، ایسی عزت کہ جس سے اللہ اسلام کو معزز کرے گا اور ایسی ذلت جس سے اللہ تعالیٰ کفر کو ذلیل کرے گا۔"

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ زَوىٰ لِيَ الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا»[1]

"اللہ نے پوری زمین کو میرے لیے سمیٹ کر میرے سامنے رکھ دیا، حتی کہ میں نے اس کے مشرق و مغرب سب دیکھ لیے، میری امت اس پوری زمین کے تمام حصوں میں حاکم بن کر پھیل جائے گی، جو سمیٹ کر مجھے دکھائی گئی ہے۔"

نیز ارشاد فرمایا ہے:

«لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللّٰهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَ خَالَفَهُمْ، حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ عَلَى النَّاسِ»[2]

"میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اس دینِ حق پر قائم رہے گی، انھیں کوئی بدخواہ نقصان نہیں پہنچا سکے گا، اور قیامت آ جانے تک وہ لوگوں پر غالب و فتح مند رہیں گے۔"

دین کی طرف رجوع:

امتِ اسلامیہ! آج جبکہ مصائب و مشکلات کا دور ہے، حاسدوں نے پورے عالم کو اچک لیا ہوا ہے، عزت و کرامت چھن چکی ہے، حقوق پر ڈاکا ڈالا جا چکا ہے، ممالکِ اسلامیہ سے اراضی مقدسہ غصب کی جا چکی ہیں، حادثات اور بحرانوں کے اس زمانے میں مسلمانوں کو اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ وہ اپنے دین کی طرف رجوع کریں اور بہ نظرِ غائر دیکھیں کہ ہم سے کہاں کہاں خلل و خطا واقع ہوئی اور ہم کہاں کہاں پھسلے ہیں؟ ان کوتاہیوں اور فساد و بگاڑ کی اصلاح کریں اور باہم دو

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٨٩)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٣٦٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٥٤٨)

Marfat.com

قالب یک جان ہو کر رہیں، تاکہ یہ ذلت و رسوائیاں دور ہوں جن کا سبب دراصل ہمارے اپنے ہی افعال و کردار اور کرتوت ہیں۔ سنن ابوداود میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

« إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا، لَا يَنْزِعُهُ عَنْكُمْ حَتّٰى تَرْجِعُوا إِلٰى دِينِكُمْ »[1]

''جب تم بیع عینہ (کسی چیز کو اس کی اصل قیمت سے زیادہ پر ادھار بیچنا) سے سودے کرنے لگو گے، گائے کی دم پکڑ کر کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد ترک کر دو گے، تو اللہ تم پر وہ ذلت و رسوائی مسلّط کر دے گا کہ جب تک تم اپنے دین کی طرف رجوع نہیں کرو گے، وہ ذلت و رسوائی دور نہیں کرے گا۔''

آج جبکہ شرعی حقائق کو مسخ کیا جا رہا ہے، طے شدہ قواعد وضوابط کو نظر انداز بلکہ ضائع کر دیا گیا اور اس کے پیچھے زہریلی فکر والے مکاتب اور مذموم شیطانی قوتیں کام کر رہی ہیں جو ایسے بیمار قسم کے اجتہادات و آرا پیش کر رہی ہیں، جن کا دینِ حنیف تو کجا عقلِ سلیم سے بھی کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، ان حالات میں امتِ اسلامیہ کو اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ وہ نصوصِ کتاب وسنت اور سلف صالحینِ امت کے اجماعی فیصلوں کی طرف رجوع کرے اور انھی کی روشنی میں موجودہ دور کے مسائل و مشکلات اور فتنوں کے اسباب اور جڑیں تلاش کریں اور ان کا حل ڈھونڈیں، سب لوگ اپنے اپنے واجبات اور ذمے داریوں کا بوجھ اٹھائیں اور ایسے صدق کا مظاہرہ کریں، جس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہ ہو، ایسے اخلاص و بے نفسی سے کام کریں جس میں ریاکاری و دکھلاوے کا نام تک نہ ہو۔ بے نفسی کا یہ عالم ہو کہ ذاتی خواہشات کی تسکین کو کوئی دخل نہ ہو، اور بنیاد میں ایسا عقیدۂ توحید کارفرما ہو کہ جس کے ساتھ شک اور شرک کا نام تک بھی نہ ہو، تاکہ امت کسی ممنوع و محذور کام میں واقع ہونے پائے اور نہ ہی وہ کسی غلطی کا ارتکاب کرے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ

---

[1] مسند أحمد، رقم الحديث (٤٨٢٥) سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٤٦٢) نیز دیکھیں: التلخيص الحبير (٣/ ١٩) السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (١١)

Marfat.com

عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهُ لَا تَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ [النساء: ۸۳]

''اور جب کوئی امن یا خطرے کی خبر ان تک پہنچتی ہے تو اسے فوراً نشر کر دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ اسے رسول (ﷺ) یا کسی ذمے دار حاکم کی طرف پہنچاتے تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آجاتی، جو اس سے صحیح نتیجہ اخذ کر سکتے، اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تمھارے شاملِ حال نہ ہوتی تو تم ماسوائے چند لوگوں کے شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔''

مسلمانو! تم پر واجب ہے کہ جب بھی مصائب و مشکلات شدت اختیار کر جائیں تو تم میں اتحاد و اتفاق اور باہمی تعاون و نصرت کے جذبات بڑھ جانے چاہییں، تاکہ اپنے دین کا تحفظ اور ملک کی حفاظت کر سکو، تمام ذاتی اختلافات بھول جاؤ اور دو قالب یک جان ہو کر دشمن کو بتا دو کہ تم جو اختلافات و انتشار ہمارے مابین پیدا کرنا چاہتے ہو تم اس میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکو گے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ [الأنفال: ٤٦]

''باہم لڑائی جھگڑا نہ کرو ورنہ تم ناکام ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور صبر سے کام لو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ يَرْضٰى لَكُمْ ثَلَاثًا وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا، فَيَرْضٰى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ» [1]

''اللہ کو تمھارے لیے تین چیزیں پسند اور تین ناپسند ہیں۔ اسے یہ پسند ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ بازی نہ کرو، اور اسے یہ ناپسند ہے کہ کوئی زیادہ قیل وقال، بہ کثرت سوال اور ضیاعِ اموال کرے۔''

عقیدے اور دین کا تعلق:

عقیدے و دین کا تعلق سب سے گہرا تعلق ہے، جس کے نتیجے میں اہلِ کفر کی شان و شوکت

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٢٣٦)

Marfat.com

کی کمر ٹوٹ جاتی ہے، اور ظلم وطغیان اور جبر و استبداد گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، اسی رابطہ وتعلق کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة: ٧١]

''مومن مرد اور مومن عورتیں سب ایک دوسرے کے دلی دوست ہوتے ہیں، وہ ایک دوسرے کو نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکات ادا کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں، ان سب پر اللہ کا رحم ہوگا، بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

نیز فرمایا ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ﴾ [الأنفال: ٧٣]

''وہ لوگ جو کافر ہوئے، وہ ایک دوسرے کے دلی دوست ہیں، اور اگر تم نے ایسا (باہمی موالات و اختلاط) نہ کیا تو ملک میں فتنہ اور زبردست فساد ہوگا۔''

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

« اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ، وَيَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ، وَيُجِيْرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ، وَهُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ »[1]

''مسلمانوں کے خون باہم ایک دوسرے کے برابر ہوتے ہیں، ان کا ادنیٰ شخص بھی ذمہ اٹھا سکتا ہے اور کہیں دور دراز والا بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے، اور دشمنوں کے مقابلے میں وہ سب ایک مٹھی کی طرح ہیں۔''

نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

« اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ، وَالْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ، يَكُفُّ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهٗ،

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٣٧١) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٦٧٥)

Marfat.com

وَيَحُوطُهُ مِنْ وَرَائِهِ ﴾[1]

''مومن مومن کا آئینہ اور بھائی ہے، وہ اس کی عدم موجودگی میں اس کے بیوی بچوں اور مال و جائیداد کی حفاظت کرتا ہے۔''

مسلمانو! ملک و قوم، رنگ و نسل اور زبان و علاقے کے الگ الگ ہونے کے باوجود تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں۔ ان کا دین ایک، کتاب ایک اور نبی ایک ہے۔ یہ کسی دوسرے کی خوشی سے اپنی خوشی محسوس کرتے ہیں اور کسی ایک کی تکلیف سے تکلیف محسوس کرتے اور ایک کے مرض سے سب درد محسوس کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا، فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ، فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِي ذِمَّتِهِ ﴾[2]

''جس نے ہماری طرح نماز پڑھی، ہمارے قبلے کی طرف رخ کیا اور ہمارے ذبیحے کا گوشت کھایا، وہ ایسا مسلمان ہے جس کی ذمے داری اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سر ہے، لہٰذا اللہ کی امان اور ذمے داری کو نہ توڑو۔''

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا، وَشَبَّكَ أَصَابِعَهُ ﴾[3]

''مومن مومن کے لیے مضبوط دیوار کی طرح ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈالا۔''

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى ﴾[4]

''مومنوں کے باہم پیار و محبت، رحم و کرم اور عطف و مہربانی کرنے میں ان کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ اگر جسم کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہو تو اس کا سارا جسم ہی

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٢٧٢)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٧٨)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٢٦٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٦٨٤)

[4] صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٦٨٥)

Marfat.com

بخار اور رت جگے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''

صحیح مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے:

« اَلْمُسْلِمُوْنَ کَرَجُلٍ وَاحِدٍ، إِنِ اشْتَکٰی عَیْنُہٗ اِشْتَکٰی کُلُّہٗ، وَإِنِ اشْتَکٰی رَأْسُہٗ اِشْتَکٰی کُلُّہٗ »[1]

''تمام مسلمان ایک آدمی کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو اس کا سارا جسم ہی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اگر اس کا سر درد کرے تو اس کا سارا جسم ہی درد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''

مسلمان کو ایک عظیم حرمت و عزت حاصل ہے، اس کا بڑا مقام و مرتبہ ہے، مصائب و مشکلات میں بھی یہ بات یاد رکھنی چاہیے اور اس کی بے حرمتی کرنے سے بچنا چاہیے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر تشریف فرما ہو کر بڑی بلند آواز سے پکار کر فرمایا:

« یَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِہٖ، وَلَمْ یُفْضِ الْإِیْمَانُ إِلٰی قَلْبِہٖ! لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا تَتَبَّعُوْا عَوْرَاتِھِمْ، فَإِنَّہٗ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَۃَ أَخِیْہِ الْمُسْلِمِ تَتَبَّعَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ، وَمَنْ تَتَبَّعَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ یَفْضَحْہُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِہٖ »[2]

''اے لوگو! جو زبان سے تو اسلام لے آئے ہو، مگر تمھارے دلوں تک ابھی ایمان کی رسائی نہیں ہوئی، مسلمانوں کو اذیت پہنچاؤ نہ ان کی پوشیدہ باتوں کی ٹوہ لگاؤ۔ جس نے کسی مسلمان بھائی کے پردے کی باتوں کی ٹوہ لگائی، اللہ اس کی پردے کی باتوں کی ٹوہ لگاتا ہے اور جس کی پردہ دری اللہ کرنا چاہے وہ اسے رسوا کر دیتا ہے، چاہے وہ اپنے گھر کے اندر ہی کیوں نہ بیٹھا ہوا ہو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

« لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ یُرَوِّعَ مُسْلِماً »[3]

''کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو خوفزدہ اور ہراساں کرے۔''

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٤٦٨٦)

[2] سنن الترمذي، رقم الحدیث (١٩٥٥) صحیح ابن حبان، رقم الحدیث (٥٧٦٣)

[3] مسند أحمد، رقم الحدیث (٢٣٥٦٤) سنن أبي داود، رقم الحدیث (٥٠٠٤)

Marfat.com

نیز فرمایا ہے:

«سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ» [1]

''مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔''

اور فرمایا ہے:

«أَيُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ أَكْفَرَ رَجُلًا مُسْلِمًا، فَإِنْ كَانَ كَافِرًا وَإِلَّا كَانَ هُوَ الْكَافِرُ» [2]

''اگر کسی نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو اگر وہ کافر ہوگا تو ٹھیک ہے ورنہ وہ (کہنے والا) خود کافر ہوگا۔''

مسلمانو! ہمہ تن گوش ہو کر سنو کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ» [3]

''کسی مسلمان کے قتل سے پوری دنیا کی بربادی اللہ کے نزدیک ہلکی چیز ہے۔''

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرو، اس کے رسول ﷺ کے اوامر کی اطاعت کرو اور اس کی منہیات سے اجتناب کرو، تمھیں خوشگوار زندگی اور سعادت بردوش انجام حاصل ہوگا۔

صیہونی دہشت گردی:

مسلمانو! آج مسلمانوں کو مختلف ممالک میں کشت و خون، جرائم اور مصائب و مشکلات کی تجربہ گاہ بنا لیا گیا ہے اور انھیں گہرے زخموں سے دو چار کیا جا رہا ہے، خصوصاً عہد و امانت سے عاری صیہونی و یہودی قوم نے فلسطین میں مسلمانوں کو اپنے ظلم و ستم، جبر و استبداد، گھیراو جلاو اور ارہاب و دہشت گردی کا نشانہ اور قتل و غارت کے لیے تختۂ مشق بنا رکھا ہے۔ وہ پوری دنیا کی نظروں کے سامنے مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو قتل کرتے ہیں اور نسل کشی کے در پے ہیں، انھوں

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٧) [تاہم علامہ ابن عثیمین نے «من لم يهتم بأمر المسلمين فليس منهم» کو اپنی کتاب ''الصحوة الإسلامية'' (ص: ١١٢) میں نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ لوگوں کے مابین مشہور و معروف احادیث میں سے ہے اور اس کے الفاظ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہیں یا نہیں، میں نہیں جانتا، البتہ اس کا معنیٰ صحیح ہے۔ (ابو عدنان)]

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٠٦٧) نیز دیکھیں: صحيح البخاري، برقم (٥٦٣٩) صحيح مسلم، برقم (٩٢)

[3] سنن الترمذي، رقم الحديث (١٣١٥) سنن النسائي، رقم الحديث (٣٩٢٢)

Marfat.com

نے مسلمانوں کو جسمانی ونفسیاتی اذیتیں پہنچانے کا وہ بھیانک سلسلہ شروع کر رکھا ہے، جس کی پوری تاریخ انسانی میں مثال نہیں ملتی اور اس سلسلے میں وہ تمام عالمی معاہدات کی کوئی پروا نہیں کر رہے۔

اس وحشیانہ دہشت گردی کا خاتمہ کرنے والے کہاں ہیں؟ عدل و انصاف کے جھوٹے نعرے لگانے والو! فلسطینیوں سے متعلق تمھارا عدل و انصاف کہاں ہے؟ تہذیب وتمدن، امن وسلامتی، حریت و آزادی اور ترقی کے کھوکھلے نعرے لگانے والے اس وقت کہاں ہیں؟ جنھیں ہم صرف اسی وقت ہی دیکھتے ہیں، جب کبھی یہودیوں یا ان کے حلیفوں کو کہیں تکلیف پہنچتی ہے۔

اللہ والو! جب مسلمانوں کے کشتوں کے پشتے لگائے جا رہے ہوں، عورتیں بیوہ کی جا رہی ہوں، ان کے بچے یتیم کیے جا رہے ہوں، قیدیوں کو بیڑیاں پہنائی گئی ہوں اور مسلمانوں کے گھروں کو مسمار کیا جا رہا ہو تو کسی بھی جگہ کے مسلمان کیسے سکون اور چین کے ساتھ رہ سکتے ہیں؟

اسبابِ زوالِ امت کا علاج:

مسلمانو! اگر امتِ اسلامیہ اپنے نفسوں اور خواہشات پر قابو پالے، اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں شریعتِ اسلامیہ کو نافذ کرلے اور اس کے تمام افراد اپنے خالق و مالک کے دین پر ڈٹ جائیں تو وہ اپنے دشمن پر فتح ونصرت پالیں گے، اللہ کا کلمہ بلند ہوگا، ان کی نعمت وعزت کو دوام ملے گا، ان کی طاقت وقوت میں اضافہ ہوگا اور ان کی وہ کمزوری اور وہن دور ہو جائے گا، جس کی خبر دیتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

« يُوشِكُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمُ الْأُمَمُ مِنْ كُلِّ أُفُقٍ، كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ عَلَى قَصْعَتِهَا » قالوا: يا رسول الله ﷺ، أَمِنْ قِلَّةٍ بِنَا يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: « أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلٰكِنْ تَكُونُونَ غُثَاءً كَغُثَاءِ السَّيْلِ، يَنْتَزِعُ الْمَهَابَةَ مِنْ عَدُوِّكُمْ، وَيَجْعَلُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهَنَ » قَالُوا: وَمَا الْوَهَنُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ «حُبُّ الْحَيَاةِ وَ كَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ»[1]

''عن قریب دوسری قومیں تم پر یوں ٹوٹ پڑیں گی، جیسے بھوکے لوگ کھانے کے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔'' صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم لوگ اس وقت کم تعداد میں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ تم اس وقت بہت زیادہ ہوگے،

---

[1] مسند أحمد، رقم الحديث (٢٢٣٩٧) سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٧٤٥)

Marfat.com

لیکن تمھاری حالت سیلاب کے جھاگ کی طرح ہوگی۔ دشمن کے دلوں سے تمھاری ہیبت اور رعب داب ختم ہو چکا ہوگا اور تمھارے دلوں میں ''وہن'' آ چکا ہوگا۔'' صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ''وہن'' کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''زندگی سے محبت اور موت سے نفرت!''

اگر امت نے یہ کام نہ کیا تو وہ خطرے میں ہے اور اسے اللہ کی اس وعید کو بھی بھگتنا پڑے گا، جو اس نے اپنے اس ارشاد میں بیان فرمائی ہے:

﴿ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴾ [محمد: ٣٨]

''اگر تم پھر گئے تو اللہ تمھاری جگہ دوسری امت لے آئے گا جو تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾

[المائدة: ٥٤]

''اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت کرتی ہوگی، وہ مسلمانوں کے لیے نرم دل اور کفار پر سخت ہوں گے، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا بھی نہیں کریں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے دیتا ہے، اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور زبردست علم والا ہے۔''

مسلمانو! مسلمانوں میں یکساں شعور کا پایا جانا ایک واجب امر ہے، جو دوسروں کی مدد و نصرت، عطف و کرم اور شفقت و مہربانی کا باعث بنتا اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے احسان، ایثار و قربانی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر ابھارتا اور اپنے مسلمان بھائیوں کے معاملات و مسائل میں دلچسپی لینے کا داعیہ پیدا کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَنْ أَصْبَحَ وَلَمْ يَهْتَمَّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ))[1]

---

[1] المستدرك للحاكم (٤/ ٣٢٠) امام ذہبی رحمہ اللہ اس کی سند میں دو راویوں ''اسحاق بن بشر'' اور ''مقاتل بن سلیمان'' کے بارے میں فرماتے ہیں: لیسا بثقتین ولا صادقین'' نیز دیکھیں: السلسلة الضعيفة، رقم الحديث (٣١٠)

Marfat.com

''جس نے صبح اس حال میں کی کہ وہ مسلمانوں کے معاملات و مسائل میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا تو وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔''

اللہ کو سب سے پسندیدہ بات یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کے دل کے لیے سرور وخوشی کا سامان کرے یا اس کی کوئی مشکل دور کرے یا اس کی بھوک مٹائے یا اس کا قرض چکائے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ»[1]

''جس نے اپنے مسلمان بھائی کی کوئی دنیاوی مشکل دور کی تو اللہ اس کی قیامت کے دن کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل کرے گا اور جس نے کسی تنگدست اور فقیر پر آسانی کی تو اللہ اس کے لیے دنیا و آخرت میں آسانیاں کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور جو کوئی اپنے کسی بھائی کی مدد کرے گا، اللہ اس کی مدد کرے گا۔''

نیز فرمایا ہے:

«وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ»[2]

''اور جس نے اپنے کسی بھائی کی کوئی حاجت پوری کی، اللہ اس کی حاجت روائی کرے گا۔''

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«عُوْدُوا الْمَرِيْضَ، وَأَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَ فُكُّوا الْعَانِيْ»[3]

''بیمار کی عیادت و مزاج پرسی کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو چھڑاؤ۔''

اور سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا:

''ہم بیمار کی عیادت کریں، جنازے کے پیچھے چلیں، چھینک مار کر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کہنے

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٨٦٧)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٢٦٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٦٧٧)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٩٥٤)

Marfat.com

والے کو ''یَرْحَمُكَ اللّٰه'' کہیں، قسم کھالینے والے کی قسم کو پورا کریں، مظلوم کی مدد کریں، دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کریں اور سلام کو عام کریں۔''[1]

نیز فرمایا ہے:

«لَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَشَاتَمُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا»[2]

مسلمانو! ''باہم قطع تعلقی نہ کرو، ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے باتیں (غیبت) نہ کرو، باہم بغض نہ رکھو، دلوں میں حسد رکھو نہ گالی گلوچ کرو، بلکہ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔''

ایک بار فرمایا:

«وَالْمُسْتَبَّانِ شَيْطَانَانِ يَتَهَاتَرَانِ وَ يَتَكَاذَبَانِ»[3]

''باہم گالی گلوچ کرنے والے دونوں ہی شیطان ہیں، وہ دونوں بری باتیں زبان سے نکالتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔''

«اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِئِ حَتّٰى يَعْتَدِيَ الْمَظْلُوْمُ»[4]

''باہم گالی گلوچ کرنے والے دونوں میں سے جس نے ابتدا کی دونوں کا گناہ اسی پر ہوگا، جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔''

مسلمانو! صحیح عزم اور پختہ ارادوں سے فلاح و نجات کی صبح روشن ہوتی ہے، صرف امیدوں سے کامیابیاں اور محض تمناؤں سے نجات نہیں ملتی، سستی سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، یہ دنیا آمد و رفت کا میلہ ہے، یہاں کسی کو حیاتِ جاوداں ملے، یہ انتہائی محال ہے۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

ارشادِ الٰہی ہے:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١١٨٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٠٦٦)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٦٠٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٦٤٨)

[3] مسند أحمد، رقم الحديث (١٧٤٨٣) الأدب المفرد، رقم الحديث (٤٢٧)

[4] صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٦٨٨)

Marfat.com

﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ لَا يَغُرَّنَّكُم بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ [لقمان: ٣٣]

”دیکھو! تمھیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ دھوکے باز (شیطان) تمھیں دھوکے میں ڈالے۔“

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

دینِ رحمت

امام و خطیب: فضیلة الشیخ **علی عبد الرحمن الحذیفي** حفظہ اللہ

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! زندگی کے کچھ قواعد اور اصول ہوتے ہیں، جن پر اس کی بنیاد ہے، ان بنیادی اصولوں اور صفاتِ کریمہ میں سے ایک صفتِ رحم و کرم بھی ہے، جس سے زندگی سعادت مند ہوتی اور مخلوق اس سے بہرہ ور ہوتی ہے۔ رحم و کرم ایسی اخلاقی صفت اور اعلیٰ وصف ہے، جو صرف سعادت مند لوگوں کے حصے میں آتا ہے۔ بدبخت ہیں وہ لوگ جو اس سے محروم ہوتے ہیں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

«إِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً فِي الْأَرْضِ، فَبِهَا يَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ، حَتّٰى إِنَّ الْفَرَسَ لَتَرْفَعُ حَافِرَهَا، وَالنَّاقَةُ لَتَرْفَعُ خُفَّهَا مَخَافَةَ أَنْ تُصِيبَ وَلَدَهَا، وَأَمْسَكَ تِسْعَةً وَّتِسْعِينَ رَحْمَةً عِنْدَهُ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ»[1]

''اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے صرف ایک اس نے زمین پر اتاری ہے، اسی کی وجہ سے پوری مخلوق باہم رحم و کرم کا سلوک کرتی ہے حتی کہ گھوڑا اپنا کھر اور اونٹنی اپنا پاؤں دیکھ بھال کر رکھتی ہے، تاکہ کہیں وہ اس کے بچے پر نہ آ جائے۔ باقی ننانوے رحمتیں اللہ نے قیامت کے دن کے لیے اپنے پاس روک کر رکھی ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفتِ رحمت بھی ہے، جیسی اس کے جلال و شان کے لائق ہے۔ یہی صفت مخلوق میں صفتِ کمال ہے، جس کی وجہ سے وہ آپس میں رحم و کرم کا معاملہ کرتی ہیں۔ قوی اور طاقتور شخص ضعیف و کمزور پر شفقت کرتا ہے اور اسے نفع پہنچانے اور اس سے شر کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠٠٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧٥٢)

Marfat.com

اسلامی تعلیمات میں رحم و کرم:

صفتِ رحمت انسان کی فطرت میں شامل ہے، مگر گناہوں کی وجہ سے یہ صفت بدل کر قسوت اور سنگدلی کا روپ دھار لیتی ہے۔ اسلام نے تمام مسلمانوں پر واجب کیا ہے کہ وہ اس صفتِ جمیلہ کے زیور سے آراستہ اور مزین ہوں، کیونکہ اسلام دینِ رحمت ہے، اس کی تمام تعلیمات ہی خیر و عدل، حق و سلامتی، امن و امان اور اللہ کے لیے عبودیت و بندگی کے جذبات پیدا کرنے کا کام کرتی ہیں، اسی طرح اسلامی تعلیمات باطل کی کمر توڑنے اور شرک کی جڑ کاٹنے والی ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے:

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأنبياء: ١٠٧]

”(اے میرے نبی!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ»[1]

”رحم کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے، تم اہلِ زمین پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔“

؎ رحم کرو تم اہلِ زمین پر
خدا مہربان ہوگا عرشِ بریں پر

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَّا يَرْحَمُ النَّاسَ، لَا يَرْحَمُهُ اللّٰهُ»[2]

”جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔“

مسند احمد میں بھی یہ حدیث سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لیکن اس میں یہ اضافی کلمات بھی موجود ہیں:

«مَنْ لَّا يَغْفِرُ لَا يُغْفَرُ لَهُ»[3]

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٩٤١) سنن الترمذي، رقم الحديث (١٩٢٤)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٣٧٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٣١٩)

[3] مسند أحمد، رقم الحديث (١٩٢٤٤)

Marfat.com

''جو کسی کی غلطی معاف نہیں کرتا، اس کے گناہ بھی نہیں بخشے جائیں گے۔''

ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

« مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى »[1]

''باہم پیار و محبت، رحم و کرم اور شفقت و رافت میں مومنوں کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک جسم ہے کہ اگر اس کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم ہی بے چینی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''

اسلام نے ہر چھوٹے بڑے اور کمزور پر رحم و کرم کرنے اور ترس کھانے کی تعلیم دی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوَقِّرِ الْكَبِيرَ، وَيَرْحَمِ الصَّغِيرَ، وَيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ، وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ »[2]

''جس نے اپنے سے بڑے کی عزت و توقیر نہ کی اور اپنے سے چھوٹے پر رحمت و شفقت نہ کی، نیکی کا حکم نہ دیا اور برائی سے منع نہ کیا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا: آپ لوگ تو بچوں کو چومتے ہیں، ہم تو ایسا نہیں کرتے! یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

« أَوَ أَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِنْ قَلْبِكَ؟! »[3]

''یہ بات میرے اختیار میں تو نہیں کہ اللہ نے تمھارے دل سے رحمت نکال رکھی ہے!!''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

« لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ إِلَّا مِنْ شَقِيٍّ »[4]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠١١) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٥٨٦)

[2] مسند أحمد، رقم الحديث (٢٣٢٩) سنن الترمذي، رقم الحديث (١٩٢١) اس کی سند میں 'لیث بن ابی سلیم' راوی ضعیف ہے، البتہ اس حدیث کے یہ الفاظ: ''ليس منا من لم يوقر الكبير ويرحم الصغير'' دیگر شواہد کی بنا پر صحیح ہیں۔ دیکھیں: سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٩٤٣) سنن الترمذي، رقم الحديث (١٩١٩)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٩٩٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٣١٧)

[4] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٩٤٢) سنن الترمذي، رقم الحديث (١٩٢٣)

Marfat.com

''سنگدل شخص کے سوا کسی کے دل سے رحمت نہیں چھینی جاتی۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لَا يُعْطِي عَلٰى سِوَاهُ)) [1]

''اللہ نرم ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور جو کچھ وہ نرمی پر دیتا ہے وہ سختی پر نہیں دیتا، بلکہ کسی بھی دوسرے طریقے سے نہیں دیتا۔''

جانوروں سے رحم و کرم:

یہ رحم و کرم کی صفت اور اسے اپنانے کا تعلق صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں، بلکہ اسلام تو دینِ رحمت، عدل و انصاف اور امن و سلامتی کا دین ہے۔ اس نے اپنے ماننے والوں کو انسان و حیوان دونوں کے ساتھ رحم و کرم کا رویہ اپنانے کی تلقین کی ہے، چنانچہ مسند احمد وغیرہ میں سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک اونٹ نے آپ ﷺ کو دیکھتے ہی بلبلانا شروع کر دیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ نبی اکرم ﷺ اس اونٹ کے پاس گئے، اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا، اس سے پیار کیا اور تھپتھپایا تو وہ پرسکون ہوگیا اور اس نے بلبلانا بند کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا:

((مَنْ رَّبُّ هٰذَا الْجَمَلِ)) ''یہ اونٹ کس کا ہے؟''

ایک انصاری نوجوان آیا اور اس نے عرض کی کہ اس کا مالک میں ہوں۔ نبی مکرم ﷺ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((أَفَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ فِي هٰذِهِ الْبَهِيمَةِ الَّتِي مَلَّكَكَ اللّٰهُ إِيَّاهَا؟! فَإِنَّهُ شَكٰى إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيعُهُ وَ تُدْئِبُهُ)) [2]

''تم اس جانور کے معاملے میں اللہ سے نہیں ڈرتے، جس کا اللہ نے تمھیں مالک بنایا ہے؟ اس اونٹ نے یہ شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور کام زیادہ لیتے ہو۔''

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٥٩٣)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٥٤٩)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو بھی اونٹ کی بولی سکھلا دی، جس طرح کہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تمام جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سکھلائی تھیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، آپ ﷺ کسی ضرورت سے ایک طرف چلے گئے، ہم نے ایک چڑیا دیکھی، جس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے، ہم نے اس کے بچے اٹھا لیے تو اس نے ہمارے سروں پر پھڑ پھڑانا شروع کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو چڑیا کو ہمارے سروں پر پھڑ پھڑاتے دیکھ کر فرمایا:

((مَنْ فَجَعَ هٰذِهِ بِوَلَدِيهَا؟ رُدُّوا وَلَدَيهَا إِلَيهَا)) وَرَأَى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا فَقَالَ: ((مَنْ حَرَّقَ هٰذِهِ؟)) قُلْنَا: نَحْنُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: ((إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ))[1]

''اس چڑیا کے بچے اٹھا کر اسے کس نے ستایا ہے؟ اس کے بچے اسے واپس کر دو۔'' پھر نبی اکرم ﷺ نے چیونٹیوں کا ایک گھروندا دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''اسے کس نے جلایا ہے؟'' ہم نے عرض کی کہ ہم نے جلایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لائق نہیں کہ وہ آگ کے ساتھ کسی کو عذاب دے۔''

صحیح بخاری و مسلم میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيهِ الرُّوْحُ غَرَضًا))[2]

''جس نے کسی جاندار کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کی، اس پر نبی اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔''

سیدنا شرید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((مَنْ قَتَلَ عُصْفُوْرًا عَبَثًا، عَجَّ إِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُوْلُ: يَا رَبِّ إِنَّ فُلَانًا قَتَلَنِي عَبَثًا، وَلَمْ يَقْتُلْنِي مَنْفَعَةً))[3]

---

(1) سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٦٧٥)

(2) صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٥١٥)

(3) مسند أحمد، رقم الحديث (١٩٤٧٠) سنن النسائي، رقم الحديث (٤٤٤٦) اس کی سند میں ''صالح بن دینار جعفی'' ضعیف ہے۔

Marfat.com

”جس نے بلا وجہ کسی چڑیا کو مار دیا، وہ قیامت کے دن اللہ کے حضور فریاد کرے گی اور کہے گی کہ اے اللہ! اس نے مجھے کسی منفعت وضرورت کے بغیر بلا وجہ ہی کیوں قتل کر دیا تھا؟“

کافروں سے حسنِ سلوک:

اسلامی تعلیمات میں رحم و کرم کی ترغیب و تربیت کا تو یہ عالم ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو اس بات کا بھی حکم دے رکھا ہے کہ مسلمان تو مسلمان، کسی غیر مسلم پر بھی ظلم و زیادتی نہ کرو، چنانچہ سیدنا ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کا گزر شام میں ایسے غیر مسلموں پر سے ہوا، جنھیں جزیہ نہ دینے کی پاداش میں باندھ رکھا گیا تھا، سیدنا ہشام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

« إِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا »

”جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں اللہ ان کو عذاب دے گا۔“

پھر وہ شام کے گورنر کے پاس گئے اور ان سے اس سلسلے میں بات کی تو اس نے انھیں کھول دینے کا حکم دے دیا۔[1]

دورِ حاضر کی ضرورت:

آج دنیا ان تعلیمات کی کتنی ضرورت مند و محتاج ہے اور لوگوں کو ان اسلامی اخلاق و عاداتِ عالیہ کی کتنی احتیاج ہے؟ جن سے مظلوموں اور ستم رسیدہ لوگوں کے زخم بھرتے ہیں اور یہ مغلوب وضعیف لوگوں کی ہمدردی کا باعث ہوتی ہیں، خاص طور پر دورِ حاضر میں تو اس عادتِ جمیلہ کی شدید ضرورت ہے، جبکہ ہر طرف سے بچوں کی چیخیں، بیواؤں اور بے کسوں کی سسکیاں اور بوڑھوں کے کراہنے اور آہیں بھرنے کی آوازیں آ رہی ہیں، آج کل جبکہ صرف طاقت و قوت کی زبان ہی سمجھی جاتی ہے، ایسے حالات میں ان اقدار و عادات کی انتہائی سخت ضرورت ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾

[الأحزاب: ۷۰، ۷۱]

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۶۱۳)

Marfat.com

''اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سیدھی بات کہو، اللہ تمھارے اعمال سدھار دے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا، جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وہ بہت بڑی کامیابی پا گیا۔''

کرے کوئی اور بھرے کوئی:

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسلامی قانون و شریعت میں اس کے عدل و انصاف کے تقاضوں میں سے ہے کہ ہر شخص خود ہی اپنے قول و فعل اور گناہ و خطا کا ذمے دار ہے، کسی ایک کا گناہ کسی دوسرے پر لادا جا سکتا ہے نہ کوئی شخص کسی دوسرے کے فعل کا جواب دہ ہے۔ جو کرے گا وہی بھرے گا، کسی کے گناہ کا مؤاخذہ اس کے رشتے دار سے نہیں کیا جا سکتا اور نہ کسی فردِ واحد کے جرم کی پاداش میں پورے قبیلے کو سزا دی جا سکتی ہے، یہ اسلامی نظام دنیا میں ہے اور یہی آخرت میں بھی رائج ہوگا، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا یُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ﴾ [الفاطر: ۱۸]

''کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اگر کوئی گراں بار کسی دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے بلائے گا تو وہ اس سے کچھ بھی نہیں اٹھائے گا، گو وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔''

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی ۝ وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی ۝ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۝ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝ وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ۝ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ﴾ [النجم: ۳۶ تا ۴۱]

''کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی، جو موسیٰ اور وفادار ابراہیم کے صحیفوں میں تھی کہ کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے، جس کی کوشش خود اس نے کی، اور یہ کہ بیشک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی، پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔''

Marfat.com

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَ مَنْ يَكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴾

[النساء: ١١١]

''اور جو گناہ کرتا ہے، اس کا بوجھ اسی پر ہے اور اللہ بہ خوبی جاننے والا اور پوری حکمت والا ہے۔''

مغربی ذرائع اِبلاغ کی یلغار:

آج کل بعض خودغرض مغربی ذرائع اِبلاغ بڑی شدت کے ساتھ سعودی عرب کے خلاف یلغار کیے ہوئے ہیں، درندگی بردوش حملے کیے جا رہے ہیں، انتہائی گھٹیا الزامات کی بوچھاڑ کی جا رہی ہے اور کھلے عام حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کیا جا رہا ہے، پھر انھی کی بنیاد پر جھوٹے الزامات لگائے جا رہے ہیں۔ اس ساری یلغار سے ان کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کو نشانہ بنانا ہے، وہ مشرق میں ہیں یا مغرب میں، اس سے انھیں کوئی غرض نہیں۔ ان ذرائع اِبلاغ نے اسلام کی بے ادبی اور مسلمانوں کی توہین کا ارتکاب بڑے تسلسل سے شروع کر رکھا ہے اور مسلمانوں کے جذبات سے کھیل رہے ہیں۔ یہ ذرائع اِبلاغ اپنی اصل ذمے داری سے ہٹ چکے ہیں، اور آنکھوں دیکھے حقائق میں تغیر و تبدل کر رہے ہیں۔

سعودی حکومت اور حرمین شریفین کی تمام نیکیوں کو گناہ بنا بنا کر پیش کر رہے ہیں، فلاح و بہبود کے خیراتی امور، انسانی امداد اور مسلمانوں کے مشکل حالات و آفات میں خیر سگالی کے جذبات اور تعاون جن پر ان لوگوں کو سعودی عرب کا شکر گزار اور مدح سرا ہونا چاہیے، الٹا انھوں نے ان امورِ خیر و بر کو بھی گناہ بنا دیا ہے اور لوگوں کے دلوں میں زہر بھرنا شروع کر رکھا ہے، ایسی ایسی تہمتیں اور الزامات سعودی عرب پر لگائے جا رہے ہیں جن کے بارے میں دنیا جانتی ہے کہ سعودیہ ان سے بالکل بَری ہے، لیکن جب یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ صرف اسلام اور مسلمانوں کی تصویر کو لوگوں کے سامنے خراب کرنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا چاہتے ہیں تو تعجب کم ہو جاتا ہے، جبکہ حسد و حقد تو انھیں اس سے بھی زیادہ پر آمادہ کرتا رہتا ہے، چنانچہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے:

Marfat.com

﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَکْبَرُ﴾ [آل عمران: ۱۱۸]

''ان کی عداوت تو خود ان کی زبانوں سے بھی ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے، وہ اس سے بہت زیادہ ہے۔''

ان مغربی ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ عقل و ہوش کے ناخن لیں، اسلام پر طعن و تشنیع سے باز رہیں، مسلمانوں کے جذبات کو بلاوجہ ٹھیس پہنچانے کے رویے کو ترک کر دیں اور خواہشات کی پیروی سے ہٹ کر پوری غیر جانبداری اور شفافیت سے حقائق کو دیکھیں۔

عام مسلمانوں کی ذمے داری:

بعض حوادث اور آفات و مصائب کے بارے میں قیل و قال عام ہو جاتی ہے اور ہمیں شریعتِ اسلامیہ نے یہ حکم دے رکھا ہے کہ فتنوں کے موقع پر ہم اپنی زبانوں اور ہاتھوں کو اپنے کنٹرول میں رکھیں، آپس میں ایک دوسرے کی غیبت کرنے اور چغلی کھانے سے گریز کریں، حکام و امرا اور علما پر تنقید کے تیر نہ پھینکیں، بلکہ جہاں تک ممکن ہو ان کے لیے دعائیں کریں، کیونکہ ان کی صلاح و فلاح ہی میں عوام الناس کی صلاح و فلاح ہے۔ حکام شریعتِ اسلامیہ کے نفاذ اور علما تبلیغِ شریعت کے لیے کوشاں رہیں، اگر لوگ حکام پر تنقید کریں گے تو سرکشی و نافرمانی بڑھے گی اور سلطانِ وقت کی خفت ہوگی، اسی طرح جب لوگ علمائے کرام پر تنقید کریں گے تو علما پر سے اعتماد اٹھ جائے گا اور وہ جس شریعت کی خدمت و تبلیغ کرتے ہیں، وہ بھی مقامِ ثقاہت سے گر جائے گی، ان امور میں اتنے دینی و دنیوی مفاسد پائے جاتے ہیں جنھیں اللہ کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ اللہ نے حکام و علما کے ساتھ عوام کے بے شمار دینی و دنیاوی مفادات وابستہ کر رکھے ہیں۔

سعودی عرب میں، اہل وطن اور غیر ملکی سبھی لوگوں کے حقوق شریعتِ اسلامیہ کے سائے میں دنیا کے کسی بھی دوسرے ملک سے زیادہ محفوظ ہیں، لہٰذا اللہ کی اطاعت کر کے اور گناہوں سے کنارہ کش ہو کر ان نعمتوں کو اپنے لیے دائمی کر لو، اور حق کی راہ میں مددگار بنو، ہر حال میں باہم بھائی بھائی بن کر رہو اور گناہوں سے ہر ممکن طریقے سے بچو، کیونکہ ہر قسم کے شر و برائی کا سبب یہی گناہ ہیں اور دنیا و آخرت کی سزاؤں اور مشکلات و مصائب کا باعث بھی یہی ہیں، لہٰذا انھیں ترک کرو اور اطاعت کے رنگ میں شکر گزار بنو، شکر گزاروں پر نعمتیں زیادہ کرنے کا اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے، جیسا

Marfat.com

کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ [إبراهيم: ٧]

''اور جب تمھارے رب نے (تم کو) آگاہ کیا کہ اگر شکر کرو گے تو میں تمھیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) سخت ہے۔''

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

فتنوں سے نجات کی راہیں اور استقبالِ رمضان

امام و خطیب: فضيلة الشيخ عبدالباری الثبيتی ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

پیشین گوئیاں:

نبی اکرم ﷺ نے یہ پیش گوئی فرمائی تھی کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ بڑے بڑے فتنے ظہور پذیر ہوں گے اور ایمان ڈگمگا جائے گا، یہاں تک کہ ایک آدمی صبح مسلمان ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا، شام کو مومن ہوگا اور دن چڑھنے تک کافر ہو جائے گا، جب بھی کوئی فتنہ ظاہر ہوگا۔ تو مومن کہے گا: یہ میری ہلاکت کا سبب ہوگا، پھر دوسرا فتنہ ظاہر ہوگا، اور وہ کہے گا کہ یہ ہے، یہ ہے (جو باعث ہلاکت ہوگا) اور قیامت آجانے تک فتنوں کے ظہور کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔[1]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کا اہتمام:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فتنوں کے بارے میں خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے، وہ اپنے بارے میں خود کہا کرتے تھے:

> ''نبی مکرم ﷺ کے صحابہ خیر و بھلائی کے بارے میں سوالات کیا کرتے تھے، جبکہ میں شر وفتن کے بارے میں پوچھا کرتا تھا تا کہ ان سے بچا جا سکے۔''[2]

فتنوں کا دور:

ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں، جس میں فتنوں کی موجیں ٹھاٹھیں مار رہی ہیں، عجیب وغریب حالات میں اپنے رنگ بدل رہی ہیں، فتنے اور مصائب و مشکلات یکے بعد دیگرے چلی آ رہی ہیں،

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٨٤٤)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٠٨٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٨٤٧)

Marfat.com

تغیراتِ زمانہ ایسے رونما ہو رہے ہیں کہ عقائد و افکار اور اخلاقی اقدار کو ملوث کر رہے ہیں، قوم بد سے بدترین فتنوں میں مبتلا ہوتی چلی جا رہی ہے، لوگ ایک فتنے کو بہت بڑا قرار دے رہے ہوتے ہیں کہ اتنے میں اس سے بھی بڑا فتنہ رونما ہو جاتا ہے۔ کبھی خواہشاتِ نفس کو جلا کر رکھ دینے والے فتنے ہیں تو کبھی شکوک و شبہات کے گمراہ کر دینے والے فتنے ہیں، اسی طرح مختلف مسالک و مذاہب کے لوگوں کے اختلافات و آرا کے بھی فتنے پھیلتے جا رہے ہیں۔

فتنوں کا نشانہ:

دورِ حاضر کے فتنے صرف لوگوں کے اجسام ہی سے نہیں کھیلتے بلکہ ان کے افکار کو بھی تہ و بالا کر کے رکھ دیتے ہیں، بلکہ آج کل کے فتنوں میں خاص بات ہی یہ ہے کہ وہ افکار و حقائق کو متاثر کرنے والے فتنے ہیں۔ فتنوں کے اس جھکڑ میں آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ ان کی حالت ان سوکھے ہوئے پتوں کی سی ہے، جن کو تیز ہوائیں۔ آسانی سے اِدھر اُدھر اڑائے لیے جاتی ہیں۔ جی ہاں! فتنے کچھ لوگوں کو واقعتاً شکار کر لیتے ہیں، چنانچہ امام ابن ہبیرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''خواہشاتِ نفس کے بھڑکنے کے وقت عقلوں کے چلے جانے کے فتنے سے ڈرتے رہو۔''[1]

فتنوں سے اجتناب:

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''فتنوں سے بچو۔ کوئی شخص بھی ان میں جھانکنے کی کوشش نہ کرے، جس شخص نے ان میں جھانکنے کی جسارت کی وہ اسے یوں برباد کر دیں گے، جیسے سیلاب کا پانی خس و خاشاک اور گھاس پھوس کے تنکوں کو اپنے ساتھ بہا لے جاتا ہے۔''[2]

فتنوں کے اسباب:

اللہ رب العزت نے امتِ مسلمہ کو تنبیہ کی ہے کہ اگر اس نے اپنے رب العزت اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کی اور اپنی شریعت سے دور ہوئے، تو اللہ تعالیٰ انھیں فتنوں میں مبتلا کر دے گا، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

---

[1] صلاح الأمة في علو الأمة (٦/ ٣٩٠)

[2] حلية الأولياء (١/ ٢٧٣) الفتن لنعيم بن حماد (١/ ١٤٠)

Marfat.com

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النور: ٦٣]

''جو لوگ حکم رسول ﷺ کی خلاف ورزی کرتے ہیں، انھیں اس بات سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انھیں کوئی دردناک عذاب نہ گھیر لے۔''

اس آیت میں مذکور فتنہ و آفت عام ہے، جو سزا کی مختلف اقسام پر مشتمل ہے، جیسے باہم قتل و غارت پھیل جانا، زلزلے رونما ہونا، آتش فشاں پہاڑوں کا لاوے اگلنا، کسی ظالم حاکم کا ان پر حکمران بن جانا، مختلف بیماریوں کا پھیل جانا، فقر و فاقے اور تنگ دستی کا گھیر لینا اور حالاتِ زندگی کا مشکل و تنگ ہو جانا وغیرہ۔

فتنوں کا پھیلاؤ:

جب یہ فتنہ بپا ہوتا ہے تو یہ سب کو لپیٹ لیتا ہے، کسی کو نہیں چھوڑتا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ [الأنفال: ٢٥]

''اور تم ایسے فتنے کے وبال سے بچو جو خاص کر ان ہی لوگوں پر واقع نہیں ہوگا، جو ان میں سے گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔''

مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''فتنے سے ڈرو، اگر یہ رونما ہوا تو اس کا شکار صرف ظالم لوگ ہی نہیں ہوں گے، بلکہ یہ تم سب کو اپنے گھیرے میں لے لے گا اور ہر نیک و بد کو مبتلا کرے گا۔''

بدکاروں اور ظالموں کے لیے تو یہ ان کے گناہوں کی سزا ہو گا اور نیک لوگوں کو یہ اس لیے دھر لے گا کہ وہ گناہ ہوتے دیکھتے تھے، مگر خاموش تماشائی بنے رہے، انھوں نے ظالم کے ظلم کا سدباب کیا نہ اس کے خلاف آواز اٹھائی اور نہ اس پر انکار کیا۔

فتنے انتہائی خطرناک ہوتے ہیں، ان کا شر بہت پھیل جاتا ہے۔ یہ کھیتی اور نسل کو تباہ کر دیتے ہیں، خشک و تر سب کو خاکستر کر دیتے ہیں، اہلِ عقل و دانش کو مبہوت و متحیر کر دیتے ہیں، عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دیتے ہیں، خون کی ندیاں بہا دیتے ہیں۔ جن معاشروں میں یہ رونما ہو جاتے ہیں، وہاں ہلاکتیں، بربادیاں اور مصائب و مشکلات عام کر دیتے ہیں، یہ فتنے ایسی آگ ہیں کہ جن

Marfat.com

کا ایندھن انسانی اور غیر انسانی جانیں اور مال ہوتے ہیں اور ان لوگوں کا انجام بہت برا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔

خطرناک فتنے:

سب سے خطرناک اور بڑے فتنے وہ ہوتے ہیں جو دین میں واقع ہوں۔ انسان اپنے سامنے کئی شاخوں اور پگڈنڈیوں والے راستے دیکھے اور رنگا رنگ فتنوں میں مبتلا کر دیا جائے، ایسے انسان کا صرف وجدان وشعور ہی متزلزل نہیں ہوتا، بلکہ تمام تر حفاظتی تدابیر کے باوجود وہ انسان کی پوری زندگی ہی کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں اور انسان اپنے معاملے میں متحیر وششدر اور اپنی عاقبت وانجام کے بارے میں خوفزدہ ہو جاتا ہے۔

بعض لوگ فتنوں کے سبب ایک قاتل قسم کی ناامیدی کی حالت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، کچھ لوگ ایسے حالات میں اپنے آپ کو زندگی کے حاشیے میں دفن کر لیتے اور گوشہ نشین ہو جاتے ہیں، کئی لوگوں کے دماغ پر شیطان سوار ہو جاتا ہے اور وہ اپنے آپ پر وبال لے آتے ہیں، یہ سب کچھ کم فہمی کے سبب ہوتا ہے یا جھوٹی خبروں کے پھیلانے کے نتیجے میں، کبھی خواہشات نفس کی پیروی میں، کہیں بصیرت کے اندھاپن میں اور کسی کے یہاں ارادوں کے فساد وبگاڑ کے سبب سے۔ فتنوں کی انھی خطرناکیوں اور ہولناکیوں کے سبب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾ [البقرة: ٢١٧] ''اور فتنہ قتل سے بڑا گناہ ہے۔''

یہی سبب ہے کہ شریعت اسلامیہ نے فتنوں کے بارے میں خصوصی تنبیہ کی ہے اور مسلمانوں کے سامنے واضح نشانات اور سنگ میل لگا دیے ہیں جنھیں دیکھنے سے راہنمائی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ناراض نہیں ہوتا۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فتنہ جب رونما ہو رہا ہوتا ہے تو اسے ہر عالم پہچان سکتا ہے اور جب وہ اپنا کام کر چکا ہوتا ہے، تو پھر اسے ہر جاہل بھی پہچان لیتا ہے۔''[1]

فتنوں کی حکمتیں:

فتنے بھی اس سنتِ الٰہی کا ایک حصہ ہیں، جس میں کوئی تبدیلی نہیں آنے والی، بلکہ وہ جاری وساری

[1] طبقات ابن سعد (٧/ ١٦٦) التاريخ الكبير للبخاري (٤/ ٣٢١) حلية الأولياء (٩/ ٢٤)

Marfat.com

ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ﴾ [العنکبوت:۲]

''کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ انکے صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے، انھیں چھوڑ دیا جائے گا اور وہ آزمایش (فتنوں) میں نہیں ڈالے جائیں گے؟''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے مقدر میں بڑی بڑی حکمتوں کے پیشِ نظر یہ فتنے لکھ رکھے ہیں:

① ان حکمتوں میں سے ایک اہم حکمت یہ ہے کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں مخلص لوگوں کا گروہ الگ کر لیتا ہے، کیونکہ دعوت کے جھنڈے کے نیچے تو ہر سچا، جھوٹا، مخلص اور خود غرض جمع ہو جاتا ہے، جبکہ فتنوں یا آزمایشوں سے لوگوں کے حقائق کا انکشاف ہو جاتا ہے، جسے حق و باطل سے کوئی غرض نہ ہو، بلکہ وہ صرف اپنے اغراض و مقاصد اور ذاتی منفعت ہی کو سب کچھ سمجھتا ہو تو وہ درہم و دینار کا بندہ اور دولت کا پجاری ہے، ایسے لوگ اصول و مبادیات اور امانتوں اور ذمے داریوں کے امین نہیں ہو سکتے۔ آزمایشیں اور فتنے ایسے لوگوں کے دلوں کا میل لوگوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں، تاکہ امت ان کی اصلی حالت دیکھ لے اور انھیں اپنے اندر سے نکال پھینکے۔

② یہ صحیح ہے کہ فتنوں میں تکالیف و مشکلات تو ہوتی ہیں، لیکن ان میں بعض لوگوں میں مردانگی بڑھ جاتی ہے، ان کی ہمت و جرأت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ ضعف و کمزوری کے اسباب کا ادراک کر لیتے ہیں، جس سے ان میں پہلے سے بہت اعلیٰ کردار ادا کرنے کے لیے مزید قوت آ جاتی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [البقرۃ:۲۱۶]

''قریب ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ (درحقیقت) تمھارے لیے بہتر ہو، اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو، جبکہ (حقیقت میں) وہ تمھارے حق میں بری ہو، اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے ہو۔''

③ کتنے لوگ ہوتے ہیں جن کے بارے میں گمان کیا جا رہا ہوتا ہے کہ وہ آزمایش میں ثابت

Marfat.com

قدم رہیں گے، مگر وہ اس پر پورے نہیں اترتے اور کتنے دوسرے لوگ ہوتے ہیں جن کے بارے یہی خیال ہوتا ہے کہ یہ ثابت قدم نہیں رہیں گے، مگر وہ بہادری سے جم کر دکھا دیتے ہیں۔

فتنوں کا سیلاب:

جو شخص فتنوں سے نہیں بچتا اور احتیاط سے کام نہیں لیتا، فتنے اسے اپنے ساتھ یوں بہا کر لے جاتے ہیں جیسے سیلاب خس و خاشاک کو اپنے ساتھ بہا لے جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« سَتَكُونُ فِتَنٌ، اَلْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِيْ، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِيْ، وَمَنْ يُشْرِفُ لَهَا تَسْتَشْرِفُهُ »[1]

''عن قریب فتنے نمودار ہوں گے۔ ان میں بیٹھا ہوا آدمی کھڑے سے بہتر اور کھڑا آدمی چلتے سے بہتر اور چلتا ہوا کچھ کرنے والے سے بہتر ہوگا۔ جو شخص ان فتنوں کی طرف جھانک کر دیکھے گا، وہ اسے بھی دھر لیں گے۔''

یعنی اگر کوئی شخص ان فتنوں کی طرف جھانکے گا اور ان میں سامنے آئے گا تو وہ اسے بھی اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔

فتنوں سے تحفظ کے ذرائع:

مسلمان ان اسباب کی تلاش میں دلچسپی لیتا ہے جو فتنوں کا مقابلہ کرنے میں مدد و معاون ہوں، تاکہ وہ ان کے مقابلے کی تیاری کر سکے اور اپنے آپ کو پھسلنے سے محفوظ کر سکے۔

① تدبرِ قرآن: قرآن کریم سے تعلق فتنوں سے بچاو کے اسباب و ذرائع میں سے ایک اہم ترین ذریعہ ہے۔ مسلمان اپنے پروردگار کی کتاب قرآن کریم کے ساتھ شغف رکھے، اپنے قول و عمل اور اعتقاد میں اسے پیش نظر رکھے، اس کی تعلیم حاصل کرے، دوسروں کو پڑھائے، تلاوت کرتا رہے اور اس کے احکام و معانی پر تدبر و تفکر کرے، کیوں کہ اس میں طلب کرنے والوں کے بچاؤ اور تحفظ کی ضمانت اور چاہنے والوں کے لیے ثابت قدمی کے سارے سامان موجود ہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَ لَا یَشْقٰى﴾ [طٰه: ١٢٣]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٠٨١) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٨٦)

Marfat.com

''پس تمھارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے، تو جو شخص میری ہدایت کا اتباع کرے گا، وہ دنیا میں گمراہ نہیں ہوگا اور نہ موت کے بعد کی زندگی میں تکلیف اٹھائے گا۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ [النحل: ١٠٢]

''آپ کہہ دیجیے کہ اس قرآن کو جبرائیل نے میرے رب کے پاس سے برحق نازل کیا ہے، تاکہ یہ ایمان والوں کو ثابت قدم بنائے۔''

اور ارشاد فرمایا:

﴿ وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ﴾ [هود: ١٢٠]

''اور ہم انبیا کی خبروں میں سے ہر خبر آپ کو اس لیے سناتے ہیں، تاکہ اس کے ذریعے آپ کے دل کو مضبوط کریں۔''

٢ اطاعتِ الٰہی: امت میں رونما ہونے والے فتنوں کو رفع کرنے کے لیے سب سے پہلا ہتھیار ہدایتِ الٰہی کا اتباع ہے، اسی ہدایت کے سائے میں مسلمان اچھی صلاحیت پاتے ہیں اور ان میں عزم و ہمت کا اسلحہ جنم لیتا ہے۔ لا الہ الا اللہ کے جھنڈے تلے ہی امت کا اتحاد و اتفاق وجود میں آتا ہے۔

٣ اتباعِ رسول: اسی طرح فتنوں سے نجات کا تیسرا طریقہ دین کے ہر چھوٹے بڑے، ظاہر و باطن، عقیدہ و اعمال اور حقائق و شریعت کے تمام امور میں نبی اکرم ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت نافذ کرنے میں پنہاں ہے۔ ایسے میں علم و تقویٰ بھی راستے کا نور ہیں، جبکہ ہر سو اندھیرے چھائے ہوئے ہوں اور راستے طرح طرح کے فتنوں میں جکڑے ہوئے ہوں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ﴾ [الأنعام: ١٢٢]

''کیا جو شخص مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ہم نے ایک نور مہیا کر دیا جس کی مدد سے وہ لوگوں میں چلتا ہے، وہ اس آدمی کی مانند ہو سکتا ہے، جو تاریکیوں

Marfat.com

میں گھرا ہوا ہے اور اس سے نکل نہیں سکتا۔“

④ رجوع الی اللہ: بندے میں فتنوں سے بچنے، ان کا مقابلہ کرنے اور انھیں رفع کرنے کی کوئی طاقت نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی مدد و تعاون کے، وہی ثابت قدم رکھنے والا اور وہی معاون و مددگار ہے، اگر اس کا فضل و کرم نہ ہو تو کوئی مسلمان قدم اٹھا سکتا ہے، نہ اٹھایا ہوا قدم رکھ سکتا ہے اور نہ ہی کسی بھلائی پر لحہ بھر کے لیے ثابت و قائم رہ سکتا ہے، لہٰذا فتنوں کے خاتمے کے اسباب و ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع بھی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس کی مدد طلب کرنے کا گہرا شعور رکھتے تھے۔ آپ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے:

«يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلٰی دِيْنِكَ»[1]

”اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔“

نبی اکرم ﷺ خود بھی فتنوں اور آزمایشوں سے اللہ تعالیٰ کی بہ کثرت پناہ مانگا کرتے تھے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس بات کی تاکید کیا کرتے تھے:

«تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ، مَاظَهَرَ وَمَا بَطَنَ»[2]

”ظاہری و باطنی ہر قسم کے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرو۔“

⑤ تزکیۂ نفس: اطاعت و عبادت کے ساتھ تزکیہ و اصلاحِ نفس بھی ثابت قدمی کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا﴾ [النساء: ٦٦]

”اور اگر وہ لوگ وہی کرتے جس کی انھیں نصیحت کی جاتی ہے، تو ان کے لیے زیادہ بہتر اور انھیں دین پر ثابت قدم رکھنے کے لیے زیادہ موثر ہوتا۔“

اعمالِ صالحہ فتنوں سے بچاؤ کا نسخہ ہیں، انھی کے ذریعے مسلمان خوشحالی کے ایام میں خیر و بھلائی کا بیلنس بڑھاتا ہے اور جب فتنے بپا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے انھی اعمال صالحہ کی بدولت بندہ

---

① مسند أحمد (٦/ ٢٩٤) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٥٢٢)

② صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٦٧)

Marfat.com

ان سے نجات پا جاتا ہے، اس بات کی وضاحت نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے:

«بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ مُظْلِمًا، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا، أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا»[1]

''فتنے بپا ہونے سے پہلے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو، وہ فتنے رات کے تاریک ٹکڑوں کی طرح ہوں گے، جن میں ایک شخص صبح مومن ہوگا، مگر رات ہونے تک وہ کافر ہو جائے گا اور ایک آدمی رات کو مومن ہوگا، لیکن دن چڑھنے تک وہ کافر ہو جائے گا، وہ اپنے دین کو دنیا کی خاطر بیچ ڈالے گا۔''

◈ صبر و تقویٰ: کفار کی مکاریوں کا مقابلہ کرنے اور فتنوں سے تحفظ پانے کے لیے قرآن کریم نے صبر و تقویٰ کی تلقین کی ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ [آل عمران: ١٨٦]

''تمھیں یقیناً تمھارے مالوں اور جانوں میں آزمایا جائے گا اور تم یقیناً ان لوگوں کی جانب سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکین کی جانب سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو بے شک یہ ہمت و عزیمت کا کام ہے۔''

◈ اخلاص و للّٰہیت: حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فتنوں سے اخلاص کے سبب نجات دی تھی، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ﴾ [یوسف: ٢٤]

''ایسا اس لیے ہوا تاکہ ہم ان سے برائی و بدکاری کو دور کر دیں، بے شک وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھے، جو مخلص اور برائیوں سے پاک کر دیے گئے تھے۔''

اہلِ کہف کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی اور ان کو محفوظ رکھا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (١١٨)

Marfat.com

کر گئے اور اسی سے انھوں نے التجائیں کیں، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا﴾ [الکهف: ١٠]

''اے ہمارے رب! تو ہمیں اپنی رحمت عطا کر اور ہمیں ہمارے معاملے میں راہِ راست پر رکھ۔''

اللہ تعالیٰ فتنوں سے ہمارا تحفظ اور کفار سے ہمارا دفاع اسی حد تک ہی کرے گا، جس حد تک ہمارا ایمان اور بندگی ہوں گے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾ [الزمر: ٣٦]

''کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟''

سلف صالحین کہا کرتے تھے:

''بندگی کے حساب ہی سے اللہ تعالیٰ کفایت کرتا ہے۔''

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ آیت: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ [الحج: ٣٨] کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''﴿يُدٰفِعُ﴾ کی ایک قراءت ''يَدْفَعُ'' بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا دفاع اسی قدر ہوگا جس قدر ان میں بندگی کی مقدار اور اس کا کمال ہوگا۔ ایمان کا مادہ اور اس کی قوت اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ہوتی ہے، جو شخص جتنا زیادہ کامل الایمان اور کثرت سے ذکر کرنے والا ہوگا، اللہ تعالیٰ اسی قدر اس کا زیادہ دفاع کرے گا اور جس کا ایمان و ذکر جتنا کم ہوگا، اس کا دفاع بھی اتنا ہی کم ہوگا۔''[1]

ماہِ رمضان کی آمد آمد:

خیر و برکت اور بھلائیوں کا موسم ماہِ رمضان آ رہا ہے، یہ ایسا موقع ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور بحرِ خیرات و برکات سے دامن بھر لیں۔ فتن و فسادات کے زمانے میں اطاعت و بندگی میں خوب اضافہ کریں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی حمایت اور اس کی طرف سے ہمارا دفاع ہمیں حاصل ہو سکے اور کوئی شخص ایمان و احسان اور اخلاص کی راہ پر نہ چلے اور طریقِ ہدایت پر صبر نہ کرے تو وبال و خسارہ اس کا مقدر بن جاتے ہیں، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

[1] الوابل الصيب (ص: ١٠٠) نیز دیکھیں: تفسير البغوي (٥/ ٣٨٨)

Marfat.com

﴿ وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ ﴾ [العصر:۱ تا ۳]

''قسم ہے زمانے کی، بیشک انسان خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے اور ایک دوسرے کو ایمان وعملِ صالح کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔''

قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ ایک تابعی ہیں، انھوں نے فتنوں کو دیکھا اور ان میں سے گزرنے کے بعد انھوں نے اپنے تجربات کے نتائج امت کے سامنے رکھے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

''اللہ کی قسم! ہم نے ان قوموں کو بھی دیکھا ہے، جو فتنوں میں جلد گھس جانے والی تھیں اور ان لوگوں کو بھی دیکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کے خوف و ہیبت کے سبب ان میں گھسنے اور جھانکنے سے باز رہے، جب فتنوں کے بادل چھٹے تو ہم نے دیکھا کہ جو لوگ فتنوں میں جھانکنے سے بچ گئے وہی زیادہ خوش دل، ٹھنڈے سینوں والے اور بدنامی سے بچنے والے تھے، جبکہ دوسرے ان کے برعکس تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے! اگر فتنوں کے خاتمے پر لوگوں کو جن باتوں کا علم ہوا، وہ انہیں فتنوں کے بپا ہونے سے پہلے حاصل ہو جاتا تو ان لوگوں میں ایک پوری نسل عقل مند نکلتی اور ان فتنوں میں دخل اندازی نہ کرتی۔''[1]

چند دنوں کے بعد مومن ماہِ رمضان کی آمد کی بشارتیں پائیں گے، جس میں اللہ تعالیٰ جنت کے دروازے کھول دیتا ہے اور جہنم کے دروازے بند کر دیتا ہے، وہ ماہِ مبارک جس کے فضائل و برکات اور فوائد و ثمرات کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ امتِ اسلامیہ موجودہ بحرانوں اور فتنوں کے زمانے میں ایسے خیرات و برکات کے موسم کی سخت ضرورت مند ہے، اس موسم سے گزر کر روشن دل، روشن بصیرت اور قوی العزم ہو جائیں، ان کے ارادوں سے کمزوری ختم ہو چکی ہو، ان کے دلوں سے حیرت و استعجاب اور خوف و خطرات مٹ چکے ہوں اور ان کے دل خوب قوی ہو جائیں۔ رمضان المبارک کا استقبال خوش دلی، صاف نفس، تطہیرِ اموال اور مشاغلِ زندگی سے فراغت کے ساتھ کرنا چاہیے۔

اس ماہ میں سب سے اہم کام یہ ہونا چاہیے کہ دلوں کی اصلاح ہو جائے، کیونکہ وہ دل جو

[1] حلية الأولياء لأبي نعيم الأصفهاني (۲/ ۳۳۷)

Marfat.com

برائی پر لگا ہوا ہے، وہ بے شمار بھلائیوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ ماہِ رمضان ماہِ قرآن ہے اور دل قرآن کے برتن اور ایمان کی جائے قرار ہیں۔ وہ برتن جو گناہوں سے لت پت ہو وہ قرآن سے کیسے متاثر ہو سکے گا؟ رمضان المبارک کا استقبال پاکیزہ نفسی اور دلوں کو حسد و بغض اور کینے سے پاک کر کے کریں کہ ان بیماریوں نے قوم کو توڑ پھوڑ دیا ہے اور مسلمانوں میں تفریق و اختلافات کا طوفان بپا کر رکھا ہے، جس پر رمضان آئے اور وہ والدین کا نافرمان ہو، قطع رحمی کرنے والا ہو، اپنے بھائیوں سے تعلقات توڑے ہوئے ہو، معاشرے میں چغلی غیبت اس کا شیوہ ہو تو ایسا آدمی رمضان المبارک سے ہرگز مستفید نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

[الأنفال: ١]

''اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، ایک دوسرے سے اپنے معاملات درست اور باہم صلح رکھو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کا اتباع کرو، اگر تم مومن ہو۔''

رمضان کی حکمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمان کرۂ ارضی کے مختلف علاقوں کے مسلمانوں کے دکھ درد میں شریک ہوں، فاصلوں، دوریوں اور رکاوٹوں سے قطع نظر کریں، فقرا و مساکین اور غربا و کمزوروں کی پکار پر لبیک کہیں، ان کی مدد کریں، ان کی تکلیفوں کو محسوس کریں، ان کا غم بانٹیں اور ان کے فقر و فاقے میں ان کا ساتھ دیں۔ رمضان کا استقبال اپنے اموال کو حرام سے پاک کرنے کے ساتھ کریں، کس قدر حسرت و ندامت والا منظر ہے کہ زبانیں دعائیں تو کرتی ہیں، مگر وہ قبول نہیں ہوتیں، جبکہ ہمارا پروردگار کہتا ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَ لْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾ [البقرة: ١٨٦]

''اور جب میرے بندے میرے بارے میں تم سے پوچھیں (تو کہہ دیں کہ) میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی دعا کو پورا کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے۔ پس چاہیے کہ وہ بھی میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں، تاکہ وہ راہِ راست اور رشد و ہدایت پائیں۔''

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

Marfat.com

ماہِ رمضان

پہلا خطبہ

رمضان ... تبدیلی کا آغاز

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

حسین بن عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ

16/11/2001 = 1/9/1422

دوسرا خطبہ

ماہِ رمضان سے کیسے فائدہ اٹھائیں؟

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

عبد المحسن القاسم حفظہ اللہ

23/11/2001 = 8/9/1422

تیسرا خطبہ

ماہِ رمضان ... ایک سنہری موقع

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

صلاح البدیر حفظہ اللہ

30/11/2001 = 15/9/1422

چوتھا خطبہ

تلاوت و تدبّرِ قرآن

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

علی عبد الرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

7/12/2001 = 22/9/1422

پانچواں خطبہ

الوداع ... اے ماہِ رمضان!

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباري الثبيتي حفظہ اللہ

14/12/2001 = 29/9/1422

Marfat.com

Marfat.com

رمضان ...تبدیلی کا آغاز

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ حسین بن عبد العزیز آل شیخ ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! ماہ کریم اور اس موسم عظیم کی آمد ہو چکی ہے، جو بے شمار خیرات و برکات کا حامل ہے۔ اس ماہ کے دوران میں نیکیوں کا ثواب بہت بڑھ جاتا ہے، گناہوں کا کفارہ اور کوتاہیوں سے درگزر کیا جاتا ہے، اس ماہ و موسم کی صفات بہت بلند و بالا اور اس کے مراتب و درجات بڑے پاکیزگی والے ہیں۔

روزے اور قرآنِ کریم کی سفارش:

اس ماہ کی آمد ایک عظیم نعمت ہے اور اسے پا لینا ایک بہت بڑا احسان ہے، جس پر اس کا جتنا بھی شکر کریں کم ہے۔ اس عظیم موقع سے فائدہ اٹھانے کا تقاضا ہے کہ ایسے اعمال سرانجام دیے جائیں جو دارالقرار جنت کو پا لینے اور جہنم سے نجات کا باعث بنیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ١٨٣]

''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے، جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔''

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، يَقُولُ الصِّيَامُ: أَيْ رَبِّ، مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ فَشَفِّعْنِي فِيهِ، وَيَقُولُ الْقُرْآنُ: أَيْ رَبِّ، مَنَعْتُهُ النَّوْمَ فَشَفِّعْنِي فِيهِ، فَيُشَفَّعَانِ»[1]

[1] مسند أحمد، رقم الحديث (٦٦٢٦) المستدرك للحاكم (١/ ٥٥٤)

Marfat.com

''قیامت کے دن روزہ اور قرآن کریم بندے کے لیے (اللہ تعالیٰ سے) سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اسے کھانے پینے اور شہوت کی جائز تسکین سے روکے رکھا، اس لیے میری سفارش قبول فرما۔ قرآن کریم کہے گا: میں نے اسے رات کی نیند کا مزہ لینے سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما، چنانچہ ان دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔''

اللہ تعالیٰ کا جنت کے دروازے کھولنا اور جہنم کے دروازے بند کرنا:

ماہِ رمضان عفو و درگزر، رحم و کرم اور مغفرت و بخشش کا مہینا ہے، نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

« إِذَا جَآءَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَآءِ - وَفِي رِوَايَةٍ: - أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، -وَفِي رِوَايَةٍ:- أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ »[1]

''جب رمضان کا مہینا آ جائے تو اللہ تعالیٰ آسمانوں کے دروازے اور ایک روایت میں ہے جنت کے دروازے کھول دیتا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے اور جہنم کے دروازے بند کر دیتا ہے اور شیاطین کو پابندِ سلاسل (قید) کر دیتا ہے۔''

بخشش:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ »[2]

''جس نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس سے ثواب پانے کی نیت سے لیلۃ القدر کا قیام کیا، اس کے سارے پچھلے گناہ بخشے گئے اور جس نے اس پر ایمان اور اسی سے ثواب کے لیے رمضان کے روزے رکھے، اس کے پچھلے تمام گناہ بخشے گئے۔''

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۱۸۹۹) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۰۷۹)

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۱۹۰۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۷۶۰)

Marfat.com

ایک سنہری موقع:

ماہ رمضان کو ہمیں اپنے لیے ایسا موقع سمجھنا چاہیے جس میں ہم اپنے حال و احوال پر گہری نظر ڈال کر بگاڑ کی اصلاح اور بیماری و بربادی کا علاج کر سکیں۔ ہمیں چاہیے کہ اس ماہ کو روشن مستقبل کی طرف ایک نقطۂ آغاز بنائیں اور پہلے سے اچھے اقوال و اعمال اور بہتر حالات کی طرف گامزن ہونے کے لیے یہیں سے پہلا قدم اٹھائیں۔

ماہِ فتح ونصرت:

اے امت مسلمہ! شب و روز اور ایام کی دگر گونی باعثِ عبرت و درس، اوقات کا ہاتھوں سے نکل جانا باعث زجر و توبیخ اور تاریخ کے اوراق میں ہمارے لیے ایک عظیم نصیحت ہے۔ ماہِ رمضان آتا ہے تو بعض سدا بہار یادیں ہمارے ذہنوں میں تازہ ہوجاتی ہیں۔ کفر و اسلام کے پہلے معرکے اور حق و باطل کی پہلی جنگ ''غزوۂ بدر'' کی ایمان افروز فتح و نصرت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ غزوۂ مکہ کی ''فتحِ مبین'' سامنے آ جاتی ہے۔ یہ وہ معرکے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح ونصرت، ظفر و کامیابی، فوز و فلاح، عز و شرف اور حکومت و غلبے سے نوازا تھا۔

جی ہاں! ماہِ رمضان ہمیں مسلمانوں کی فتوحات اور مومنوں کے عظیم کارناموں کی یاد دلاتا ہے۔ ہمیں معرکۂ یرموک بھی یاد ہے اور ہم جنگِ قادسیہ کو بھی نہیں بھولے ہیں۔

سلف کی فتح وعظمت کے اسباب:

امتِ اسلامیہ کو یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیے کہ ان قدسی نفوس لوگوں نے عزت ونصرت اور سعادت وحکومت صرف اسی سبب سے حاصل کی کہ انھوں نے اسلام کو اپنا دین، عدل و انصاف کا سرچشمہ، منہاج و جادۂ حق اور کردار وعمل کی بنیاد بنایا ہوا تھا۔ وہ اللہ رب العالمین کی توحید خالص اور اسی دینِ اسلام ہی میں اپنی عزت وعظمت اور سربلندی سمجھتے تھے۔

عظمتِ رفتہ کی بازیابی اور واپسی:

مسلم امت جو آج کل بے شمار مصائب اور ان گنت مشکلات سے دو چار انتہائی ذلت و رسوائی اور ضُعف وحقارت کے ایام سے گزر رہی ہے، اسے یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اس

Marfat.com

کے لیے ان حالات سے چھٹکارا پانے کی صرف اور صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی طرف صحیح رجوع اور نبی اکرم ﷺ کے منہج و شریعت پر حقیقی معنوں میں عمل ہی موجودہ تمام بگاڑ کی اصلاح کا قاعدہ، عزت و فلاح کی جڑ، نصرت و نجات اور کامیابی و فتح یابی کی بنیاد ہے اور اسی چیز سے اس امت کے پچھلے لوگ سدھریں گے جس سے اس کے اگلے سلجھے تھے۔

ماہِ جود و سخا:

برادرانِ ایمان! ماہِ رمضان ماہِ جود و کرم اور سخاوت و عطا کا مہینا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

''نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ صاحبِ جود و سخا تھے۔ ماہِ رمضان میں جب آپ ﷺ کی ملاقات حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہوتی تو پھر آپ سخاوت و عطا میں بہت ہی بڑھ جاتے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ماہِ رمضان گزرنے تک ہر رات نبی کریم ﷺ سے ملاقات کیا کرتے تھے اور نبی ﷺ انھیں قرآن کریم سنایا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملتے تو تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوا کرتے تھے۔''[1]

جود و سخا کی متعدد قسمیں اور متعدد شکلیں ہیں۔ ہر کوئی اپنی استطاعت کے مطابق جود و سخا کر سکتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے بندوں پر جود و سخاوت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر اپنے فضل و کرم اور عطا کی باراں برسا دے گا۔ خصالِ کرم میں سے اعلیٰ ترین اقسام اور جود و سخا میں سے بہترین قسم اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ احسان کرنا اور انھیں ہر طریقے سے نفع و فائدہ پہنچانا ہے، جیسے بھوکے کو کھلانا، حاجت مند کی ضرورت پوری کرنا اور مسکین و فقیر کی مدد کرنا وغیرہ ہیں۔

افطاری کا ثواب:

نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ أَجْرُهُ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا»[2]

''جس نے کسی کا روزہ افطار کروایا، اسے بھی اس روزے دار جتنا ہی ثواب دیا جاتا ہے، اور اس افطار کرنے والے روزہ دار کے ثواب میں سے بھی کچھ کم نہیں کیا جاتا۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٩٠٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٧٤٦)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (٨٠٧) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٧٤٦)

Marfat.com

سلف کے جود وسخا کا ایک نمونہ:

سلف صالحین میں سے ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ اس نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ افطاری کا وقت آیا اور کھانا تیار کر کے ان کے سامنے رکھا گیا تو کسی سائل نے یوں صدا لگائی: کون ہے جو پورا پورا بدلہ چکانے والے غنی و بے نیاز ذات کو قرض دے؟'' اس بزرگ نے کہا: اس کا وہ بندہ اسے قرض دے گا، جس کا دامن نیکیوں سے خالی ہے۔ پھر وہ اٹھے اور وہ کھانا سائل کو دے دیا اور خود (معمولی افطاری کے بعد) بھوکے ہی رات گزاری۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلَى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [الحشر: ۹]

''اور وہ انھیں (دوسروں کو) اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ وہ خود تنگی میں ہوں اور جو لوگ اپنے نفس کی تنگی و بخل سے بچا لیے جائیں، وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔''

غربا وفقرا کی امداد:

عالم اسلام میں بے شمار فقرا ایسے ہیں جن کا کوئی ذریعہ آمدنی نہیں، کتنے ہی بے گھر ہیں جن کا کوئی وطن نہیں، لا تعداد لوگ انتہائی تنگدستی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اور ان گنت وہ لوگ ہیں، جو طرح طرح کے دکھ جھیل رہے اور مصائب و آلام برداشت کر رہے ہیں، اپنوں کو قتل ہوتے دیکھتے ہیں، خود بے گھر اور بے سرو ساماں کر دیے جاتے ہیں، ان کے گھر بار تباہ اور ان کی جائیداد و املاک تباہ کی جا رہی ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلي العظیم.

اے صاحبِ جود و سخا، صاحبِ عطف و کرم، صاحبِ احسان و حنان، اے نبیِ رحمت ﷺ کی امت! اپنے مسلمان بھائیوں کا بھرپور خیال رکھو، ان کے حالات کو پیش نظر رکھو، ان کی مدد کے لیے مال، غذا، کپڑا اور دوا؛ جو کچھ بھی دے سکتے ہو، بے دریغ دیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ [سبأ: ۳۹]

''اور تم لوگ اس (اللہ تعالیٰ) کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے، وہ اس کا بدلہ دے گا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر روزی رساں ہے۔''

Marfat.com

ماہِ رمضان میں دنیا بھر کے تمام ضعیف و کمزور مسلمانوں اور اپنے غریب بھائیوں کو یاد رکھو، ان کے لیے نیک دعائیں کرو اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر ان کے لیے کامیابی اور مدد و نصرت کی التجائیں کرو۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«ثَلَاثَةٌ لَّا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ... الصَّائِمُ حِيْنَ يُفْطِرُ»[1]

''تین قسم کے لوگوں کی دعا رد نہیں کی جاتی... روزے دار جب وہ روزہ افطار کرنے والا ہو۔''

خیراتی تنظیموں اور رفاہی اداروں سے تعاون:

برادرانِ عقیدہ! بلادِ حرمین شریفین -الحمد للہ- اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں سے مالا مال ہیں، شریعتِ اسلامیہ اور اس کے مبادیات کے سائے ان پر رحمت فگن ہیں، ان کے عوام میں اخوت و بھائی چارہ پایا جاتا ہے، باہمی محبت و مودت کے اس قاعدے کا سبھی کو خیال ہے، حاکم و محکوم سبھی اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اخوت و محبت کی اس فضا کو قائم کرنے میں ان خیراتی تنظیموں اور رفاہی اداروں کا بہت عمل دخل ہے، جو شب و روز اس غرض کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں، وہ سب بھی آپ کے تعاون و امداد کے مستحق ہیں، جو انھیں پہلے بھی حاصل ہے، مگر وہ مزید کے بھی منتظر ہیں، خصوصاً اس ماہِ جود و سخا اور کرم و عطا کے دوران میں دل کھول کر ان کے ساتھ بھی تعاون کیجیے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَالٍ»[2] ''صدقہ مال کو کم نہیں کرتا۔''

نیز ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ»[3]

''آگ سے بچو خواہ وہ کھجور کے ٹکڑے (کے صدقے) کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو۔''

روزے کی ڈھال:

مسلمانو! تمھارا روزہ تمام اوقات میں گناہوں کے لیے ڈھال ہونا چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

---

[1] مسند أحمد، رقم الحديث (٧٩٨٣) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٥٩٨) سنن ابن ماجه، برقم (١٧٥٢)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٥٨٨)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٤١٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠١٦)

Marfat.com

«اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ شَاتَمَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ»[1]

''روزہ ڈھال ہے اور تم میں سے جب کسی کا روزہ ہو تو شہوانی باتیں کرنے اور دوسروں پر چیخنے چلانے سے وہ پرہیز کرے، اگر دوسرا کوئی تمھیں گالی گلوچ کرے یا لڑنے بھڑنے کے لیے آگے بڑھے تو اسے کہہ دو کہ میں روزے دار آدمی ہوں۔''

روزے کے اغراض و مقاصد:

روزے کے مقاصد میں سے ضبط و تہذیبِ نفس، تمام اعضائے جسم کو گناہوں سے بچانا اور برائیوں سے ان کا تحفظ کرنا بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ وَالْجَهْلَ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»[2]

''جس نے جھوٹ بولنا، اس پر عمل کرنا اور جاہلانہ رویہ نہ چھوڑا، اللہ تعالیٰ کو اس کے محض کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

تلاوتِ قرآن:

مسلمانو! تلاوتِ قرآنِ کریم سے مسلمان کے ظاہر و باطن، اس کے قلب و قالب اور جسم و جان کے حسن و جمال میں اضافہ ہوتا ہے، اسی تلاوتِ قرآن کے نتیجے میں دنیا و آخرت میں عزت و شرف اور قدر و منزلت بڑھتی ہے۔ تلاوتِ قرآن ایک ایسی تجارت ہے۔ جو کسی ماہ و سال اور کسی بھی زمانے میں گھاٹے میں نہیں جاتی، اس ماہِ مبارک میں تو اس تجارت کی شان و شوکت بڑھ جاتی اور اس کی عزت و فضیلت میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ امام زہری ؒ کہتے ہیں:

''جب رمضان کا مہینا آجائے تو یہ مہینا تلاوتِ قرآن اور لوگوں کو کھانا کھلانے کے لیے ہوتا ہے۔''[3]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٨٩٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (١١٥١)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠٥٧)

[3] التمهيد لابن عبد البر (٦/ ١١٠)

Marfat.com

سلف صالحین امت میں سے بعض ایسے تھے جو رمضان کی راتوں کے قیام میں ہر سات راتوں میں اور بعض ہر تین راتوں میں قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔

مقاصدِ تلاوت:

تلاوتِ قرآن کے عظیم مقاصد میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے معانی و مفاہیم اور اس کے احکام کے اسرار و رموز پر تدبر وتفکر کیا جائے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ [ص: ٢٩]

''(اے میرے نبی!) یہ ایک مبارک کتاب ہے، جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے، تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔''

تلاوتِ قرآن کے مقاصد کی بنیاد اور ان کا لب لباب قرآن کریم کے احکام و اوامر پر عمل اور اس کی کریمانہ ہدایات اور شافی و کافی پند و نصیحت کی تعمیل ہے۔ دنیا میں عزت وشرف، غلبہ وحکومت، شان وشوکت اور طاقت وقوت صرف اسی میں ہے کہ کتاب وسنت پر عمل پیرا ہو جائیں۔ انسانی نفس کے لیے اُنس ومحبت اور عذاب سے امن ونجات بھی صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی مکرم ﷺ کی سنت پر مکمل عمل ہی میں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾ [الإسراء: ٩]

''بیشک یہ قرآنِ کریم اس راہ (اسلام) کی طرف ہدایت کرتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔''

برادرانِ اسلام! ماہِ رمضان خیرات و برکات پانے اور غنیمتیں اکٹھی کرنے کا مہینا ہے، اس کی متعدد خیراتوں میں سے یہ بھی ہے کہ یہ گڑگڑانے اور قیام کرنے کا مہینا یا سب کچھ جاننے والے مالک الملک کے تقرب کے حصول کا مہینا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)) [1]

''جس نے ایمان اور حصولِ ثواب کے لیے اس ماہ کی راتوں کا قیام کرلیا، اس کے پچھلے تمام گناہ بخشے گئے۔''

نمازِ تراویح کا با جماعت وخصوصی اہتمام کریں، کیونکہ یہی نبی مکرم ﷺ کے ارشاد کی تعمیل

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٥٩)

Marfat.com

ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ»[1]

''جو شخص امام کے تراویح اور قیام مکمل کرنے تک اس کے ساتھ ہی رہا، اسے ایک پوری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔''

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٣٧٥) سنن الترمذي، رقم الحديث (٨٠٦) سنن النسائي، رقم الحديث (٣٦٤) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٣٢٧)

Marfat.com

ماہِ رمضان سے کیسے فائدہ اٹھائیں؟

امام و خطیب: فضیلة الشیخ عبد المحسن القاسم حفظہ اللہ

حمد و ثنا کے بعد:

فضائل و برکات کا مہینا:

مسلمانوں کے لیے ایک عظیم موسم ''ماہِ رمضان'' آ گیا ہے جو بڑا ہی صاحبِ شرف و کرم ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس قرآنِ کریم کو نازل فرمایا اور اس ماہ کے روزے فرض کیے۔ یہ قیام اللیل اور تلاوتِ قرآن کا مہینا ہے۔ اس ماہ میں لوگوں کی جہنم سے خلاصی اور گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے، یہ صدقات و خیرات اور بر و احسان کا موسم ہے، اس میں بھلائیاں اور برکات عام ہوتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«أَتَاكُمْ رَمَضَانُ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، تُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ، وَتُغَلُّ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ، لِلّٰهِ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا، فَقَدْ حُرِمَ»[1]

''تمھارے پاس ماہِ رمضان آ گیا ہے، جو بے شمار برکتوں والا مہینا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کیے ہیں۔ اس میں آسمان (جنت) کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین کو پابندِ سلاسل کر دیا جاتا ہے۔ اس ماہ میں اللہ کی ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ جو اس کی بھلائی سے محروم رہ گیا وہ بڑا ہی حرماں نصیب ہے۔''

ماہِ رمضان سال کے تمام مہینوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے یہاں عزت و شرف والا ہے۔ اسے

[1] مسند أحمد، رقم الحديث (۷۱۴۸) سنن النسائي (٤/ ١٢٩) نیز دیکھیں: صحيح الترغيب والترهيب، رقم الحديث (۹۹۹)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے عبادات و طاعات اور حصولِ قرب میں باہم مقابلے کا مہینا بنایا ہے کہ کون آگے بڑھتا ہے۔ ماہِ رمضان دلوں کے تزکیے اور انھیں حقد و بغض سے پاک کرنے کا مہینا ہے جنھوں نے قوتوں کو مفلوج اور اتحاد کو پارہ پارہ کر رکھا ہے۔

روزے کے تقاضے اور آداب:

جس نے اس ماہِ رمضان المبارک کا استقبال بھی گناہوں کے ساتھ ہی کیا، والدین کا نافرمان رہا، قطع رحمی پر مصر رہا، اور اپنے بھائیوں سے تعلقات منقطع رکھے، اور چغلی و غیبت کو ترک نہ کیا، وہ رمضان المبارک کی گھڑیوں سے کچھ استفادہ نہیں کرسکتا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ»[1]

''جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا، اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

محض کھانا پینا چھوڑ دینا تو روزے کے جملہ تقاضوں میں سے ایک معمولی سی چیز ہے۔ سلف صالحینِ امت تو جب روزہ رکھتے تو مسجدوں میں بیٹھ جایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم اپنے روزے کی حفاظت کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں کہ یہاں کسی کی غیبت تو نہ کریں گے۔[2]

ماہِ عبادات وصدقات:

عبادت گزار اس ماہ میں کمریں کس لیتے ہیں، اور اللہ کے گھروں (مساجد) میں امام کے ساتھ باجماعت نمازیں اور قیام اللیل ادا کرتے ہیں۔ قرآنِ کریم کی خوش الحانی، خشیتِ الٰہی اور تدبر و تفکر کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں۔ اپنے مال سے پڑوسیوں اور رشتے داروں میں سے حاجت مندوں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، چاہے وہ کم ہی کیوں نہ ہو، لیکن کرتے ہیں، اور روزے داروں کے روزے افطار کرواتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهٗ أَجْرُهٗ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يُّنْقَصَ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا»[3]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (۱۹۰۳)

[2] المغني لابن قدامة (۳/ ۵۹)

[3] مسند أحمد، رقم الحديث (۱۶۵۸۵) سنن الترمذي، رقم الحديث (۸۰۷) سنن ابن ماجه، برقم (۱۷۴۶)

Marfat.com

''جس نے کسی روزے دار کا روزہ افطار کروایا، اسے بھی اس روزے دار جتنا ہی اجر و ثواب ملے گا اور روزے دار کے ثواب میں سے بھی کچھ کم نہیں ہوگا۔''

عبادت گزار اس ماہ میں اللہ کے گھروں میں سے کسی میں اعتکاف کرتے ہیں اور خصوصاً آخری عشرے (دس دنوں) کے اعتکاف کا اہتمام کرتے ہیں، نیز رمضان کے اندر عمرہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ حدیثِ نبوی میں ہے:

﴿عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً﴾[1]

''ماہِ رمضان میں عمرے کا ثواب پورے حج کے برابر ہوتا ہے۔''

ایک روایت میں تو یہ الفاظ بھی ہیں کہ ''اسے میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔''[2] وہ اس ماہ میں ذکرِ الٰہی، دعا و مناجات اور توبہ و استغفار کثرت سے کرتے ہیں، خصوصاً افطاری کے وقت ان امور کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں، کیونکہ ''افطاری کے وقت کی گئی روزے دار کی دعا رد نہیں کی جاتی۔''[3]

ہر رات کے آخری تہائی حصے میں (سہ پہر) کے وقت اللہ تعالیٰ (آسمانِ دنیا پر) نزول فرماتا اور کہتا ہے:

﴿مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبُ لَهُ؟﴾[4]

''کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں؟''

صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کا مہینا:

اللہ کے بندے اس ماہ میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک میں اور بھی بڑھ جاتے ہیں، ان کا قرب حاصل کرنے اور ان کی شفقت پانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ وہ اپنی بیوی سے، اپنی اولاد سے اور اہل و اقارب سے حسنِ سلوک میں اضافہ کر دیتے ہیں، اور انھیں وعظ و نصیحت کرتے، اچھے کلمات سے نوازتے اور اچھا سلوک کرتے ہیں۔ وہ اعزہ و اقارب سے صلہ رحمی کرتے ہیں، اور ان

① صحيح البخاري، رقم الحديث (١٧٨٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٢٥٦)

② سنن أبي داود، رقم الحديث (١٩٩٠)

③ سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٥٢٦)

④ صحيح البخاري، رقم الحديث (١٠٩٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٥٨)

Marfat.com

میں سے جو محتاج و ضرورت مند ہوں ان کے ساتھ آبرو مندانہ طریقے سے تعاون کرتے ہیں۔ پڑوسیوں کی خیر خبر لیتے، ان کا حال و احوال پوچھتے اور ان سے میل ملاقات بڑھاتے ہیں۔ فقرا و مساکین، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرتے اور ان کی مدد کرتے ہیں۔ ماہِ رمضان میں صالحین کا یہی طرزِ عمل ہوتا ہے۔

قول و کردار سے دعوت و اصلاح:

انسان کے لیے اپنی اصلاح کر لینے کے بعد افضل ترین عمل یہ ہے کہ وہ لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرے، خود بھی اس کی کوشش کرے اور ان کے اخلاق و کردار کی تعمیر و اصلاح میں کوشاں رہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ [حم السجدة: ٣٣]

''اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔''

دعوت کا میدان بڑا وسیع ہے۔ پر خلوص نصیحت، صدق و صفائی سے بات کرنا، اپنے کردار سے بہترین نمونہ پیش کرنا، علم و عمل اور تقویٰ و اخلاق؛ یہ سب دعوت کے انداز ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« مَنْ دَعَا إِلٰی هُدًی كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يُنْقِصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا »[1]

''جس نے کسی کو رشد و ہدایت کی طرف دعوت دی، اسے بھی اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا، جتنا اس کے کہنے پر عمل کرنے والوں کو ملے گا اور ان عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔''

لہٰذا کوشش کریں بلکہ صدقِ دل سے عزم بالجزم کریں کہ آپ درجاتِ ہدایت و استقامت میں پیش از پیش ترقی کریں۔

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٦٧٤)

Marfat.com

تطہیرِ مال:

اپنے مال کو حرام کی تمام آلایشوں سے پاک کرنے کے عہد کے ساتھ اس ماہِ رمضان کا استقبال کریں، کیونکہ مالِ حرام دنیا و آخرت کی تمام مصیبتوں اور بلاؤں کا سبب ہے۔ حرام کھانے والے کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں اور نہ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ لہٰذا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں، اپنے گھر کا گہری اور باریک نظر سے جائزہ لیں اور ہر چیز کو مالِ حرام سے پاک کرلیں، تاکہ آپ جب اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہوں تو آپ کے دل میں خشیتِ الٰہی پیدا ہو اور آپ کی دعائیں قبول ہوں۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی:

سحری کی مبارک فضاؤں اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کے اشک بار ہونے اور آہ و بکا والی گھڑیوں میں بعض کم نصیب لوگ بلکہ حرماں نصیب لوگ وہ بھی ہیں جو موسمِ طاعت کو فرصتِ گناہ و معصیت بنا لیتے ہیں اور مختلف حرام امور کا ارتکاب کرتے ہیں، ممنوع و محظور اشیا دیکھتے ہیں، لغو اور فحش گانے سنتے ہیں، سیٹلائٹ چینلز سے فحش مناظر کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ گلی کوچوں اور بازاروں میں مسلمان عورتوں کو محض تاڑنے اور چھیڑنے کے لیے ان کا پیچھا کرتے ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو فضول اور لایعنی قسم کی مجلسیں جما بیٹھتے ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو اپنے دوست واحباب کی ملاقاتیں تو کرتے ہیں، مگر وہ خیر سے قطعاً عاری، بلکہ سراسر نقصان دہ ہوتی ہیں جن میں ممنوع لہو ولعب اور ٹھٹھا مذاق کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ان تمام اقسام کے لوگ وہ ہیں جنھیں کسی زمان و مکان کی عزو قدر کی پروا ہے نہ وہ ماہِ رمضان المبارک کی عزت و شرف کو خاطر میں لاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے لیے بدبختی کا سودا کرتے ہیں اور اپنی روحوں کو مشقت میں مبتلا کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ جانتے نہیں کہ اطاعت کے امور کو چھوڑ کر کسی بھی چیز سے لطف اندوزی اور کسی بھی حرام چیز سے کیف انگیزی بالآخر انھیں ابدی حسرت و ندامت میں مبتلا کر دے گی؟ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا ﴾ [طٰہٰ: ۱۲۴]

''اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی اجیرن (تنگی میں) رہے گی۔''

Marfat.com

باز آ، ہر آنکہ ہستی، باز آ:

نا امیدی اور مایوسی شیطان کا ہتھیار ہیں جس کے ذریعے وہ گناہ گار کو بدستور گناہوں کی زندگی گزارنے پر لگائے رکھتا ہے، حالانکہ کسی گناہ گار نے کتنے ہی فسق و فجور اور گناہوں کا ارتکاب کیوں نہ کیا ہو، اسلام میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ توبہ گناہوں کو ملیا میٹ کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لینا تلافی مافات اور گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی گناہ میں مبتلا ہے تو یہ ماہِ رمضان توبہ و انابت الی اللہ کا موسم ہے۔ شیاطین و اشرار پابندِ سلاسل اور قید میں ڈال دیے گئے ہیں اور دلوں میں انکساری گھر کر چکی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الزمر: ٥٣]

''(اے نبی ﷺ) کہہ دیجیے کہ میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر (گناہوں کا بوجھ ڈال کر) زیادتی کی ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش اور بڑی رحمت والا ہے۔''

ایک قدسی حدیث میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

«يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ، يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً»[1]

''اے ابن آدم! تو جب بھی مجھے پکارے گا اور میری ذات کے ساتھ اپنی امیدیں وابستہ کر دے گا تو میں تجھے بخش دوں گا تو چاہے جتنا بھی گناہ گار ہوگا اور مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہوں کا انبار آسمان تک بھی پہنچ گیا ہوگا اور پھر تو مجھ سے بخشش طلب کرے گا تو میں تجھے بخش دوں گا۔ اے ابن آدم! اگر تو زمین کی پہنائیوں کے برابر گناہ لے کر بھی میرے پاس آ گیا مگر تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوگا تو میں تجھے زمین کی وسعتوں کے برابر مغفرت و بخشش کے ساتھ ملوں گا۔''

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٥٤٠)

Marfat.com

ذریعۂ مغفرت:

مغفرت کے اسباب و ذرائع میں سے عظیم ترین ذریعہ یہ ہے کہ بندہ اگر گناہ کر بیٹھے تو وہ اپنے رب کے سوا کسی سے گناہ کی مغفرت و بخشش کی امید نہ لگائے۔ لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اے میرے بیٹے! ہر وقت یہ دعا کرتے رہنے کی عادت ڈالو: ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرلِيْ'' (اے اللہ! مجھے بخش دے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس کچھ گھڑیاں ایسی ہیں جن میں وہ کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کرتا۔''[1]

علاماتِ توبہ:

توبہ کی علامت یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہ گار ماضی پر آنسو بہائے، آیندہ گناہ میں واقع ہونے سے ڈرے، برے دوستوں ساتھیوں سے تعلقات توڑ دے اور نیک و صالح لوگوں سے رشتہ جوڑ لے۔ ماہِ رمضان میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں تائب ہونے والوں کے قافلے ہوتے ہیں جو اللہ کے عفو وکرم کے خواستگار ہوتے ہیں۔ آپ بھی ان میں سے ایک بن جائیں۔ کیا ہی خوب ہے کہ ماہِ رمضان تائب ہونے اور انابت الی اللہ کا نقطہ آغاز بن جائے۔ کتنے ہی لوگ اس ماہ میں تائب ہوتے ہیں اور کتنے ہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے مغفرت و بخشش طلب کرتے اور اپنے گناہوں پر اشکِ ندامت بہاتے ہیں۔

مسلم خاتون سے خطاب:

اے خاتونِ مسلم! اس ماہ مبارک میں مشعل بن جا، فضیلت و شرف کی پہرے دار ہو جا، رذیل و ذلیل حرکات و سکنات کو ترک کر دے، اپنے دینِ اسلام کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھ، اپنی عزت و شرف اور عفت و عصمت کا تحفظ کر کے عظمتوں کو چھو لے۔ ان افکارِ مریضہ اور اقوالِ قبیحہ پر بالکل کان نہ دھرو جو پردہ اور شرم و حیا داری چھوڑ دینے کی دعوت دیتے ہیں۔ فاسق و فاجر مسلم عورتوں اور کافر عورتوں کی تقلید و پیروی ترک کر دو جنھوں نے شرم اور دیگر نسوانی صفات سے اپنا دامن جھٹک رکھا ہے۔ ان فضیلت و برکت والے ایامِ رمضان میں شیطان کا نوالۂ تر نہ بن جاؤ اور چادر و چار دیواری

[1] شعب الإيمان (٢/ ٥٦)

Marfat.com

سے نکل کر بے حجابی و بے پردگی اختیار نہ کرو۔ بری سہیلیوں سے دور رہو، عورت کی جائے قرار اس کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جگہیں بازار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی حرمتوں کے پامال کیے جانے پر غیرت کھاتا ہے اور اس کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ اگر وہ اپنی کسی بندی سے اپنا پردہ اٹھا دے تو وہ اسے ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔ دین کی زینت سے مزین رہو اور پردے کو اپنا حسن و جمال بناؤ۔ عمر بہت کم ہے اور یوم حشر کا معاملہ بڑا ہی مشکل ہے۔ ماہِ رمضان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [البقرة: ١٨٥]

''رمضان وہ ماہِ مبارک ہے جس میں قرآنِ کریم نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کی اور حق و باطل میں تمیز کرنے کی نشانیاں ہیں۔ تم میں سے جو شخص اس ماہ کو پائے وہ اس کا روزہ رکھے۔ ہاں جو بیمار یا سفر میں ہو، اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمھارے ساتھ آسانی کرنے کا ہے سختی کا نہیں، وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کرلو۔ اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی تکبیریں (بڑائیاں) بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔''

تمام خوشیوں اور غموں کے ساتھ یہ دنیا ختم ہو جائے گی، کسی کو زندگی لمبی ملے یا چھوٹی، یہ عمریں بھی ختم ہو جائیں گی اور تمام لوگ بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جائیں گے۔ کتنے لوگ ہیں جو بڑی قوی امیدوں کے ساتھ اس ماہِ رمضان کا انتظار کر رہے تھے، مگر عمر نے وفا نہ کی اور وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، لہٰذا ماہِ رمضان میں کثرت سے نیکیاں کرلیں۔ ایک طویل مدت (۳۳۰ دنوں) اور ایک لمبے فراق کے بعد یہ رمضان آیا ہے، لہٰذا اس میں اپنے رب کے ساتھ تعلقات کا ایک نیا صفحہ کھولیں، جو آیندہ اعمالِ صالحہ پر کاربند رہنے کی روشنی سے چمک رہا ہو۔ اپنے بھولے بسرے ماضی پر آپ تو نسیاں کا پردہ ڈال چکے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک ایک بات کا حساب موجود ہے۔ ماضی کو توبہ و استغفار کے پردے میں لپیٹ کر اللہ کے سپرد کر دو اور تمام گناہوں

Marfat.com

اور خطاؤں سے توبہ قبول کرنے والے اور انتہائی رحم کرنے والے رب کے سامنے تائب ہو جاؤ۔ خیر و بھلائی کے موسموں کو سنجیدگی کے ساتھ عملِ صالح کے لیے غنیمت سمجھنے اور اپنے سابقہ گناہوں سے تائب ہونے کے نتیجے میں نیک عمل کرنے والوں کو ان کے ماضی کے عملی نقص کا بھی اللہ تعالیٰ معاوضہ عطا فرماتا ہے اور گناہوں کی سزا اسے معاف کر دیتا ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

ماہِ رمضان ... ایک سنہری موقع

امام و خطیب: فضیلة الشیخ صلاح البدیر ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

نیکیوں کا موسم:

مسلمانو! آپ ایک ایسے ماہ سے گزر رہے ہیں جس کا مقابلہ دوسرا کوئی مہینا نہیں کر سکتا۔ یہ ماہ انتہائی جلیل القدر ہے اور اس کی گھڑیاں اشرف و اعلیٰ ہیں۔ اس ماہ کے فضائل و برکات بے شمار اور اس کے محامد و محاسن لاتعداد ہیں۔ یہ ایسا موسم اور تجارت کا سیزن ہے جو تاجروں کو بے شمار منافع سے نواز جاتا ہے اور اس میں سرکشی و گناہ کرنے والے کی ہلاکت یقینی ہے۔ یہ مہینا ایسا ہے جس کی صرف ایک رات ہزار مہینے سے بھی افضل و اعلیٰ ہے۔ خوشخبری ہے اس مسلمان کے لیے جس نے اس ماہ کے روزے رکھے اور صبح و شام اپنے رب سے دعائیں کیں اور راتوں کو قیام کرنے کے ساتھ ساتھ خشوع و خضوع کے ساتھ ہر رات قیام اللیل کا اہتمام کیا۔

ایک بیش بہا غنیمت:

مسلمانو! ماہِ رمضان کا نصف اول تو گزر بھی گیا ہے اور ہلالِ رمضان اب بدر کامل بن چکا ہے۔ اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھالیں جو بادلوں کی سی تیزی کے ساتھ گزرا جا رہا ہے، اس بابِ رحمت کے بند ہونے سے پہلے پہلے اس کے اندر داخل ہو جائیں، جس قدر بھی ممکن ہو سکے ان اوقات کو غنیمت سمجھیں اور کثرت سے اللہ کا شکر ادا کریں جس نے تمھیں یہ موقع عطا فرمایا ہے، لہٰذا اس وقت کے ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے اطاعت و عبادت کی بھر پور کوشش کریں، کیونکہ یہ گھڑیاں ختم ہونے والی اور یہ وقت گزر جانے والا ہے، اس کا جمال چھن جانے والا اور یہ معزز مہمان رخصت ہو جانے والا ہے۔ روزوں کا یہ مہینا منتقل ہونے والا ہے، اس کے بقیہ ایام میں حسنِ اعمال

Marfat.com

کا نذرانہ پیش کر لو تمھارے سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے اور اگر بقیہ ایام میں برائی سے ہاتھ نہ کھینچا تو ماضی و مستقبل کے تمام گناہوں پر تمھارا مواخذہ ہوگا۔ ماہِ رمضان کا نصف اول تو ختم ہوا، جس نے دینِ اسلام کو پکڑے رکھا اور لرزش سے بچ گیا اور ماہِ رمضان کو غنیمت سمجھا وہ کامیاب ہوگیا، جبکہ غافل و عاصی ذلت و رسوائی، ندامت و پشیمانی اور شقاوت و بدبختی میں مبتلا ہوگیا۔ ایسے شخص کے لیے قیامت کے دن بربادی ہوگی، وہ دن جس میں اہل معاصی کے دل کٹ رہے ہوں گے اور آنسوؤں سے ان کے گال تر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک حدیثِ قدسی میں فرمایا ہے:

«يَا عِبَادِيْ! إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَّجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَّجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ»

''اے میرے بندو! میں تمھارے تمام اعمال کا حساب رکھ رہا ہوں، میں ان سب کا تمھیں پورا پورا بدلہ دوں گا، اگر کوئی شخص بھلائی و بہتری پائے تو اللہ کا شکر ادا کرے اور اگر اس سے مختلف صورت پائے تو پھر اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔''[1]

موت کا آہنی پنجہ:

آج وہ کہاں ہیں جو پچھلے ماہِ رمضان میں ہمارے ساتھ روزے رکھ رہے تھے؟ انھیں موت نے نگل لیا ہے، اب وہ روزہ رکھ سکتے ہیں نہ افطار کر سکتے ہیں، انھیں عطر لگانے کے بجائے حنوط کیا گیا ہے اور قبر کی لحد میں لٹا دیا گیا ہے۔ موت کی چکی کے دو پاٹوں میں پس کر ان کے چہرے بھی مٹی میں مل کر ختم ہوگئے۔ آج وہ کہاں ہیں جنھوں نے آغازِ رمضان میں تو ہمارے ساتھ روزے رکھنا شروع کیے تھے اور اس ماہ کا پہلا حصہ قیام بھی کرتے رہے، تاکہ اجر و ثواب جمع کر لیں، مگر آناً فاناً موت آئی اور دنیا کی تمام لذتوں، خواہشات اور دوست و احباب سے نکال لے گئی، وہ مضبوط شاہانہ محلات سے نکال کر قبروں میں ڈال دیے گئے، اور نرم و گداز بستروں سے مٹی کے فرش پر ڈال دیے گئے ہیں۔

اللہ والو! ہم بھی انھی کے پیچھے جانے والے ہیں۔ انھیں پیش آنے والے حالات کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیں اور موت کی اس تلخی کو یاد رکھیں، جس سے کوئی فرد و بشر بچ نہیں پائے گا۔ اگر اس سے کوئی بچ سکتا تو سید البشر حضرت محمد ﷺ بچ جاتے، لیکن وہ بھی اس موت سے نہ بچ پائے

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٥٧٧)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے:

﴿ وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۞ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً وَ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴾ [الأنبياء: ٣٤، ٣٥]

''ہم نے (اے نبی!) آپ سے پہلے بھی کسی کو ہمیشہ کی زندگی نہیں بخشی، اگر آپ فوت ہو جائیں گے تو کیا وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ ہر کسی جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے، ہم امتحان کے لیے تم میں سے ہر ایک کو برائی و بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب بالآخر ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

مسلمانو! کون ہے جسے موت آئے اور وہ بچ جائے؟ کون ہے جو کسی سخت محفوظ قلعے میں بند ہو کر رہ رہا ہو اور موت اسے وہاں نہ دبوچ سکے؟ کون ہے جس نے طویل عمر کی امید لگائی اور وہ بر آئی؟ وہ کون سی زندگی ہے جسے موت نے مکدر و گدلا نہیں کیا؟ وہ کون سی ٹہنی ہے، جو مضبوط ہو کر سیدھی کھڑی ہوگئی اور توڑی نہ گئی؟ آبا و اجداد موت کا نوالہ بن گئے، عورتیں بیوہ ہوگئیں، بچے یتیم ہوئے اور مرید و مراد کے مابین بھی موت حائل ہوگئی۔ موت سے کوئی نہیں بچا سکتا، لہٰذا اس وقت کے آنے سے پہلے پہلے توبہ کرلو، جبکہ ندامت بھی کسی کام نہ آئے گی۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ﴾ [الجمعة: ٨]

''(اے نبی) کہہ دیجیے کہ وہ موت جس سے تم بھاگ رہے ہو، وہ یقیناً تمھیں آنے ہی والی ہے۔''

مرحوم اور محروم انسان:

مسلمانو! ایامِ رمضان زمانے کے سر کا تاج ہیں، جس پر ان دنوں میں رحم کر دیا گیا، وہ مرحوم ہے اور جو اس ماہ کی خیر و بھلائی نہ پا سکا وہ محروم ہے۔ جو شخص ان دنوں میں اپنی آخری زندگی کے لیے زادِ راہ اکٹھا نہ کر سکا، وہ ملامت زدہ اور بڑا ہی ظالم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: آمین، آمین، آمین۔ صحابہ کرام نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے منبر پر چڑھ کر تین مرتبہ آمین آمین کیوں کہا تھا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

« إِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي فَقَالَ: مَنْ أَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ وَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ فَدَخَلَ النَّارَ فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ قُلْ: آمِينَ فَقُلْتُ: آمِينَ ...» ①

''میرے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تھے اور انھوں نے کہا تھا کہ جو شخص رمضان کا مہینا پائے اور پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہو اور جہنم میں ڈالا جائے، اسے اللہ اپنی رحمتوں سے دور کرے، آپ کہیے: آمین، تو میں نے کہا تھا: آمین ....''

کوتاہی چھوڑو:

ماہِ رمضان میں کوتاہی کرنے والو! کیا تمھیں یقین ہے کہ تمھاری زندگی میں پھر بھی یہ مہینا ضرور آئے گا اور تم اس آنے والے رمضان تک زندہ رہو گے؟ اس ماہ کے حقوق ادا کرو اور اپنے ظاہر و پوشیدہ اعمال و افعال میں اللہ سے ڈرتے رہو اور اس بات کا یقین رکھو کہ تمھارے ساتھ دو فرشتے (کراماً کاتبین) عمر بھر کے لیے لگائے گئے ہیں، جو تمھارے پل پل کے افعال کو لکھتے جا رہے ہیں، لہٰذا اپنے افعال کو اس سے پوشیدہ ہرگز نہ سمجھو، جس سے تمھاری کوئی چیز ہرگز چھپی ہوئی نہیں ہے۔

روزے کے مفہوم کی وسعت اور آداب:

مسلمانو! ہم سب پر واجب ہے کہ اس ماہِ رمضان کی تعظیم و تکریم کریں اور ہرگز اس کی توہین نہ کریں۔ کیا آپ نے فضول گوئی و بدنظری سے پرہیز کیا؟ اپنے اعضا کو لہو و لعب سے روکا؟ کیا آپ نے سفر پر کام دینے والا زادِ راہ تیار کر لیا ہے؟ کہیں آپ ان لوگوں میں سے تو نہیں جو اس ماہ میں بھی غلط کاری، گھٹیا روش اور اللہ کی ناراضی والے کاموں کا ارتکاب کیے چلے جاتے ہیں؟ کیا آپ ان میں سے تو نہیں جو متاعِ دنیا اکٹھی کرنے کے پیچھے ہلکان ہوئے جاتے ہیں، گویا وہ پیدا ہی اسی لیے کیے گئے ہوں؟ یا آپ ان میں سے تو نہیں جنھوں نے اپنے آپ کو گمراہی کے راستے پر ڈال کر ہلاک کرنے کی ٹھان رکھی ہے؟

خبردار! ایسا ہرگز نہ ہونے پائے، اس ماہ میں اپنی آنکھوں پر کنٹرول کریں، اپنی زبان پر پہرے لگائیں اور ہر قدم پھونک کر رکھیں۔ یہ باتیں تو ہر وقت ہی واجب و ضروری ہیں، مگر ماہِ رمضان کے مقام و مرتبے کی وجہ سے ان کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

① الأدب المفرد (٦٤٦) صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث (١٨٨٨) صحيح ابن حبان، برقم (٩٠٧)

Marfat.com

«مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ وَالْجَهْلَ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»①

”جس نے جھوٹ بولنا، اس پر عمل کرنا اور جاہلانہ رویہ نہ چھوڑا، اللہ تعالیٰ کو اس کے محض کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“

ایک اور حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«رُبَّ صَائِمٍ حَظُّهُ مِنْ صِيَامِهِ الْجُوعُ وَالْعَطَشُ»

”کئی روزے دار وہ ہیں جنھیں روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا (کوئی اجر وثواب) نہیں ملتا۔“②

سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

«إِذَا صُمْتَ فَلْيَصُمْ سَمْعُكَ وَبَصَرُكَ وَلِسَانُكَ عَنِ الْكَذِبِ وَالْمَأْثَمِ، وَدَعْ أَذَى الْخَادِمِ، وَلْيَكُنْ عَلَيْكَ وَقَارٌ وَسَكِينَةٌ يَوْمَ صِيَامِكَ، وَلَا تَجْعَلْ يَوْمَ فِطْرِكَ وَيَوْمَ صِيَامِكَ سَوَاءً»③

”جب تم روزہ رکھو تو تمھارے کانوں، آنکھوں اور زبان کا بھی (جھوٹ اور محارم سے) روزہ ہونا چاہیے، پڑوسی کو اذیت نہ پہنچائیں، تم پر ایک سکون و وقار نظر آنا چاہیے۔ اپنے روزے کے دن اور روزے کے بغیر والے دن کو ایک جیسا نہ کر دو۔“

صالحین کا راستہ:

اللہ کے بندے! مسلم قوم اعمالِ صالحہ کے لیے جدوجہد کر رہی ہے اور تم ہاتھوں پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہو۔ وہ قربِ الٰہی پانے میں مشغول ہیں اور تو دور بیٹھا ہے۔ وہ راتوں کو قیام کرتے ہیں اور تو سویا رہتا ہے۔ وہ نصیحت قبول کر رہے ہیں اور تم بھگوڑے بن رہے ہو۔ بندے قیام میں ہیں جبکہ تم ان میں نہیں ملتے، اگر نیک و صالح لوگوں کو دیکھیں تو تم ان میں سے بھی نہیں پائے جاتے۔ تم کھوٹے سکّے سے مال خریدنے اور نجات پانے کے چکر میں لگتے ہو۔ نہ نماز، نہ دعا و مناجات، نہ توبہ و انابت اور نہ صدق و صفائے قلب، آخر یوں نجات کیسے پاؤ گے؟

① صحيح البخاري، رقم الحديث (١٩٠٣)

② مسند أحمد، رقم الحديث (٨٨٥٦) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٦٩٠)

③ الزهد لابن المبارك، رقم الحديث (١٣٠٨) مصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث (٨٨٨٠)

Marfat.com

صالحین تو ماہِ رمضان کی راتوں میں قیام کر رہے ہیں، اللہ کا خوف ان کے دلوں پر چھا چکا ہے، جس سے ان کی آنکھوں کی نیند اچاٹ ہوگئی ہے۔ خوفِ الٰہی سے ان کی آنکھیں اشکبار ہیں، آنسوؤں کی برسات برسا رہی ہیں، اس کے خوف ہی سے ان کے دل پسیجے ہوئے اور انتہائی نرم ہوگئے ہیں، راتوں کی تاریکیوں میں جب لوگ محوِ خواب یا سوئے ہوئے ہوتے ہیں تو وہ اللہ کی عبادت میں محو و مگن ہوتے ہیں، وہ صالح لوگ ہیں، وہ عمداً گناہ پر گناہ کرتے چلے جانے والے عادی گناہ گار و فاجر نہیں ہیں۔

اپنے خالق کی نافرمانی میں رات گزارنے والے! رمضان کی مبارک راتوں کو حرام امور و اشیا اور گناہوں سے لت پت کرنے والے! کس قدر نقصان و خسارے کی بات ہے کہ اس سے بڑھ کر دوسرا کوئی خسارہ ہو ہی نہیں سکتا۔ تم اہلِ ایمان و یقین، توبہ تائب ہونے والوں کی جماعت اور مغفرت و بخشش طلب کرنے والوں کے قافلے دیکھتے ہو جو رات کی گھڑیوں میں اللہ کا قرب و رضا پا گئے، مگر تم ٹس سے مس نہ ہوئے اور راندۂ درگاہ اور حرماں نصیب ہی رہے۔

اب بھی وقت ہے، اس جاتے ہوئے رمضان ہی کو صحیح معنوں میں پالو، لہو ولعب کو ایک طرف چھوڑو، کاروانِ صالحین میں مل جاؤ اور عبودیت و بندگی کی منازل طے کرنے کے لیے فرائض و نوافل ادا کرنے میں جُٹ جاؤ، زندگی کو اپنے پروردگار کی عبادت سے معمور کردو، ماہِ رمضان کے بقیہ ایام میں نمازِ تراویح پڑھو اور قیام اللیل کرو۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”جس نے ایمان کی حالت میں حصولِ رضا و ثواب کے لیے ماہِ رمضان میں قیام اللیل کا اہتمام کیا، اس کے پچھلے تمام گناہ بخشے گئے اور جس نے لیلۃ القدر کا ایمان کے ساتھ اور ثواب کے لیے قیام کیا، اس کے پچھلے تمام گناہ بخشے گئے۔“[1]

اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ﴾[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٧، ٢٠١٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٥٩، ٧٦٠)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٣٧٥) سنن الترمذي، رقم الحديث (٨٠٦) سنن النسائي، رقم الحديث (١٦٠٥) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٣٢٧)

Marfat.com

''اگر کوئی شخص امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اور آخر تک اس کے ساتھ ہی رہتا ہے تو اس کے لیے اس پوری رات کے قیام کا ثواب لکھا جاتا ہے۔''

تلاوت و تدبرِ قرآن:

مسلمانو! ماہِ رمضان، ماہِ تلاوت و نزولِ قرآن ہے۔ اس میں قرآنی آیات پر تدبر و تفکر کرنا چاہیے، قرآن کے الفاظ کا معنیٰ و تفسیر پڑھنا چاہیے اور قرا و حفاظِ قرآن جیسے اہلِ علم کی طرف رجوع کرنا چاہیے، حفظ کیے ہوئے قرآن کو بار بار دہرانے، تکرار کے ساتھ اس کا دور کرنے اور شب و روز کثرت سے پڑھنے کے ذریعے مزید حفظ و ضبط میں لانا چاہیے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا حکم ہے:

«اِسْتَذْکِرُوا الْقُرْآنَ فَلَھُوَ أَشَدُّ تَفَصِّیًا مِنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ بِعُقُلِھَا»[1]

''قرآن کو یاد کرتے رہا کرو، یہ رسی کے بغیر باندھے گئے جانور سے بھی زیادہ جلدی سے لوگوں کے سینوں سے نکل بھاگنے والا ہے۔''

اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«تَعَاھَدُوا الْقُرْآنَ، فَوَ الَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَھُوَ أَشَدُّ تَفَلُّتًا مِنَ الْإِبِلِ فِي عُقُلِھَا»[2]

''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے، حافظِ قرآن کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی نے اونٹ کے گھٹنے کو رسی باندھی ہوئی ہو، اگر وہ اسے پکڑے رکھے گا تو وہ اس کے پاس رہے گا اور اگر وہ اس رسی کو کھول دے گا تو وہ بھاگ جائے گا۔''

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

''إِذَا قَامَ صَاحِبُ الْقُرْآنِ فَقَرَأَہٗ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ ذَکَرَہٗ، وَإِذَا لَمْ یَقُمْ بِہٖ نَسِیَہٗ''[3]

''اگر حافظِ قرآن شب و روز اسے پڑھتا اور یاد کرتا رہے گا تو وہ اسے یاد رہے گا اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اسے بھلا دے گا۔''

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٥٠٣٢) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٧٩٠)

[2] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٥٠٣٣) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٧٩١)

[3] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٧٨٩)

Marfat.com

کہتے ہیں کہ جو تکرار کے ساتھ بار بار ہوگا وہ ٹھہر جائے گا اور جو تکرار کے ساتھ نہ ہوگا وہ قرار نہ پا سکے گا۔

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ کتابِ مبارک دے کر ایک عظیم شرف سے نوازا ہے، اس کی آیات پر تدبّر اور اس کی بیّنات پر تفکر کرتے رہا کرو، اس کی پند و نصائح کو قبول کرو، تدبّر و تفکّر کے بغیر تیز تیز قرآن پڑھنے والے نہ بنو۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے انھیں بتایا کہ وہ ایک ہی رکعت میں سورت ق یا حجرات سے تا آخر قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے کہا:

''جلدی جلدی تدبّر کے بغیر پڑھا ہوگا جیسے شعر پڑھے جاتے ہیں، بیشک کچھ لوگ قرآن تو پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا، ہاں! اگر قرآن کی تلاوت کا اثر دل پر واقع ہو اور اس میں ثبت ہو جائے تو وہ قراءت و تلاوت فائدہ مند ہے۔''[1]

نیز انھی کا قول ہے:

''قرآن کو شعروں کی طرح جلدی جلدی تدبر کے بغیر نہ پڑھو اور نہ اسے خراب کی طرح بکھیرو (جو خشکی و سختی کی وجہ سے باہم مربوط نہیں ہوتی) بلکہ اس میں نازل شدہ عجائبات پر غور کرو، اس کے ساتھ دل کو حرکت دو اور تم میں سے کسی کی ساری کوشش صرف سورت کے آخر تک پہنچ جانے کی نہیں ہونی چاہیے۔''[2]

تلاوتِ قرآن اور سلفِ امت:

سلف صالحینِ امت -رضي الله عنهم أجمعين- کثرت سے ختمِ قرآن کیا کرتے تھے۔ جب رمضان آتا تو اس ماہ کی فضیلت و شرف کی وجہ سے وہ اس میں اور بھی بڑھ جاتے تھے۔ ماہ رمضان کی ہر رات حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کا دَور کرتے تھے۔[3] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری سال میں جبرائیل علیہ السلام نے دو

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۸۲۲)

[2] مصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث (۸۷۳۳) شعب الإيمان، رقم الحديث (۲۰٤۱)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (۲۳۰۸)

Marfat.com

مرتبہ مکمل قرآن کریم کا نبی مکرم ﷺ کے ساتھ دور کیا تھا۔[1]

عبداللہ بن ادریس رحمہ اللہ کو موت آنے لگی تو ان کی بیٹی رونے لگی۔ انھوں نے اس سے کہا:
''اے میری بیٹی! رو نہیں، میں نے اس گھر میں چار ہزار مرتبہ قرآنِ پاک ختم کیا ہے۔''[2]
کیا خوب وہ قوم تھی اور کیا خوب ان کا عمل تھا!!

قرآن کے مطابق فیصلے:

امتِ اسلامیہ! یہ قرآنِ کریم تمھارے مابین پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ اگر یہ پہاڑوں پر نازل کیا گیا ہوتا تو وہ بھی خوفِ الٰہی سے پست ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ کیا ہم قرآن کے بیان کردہ منہاجِ مطہر پر چلے؟ کیا ہم نے اسے اپنی زندگی کے تمام پیش آمدہ مسائل میں نافذ کیا؟ کیا ہم نے اسے اپنے ظاہری اور پوشیدہ امور میں اپنا حکم و فیصل بنایا؟ ہر چھوٹا یا بڑا فعل اور ہر وہ تبدیلی و تغیر جو کتاب و سنت سے متناقض ہوگا، وہ فاعل کے لیے وبال و حسرت اور باعثِ شر ہوگا۔ جن لوگوں نے قرآن و سنت کو اپنا فیصل نہ بنایا، انھیں ہم نے ایسے عذاب میں مبتلا اور ایسی سزاؤں میں پھنسے دیکھا ہے، جو باعثِ زجر و توبیخ اور ذریعۂ عبرت ہیں، لہٰذا قرآنِ کریم کو پوری قوت سے پکڑ لو اور اسے اپنے لیے باعثِ عزت جانو۔ فرائض ادا کرنے سے تمھیں اس مادی دنیا کی مشغولیات نہ روک دیں، یہ پوری دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی درجہ نہیں رکھتی۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ [المائدة: ٤٤]

''اور جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی (قرآن) کے مطابق فیصلے نہ کریں، وہ پکے کافر ہیں۔''

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ [المائدة: ٤٥]

''اور جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی (قرآن) کے مطابق فیصلے نہ کریں، وہی لوگ ظالم ہیں۔''

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ [المائدة: ٤٧]

''اور جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی (قرآن) کے مطابق فیصلے نہ کریں، وہ فاسق (بدکار) ہیں۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٩٩٨)

[2] تاريخ بغداد (٩/ ٤٢٠)

Marfat.com

جہنم سے آزادی کا مہینا:

مسلمانو! ماہِ رمضان جہنم کی آگ سے گلوخلاصی کا مہینا ہے، یہ شقاوت و بدبختی، ذلت و رسوائی اور حرماں نصیبی سے چھٹکارے کا مہینا ہے۔ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ عِنْدَ كُلِّ فِطْرٍ عُتَقَاءُ» [1]

''ہر روز افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ بے شمار لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے۔''

اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

«إِنَّ لِلّٰهِ ۔تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ۔ عُتَقَاءَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ» [2]

''ماہِ رمضان کے ہر دن اور ہر رات میں اللہ تعالیٰ لاتعداد لوگوں کو جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے۔''

لٰہذا بھرپور کوشش کر کے اپنی گردنوں اور اپنے جسموں کو جہنم سے آزاد کروا لو اور اپنے نفسوں کو اللہ سے اس کی عبادت کے عوض خرید لو۔

مسلمانو! یہ توبہ و استغفار، عجز و انکساری اور گڑگڑانے اور اللہ کے در کے فقیر و سوالی بننے کا وقت ہے۔ یہ طلبِ غفران اور انابت و رجوع الی اللہ کا مہینا ہے، یہ اس صاحبِ فضل و کرم سے قبولیت حاصل کرنے کا مہینا ہے جس کا دروازہ کھٹکھٹانے والا کبھی مایوس نہیں لوٹا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ عزیز اور کلامِ فصیح و بلیغ میں فرمایا ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ [التحريم: ٨]

''اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی و خالص توبہ کرلو۔''

توبہ کا ارادہ کرو تو بابِ توبہ کو ہمیشہ کھلا ہی پاؤ گے۔ جنت کی قیمت بدن و روح دونوں سے ادا کرو اور جب تک مہلت اور موقع ملے، اللہ کی طرف لو لگا کر رکھو۔

توبہ اور بخشش کا مہینا:

اللہ کے بندے! تیرے گناہوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ وہ آسمان کو چھونے لگے ہیں اور

---

(1) مسند أحمد (٥/ ٢٥٦) المعجم الكبير (٨/ ٢٨٤)

(2) مسند أحمد (٢/ ٢٥٤)

Marfat.com

جہاں تک نظر جا سکتی ہے وہ وہاں تک پہنچ چکے ہیں، یہاں تک کہ اب ان کا شمار کرنا اور گننا بھی مشکل ہوگیا ہے، گناہ اگرچہ اتنے ہوگئے ہیں پھر بھی فوراً توبہ کرو۔ اس میں ذرا بھی تردد و تامل نہ کرو، کیوں کہ اللہ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا اور رجوع کرنے والے کی لرزشیں معاف کرتا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

«يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا أُبَالِي، يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ، يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً» [1]

''اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: اے ابن آدم! تو جب بھی مجھے پکارے اور مجھ سے امید لگائے، میں تمھیں بخش دوں گا، تیرے گناہ چاہے جتنے بھی ہوں گے، مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ اے ابنِ آدم! اگر تیرے گناہ کی کثرت کا یہ عالم ہو کہ وہ آسمان تک پہنچ گئے، پھر تم نے مجھ سے بخشش طلب کی تو میں تجھے بخش دوں گا۔ اے ابن آدم! تو اگر میرے پاس زمین کی پہنائیوں کے برابر بھی گناہ لے کر آیا مگر تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوگا، تو میں تمھیں زمین کی پہنائیوں کے برابر مغفرت سے نواز دوں گا۔''

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

« إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ ....» [2]

''اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو گناہ کرنے والا توبہ کر لے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو برائی کرنے والا تائب ہوجائے اور یہ سلسلہ اس دن تک جاری رہے گا جب تک مغرب سے سورج طلوع نہ ہو (قیامت نہ آجائے)۔''

مسلمانو! اللہ کی حمد و ثنا بیان کرنے، اپنے گناہ کا اقرار و اعتراف کرنے، گناہ کو یکسر ترک کر دینے اور آیندہ یہ گناہ نہ کرنے کا عزم بالجزم کرنے سے اللہ گناہ کو بخش دیتا ہے، اور توبہ کرنے والا

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٥٤٠)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧٥٩)

Marfat.com

ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو، لہٰذا موت کے اپنا پنجہ گاڑ دینے سے پہلے پہلے توبہ کرلو، کیونکہ موت آجانے کے بعد پھر زندگی عطا ہونے اور مافات کا عوض یا بدل ملنے کا کوئی موقع نہیں رہ جاتا، اس دن کوئی حیلہ بہانہ کام نہ آئے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتُوبُوٓا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ [النور: ٣١]

''اے مومنو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو، تاکہ تم نجات پاؤ۔''

اعتکاف:

اعتکاف ایک مسنون، کثیر الفوائد اور عظیم المقاصد عمل ہے۔ اس کے اغراض و مقاصد میں سے سب سے عظیم مقصد یہ ہوتا ہے کہ بندہ تمام مخلوقات سے ناتا توڑ کر اپنے خالق سے رشتا جوڑ لے اور بندے کا اپنے خالق سے رشتا استوار کرلینا، تہذیبِ نفس اور اصلاحِ قلبی کے لیے بڑا موثر ہے۔ یہ اعتکاف ماہِ رمضان کے عشرۂ اخیر میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے تاکہ لیلۃ القدر تلاش کی جاسکے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ـ عَزَّ وَ جَلَّ ـ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ» [1]

''نبی اکرم ﷺ وفات پانے تک ہر سال رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف فرماتے رہے اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اعتکاف کیا کرتی تھیں۔''

امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''لوگوں پر تعجب ہے کہ یہ اعتکاف کو چھوڑ بیٹھے ہیں، حالانکہ نبی مکرم ﷺ جب سے مدینہ تشریف لائے، تب سے لے کر وفات تک آپ ﷺ نے کبھی اعتکاف ترک نہیں کیا۔'' [2]

اعتکاف کے بعض احکام اور احترامِ مسجد:

مسلمانو! اعتکاف کے احکام سمجھ لو اور جس مسجد میں اعتکاف کرنا ہے، اس کے آداب و احترام بھی یاد کرلو۔ تم میں سے جو شخص اعتکاف کرنا چاہے، جمہور اہلِ علم کے نزدیک اس کے لیے ضروری

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٠٢٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (١١٧٢)
[2] فتح الباري (٤/ ٢٨٥)

Marfat.com

ہے کہ وہ اکیسویں رات (بیسویں روزے کے) سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اپنی جائے اعتکاف میں داخل ہوجائے۔

مصائب اور دعائیں:

مسلمانو! تمھارے عقیدے و دین کے رشتے سے کچھ بھائی ابتلا و آزمایش اور مصائب و مشکلات میں مبتلا ہیں، ان کے خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے، دشمن ان پر ٹوٹ پڑے ہیں، انھیں قتل و غارت، اذیت و عذاب اور ظلم وستم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، کسی ضعیف البدن بوڑھے کو، کمزور و لاغر بیمار کو، عیال دار آدمی کو، معصوم و بے قصور اور مصائب و ہولناکیوں میں ناچار آنسو بہانے والی عورت کو، کسی کو بھی کسی بھی قسم کے حالات کے تحت معاف نہیں کیا جا رہا۔ ان لوگوں کے لیے پوری عاجزی و انکساری کے ساتھ دستِ دعا دراز کرو اور اللہ سے اپنی طرح طرح کی عبادتوں اور اپنی اطاعت کا واسطہ دے کر دعائیں کرو کہ وہ تمھارے ضعیف و بے کس اور بے گھر بھائیوں پر رحم فرمائے، اور انھیں کافر قوم سے نجات دلائے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«إِنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ دَعْوَةً مُّسْتَجَابَةً»[1]

''ہر مسلمان کی ہر دن اور ہر رات میں ایک دعا قبول کی جاتی ہے۔''

اللہ کو دعا سے زیادہ پیاری چیز کوئی نہیں اور لوگوں سے سب سے کمزور وہ ہے جو دعا کرنے سے بھی عاجز آ گیا ہو اور تقدیر کو صرف دعا ہی بدل سکتی ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

[1] مسند أحمد (٢/ ٢٥٤)

Marfat.com

تلاوت و تدبّرِ قرآن

امام و خطیب: فضیلة الشیخ علي عبد الرحمن الحذيفي حفظه الله

حمد وثنا کے بعد:

نعمتِ ایمان وقرآن:

اللہ کی تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ایمان اور قرآن ہے۔ ایمان دلوں کا نور، بصیرتوں کی ضیا، انسان کی روح، عزت وتکریم اور قدر ومنزلت ہے۔ ایمان سے عاری آدمی میں کوئی خیر و بھلائی نہیں ہوتی اور قرآن، ہدایت ونور، ہر خیر و بھلائی کی طرف دعوت دینے اور ہر شر و برائی سے روکنے والا، روح کی غذا اور جسم کے لیے باعثِ تہذیب وتزکیہ ہے۔ اس میں حلال وحرام کا تذکرہ اور قوانین واحکام کی تفاصیل ہیں، جن کے ذریعے دنیا وآخرت کے احکام حاصل ہوتے ہیں۔ جو شخص اس کتابِ مقدس کو مضبوطی سے پکڑ لے گا، اللہ تعالیٰ اسے دنیاوی امور میں سے سب سے زیادہ رشد و ہدایت والے امور کی طرف ہدایت دے گا اور جس نے اسے پسِ پشت ڈال دیا، وہ نقصان اٹھانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا﴾ [الإسراء: ٩]

”یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں، اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَ لَا يَشْقٰى ۝ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ [طٰہٰ: ١٢٣، ١٢٤]

Marfat.com

''جو میری ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بہکے گا نہ شقاوت و تکلیف میں رہے گا، اور ہاں جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی اجیرن (تنگی میں) رہے گی اور ہم اسے روزِ قیامت اندھا اٹھائیں گے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''تَكَفَّلَ اللّٰهُ لِمَنْ عَمِلَ بِالْقُرْآنِ أَلَّا يَضِلَّ فِي الدُّنْيَا وَلَا يَشْقٰى فِي الْآخِرَةِ''[1]

''اللہ نے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ جو شخص قرآن پر عمل کرے گا، وہ نہ تو دنیا میں بہکے یا گمراہ ہوگا اور نہ آخرت ہی میں وہ شقاوت و بدبختی میں مبتلا ہوگا۔''

معجزۂ قرآن:

قرآنِ کریم ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم معجزہ ہے جو دائمی و ابدی ہے۔ یہ قرآن بشری نسلوں کو مخاطب کرتا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا۔ یہ عقلِ انسان کو طرح طرح کے دلائل و براہین کے ذریعے قائل کرتا ہے، تاکہ انسان حق کو قبول کرے اور اپنی مرضی اور اختیار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے سرِتسلیم خم کرے۔ اگر وہ حق سے اعراض کرے تو وہ بھی حق کو پہچان لینے کے بعد محض تکبر و انکار کے نتیجے میں ہو اور اللہ تعالیٰ کی حجت اس پر قائم ہوجائے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ إِلَّا أُوتِيَ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُهُ وَحْيًا، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا»[2]

''جتنے بھی انبیا کو اللہ نے مبعوث فرمایا ہے، ان میں سے ہر کسی کو ایسی چیز دی گئی جس پر پہلے بھی بشر کا ایمان تھا، جبکہ مجھے وحی سے نوازا گیا ہے اور مجھے امید ہے کہ سب سے زیادہ پیروکار میرے ہی ہوں گے۔''

قرآن کا چیلنج:

قرآنِ کریم وہ معجزۂ خالدہ ہے کہ جن و انس میں سے آج تک کوئی بھی اس جیسی کتاب نہیں

[1] تفسير الطبري (١٦/ ٢٢٥) مصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث (٣٤٧٨١)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٩٨١) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٥٢)

Marfat.com

لا سکا، اور اگر یہ سب مل کر بھی کوشش کریں تو اس قرآنِ عظیم جیسا معجزہ قیامت تک نہیں لا سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے چیلنج کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴾ [الإسراء: ۸۸]

''کہہ دیجیے (اے نبی!) کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر بھی اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کی مثل لانا ناممکن ہے، گو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔''

بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو جن و انس کے دونوں جہانوں کو چیلنج کیا ہے کہ وہ اس قرآن کی صرف دس سورتوں کی مثل ہی لے آئیں، مگر وہ ایسا ہرگز نہ کر سکیں گے، چنانچہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴾ [هود: ۱۳]

''کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو خود اسی (محمد) نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ انھیں جواب دیجیے کہ پھر تم بھی اس کی مثل صرف دس سورتیں ہی گھڑی ہوئی لے آؤ۔ اور اللہ کے سوا جسے بھی چاہو اپنے ساتھ ملا لو۔ اگر تم سچے ہو۔'' (تو یہ کر دکھاؤ)

ایک دوسرے مقام پر اس چیلنج کو اتنا مختصر کر دیا کہ کم از کم صرف ایک سورت ہی اس کے مثل لے آؤ، مگر وہ اس سے بھی عاجز آ گئے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴾ [البقرة: ۲۳، ۲٤]

''اور اگر تمھیں اس میں شک ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے (کہ وہ اس کا اپنا ساختہ و پرداختہ ہے) تو تم اگر سچے ہو تو صرف ایک سورت ہی اس کی مثل لے آؤ، اس اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو اور تم ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو پھر اس نارِ جہنم سے ڈرو، جس کا ایندھن لوگ (انسان) ہوں گے جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ عظیم کو اپنے بندوں پر رحمت کرتے ہوئے ایک معجزہ بنا کر نازل فرمایا ہے، تاکہ انھیں معلوم ہو کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ حقیقی معبود اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے حقیقی رسول ہیں، کیونکہ قرآنِ کریم سب سے بڑی دلیل ہے، جو ہمیں ہمارے رب کی صفات کی خبر دیتی ہے، اور یہی قرآن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اللہ کی واجبی صفاتِ کمال کیا کیا ہیں اور کن کن بلکہ کل نقائص و عیوب سے اس کی ذاتِ گرامی پاک و منزّہ ہے جو اس کی جلالت کے لائق ہی نہیں ہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾ [الجاثية: ٦]

”یہ ہیں اللہ کی آیتیں جنھیں ہم آپ کو حق و راستی سے سنا رہے ہیں، پس اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کے بعد یہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔“

اور دوسری جگہ فرمایا ہے:

﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ [البقرة: ٢٥٢]

”یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں، جنھیں ہم حقانیت کے ساتھ آپ پر پڑھتے ہیں۔ یقیناً آپ رسولوں میں سے ہیں۔“

جو شخص قرآنِ کریم اور اس کے معجزہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتا، وہ خوارق عادات اور مشاہدۂ آیات کو سمجھ سکتا ہے نہ وہ قرآن کے نظمِ بدیع میں اس کے اعجاز، اس کے حکیمانہ و دانشمندانہ قوانین، سننِ کون اور اسرارِ خلق پر اس کے دلائل، بشری اجتماعیت کی سنن کے لیے اس کے بیان، اس کی تعلیمات کے کامل و شامل ہونے، ماضی و مستقبل کی صحیح و سچی خبریں دینے، اس کے اغراض و مقاصد کی رفعت و بلندی اور انسان کی تمام جوانب و نواحی سے مکمل تہذیب و تربیت میں اعجاز القرآن کا صحیح ادراک حاصل کر سکتا ہے۔

خیر الامم:

امتِ اسلامیہ کو لوگوں کے لیے بپا کیا گیا ہے اور وہ اسی قرآنِ کریم ہی کی بدولت ”خیر الامم“ (تمام امتوں میں سے بہترین امت) قرار پائی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ

Marfat.com

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ [آل عمران: ۱۱۰]

''تم بہترین امت ہو، جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہو کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں مومن بھی ہیں لیکن اکثر فاسق ہیں۔''

پوری تاریخِ انسانیت میں امتِ اسلامیہ سے زیادہ رحم دل، عدل پسند اور خوش معاملہ دوسری کوئی امت نہیں گزری۔ مسلمانو! اس وقت تم اس بات کے شدید ضرورت مند ہو کہ اپنے آپ کو ان صفات سے متصف کرو جن پر عمل پیرا ہونے کی قرآن نے دعوت دی ہے، اس کے اوامر کی اطاعت، اس کے نواہی سے دوری، اس کے حلال کردہ امور و اشیا کو حلال ماننا اور حرام کردہ کو حرام سمجھنا، اس کی محکم آیات پر عمل اور اس کی متشابہات پر ایمان لانا تمھارے لیے سخت ضروری ہے۔

قرآنِ کریم انسان کے لیے پھل پھول تب لاتا ہے، وہ اسے جادۂ حق پر تب چلاتا ہے اور اسے اپنے رنگ میں تب رنگتا ہے جب نفسِ انسانی اسے قبول کرنے کے لیے تیار ہو، دل اس کے انوار کی آماج گاہ بنیں اور انسانی جسم کے تمام اعضا اس کی ترغیب و ترہیب اور وعدہ و وعید کو پوری خشیتِ الٰہی اور خشوع و خضوع کے ساتھ قبول کریں، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ [الزمر: ۲۳]

''اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے، جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیات کا مجموعہ ہے، جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں، پھر ان کے جسم و جان اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت جس کے ذریعے وہ جسے چاہے راہِ راست پر لگا دیتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ ہی راہ بھلا دے، اس کا کوئی ہادی (راستہ دکھانے والا) نہیں۔''

Marfat.com

ماہِ رمضان... موسمِ قرآن:

مناسب وقت نفسِ انسانی میں قرآنی تاثیر کو بڑھانے میں مدد کرتا ہے، کیونکہ قران روح کی غذا ہے۔ ماہِ رمضان میں جسم پر نفسِ امارہ کی حکومت و اقتدار کا زور ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ روزے کی وجہ سے بدن کی غذا کم ہو جاتی ہے اور قرآنی غذا کی وجہ سے روحانیت بڑھ جاتی اور تقویت اختیار کر جاتی ہے، جس کے نتیجے میں مسلمان اللہ کے کلام سے بھر پور فائدہ اٹھاتا اور اس کی تلاوت سے لذت و حلاوت پاتا ہے اور یہ تلاوتِ قرآن اس کی روح کی غذا اور زندگی ہے۔ قرآنِ کریم نفع آور بارش کی طرح ہے، نفسِ انسانی زمین کی طرح ہے، اور ماہِ رمضان اس بارانِ رحمت کے نزول کا مناسب وقت ہے، جو زمین میں ہر طرح کے پھل پھول اور خوبصورت نباتات و سبزیات اگاتی ہے۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدیٰ وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ، قَبِلَتِ الْمَاءَ، فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ، وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبُ، أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا، وَأَصَابَ طَائِفَةً مِّنْهَا أُخْرىٰ، إِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ، لَا تُمْسِكُ مَاءًا، وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ بِهٖ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهٖ» [1]

''اللہ تعالیٰ نے مجھے جو ہدایت و علم دے کر مبعوث فرمایا ہے، اس کی مثال اس بارش کی ہے جو کسی زمین پر برسے، اس زمین کے بعض اچھے حصے اسے قبول کر لیتے اور انتہائی خوبصورت و بے شمار گھاس پھوس و نباتات اُگاتے ہیں اور بعض بنجر حصے ہوتے ہیں جو پانی کو روکے رکھتے ہیں جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے، وہ اس سے خود پیتے، جانوروں کو پلاتے اور اپنی کھیتی باڑی کو سیراب کرتے ہیں اور وہ بارش زمین کے بعض ایسے حصوں پر بھی برسی جو چٹیل ہیں، نہ تو پانی کو روک کر رکھ سکتے ہیں اور نہ نباتات و گھاس ہی اگاتے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٨٢)

Marfat.com

ہیں۔ یہی ہے ان لوگوں کی مثال جو دین کا علم حاصل کرتے اور دوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں، علم سیکھتے اور دوسروں کو سکھاتے ہیں اور ان لوگوں کی جو علم و ہدایت کے لیے سر اٹھاتے ہیں نہ سیکھتے اور نہ اسے قبول کرتے ہیں جو میں لے کر آیا ہوں۔“

تلاوت و تدبرِ قرآن:

اللہ کے بندو! ماہِ رمضان کے بقیہ حصے کو اپنے لیے غنیمت سمجھو۔ یہ مہینا ماہِ قرآن ہے۔ اس میں کثرت سے تلاوتِ قرآن کریں، اس کے معانی و مفاہیم پر تدبّر و تفکّر کریں اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل کریں۔ سلف صالحینِ امت اس ماہ میں تلاوتِ قرآن کے لیے دیگر علمی امور سے فارغ ہو جاتے تھے، اور ذکرِ الٰہی سے رطب اللسان رہتے۔ ان میں سے بعض لوگ ماہِ رمضان میں صرف سات دنوں میں قرآن ختم کر دیتے تھے، بعض صرف تین ہی دنوں میں ختم کر دیا کرتے تھے اور بعض صرف ایک ہی رات میں قرآن ختم کر دیا کرتے تھے۔[1]

اصحابِ قرآن:

جس نے قرآنِ کریم پر عمل کیا، وہ اصحابِ قرآن میں سے ہے، چاہے وہ قرآن کا حافظ نہ بھی ہو، اور جس نے قرآن پر عمل نہ کیا وہ اصحابِ قرآن میں سے نہیں ہے، چاہے وہ اس کا حافظ ہی کیوں نہ ہو۔ جو شخص قرآن کے بعض حصوں کا حافظ ہو، اسے چاہیے کہ حفظ کیے ہوئے حصے کو کثرت اور تکرار سے پڑھتا رہے۔

جود و سخا:

مسلمانو! اس فضیلت و برکت والے مہینے میں کثرت سے نیکیاں کرو، فقرا و مساکین اور محتاجوں پر احسان کرو، کیوں کہ نبی اکرم ﷺ کا یہی عملِ مبارک تھا، چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر سال میں ایک مرتبہ ماہِ رمضان میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے، اپنی حیاتِ مبارکہ کے آخری سال میں دو مرتبہ دور کیا۔[2] جن دنوں آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات کیا کرتے تھے، ان دنوں آپ ﷺ کے جود و سخا کا عالم یہ ہوتا تھا کہ آپ ﷺ تیز ہواؤں سے بھی سخاوت میں بڑھ جاتے تھے۔[3]

---

[1] یہ روایت (ایک رات میں ختمِ قرآن) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، مگر اس روایت کی سند صحیح نہ ہونے کی وجہ سے ناقابلِ حجت ہے۔ [مترجم]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٤٥٠)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٢٢٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٣٠٨)

Marfat.com

نمازوں کا اہتمام:

اللہ کے بندو! نماز کا خصوصی خیال رکھو، یہ نماز دین کا ستون اور فحاشی و برائی کے کاموں سے روکنے والی ہے، جس نے اس کی حفاظت کی، اس نے اپنے آپ کی اور اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا، اس نے اپنے آپ کو اور اپنے دین کو کھو دیا۔ قیامت کے دن بندے سے جس چیز کے بارے میں پہلے بازپرس ہوگی وہ نماز ہی ہے، اگر یہ قبول ہوگئی تو باقی سارے اعمال بھی شرفِ قبولیت حاصل کرلیں گے اور اگر یہ رد کردی گئی تو دیگر تمام اعمال بھی رد کر دیے جائیں گے اور تارکِ نماز کو کہا جائے گا کہ جہنم میں داخل ہونے والے دوسرے لوگوں کے ساتھ ہی تم بھی جہنم میں داخل ہو جاؤ۔

زکات ادا کرو:

اپنے اموال کی زکات ادا کرو، ورنہ انھی اموال کے ذریعے موت کے بعد عذاب دیے جاؤ گے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

«مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا: لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ... الْآيَةَ»[1]

''جو مال دار بھی اپنے اموال کی زکات ادا نہ کرتا ہوگا، قیامت کے دن اس کا وہی مال بہت بڑا زہریلا اژدھا بن کر آئے گا، جس کی آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے، اس اژدھے کا طوق بنا کر اُس انسان کی گردن میں ڈالا جائے گا، پھر وہ جبڑوں سے پکڑلے گا اور کہے گا: میں تیرا خزانہ ہوں، میں تیرا مال ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت: ﴿لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ... ﴾ تلاوت کی۔''

تدارک اور تلافیِ مافات:

جس حد تک بھی ممکن ہو، اس ماہ کو اچھے اچھے اعمال کے ساتھ مکمل کرو، کیونکہ اعمال کا دارومدار ان کے خاتمے پر ہے، جس نے روزوں کے مہینا کا آغاز اچھے اور نیک اعمال سے کیا، اسے چاہیے کہ اس توفیق پر اللہ کا شکر ادا کرے اور اسی طرزِ عمل پر قائم رہے۔ جس سے شروع ماہ میں کوتاہیاں ہوئیں، اسے چاہیے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣١٤، ٤١٩٨)

Marfat.com

کہ اس کے بقیہ ایام میں ان کا تدارک کرے اور اس کے آخری حصے میں بھرپور اعمال صالحہ انجام دے۔

روزوں کا تحفظ:

اپنے روزوں کا تحفظ کریں، نگاہیں نیچی رکھیں، زبان پر قابو رکھیں، لوگوں کو اذیت پہنچانے سے گریز کریں، نیک اعمال و خیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کریں۔ یہ تمھارے اعمال میں افضل ترین اور اللہ کو محبوب ترین اعمال میں سے ہے۔

دعاؤں کی کثرت:

مسلمانو! شب و روز کی گھڑیوں میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے، ان کے ائمہ وعوام کے لیے کثرت سے دعائیں کریں۔ مسلمانوں کے معصوم و شیرخوار بچے، بے کس ٹیڑھی کمروں والے بوڑھے، بے آسرا عورتیں اور بے گناہ لوگ ناکردہ جرائم پر قتل وظلم اور جبر و استبداد کی چکی میں پس رہے ہیں اور یہ ظلم و جبر اللہ کے سوا کوئی دور نہیں کرسکتا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ سَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴾

[آل عمران: ۱۳۳ تا ۱۳۶]

”اپنے رب کی طرف سے مغفرت وبخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو، جس کی چوڑائی ان آسمانوں اور زمین کی پہنائیوں کے برابر ہے اور وہ متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو لوگ آسانی میں اور سختی میں ہر موقع پر اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں سے محبت کرتا ہے، جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے لیے استغفار کرتے ہیں، فی الواقع اللہ کے سوا کون گناہوں

Marfat.com

کو بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ جان بوجھ کر کسی برے کام پر اڑ نہیں جاتے۔ انھیں کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور جنتیں ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان نیک کام کرنے والوں کا ثواب کیا ہی اچھا ہے۔''

یہ اللہ کی رحمت وحکمت اور اس کے علم وقدرت کا احاطہ ہے کہ اس نے ہمارے لیے فضیلت والے مہینے، شرف وعظمت والے شب وروز اور خیر وبرکت والی گھڑیاں بیان کردی ہیں، تا کہ ہم ان میں اللہ کی مشروع کردہ اطاعت وعبادت کر کے اس کی رضا ورحمت اور خیروبرکت حاصل کرسکیں۔ جس نے خلوصِ نیت اور عمل بالسنہ کے ساتھ اللہ کا دروازہ کھٹکھٹایا، اللہ اس کے لیے اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اس ماہ میں فضیلت والی راتوں اور عزت وشرف والی گھڑیوں میں سے ایک لیلۃ القدر بھی ہے، جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس میں فرما کر اس کی قدر ومنزلت کو چار چاند لگا دیے ہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴾ [القدر: ۱ تا ۳]

''ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ہے اور آپ کو کیا معلوم ہے کہ یہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ لیلۃ القدر ہزار ماہ سے بہتر ہے۔''

یعنی اس ایک رات کی عبادت ان ایک ہزار ماہ سے بھی بہتر ہے، جن میں یہ لیلۃ القدر نہ ہو۔ ایک حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»[1]

''جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس سے حصولِ ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر کا قیام کرلیا، اس کے پہلے تمام گناہ معاف ہوگئے۔''

یہ رات ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں (۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹) میں ہے۔[2]

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٤٠٣)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٠٢٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (١١٧٤)

Marfat.com

الوداع ... اے ماہِ رمضان

امام و خطیب: فضیلة الشیخ عبدالباري الثبیتي ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندوں کی طرف علمِ جنت بلند کیا گیا تو انھوں نے حصولِ جنت کے لیے کمر کس لی۔ ان کے لیے سیدھا راستہ واضح کیا گیا تو وہ اس پر استقامت کے ساتھ چل دیے، کیوں کہ انھیں یقین ہے کہ سارے کا سارا منافع صرف اسی میں ہے کہ جب وہ اللہ کے حضور جمع کیے جائیں تو انھیں وہاں سرخروئی حاصل ہو۔ ان کے قلب و جان اس بات کے مشتاق ہیں کہ وہ اس جنت کو پالیں جس کے اللہ تعالیٰ نے وعدے کیے ہیں:

﴿ جَنّٰتِ عَدْنِ ن الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا ﴾

[مریم: ٦١]

''ہمیشگی والی جنتوں میں جن کا غائبانہ وعدہ اللہ مہربان نے اپنے بندوں سے کیا ہے، بے شک اس کا وعدہ پورا ہونے والا ہے۔''

وہ جنتیں جن میں اقامت دائمی ہوگی، دنیاوی جنات و باغات کی طرح محض عارضی اقامت نہیں ہوگی۔ ان جنتوں کا اللہ نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا ہے اور اللہ کے وعدے میں کوئی خلاف ورزی نہیں، وہ لامحالہ ان جنتوں میں جائیں گے۔

نعیمِ جنت کے چند اوصاف:

وہ جنت ایسی ہے کہ اگر کسی کو اس میں صرف ایک نظر ڈال لینے دی جائے، تو اسے تمام مایوسیاں اور دکھ غم بھول جائیں گے، جیسا کہ صحیح مسلم میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

«وَيُؤْتَى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صِبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهُ: يَا ابْنَ آدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟! هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا وَاللّٰهِ مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ»[1]

"اہلِ جنت میں سے ایسے شخص کو جنت کا ایک نظارہ دکھایا جائے گا جو دنیا میں سخت تنگی و مایوسی کی زندگی گزار کر گیا ہوگا، اس کو جنت کا نظارہ دکھا کر پوچھا جائے گا کہ اے ابنِ آدم! کیا دنیا میں تو نے کبھی کوئی تنگی ترشی دیکھی ہے؟ کیا کبھی تجھ پر کوئی سخت و مشکل وقت آیا ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! تیری قسم ہے مجھ پر کبھی کوئی تنگی و مایوسی کا وقت نہیں گزرا اور نہ کبھی میں نے کوئی سختی و مشکل دیکھی ہے۔"

یہ جنت اللہ نے اپنے پیاروں کا ٹھکانا بنائی ہے اور اسے اپنی رحمت و کرم اور رضوان و خوشنودی سے بھر رکھا ہے، اس کی نعمتوں کے حصول کو بہت بڑی کامیابی قرار دیا ہے، ہر طرح کی خیر و بھلائی اس میں ودیعت کر دی ہے اور اسے ہر قسم کے عیب و نقص اور آفت سے پاک کر رکھا ہے۔

اگر آپ اس جنت کی زمین اور مٹی کے بارے میں پوچھیں تو وہ کستوری اور زعفران سے عبارت ہیں اور اگر جنت کی چھت کے بارے میں پوچھیں گے تو وہ چھت عرشِ الٰہی ہے۔ اگر آپ جنت کی زینت کے بارے میں پوچھیں تو وہ "لؤلؤ" (موتی) جواہرات اور مرجان (مونگے) ہیں۔ اگر اس کی کسی عمارت کے بارے میں سوال کریں تو وہ ایسی دیواروں پر مشتمل ہے، جس کی ایک اینٹ چاندی کی ہے تو دوسری سونے کی، اگر اس کی نہروں کے بارے میں استفسار کریں تو اس میں بہنے والی بعض نہریں میٹھے، باسی نہ ہونے والے پانی کی ہیں، بعض ایسے دودھ کی ہیں، جس کا مزہ کبھی تبدیل اور خراب نہیں ہوگا، بعض اس شراب کی نہریں ہیں، جو پینے والوں کے لیے انتہائی لذت کا باعث ہیں اور بعض نہریں خالص و صاف شہد کی ہیں۔[2]

اگر اہلِ جنت کے کھانے کے بارے میں پوچھیں، تو وہ ان کے من پسند پھلوں اور دل چاہے پرندوں کے گوشت پر مشتمل ہوگا۔ اگر ان کے مشروبات کے بارے میں پوچھیں تو وہ زنجبیل (ادرک) اور کافور پر مشتمل ہوگا۔ اگر جنت کے برتنوں کے بارے میں پوچھیں تو وہ سونے چاندی کے بنے ہوئے اور شیشے کی طرح صاف و چمکدار ہوں گے۔ اگر اہلِ جنت کے لباس کے بارے میں پوچھیں تو

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸۰۷)

② دیکھیں: سورت محمد [آیت: ۱۵]

Marfat.com

وہ سونے کی تاروں اور ریشم سے تیار کردہ ہوگا اور اگر ان کے بستروں کے بارے میں پوچھیں تو وہ ایسے ہونگے کہ ان کا استر بھی استبرق کا ہوگا اور وہ بلند مراتب پر بچھائے گئے ہوں گے۔ اہلِ جنت کے چہروں اور ان کے حسن و جمال کے بارے میں پوچھیں تو وہ چودھویں کے چاند کی طرح خوبصورت ہوں گے اور اگر ان کی عمر کے بارے میں سوال کریں تو وہ تمام ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی شکل وصورت میں تینتیس تینتیس (۳۳،۳۳) سال کی عمر کے بھرپور جوان ہوں گے۔ اے اللہ! اے ارحم الراحمین! ہم سب کو اہلِ جنت میں سے بنا۔

وداعِ رمضان:

آجکل دنیائے اسلام اور امتِ اسلامیہ ماہِ رمضان کو الوداع کہنے والی ہے، لیکن وہ اپنے خونیں مصائب و آلام کو الوداع نہ کہہ سکے۔ امت گہرے زخموں سے چور اور مصائب کے دن گزار رہی ہے۔ امت کے زخم ارضِ مقدس فلسطین وشام اور دیگر ممالک میں رستے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں۔ ایک ایسی جنگ جاری ہے جو انتہائی درندگی بردوش ہے۔ تمام اخلاقی حدود اور عالمی قواعد وضوابط کو پسِ پشت ڈال کر مسلمانوں، اسلام اور اس کے سرچشموں کو ختم کرنے کے لیے یہ جنگ جاری رکھی گئی ہے۔ امت کو طرح طرح کے دھوکوں اور سخت مشکلات میں مبتلا کردیا گیا ہے۔ اگر یہ سب کچھ نہیں بلکہ اس سب کچھ کا ایک حصہ بھی غیر مسلم قوم پر گزرتا تو وہ پوری قوم دنیا ہی سے مٹ جاتی، لیکن عقیدہ و ایمان کی قوت ایسی چیز ہے کہ اس کے سرچشمے تمام تر مشکلات و مصائب کے باوجود بھی تازہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس امت کے لیے روشن و تابناک مستقبل کی قوی امیدیں ہیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ امتِ اسلامیہ کے مسائل کی مدد ونصرت پر کمر بستہ رہیں، صبر وضبطِ نفس سے کام لیں، پرخلوص دعائیں کریں اور سخت طوفانوں کے سامنے صرف اللہ ہی سے مدد طلب کرتے رہیں۔ تمام مشکلات و مصائب چھٹ جانے تک دعائیں جاری رکھیں جو سب ایک دن چھٹ جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے معمولی امر ہے، اس کے لیے یہ کوئی بڑی بات ہرگز نہیں ہے۔

عید کے شب و روز:

عنقریب پوری امتِ اسلامیہ رمضان کے اختتام پر ایک تقریب اور عید کی خوشیاں منانے والی ہے۔ عید کے شب و روز کے دوران میں بعض قولی و عملی امور مستحب ہیں، مثلاً: ہلالِ عید دیکھنے

Marfat.com

سے لے کر نمازِ عید ادا کرنے تک پوری رات کے دوران میں اور عید کے لیے جاتے ہوئے تکبیرات پڑھنا مشروع ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

[البقرة: ۱۸۵]

''وہ (اللہ) چاہتا ہے کہ تم گنتی (روزوں کی) پوری کرلو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں (تکبیرات) بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ تکبیریں پڑھا کرتے تھے:

«اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ»[1]

''اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اور ہر قسم کی تعریفیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے، اس کی عبادت کا اظہار کرنے اور اللہ کی تعظیم کا اعلان کرنے کے لیے مردوں کے لیے مسنون یہ ہے کہ وہ مساجد، بازاروں اور گھروں میں بلند آواز سے تکبیریں کہیں۔

صدقۂ فطر (فطرانہ):

برادرانِ اسلام! آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے صدقۂ فطر (فطرانہ) مشروع کیا ہے۔ یہ روزے دار سے سرزد ہونے والی لغویات وغیرہ سے طہارت کا ذریعہ اور مساکین کے لیے روزی روٹی کا باعث ہے۔ یہ ایک صاع (2.5 کلو گرام) جو، کھجور، منقا اور چاول وغیرہ غلے سے دینا ہے۔ صدقۂ فطر چھوٹے بڑے، نر مادہ اور آزاد و غلام؛ ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اس کے ادا کرنے کا وقتِ فضیلت نمازِ عید سے قبل ہے، اور عید سے دو ایک دن پہلے بھی ادا کرنا جائز ہے، البتہ عذر کے بغیر نمازِ عید سے قبل تاخیر کرنا جائز نہیں۔

زیب و زینت:

مردوں کے لیے عید گاہ کی طرف جانے سے قبل غسل کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

[1] مصنف ابن أبي شيبة (١/ ٤٨٨) المعجم الكبير للطبراني (٩/ ٣٠٧)

Marfat.com

''نمازِ عید کی سنتیں تین ہیں: پیدل چل کر عید گاہ جانا، غسل کرنا اور عید کے لیے جانے سے پہلے کچھ کھا کر نکلنا۔''

اسی طرح خوبصورت لباس پہننا بھی مستحب ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ایک جبہ ایسا تھا جسے آپ ﷺ جمعہ و عید کے دنوں میں پہنا کرتے تھے[1] اور صحیح سند سے ثابت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عید کے دن اپنے سب سے خوبصورت کپڑے پہنا کرتے تھے[2] البتہ عورتیں جب عید کے لیے نکلیں تو وہ زیب و زینت نہ کریں، کیونکہ انھیں غیر مردوں کے سامنے زیب و زینت کرکے آنا منع ہے، ایسے ہی عورتوں میں سے جو نمازِ عید پڑھنے کے لیے جانا چاہے، اس کے لیے خوشبو لگانا اور مردوں کے لیے فتنہ بننا جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ تو صرف عبادت و اطاعتِ الٰہی کے لیے نکل رہی ہیں، ایسے میں مردوں کے سامنے بے پردگی اور خوشبو لگانا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

عید الفطر سے قبل کچھ کھانا:

عید کے لیے روانگی سے قبل طاق عدد میں کچھ کھجوریں کھا کر جانا چاہیے، کیونکہ صحیح بخاری میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

《لَا يَغْدُوْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ》[3]

''نبی اکرم ﷺ کچھ کھجوریں کھائے بغیر عید (الفطر) کے لیے نہیں نکلا کرتے تھے۔''

اسی حدیث کی ایک روایت میں طاق عدد بھی مروی ہے۔ (کہ وہ ایک، تین، پانچ، سات وغیرہ ہوں)

عورتوں کا عید گاہ جانا:

عورتیں بھی مسلمانوں کے ساتھ عید گاہ میں نماز ادا کریں، حتیٰ کہ حائضہ عورتیں بھی جائیں، البتہ یہ حائضہ عورتیں نماز میں تو شریک نہ ہوں، ہاں خیر و برکت اور مسلمانوں کی دعاؤں میں ان کے ساتھ شریک ہوں۔

---

[1] صحيح ابن خزيمة (٣/ ١٣٢) اس کی سند میں ''حجاج بن ارطاۃ'' مدلس ہے۔ نیز دیکھیں: صحيح البخاري، رقم الحديث (٨٨٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٠٦٨)

[2] سنن البيهقي (٣/ ٢٨١) مصنف ابن أبي شيبة (١/ ٤٨١)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٩٥٣)

Marfat.com

عید مبارک کہنے کا طریقہ:

عید کی مبارک باد دینا بھی مستحب ہے، کیونکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، مثلاً یوں کہیں: «تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا و مِنكُمْ» ''اللہ ہماری اور آپ کی عبادات کو قبول فرمائے۔'' اسی طرح کے دوسرے مباح کلمات سے بھی مبارک باد کہی جا سکتی ہے۔[1]

اصل عید کس کی؟

اصل عید اس کی ہے جس نے روزے رکھے اور راتوں کو قیام کیا، نیز عید ان لوگوں کے لیے ہے جن کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن ہے، وہ گناہوں سے پاک ہو گئے ہیں اور شیطان کے جال سے بھی نکل گئے ہیں۔

عید کیسی ہو؟

مسلمانوں کی عید ایک ایسی تقریب ہے جس میں ناراضیاں، غم و غصے، حسد و بغض اور دلوں کے میل دور کیے جاتے ہیں اور شیطانی احساسات و جذبات پر غلبہ و قابو پا کر دلوں کو صاف کیا جاتا ہے۔ ان جذبات و احساسات پر قابو پانے کا ایک موقع ہے، جنھوں نے امت کو پارہ پارہ اور اسلامی اخوت کو تار تار کر دیا ہے۔ ہم اس عید کو اپنے اعزا و اقارب، پڑوسیوں اور مسلم برادران کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کرنے کا ایک حقیقی موڑ کیوں نہ بنا لیں؟ ہم رسوم و رواج اور ظاہر داریوں سے آگے کیوں نہ نکل جائیں، تاکہ صاف دلوں اور پاک و طاہر نفوس سے عید کی خوشیاں منا سکیں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴾

[النساء: ٣٦]

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو، قرابت داروں، یتیموں مسکینوں، قرابت دار پڑوسیوں، ساتھ والے اجنبی

[1] دیکھیں: فتح الباري لابن حجر العسقلاني (٢/ ٤٤٦)

Marfat.com

پڑوسیوں، اور پہلو کے ساتھی (بیوی) سے اور راہ کے مسافر سے، اور ان (غلاموں) سے جن کے مالک تمھارے ہاتھ ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی بھگارنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔''

سعادتِ مومن:

جب ہم اس ماہِ مبارک تک پہنچ جاتے ہیں تو ہمارا رواں رواں سعادت و خوشی سے جھوم جھوم جاتا ہے۔ دل خوف و امید کے ملے جلے جذبات کے مابین اور زبانیں ان دعاؤں سے تر ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے، آپ کے اور تمام مسلمانوں کے روزے اور قیام اللیل قبول فرمائے۔ ماہِ رمضان کے گزرے ایام کی عبادات قبول فرمائے اور اس کے بقیہ ایام میں ہمیں برکات عطا فرمائے۔ مبارک وخوشخبری ہے ان لوگوں کے لیے جن کے گناہوں کی مغفرت ہوگئی، جن کی توبہ قبول ہوگئی اور جن کی کوتاہیوں سے درگزر کر دیا گیا۔

شکرِ الٰہی:

اس عظیم ماہِ رمضان المبارک کے آخر میں ہم بندوں کو نعمتوں سے نوازنے والے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں روزے رکھنے اور راتوں کو قیام کرنے کی توفیق عطا کی، اس پر ان بندوں کی مدد و اعانت کی اور انھیں جہنم سے آزادی عطا کی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

[البقرة: ۱۸۵]

''وہ (اللہ) چاہتا ہے کہ تم گنتی (روزوں کی) پوری کرلو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں (تکبیرات) بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔''

آج اور کل:

کتنی جلدی سے یہ راتیں گزر گئی ہیں؟ کل تک ہم رمضان کا استقبال کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے اور آج اسے الوداع کرنے کو تیار ہیں۔ معلوم نہیں کہ آیندہ سال اس کا استقبال کر بھی پائیں گے یا اس سے پہلے موت دبوچ لے گی؟ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم پر اور تمام مسلمانوں پر اس ماہ کو طویل مدت تک بار بار لوٹائے۔

Marfat.com

توبہ و استغفار:

توبہ و استغفار پر اعمالِ صالحہ کا اختتام ہوتا ہے اور اسی پر ہم نماز، حج، قیام اللیل اور مجالس کا اختتام کرتے ہیں، اسی طرح روزوں کو بھی توبہ و استغفار ہی پر ختم کرنا چاہیے، تاکہ غفلت و بھول چوک اور تقصیر و انحراف کا کفارہ ہو سکے۔ استغفار دل سے تکبر و غرور اور اعمال پر فخر و مباہات کے احساس کو دور کرتا ہے بندے کو تقصیر و کوتاہی کا احساس ہوتا ہے، اور یہ شعور و احساس بندے کو رمضان کے بعد بھی عمل صالح پر آمادہ کیے رکھتا ہے، جس سے نیکیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں، میزانِ حسنات و میزانِ صالحات بھاری ہو جاتا ہے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اطاعت و فرمانبرداری کرنے والوں کے لیے توبہ و استغفار کی ضرورت و حاجت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اطاعت و فرماں برداری پر راضی و خوش ہو کر بیٹھ جانا نفس کی حماقتوں میں سے ہے، اہلِ عزائم و بابصیرت لوگ اطاعت و فرمانبرداری کے کاموں کے بعد بڑی سختی و شدت سے توبہ و استغفار کرتے ہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ عمل و اطاعت میں تقصیر ہو جانا ضروری امر ہے اور اللہ تعالیٰ کے جلال و کبریائی کے لائق ہم اطاعت کر بھی نہیں سکتے۔ اگر حکم نہ ہوتا تو ایسی عبودیت و بندگی کوئی نہ کرتا اور نہ آقا ہی کے لیے اسے کوئی پسند کرتا۔''[1]

الوداع:

ہم ماہِ رمضان المبارک کو تو الوداع کہہ رہے ہیں، مگر کوئی مومن اطاعت و فرمانبرداری اور عبادت و بندگی کو تو کبھی الوداع نہیں کہتا، بلکہ وہ اپنے رب کے ساتھ تعلقات کو مزید مضبوط کرتا ہے اور اس کا اپنے خالق سے ناتا اور قوی ہو جاتا ہے، تاکہ خیر و بھلائی کا چشمہ ابلتا رہے، البتہ وہ لوگ جو اللہ کے عہد و پیمان کو توڑتے ہیں اور عید کے گزرتے ہی مساجد سے رخصت لے لیتے ہیں، وہ بڑے ہی برے لوگ ہیں جو اللہ کو صرف ماہِ رمضان ہی میں پہچانتے اور رمضان کے گزرتے ہی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتے ہیں، حالانکہ عبادت تو ہر طرح کی تاحیات اللہ تعالیٰ کے لیے ہونی چاہیے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأنعام: ١٦٢]

[1] مدارج السالکین (١/ ١٧٥)

Marfat.com

''آپ فرما دیجیے کہ یقیناً میری نماز، میری ساری عبادت، میرا جینا اور میرا مرنا؛ یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے۔''

آثارِ عبادات:

اس اطاعت کی کوئی قیمت ہی نہیں جس کو ادا کرنے کا خشیت وتقویٰ کی شکل میں کوئی اثر ہی مرتب نہ ہو۔ عباداتِ رمضان کا اثر کہاں گیا؟ اگر روزہ رکھنے والا رمضان کے گزرتے ہی تلاوتِ قرآن کو ترک کر دے، نمازِ باجماعت چھوڑ بیٹھے محرمات کی بے حرمتی کرنے لگے، اس اطاعت کا اثر کیا ہوا؟ اگر سود کھانے لگے، لوگوں کے اموال ناحق بٹورنے لگے اس اطاعت کا اثر کہاں گیا؟ اگر سنتِ رسول ﷺ سے اعراض کرتے ہوئے رسوم و رواج کی پیروی کرنے لگے اور قانونِ الٰہی چھوڑ کر خود ساختہ انسانی (مغربی) قوانین کے مطابق فیصلے کرنے لگے، صیام وقیام کا اثر کہاں گیا؟ اگر خرید وفروخت، تجارت اور کاروبار میں حیلے بازی و دھوکا دہی اور شب و روز جھوٹ بولنا نہ چھوڑے، ماہِ رمضان کا اثر کیا ہوا؟ اگر گمراہ شخص کو دین کی دعوت نہ دی، بھوکے کو کھانا نہ کھلایا اور ننگے کو کپڑا نہ پہنایا اور ساتھ ہی صدقِ دل اور خشوعِ قلب کے ساتھ یہ دعائیں نہ کیں تو روزے کا اثر کہاں ہے؟ اللہ اسلام اور مسلمانوں کی مدد ونصرت فرمائے اور اعدائے دین و دشمنانِ اسلام کا ستیاناس کرے۔

روزے دارو! ہمیں علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ کے مندرجہ ذیل کلام پر غور کرنا چاہیے۔ وہ لکھتے ہیں:

''عمل اور دل کے مابین ایک فاصلہ ہے، اور اس مسافت میں کچھ ایسی چیزیں ہوتی ہیں، جو عمل کے دل تک پہنچنے میں حائل ہوجاتی ہیں اور بندہ چاہے کتنا ہی کثیر العمل کیوں نہ ہو، اس کے اعمال کا کوئی اثر دل تک نہیں جاتا اور دل میں حبِ الٰہی، خوفِ خدا، امید، دنیا سے بے رغبتی، زہد، اور آخرت میں دلچسپی و رغبت پیدا نہیں ہوتی اور نہ اس کے دل میں وہ نور وضیا اور روشنی جنم لے پاتی ہے جس کے ذریعے وہ اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطان میں فرق وتمیز کر سکے۔ اگر اعمال کا اثر دل تک پہنچ جائے تو وہ منور ہوجاتا اور کھل اٹھتا ہے اور حق و باطل دونوں کو الگ الگ پہچاننے لگتا ہے۔''[1]

اے عبادت گزارو! اللہ کو عبادت کے نام پر کی جانے والی صرف چند حرکات یا جہد و مشقت

---

[1] مدارج السالکین (۱/ ۳۴۹)

Marfat.com

ہرگز مطلوب نہیں، بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے سوا ایک دوسری چیز طلب فرمائی ہے، جو خشیت و تقویٰ ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ١٨٣]

''اے ایمان والو! تم پر بھی اسی طرح روزے فرض کیے گئے ہیں، جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔''

نیز فرمایا:

﴿ لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ﴾ [الحج: ٣٧]

''اللہ کو تمھاری قربانیوں کے گوشت یا خون نہیں پہنچتے، بلکہ اسے تو تمھارے دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے۔''

شش عیدی روزے:

ماہِ رمضان کے بعد اعمالِ صالحہ میں سے ماہِ شوال کے چھ روزے (شش عیدی روزے) بھی ہیں جن کے بارے میں سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

« مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ »[1]

''جس نے ماہِ رمضان کے روزے رکھے اور پھر ماہِ شوال میں بھی چھ روزے رکھ لیے، وہ ایسے ہی ہے جیسے وہ ہمیشہ (سارے سال) کا روزے دار ہے۔''

علاماتِ قبول:

ماہِ رمضان نے ہمارے دلوں میں خیرِ کثیر اور بھلائی کا بیج بو دیا ہے، دلوں کو صیقل و روشن کر دیا ہے، ضمیر بیدار کر دیے ہیں اور طہارت و تزکیۂ نفوس کا باعث بنا ہے، جس نے ماہِ رمضان سے صحیح معنوں میں استفادہ کیا، اس کی حالت رمضان سے پہلے کی حالت سے بہتر ہو جاتی ہے۔ اعمالِ صالحہ اور نیکیوں کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ بندہ بعد میں بھی نیکیوں پر استمرار کرے، جبکہ عمل کے باطل اور

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (١١٦٤)

Marfat.com

نامقبول ہونے کی واضح علامت یہ ہے کہ بندہ نیکیوں کے بعد پھر برائیوں کا ارتکاب کرنا شروع کردے۔

اے روزے دار بھائی! اس ماہِ رمضان کو سارے سال کے لیے اعمالِ صالحہ کی چابی بنالیں اور ہر حال میں اسے اپنا منہجِ حیات بنالیں، والدین کے ساتھ برّ و احسان، پڑوسیوں سے حسنِ سلوک، بھائی بہنوں سے اچھے تعلقات اور میل جول رکھنے کی کوشش کرتے رہیں، مظلوموں کی مدد کریں اور یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرنے کی لذت پایا کریں۔ آپس میں سب صلح سلوک سے رہیں، محروموں کو کھانا کھلائیں اور شکستہ دلوں کی دلگیری کریں۔ مصائب و مشکلات میں مبتلا لوگوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ میں اپنا حصہ ڈالیں۔ صلہ رحمی کریں، اپنے بھائیوں کی عزت و آبرو کا تحفظ کریں، جس طرح تم ماہِ رمضان میں خیر و بھلائی کا زور دار پھوٹتا چشمہ تھے، ویسے ہی سال کا باقی وقت بھی بھلائی اور محبت کا ساگر بنے رہیں۔

ہم نے ماہِ رمضان سے بڑے سبق اور پند و نصائح حاصل کیے ہیں، ہم نے اس سے یہ سیکھا ہے کہ نفسِ امارہ اور شیطانی ہوا و ہوس کا مقابلہ کیسے کریں؟ اسبابِ اختلاف و تفرقہ سے کیسے چھٹکارا پائیں؟ ماہِ رمضان میں دو قالب یک جان کی طرح مسلمان متحد و متفق ہوگئے ہیں، رمضان کے بعد ان کی صفوں کا شیرازہ نہیں بکھرنا چاہیے۔ ماہِ رمضان میں آنکھیں اشکبار رہیں، آیندہ دنوں میں ان میں خشکی و قحط سالی کی کیفیت پیدا نہیں ہو جانی چاہیے۔ کلمۂ توحید اور حمد و دعا سے زبانیں تر اور مساجد گونجتی رہیں، اس ماہ کے بعد بھی یہ جلال و جمال قائم رہنا چاہیے۔ ماہِ رمضان میں آپ پر صالحین جیسی انکساری، خشوع، انابت و رجوع الی اللہ، سکون و وقار اور خشیتِ الٰہی طاری تھی، رمضان گزر جانے کے بعد بداخلاقی، تکبر، احمقانہ حرکات اور تحقیرِ حق سے اس حالت کو بدل نہ دیں۔ ماہِ رمضان میں آپ کے ہاتھ جود و سخا سے کھلے رہے اور آپ نے خوب فیاضی و سخاوت کا مظاہرہ کیا، اب رمضان گزر جانے کے بعد اپنے ہاتھوں کو روک نہ لو۔

روزے دار کی دو خوشیاں:

روزے دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں۔ ایک خوشی روزہ افطار کرتے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔ ایک خوشی فوری طور پر اسی دنیا میں عطا کردی جاتی ہے اور ایک خوشی آخرت کے لیے رکھ لی جاتی ہے، جسے وہ شخص پائے گا جو عبادت و اطاعت پر قائم رہے گا۔ وہاں وہ عظیم

Marfat.com

نعمت اور بہت ہی مزے پائے گا اور وہ مزوں والی نعمت جنت ہے، جس میں وہ نعمتیں ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی کسی کان نے سنی ہیں اور نہ آج تک کسی کے دل پر ان کا تصور ہی پیدا ہوا ہے۔ وہاں یہ ندائیں آئیں گی:

﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ [الحاقة: ٢٤]

''مزے سے کھاؤ اور پیو، اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گذشتہ زمانے میں کیے۔''

اور کہا جائے گا:

﴿ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ [الزخرف: ٧٢]

''یہی وہ جنت ہے کہ تم اپنے اعمال کے بدلے اس کے وارث بنائے گئے ہو۔''

اور ارشاد ہوگا:

﴿ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾ [مريم: ٦٣]

''یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے انھیں بناتے ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہوں۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو اس جنت کا وارث بنائے۔ آمین یا رب العالمین

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

Marfat.com

ماہِ شوال

پہلا خطبہ

بدظنی اور الزام تراشی

اسلامی تعلیمات اور ہمارا طرزِ عمل

(خطبہ عید الفطر مدینہ ۱۴۲۲ھ)

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباري الثبيتي حفظہ اللہ

16/12/2001 = 1/10/1422

دوسرا خطبہ

تربیت گاہِ رمضان کے دروس و عبرتیں

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

حسین بن عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ

21/12/2001 = 6/10/1422

تیسرا خطبہ

ماہِ رمضان کے بعد... ثابت قدمی

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

عبد المحسن القاسم حفظہ اللہ

28/12/2001 = 13/10/1422

چوتھا خطبہ

دعوتِ دین اور ہماری ذمے داری

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

صلاح البدیر حفظہ اللہ

4/1/2002 = 20/10/1422

پانچواں خطبہ

مصائب و مشکلات کے اسباب اور ان کا حل

امام وخطیب فضیلۃ الشیخ علي عبد الرحمن الحذیفي حفظہ اللہ

11/1/2002 = 27/10/1422

Marfat.com

Marfat.com

بدظنی اور الزام تراشی
اسلامی تعلیمات اور ہمارا طرزِ عمل

امام و خطیب: فضيلة الشيخ عبد الباري الثبيتي ﷾

(خطبه عيد الفطر مدينة ۱۴۲۲هـ)

حمد وثنا کے بعد:

گزشتہ دنوں میں ہم نے مواسم خیر میں موسم رمضان کی خیرات و برکات سمیٹی ہیں، وہ دن ہماری عمر کے حسین ترین دن تھے۔ کیا اللہ تعالیٰ سے مناجات و سرگوشیوں، اس کے حضور قیام کرنے اور اس کی کتاب کی آیات سننے سے بھی زیادہ کوئی چیز پُرلذت ہوسکتی ہے؟ جبکہ وہ آیات تو کانوں میں رس گھولتی، دل کو طہارتوں سے روشناس کرتی اور ایمان میں اضافہ و تازگی پیدا کرتی ہیں۔

جس نے اس ماہ میں عملِ صالح کا نذرانہ پیش کیا، اسے اس کی عنداللہ قبولیت مبارک ہو اور فوز و فلاح اور مغفرت و بخشش کا حصول بھی مبارک ہو اور جس نے اس ماہِ مبارک میں بھی سیاہ کاری نہ چھوڑی، وہ تو اپنی محرومیوں پر تعزیت و افسوس کا مستحق ہے، البتہ اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ موت کے منہ میں جانے سے پہلے پہلے ان کوتاہیوں کا تدارک کر لے، کیونکہ اس دن عمل صالح کے سوا کوئی چیز کام نہ آئے گی، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴾ [الشعراء: ۸۸، ۸۹]

”جس دن مال و اولاد کوئی چیز فائدہ نہ دے سکے گی، فائدہ صرف وہی اٹھائے گا جو بے عیب دل لے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوگا۔“

عید اور باہمی تعلقات:

عید ایک ایسا تہوار ہے، جس میں لوگوں کے باہمی تعلقات میں نکھار و مضبوطی آتی ہے، جو

Marfat.com

اسلام کے اغراض و مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے۔ ایسے ہی بعض دیگر اشیا بھی اسی سے ملتی جلتی ہیں، مثلاً دلوں اور سینوں کی تمام کدورتوں سے طہارت، باہم پیار و محبت، رحم دلی و شفقت، اخوت و بھائی چارگی اور باہم الفت و عاطفت وغیرہ۔ ہمارا فرض ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارے تعلقات قوی بنیادوں اور گہری جڑوں والے رہیں۔ جب ہم لوگوں سے ملیں تو ہمارے سینے صاف اور دل پاک ہوں اور چہروں پر بشاشت و مسکراہٹ ہو۔ ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ کرتے وقت ہم ان کے بارے میں حسنِ ظن کا مظاہرہ کریں اور دوسرے لوگوں کے اقوال و اعمال اور ان کے موقف کو دیکھتے وقت اپنی آنکھوں سے کالی عینک (تعصب و تکبر کا چشمہ) اتار لیا کریں۔ جب آپ مسلمانوں کے تعلقات پر ذرا گہری نظر ڈالیں گے تو آپ کی نظریں حیران و پریشان ہو جائیں گی کہ آج کس طرح مسلمانوں کے باہمی تعلقات کشیدہ ہیں؟ ان کو باہم ملانے والے رابطے ٹوٹ چکے ہیں، جس کا واحد سبب محض بدظنی، شک اور وہم ہے۔

وہم و گمان اور بدظنی:

مسلمانوں کی عام مجلسیں ہوں یا خاص میٹنگیں (Meetings)، آپ یہ کثرت سے سنیں گے کہ فلاں کے ارادے یہ ہیں، اس کی نیت یہ ہے، اس نے اپنے فلاں قول یا عمل سے یہ کرنا چاہا تھا، یہ سب بدظنی ہے جو حسد و بغض اور نفرت کے جذبات کو ہوا دینے والی ہے۔ معاشرتی تعلقات کو تباہ کرتی ہے، اخوت و بھائی چارے کو توڑتی ہے، قرابت کے رشتوں کے تار و پود بکھیرتی ہے اور معاشرے کے افراد کے دلوں میں کانٹوں کی تخم ریزی کرتی ہے، بلکہ ہم نے بہت بڑے حادثات و واقعات دیکھے اور سنے ہیں، جو صرف بے جا بدظنی کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوئے۔

الزام تراشی اور عیب چینی:

بدظنی جب دلوں میں سرایت کر جائے تو وہ الزام تراشی، عیب چینی، جاسوسی اور کیڑے نکالنے پر لگا دیتی ہے، لہٰذا آپ دیکھیں گے کہ جو بدظنی میں مبتلا ہوتا ہے، وہ یہ کہتا ہے کہ ''میں کوشش کروں گا کہ ثابت کروں'' پھر اس کے لیے وہ جاسوسی کرتا ہے، غیبتیں کرتا ہے، اپنے بھائی کی برائیاں بیان کرتا ہے اور یوں وہ طرح طرح کے کئی گناہوں کے ارتکاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ خطرے کی جگہ یہی

Marfat.com

ہے کہ مسلمانوں کے تعلقات اور ان کی باہمی وفاداری کی بنیاد ہی وہم و گمان اور بدظنی پر رکھ دی جائے اور محبت ونفرت یا حب وبغض کا مرکز ومحور صرف ظن و گمان ہو جائے، جبکہ یہ جذباتِ محبت کو زندہ درگور کرنے اور محبت کے معانی و مقاصد کی عمارت کو گرانے کے مترادف ہے۔

بدظنی کے نتائج:

بدظنی کے عام ہو جانے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگوں پر تہمتیں اور الزام تراشیاں عام ہو جاتی ہیں، ایک دوسرے سے اعتبار اٹھ جاتا ہے، بغض و عداوت، بے رخی اور قطع تعلقی کا دور دورہ ہو جاتا ہے، جو بالآخر ہمیں ہماری ہوا کے اکھڑ جانے اور ناکامیوں کا منہ دکھانے تک لے جاتا ہے۔

بدظنی کی بنیاد بعض متعدد احتمالات والے کاموں یا باتوں کی وجہ سے تخمینہ و اندازہ لگانا یا قیاس آرائی کرنا ہوتی ہے۔ بدظنی انسان کو اپنے دل میں پائی جانے والی اپنے کسی مسلمان بھائی کے خلاف تہمت کے زیرِ اثر کر دیتی ہے، اب وہ اپنے گمان کو اپنے نفسیاتی رجحان اور دلی میلان کے مطابق چلاتا ہے اور بالآخر وہ جس کے بارے میں بدظنی کرتا ہے، اسے دیکھتا ہے کہ وہ اس کی خیالی تہمتوں اور ظنی الزامات کے مطابق آ رہا ہے اور پھر وہ ملزم قرار دے دیتا ہے، جو صرف اپنے مسلمان بھائی کے خلاف بدظنی کرنے کا نتیجہ ہے۔

اسلامی تعلیمات:

اگر اسلامی تحفہ اور سلام بدظنی میں لپٹا ہوا ہو تو یہ ایک بدترین گالی ہے اور اگر ہونٹوں پر خندہ و مسکراہٹ کے ساتھ ہی دل میں بدظنی بھی ہو تو یہ توہین و اہانت اور استہزا و مذاق ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی عطا یا داد و دہش اور مدح سرائی کی بھی ایسی ایسی تاویلیں اور تشریحات کی جا سکتی ہیں کہ جو بڑے بڑے معرکوں اور حادثات تک لے جائیں، چنانچہ اس بدظنی اور اس کے بعض نتائج کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾ [الحجرات: ۱۲]

''اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور دوسروں کی عیب چینی (جاسوسی) مت کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔''

اس آیت کے سیاق میں ایک ایسی بات بتائی گئی ہے جو مسلمان کی عزت و آبرو کا انتہائی

Marfat.com

تحفظ کرتی ہے۔ اس آیت میں کسی کے بارے میں بدظنی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر بدظنی کرنے والا کہے کہ ''میں اسے ثابت کرنے کی کوشش کروں گا'' تو اسے کہا جائے گا کہ ''تم جاسوسی نہ کرو۔'' اگر کوئی کہے کہ میں نے تجسس کیے بغیر ہی اسے ثابت کرلیا ہے، تو اسے کہا جائے گا کہ ''اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔'' یہ مومنوں کے لیے ایک ندا ہے کہ تمھیں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں کے بارے میں شکوک و شبہات اور بدگمانیاں کرنے کی کھلی چھٹی نہ دے دو۔ اس حکم سے اللہ تعالیٰ انسان کے اندرونی ضمیر کی اس بات سے تطہیر کرتا ہے کہ وہ دوسروں کے بارے میں بدظنی میں ملوث ہوکر گناہ میں واقع ہو۔ وہ یوں کہ اسے شکوک و شبہات سے پاک و صاف کردیتا ہے اور ضمیر کو اتنا روشن کر دیتا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے لیے مودت و محبت کا ساگر بن جائے، جس کا کوئی بدظن انکار نہ کرپائے اور اس ضمیر کو یوں بَری و پاک بنا دیتا ہے جسے شکوک و شبہات ہرگز ملوث نہیں کر سکتے۔ ان شکوک و شبہات اور بدظنی کے اثرات سے پاک معاشرے میں زندگی کتنی حسین ہوجاتی ہے؟!

اسلامی طرزِ عمل:

بعض علما کا کہنا ہے کہ جو شخص مختلف ظنون اور گمانوں میں فرق و تمیز کرسکتا ہے کہ ان میں سے کون سے برے ہیں جن سے اجتناب کیا جائے اور کون سے دوسرے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ہر وہ ظن جس کی کوئی صحیح نشانی اور واضح سبب معلوم نہ ہو وہ حرام (بدظنی) ہے۔ اس سے اجتناب واجب ہے، اور وہ یوں کہ جس کے بارے میں ظن و تخمین سے کام لیا جا رہا ہے، وہ ایسے لوگوں میں سے ہو جن کے بارے میں ستر و پردہ پوشی اور نیکی و بھلائی کی گواہی ملتی ہو اور ظاہر الامر میں وہ امانت دار بھی ہو، اس کے بارے میں بگاڑ اور خیانت کا سوءِ ظن (بدظنی) کرنا حرام ہے، جبکہ اس کے برعکس اگر کوئی شخص لوگوں میں شک و شبہہ اور کھلے عام خباثتوں اور برائی میں مشہور ہو، اس کا معاملہ دوسرا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شخص کا ظاہر اچھا ہے، اس کے بارے میں بدظنی کرنا جائز ہی نہیں، البتہ جو شخص خود بدکار ہے، اس کے بارے میں بدظنی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مجھے میرے بعض بھائیوں نے لکھا جو کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ہیں:

''اپنے بھائی کے معاملے کو ہمیشہ خیر ہی پر محمول کرو، جب تک کہ آپ کے پاس کوئی

Marfat.com

مغلوب کرنے والی بات (واضح دلیل) نہ پہنچ جائے، اور اگر کسی مسلمان بھائی کے منہ سے کوئی بظاہر برا کلمہ نکل جائے تو اس کے بارے میں بدظنی میں مبتلا نہ ہو جاؤ، خصوصاً جب تک کہ تم اس کلمہ کو کسی خیر کے پہلو پر محمول کر سکو۔"[1]

یہ طرزِ عمل اہلِ علم و فضل اور اصحابِ خیر و بر لوگوں کے ساتھ بالخصوص اختیار کرنا چاہیے، جبکہ بعض لوگ جو دوسروں کے بارے میں اپنے فیصلے صادر کرتے ہیں اور ان کی شخصیتوں، نیتوں اور مقاصد کو بھی نہیں جانتے ہوتے تو وہ صحیح منہج نہ پانے کی وجہ سے صحیح فیصلہ نہیں کر سکتے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی سے محض سبقت لسانی سے کوئی کلمہ نکل گیا ہو، اور اس کی کسی بری بات کی کوئی نیت ہرگز نہ ہو، جیسا کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ایک ہی کلمے کو دو الگ الگ شخص کہتے ہیں، ان میں سے ایک کی نیت باطل ہوتی ہے اور دوسرا اس سے خالص حق کی نیت رکھتا ہے، ان دونوں میں اعتبار کہنے والے کے طریقے، اس کی سیرت و کردار، اس کے مذہب اور اس کی دعوت کا ہوگا۔"[2]

یہی وجہ ہے کہ جس نے خوشی و مسرت کے جذبات سے مغلوب ہو کر یہ کہہ دیا:

«اَللّٰهُمَّ أَنْتَ عَبْدِيْ وَأَنَا رَبُّكَ»[3]

"اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔"

اسے کافر قرار نہیں دیا گیا تھا، کیونکہ اس نے اپنے آپ کو الٰہ بنانے کا قصد و ارادہ نہیں کیا تھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے بعض مخالفین کی بات کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

"اس کلام میں اجمال پایا جاتا ہے اور صاحبِ حق شخص اسے اچھے احتمال پر ہی محمول کرے گا اور جو صاحبِ حق نہیں ہے وہ اس میں کئی اشیا کو داخل کرے گا......"[4]

یہ وہ اعلیٰ منہج اور مکمل غیر جانبداری والا طرزِ عمل ہے جس کی تربیت ہمارے سلف صالحینِ امت نے پائی تھی۔ اس امت کے علما نے عدل و انصاف کرنے کا حق ادا کر دیا۔ انھوں نے متعدد

---

[1] شعب الإيمان للبيهقي (٦/ ٣٢٣)

[2] مدارج السالكين (٣/ ٥٢١)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٣٠٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧٤٧)

[4] الاستقامة (١/ ٩٢)

Marfat.com

احتمالات پر مشتمل عبارات کو صرف اچھے احتمال پر محمول کیا۔ یہ منہج صحیح و سالم سینوں کے لیے بہترین غذاء اور خواہشاتِ نفس کی پیروی سے آزادی کا باعث ہے۔ اسی میں سخاے نفس اور امت کی خیر خواہی بھی پنہاں ہے۔

ہمارا موجودہ طرزِ عمل:

کہاں یہ منہجِ سلف اور کہاں ہمارا موجودہ طرزِ عمل؟ سلف صالحینِ امت کا طریقہ الفاظ کی من مانی تاویل و تشریح کرنا نہیں تھا اور نہ ان کے اصل معانی سے ہٹ کر انھیں دوسرے معانی کا لبادہ پہنانا تھا۔ وہ دوسروں کی لرزشوں پر خوشیاں نہیں منایا کرتے تھے اور نہ مسلمانوں کے ساتھ بدظنی کا سلوک کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ امام قلاعی رحمہ اللہ پر رحم فرمائے، وہ کہتے ہیں:

''بعض دفعہ ایک لفظ وحشت میں مبتلا کر دیتا ہے جبکہ درحقیقت وہ محبت سے لبریز ہوتا ہے، کسی چیز سے نفرت کی جاتی ہے، جبکہ اسے اپنائے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں ہوتا۔''[1]

عربوں میں مشہور کہاوتیں ہیں کہ اگر کوئی اہم کام ہو تو سامنے والے کو کہتے ہیں: ''لَا أَبَا لَكَ'' (تیرا باپ نہ ہو) اگر کوئی کام ہو جائے تو کہیں گے: ''وَيْلَ أُمِّهُ'' (اس کی ماں کی ہلاکت) عربوں کی ایک دعا یہ ہے: ''تَرِبَتْ يَمِينُكَ'' (تیرا دایاں ہاتھ خاک آلودہ ہو) اہلِ عقل و دانش کو چاہیے کہ وہ کسی قول کے معاملے میں کہنے والے کو بھی دیکھیں، اگر وہ دوست ہے تو اس کی بات کو وفا پر ہی محمول کیا جائے، اگرچہ ترش الفاظ پر مشتمل ہی کیوں نہ ہو اور اگر وہ دشمن ہے تو اس کی وہ بات غلط ہی ہے، چاہے وہ کتنے اچھے طریقے سے کہے۔

یہ بھی بدظنی ہی کی ایک شکل ہے کہ دوسروں کے اقوال و اعمال کو صرف برے پہلو پر ہی محمول کیا جائے، ان کی برائی کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جائے، ہمیشہ انھیں شک و الزام کی نگاہ سے دیکھا جائے، ان کے کسی قول و فعل کے کسی سبب یا ان کے لیے عذر و معذرت تلاش نہ کی جائے، ان کے ہر قول و فعل کو جو خیر و شر دونوں وجوہ کا احتمال رکھنے والے ہوں، انھیں صرف شر ہی پر محمول کیا جائے۔

سبحان اللہ! یہ لوگ دوسروں کی نیتوں اور دلی مقاصد کے بارے میں ایسے فیصلے صادر کرتے

[1] تنوير الحوالك للسيوطي (١/ ٥٥)

Marfat.com

ہیں؟ دلوں کی چھپی باتوں اور داخلی بھیدوں کا جاننا اور ان پر کسی کا محاسبہ کرنا صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے خصائص میں سے ہے جو ہر پوشیدہ و ظاہر چیز کو جانتا ہے، جبکہ انسان اپنے بھائی کا صرف ظاہر ہی جانتا ہے اور اسی کے بارے میں کچھ کہہ سکتا ہے۔

فاروقی طرزِ عمل:

سلف صالحینِ امت تمام کدورتوں سے پاک وصاف تعلیمات اسلام پر چلے بڑھے تھے، ان کا یہی منہج وطرزِ عمل تھا۔ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

''عہدِ نبوت میں لوگ وحیِ الٰہی سے اخذ کیا کرتے تھے اور اب وحی کا سلسلہ تو منقطع ہو چکا ہے، اب ہم تمھارے ظاہری اعمال کو سامنے رکھیں گے۔ جس نے خیر و بھلائی ظاہر کی، ہم اس سے امن میں ہوں گے اور اسے اپنا قرب بخشیں گے، اب رہا معاملہ اس کے دل کا تو اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ دلی معاملات پر اس کا حساب اللہ تعالیٰ خود ہی کرے گا اور جس نے ہمارے سامنے اپنے شر کو ظاہر کیا، ہم اس سے امن محسوس نہیں کریں گے اور نہ اسے دوست بنائیں گے، اگرچہ وہ کہے کہ اس کا دل اچھا اور صاف ہے۔''[1]

مسلمان کو چاہیے کہ اپنی زبان سے نکالے ہوئے الفاظ کا حساب رکھے اور ہر حکم کا بھی حساب رکھے جسے وہ صادر و نافذ کرتا ہے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کو ہر وقت اپنے سامنے رکھے:

﴿ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴾ [الإسراء: ٣٦]

''جس بات کی تمھیں خبر ہی نہ ہو، اس کے پیچھے مت پڑو، کیونکہ کان، آنکھ اور دل؛ ان میں سے ہر ایک کے بارے میں پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔''

بدظنی کے اسباب:

بدظنی کے اسباب میں سے سب سے ظاہر ترین سبب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی ایسے ماحول میں

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٦٤١)

Marfat.com

نشو ونما پائے جو ماحول بد اخلاقی اور بدظنی میں معروف ہو، یہ چیز کسی کو اس کے گھر سے ملے یا دوست و احباب سے، ایسا شخص بدنیت اور بدخصلت ہوگا، جس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی وہ جھوٹے ظن وگمان میں واقع ہوجاتا ہے، کیونکہ کسی چیز کی محبت اندھا اور گونگا بنا دیتی ہے۔ جب کوئی انسان کسی دوسرے کی طرف اپنی خواہشِ نفس کے تابع ہوکر مائل ہوتا ہے تو یہ میلان اس کی غلطیاں اور خطائیں اسے بھلا دیتا ہے، پھر یہی میلان اسے اس کے بارے میں حسنِ ظن پر آمادہ کر دیتا ہے، اگرچہ سامنے والا شخص فی الواقع غلطی پر ہی کیوں نہ ہو، پھر جب کوئی شخص کسی سے بغض رکھے تو وہ جیسے ہی اس کی طرف متوجہ ہو، وہ اپنے اسی میلانِ بغض کے تابع ہوتا ہے اور وہ اسے اس کے بارے میں بدظنی پر آمادہ کر دیتا ہے، وہ اس کے کسی فعل کے لیے کوئی عذر و معذرت تلاش نہیں کرتا، بلکہ وہ اس کی غلطیوں کو ٹٹولنے پر لگا رہتا ہے، اگرچہ وہ فی الواقع صحیح ہی کیوں نہ ہو۔

بعض لوگ اپنی ذات پر بڑا گھمنڈ کرتے اور خود پسندی میں مبتلا ہوتے ہیں، وہ ہمیشہ صرف اپنے آپ کو صحیح اور دوسروں کو ہمیشہ غلط سمجھتے ہیں، اپنے آپ کو بڑے پاکباز سمجھتے ہیں، اور دوسروں کی تحقیر کرتے ہیں، ان سب امور کا انجام ونتیجہ صرف بدظنی ہی نکلتا ہے۔ اس بدظنی کی وبا ہمارے مسلمانوں میں بڑے زور سے سرایت کر چکی ہے اور ایسی آفت بن چکی ہے، جو مسلم معاشرے کے افراد کے مابین پائی جانے والی داخلی وحدت اور رابطوں کو توڑ پھوڑ میں مبتلا کر رہی ہے، یہی چیز معاشرے کی قوت کو کمزور کرنے کا باعث بنتی ہے اور معاشرہ اپنے داخلی اور خارجی مسائل اور چیلنجز کا مقابلہ کرنے کی قوت کھوہ بیٹھتا ہے۔

بدظنی، الزام تراشی اور جلدبازی کے نتیجے میں لوگوں کو ہراساں کیا گیا، قوموں پر ظلم وستم ڈھائے گئے اور نیک وصالح لوگوں سے میل جول ترک کیا گیا، جبکہ ان میں سے کسی چیز کا بھی کوئی شرعی و جائز سبب ہرگز نہیں تھا، جیسا کہ کسی نے کہا: ''میں صرف عداوت کو دیکھتا ہوں، اس کے اسباب کو نہیں دیکھتا۔'' یہ سب کچھ اندھیرے سلسلوں، گناہ بردوش بدظنی، بری غیبت اور بہتان و افترا پردازی کا نتیجہ ہے، جبکہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ [الأحزاب: ۵۸]

Marfat.com

''اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیں، بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا ہو، وہ (بڑے ہی) بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔''

برادرانِ اسلام! جب یہ بات طے ہوگئی ہے کہ بدظنی ایک ہلاکت خیز آفت و بلا ہے تو پھر ضروری ہے کہ اس کا علاج تلاش کیا جائے، تاکہ یہ مرض کہیں بڑھ نہ جائے اور ہماری نسل کو تباہ کر کے نہ رکھ دے۔

بدظنی کا علاج:

1. اس بدظنی کا علاج ایک تو یہ ہے کہ لوگوں کے بارے میں حسنِ ظن رکھا جائے اور سوءِ ظنی سے اجتناب کیا جائے، کسی کے بارے میں فیصلہ کرنے یا کسی پر الزام و اتہام لگانے سے پہلے سو بار سوچ لیں، کسی کے بارے میں حسنِ ظن کرنے کی غلطی کر جانا، اس کے بارے میں جلدبازی سے بدظنی کرنے کی غلطی کرنے سے اچھا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

''ولا تظنن بكلمة خرجت من مسلم شرا و أنت تجد لها في الخير محملا''[1]

''اپنے کسی مسلمان بھائی کے منہ سے نکلے ہوئے کسی کلمے کو جب تک کسی اچھے پہلو پر محمول کرنا ممکن ہو، اس کے خلاف تب تک بدظنی ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔''

2. بدظنی کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ لوگوں کی خطاؤں پر ان کے لیے عذر تلاش کیے جائیں نہ کہ ان کی عیب چینی اور کوتاہیاں تلاش کی جائیں۔ کسی چیز یا شخص کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے یا فیصلہ دینے سے پہلے اسلامی آداب کا مکمل خیال رکھا جائے کہ فیصلہ صرف ظاہر کو دیکھ کر کریں، باطن کو اللہ پر چھوڑیں جو ہر ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴾ [النجم: ٢٨]

---

[1] روضة العقلاء لابن حبان (ص: ٨٩)

Marfat.com

''حالانکہ انھیں اس کا کوئی علم نہیں، وہ صرف اپنے وہم و گمان (ظن) کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، اور بیشک وہم و گمان حق کے مقابلے میں کوئی کام نہیں دیتا۔''

ہماری عیدیں:

یہ عید فرحت و سرور کا دن ہے، اس دن خوشی و مسرت ظاہر ہوتے ہیں اور انسان اچھے کپڑے پہن کر حلال نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ [الأعراف: ٣٢]

''آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے اسبابِ زینت کو، جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ یہ اشیا، اس طور پر کہ قیامت کے روز خالص ہوں گی اہلِ ایمان کے لیے، دنیوی زندگی میں بھی مومنوں کے لیے ہیں۔''

عید اللہ تعالیٰ کے لیے عبودیت و بندگی کے شعائر کا مظہر بھی ہے جو روزے جیسی عظیم عبادت کے مکمل کرنے پر روزے داروں کی تاج پوشی کے لیے آتی ہے، وہ روزہ جو ایک ایسی عبادت ہے جس کے مدلولات و نتائج میں سے سب سے اہم چیز یہ ہے کہ وہ مسلم بندے کی گناہ و خطا سے محفوظ ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتی ہے۔ عید اور فرحت و خوشی کا معنی یہ ہرگز نہیں کہ کوئی شخص گناہ کے کاموں سے لطف اندوز ہو، اخلاقی قدروں کی حدود کو پھلانگے، معاشرتی موازین کو توڑے اور فحش کھیل کود کرے۔

مسلمانوں کی عید کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام اخلاقی و شرعی قواعد و ضوابط کے مطابق ہو، تاکہ مسلمان معاشروں میں عیدیں حرام رتجگوں، فحش رقصوں یا لچر ڈانسوں اور نمازوں کے ضیاع کا باعث نہ بن جائیں اور یہ گناہ لوگوں کے دلوں سے روزوں اور راتوں کے قیام کا اثر ہی نہ اڑا دیں۔

امتِ اسلامیہ اور مصائب:

ایامِ عید کی خوشیاں اپنی جگہ، ان دنوں میں ہم مسلمانوں کے ساتھ پیش آنے والے حادثات و مصائب کی تکالیف بھی نہیں بھلا سکتے اور نہ ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ وہ حادثات و

Marfat.com

مصائب جنھوں نے امتِ اسلامیہ کے جسم پر بڑے گہرے زخم لگا دیے ہیں۔ کتنے ہی علاقے ہیں، جہاں اسلام کو اپنانے والوں کا خون پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے۔ یہ امتِ اسلامیہ کے خلاف کھلی جنگ ہے، جس کی آگ ٹھنڈی نہیں ہو رہی اور نہ اس کی راکھ ماند پڑ رہی ہے۔ صبح و شام آنے والے مصائب و آلام کی خبریں مسلمانوں کے دل کو تکلیفوں سے نچوڑ کر رکھ دیتی ہیں اور پتا پانی ہو ہو جاتا ہے۔ ان حادثات کے ڈھیروں سے بوڑھوں کی سسکیاں، بچوں کا رونا دھونا، یتیموں کی چیخ و پکار اور ماؤں کی آہیں اٹھ رہی ہیں۔ آپ کے کتنے مسلمان بھائی امن و امان کو ترس رہے ہیں۔ کتنے لوگ ماں کی مامتا اور باپ کے پیار سے محروم ہو چکے ہیں۔ کتنے وہ لوگ ہیں جو کسی سر پر ہاتھ پھیرنے اور ان کی مصیبت کو بٹانے کا انتظار کر رہے ہیں، لیکن یہ حادثہ ہی ان لوگوں کی تمناؤں سے بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں سے بلائیں، مصیبتیں اور نقصانات کو ختم کرے۔ یہاں اور وہاں کے تمام لوگوں کو یاد رکھو، ان کے مسائل و معاملات میں ان کی مدد و نصرت کرو، ان کی فتح و نصرت کے لیے دعائیں کرو، ان کے مصائب کو کم کرو، ان کے یتیموں کی کفالت و پرورش کرو، بے آسراؤں کا آسرا بنو اور حاجت مندوں کی ضرورتیں پوری کرو۔

مسئلہ فلسطین:

اب رہا معاملہ خاص بیت المقدس کا تو قدس ہمارے دلوں، ہماری عقلوں اور ہمارے جذبات میں رچا ہوا ہے، بلکہ وہ ہمارے تمام دنیوی مصالح و منافع سے ہر اعتبار سے بڑھ کر ہے۔ بیت المقدس کی ایک مٹھی مٹی اور بالشت بھر زمین کے معاملے میں بھی ہم کوتاہی نہیں کریں گے۔ اس کے بغیر امن و امان قائم ہو سکتا ہے اور نہ سکون و استقرار حاصل ہو سکتا ہے۔ یہودی وصیہونی دشمنِ اسلام نئی یہودی بستیاں بسانے اور فلسطین کو یہودی ملک بنانے کے جتنے بھی جتن کر رہا ہے وہ سب غیر قانونی حرکتیں ہیں۔ انھیں پوری امتِ اسلامیہ رد کر رہی ہے، بلکہ ان یہودیوں کے استعمار اور غاصبانہ قبضے کو رد کر چکی ہے۔ فلسطینی عوام نے بہت عرصہ تک صبر کیا ہے اور انھوں نے بہت بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ان کا خون ارضِ فلسطین پر بہایا جاتا ہے، وہ اپنے پتھر کے کنکروں اور ڈنڈوں کے ساتھ غاصب یہودیوں کے مقابلے میں کھڑے ہیں، وہ یہودی جنھوں نے ان کے اموال چھینے، بے قصور نہتے لوگوں کو قتل کیا اور تمام معاہدوں کو توڑا ہے۔

Marfat.com

اس سرزمین کے سپوتوں نے بڑے بڑے کارنامے دکھائے ہیں اور بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ڈھینگیں مارنے والے یہودیوں کا مقابلہ کیا ہے۔ وہ یہودی جو ان پر انسانی تاریخ کے سب سے زیادہ وحشت ناک ظلم وستم ڈھا رہے ہیں۔ آج وہ دنیا جو اپنے آپ کو کلچرڈ اور ترقی یافتہ سمجھتی ہے، وہ ظالم کا ہاتھ کیوں نہیں پکڑ رہی اور اس کا ظلم کیوں نہیں روک رہی؟ وہ معاہدے کہاں گئے جن میں امن وسلامتی کی ضمانت اور جرائم کو کم از کم کرنے کے قواعد و قرار دادیں درج ہیں اور لکھا ہے کہ ہر ظالم کا ہاتھ روکا جائے گا اور مظلوم کی مدد کی جائے گی؟

امن وسلامتی کی دعوت دینے والے اور ان کے وہ دعوے کہاں ہیں؟ ان لوگوں کے کلچر کو سراہنے والے کہاں ہیں، جبکہ یہ خاک وخون کے دریا بہہ رہے ہیں، گولیاں اور میزائل چل رہے ہیں، ملکوں کے ملک برباد کیے جا رہے ہیں، دل جلائے جا رہے ہیں، جسموں کو آگ میں جھلسایا جا رہا ہے، ان میں بوڑھوں اور جھکی کمر والے عمر رسیدہ لوگوں کے جسم بھی ہیں اور دودھ پیتے معصوم بچوں کے پھولوں جیسے نرم و نازک اجسام بھی ہیں؟

بیت المقدس کا مسئلہ کوئی صرف زمین کا مسئلہ ہی نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ یہ ایک اسلامی مسئلہ رہے اور پوری امت کے لیے یکساں اہمیت کا مالک رہے۔ مسلمان اس وقت تک بری الذمہ نہیں ہو سکتے جب تک اس سرزمین کو یہودیوں سے پاک نہ کرلیں، جہاں سے نبی اکرم ﷺ کو اسرا و معراج کروائی گئی تھی۔ اسے صیہونی نجاست سے پاک کروائیں اور اسے اسلامی سلطنت کے علم کے نیچے لائیں۔

﴿ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [الصف: ٨]

''اور اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے نور کی تکمیل کر کے رہے گا چاہے یہ کافروں کو کتنا ہی برا کیوں نہ لگے۔''

خواتین سے خطاب:

محترم خواتین! اللہ کا تقویٰ اختیار کریں، اور اپنے گھروں میں ٹِک کر رہیں، عہدِ جاہلیت کی سی بے پردگی اختیار نہ کریں، نمازیں قائم کریں، زکات ادا کریں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ معروف طریقے سے اپنے شوہروں کا حکم مانیں اور نیک و صالح اور

Marfat.com

فرمانبردار عورتیں بنیں۔ شریعتِ الٰہیہ کے خلاف ایسے کپڑے پہننے سے گریز کریں جن سے زینت ظاہر ہوتی رہتی ہے یا پھر جو کافر عورتوں کے لباس کے مشابہ ہوتے ہیں، جو حیا کو ترک کرنے اور اظہارِ زینت کے عادی بنا دیتے ہیں۔

عید کا یہ سورج نکل آیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سچی مسکراہٹوں کے ساتھ آپ کے ہونٹ چمکنے چاہییں، صدق و صفائی کے ساتھ آپ کے دل چمکنے چاہییں، محبت و مودت کے ساتھ تمھارے نفس چمک اٹھنے چاہییں، اپنی دوستوں اور سہیلیوں کے ساتھ پیار و محبت کے تعلقات کی تجدید کرو، اقارب و رشتے داروں میں صلہ رحمی کرو اور تمام لوگوں سے ہر ممکن تعاون کرو۔

عید کے دن پیار ومحبت سے دل ایک دوسرے کے قریب آ جاتے ہیں، الفت و محبت پر جمع بھی ہوتے ہیں اور اچھے دلوں والے لوگ اپنے دلوں سے بغض و کینہ نکال پھینکتے ہیں۔ بچھڑ جانے کے بعد مل جاتے ہیں، اور تمام کدورتوں کو بھول کر وہ پیار و محبت سے صاف دل ہوجاتے ہیں۔ دوری کے بعد وہ باہم مصافحہ کرتے ہیں اور اجتماعی نماز، محبت و وفا اور بھائی چارگی کا ایک مضبوط ذریعہ ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

تربیت گاہِ رمضان کے دروس وعبرتیں

امام و خطیب: فضیلة الشيخ **حسين بن عبد العزيز آل شيخ** حفظه الله

حمد و ثنا کے بعد:

گردشِ دوراں:

کس قدر جلدی سے شب و روز بیت رہے ہیں اور کتنی تیزی سے ماہ و سال گزر رہے ہیں۔ اس دنیا کا یہی حال ہے اور یہ اسی طرح زوال پذیر اور اضمحلال کے قریب ہے۔ یہ ہمیشہ کے لیے نہیں اور نہ اس پر دل مطمئن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوقات میں یہی انداز ہے، ہر چیز کے مختلف ادوار اور الگ الگ طور و اطوار ہوتے ہیں، ہر چیز ایک مقررہ مدت تک رہتی ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ﴾ [الرعد: ۳۸] ''ہر مقررہ وعدے (دور) کے لیے ایک مقررہ مدت ہے۔''

اہلِ فکر و نظر اور اربابِ عقل و دانش ان حقائق کا صحیح طور پر ادراک رکھتے ہیں اور وقت و زمانے کی اس گردش میں وہ اپنے لیے بہت ساری عبرتیں پاتے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ [آل عمران: ۱۹۰]

''آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور شب و روز کی گردش و ہیر پھیر میں اہلِ عقل کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں۔''

وداعِ رمضان المبارک:

امتِ اسلامیہ! ابھی کل ہی ہم نے ماہِ رمضان کو الوداع کیا ہے۔ وہ گویا کوئی خواب و خیال تھا۔ کتنی جلدی وہ ختم ہو کر ہم سے رخصت ہو گیا ہے؟ اللہ کے فیصلوں پر تمام تعریفیں صرف اسی کے لیے ہیں، اور اس کی عطاؤں اور نعمتوں پر ہم اسی کے ہردم شکر گزار ہیں۔ جی ہاں! ماہِ رمضان تو اپنی

Marfat.com

بساط لپیٹ کر چلا گیا، اس میں کچھ لوگ تو کما گئے اور کچھ گنوا بیٹھے۔ کمانے اور گنوانے والوں کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴾ [الشمس: ۹،۱۰]

''جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوگیا۔''

ماہِ رمضان رخصت ہوگیا اور آپ نے اس میں جو جو اعمالِ خیر وشر انجام دیے، ان پر وہ آپ کے لیے گواہ بن گیا ہے۔ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ لیں کہ وہ آپ کے کارِ خیر کا گواہ بن کر گیا یا ضیاعِ اوقات پر تمھاری مذمت کرنے والا ہوگا؟ جس نے اچھے عمل کیے، اسے اسی رنگ میں اس سفرِ حیات کو پورا کرنا ہوگا اور جس سے کوتاہی ہوئی وہ کوشش کرکے حسنِ خاتمہ کا شرف پالے، کیونکہ عمل کا دارومدار اس کے اختتام سے منسلک ہوتا ہے۔

محاسبۂ نفس کا موقع:

برادرانِ اسلام! آج امتِ اسلامیہ کتنی ضرورت مند ہے کہ وہ ہمیشہ اپنا محاسبہ اور مسلسل اپنے اعمال کی نگرانی کرتی رہے۔ اسے ایسے مواقع کی سخت ضرورت ہے جن میں وہ اپنے حالات و امور کا جائزہ لیتی رہے اور ان سے عبرت حاصل کرے اور اپنے موجودہ حالات پر غور وفکر کرکے اپنے روشن وتابناک مستقبل کے لیے منصوبہ بندی کرے۔

اصلاحِ احوال:

ماہِ رمضان جیسا موقع ایک بہت ہی سنہری موقع ہے، جس میں انفرادی و اجتماعی طور پر اور حکام و اُمرا اور عوام کی سطح پر اصلاحِ احوال اور اپنی جدوجہد کا قبلہ درست کرنے کی ضرورت ہے۔ وقت کے ہاتھوں سے نکل جانے اور انقلابِ زمانہ کے رونما ہوجانے سے پہلے پہلے کچھ کر گزریں۔

ماہِ رمضان میں ہمارے لیے کثرت سے نصائح اور عظیم دروس ہوتے ہیں، جن کی رو سے ضروری ہے کہ ہم اس بات کا پختہ عہد اور عزم بالجزم کریں کہ ہم شیطان اور اس کے حواریوں سے پھر جہاد کریں گے اور صراطِ مستقیم کو اپنا طریق ومنہاج بنائیں گے، امت کو ان تمام بغاوتوں اور فساد سے بچائیں گے جو کئی شکلوں اور صورتوں میں رونما ہو چکا ہے۔

Marfat.com

اسرار و رموزِ عبادات:

برادرانِ اسلام! اسلامی تشریعات و قوانین اور عبادات میں بے شمار اسرار و رموز اور اعلیٰ اغراض و مقاصد پائے جاتے ہیں۔ روزے کا فلسفہ اور اس کے مقاصد میں سے ایک عظیم غرض و مقصد یہ بھی ہے کہ یہ وسیع معنوں اور گہری شکل و صورت میں بندۂ مسلم کے وجدان میں اللہ کا تقویٰ و خوف پیدا کر دیتا ہے، لہٰذا اپنے روزے کو ایک تربیت گاہ سمجھیں اور اس سے شدتِ عزم و جزم، ہر خیر و برّ کے لیے قوتِ ارادہ، کردار کی اصلاح، نفس کی تہذیب، خواہشاتِ نفس پر کنٹرول اور اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح و تزکیہ حاصل کریں۔ اپنے اعمال کی طہارت، ضمیر کی صفائی اور ہمیشہ صحیح و سیدھے ارادوں کو پائیں۔ عمدہ کردار کے لیے قوت اور اعلیٰ اخلاق میں پختگی بھی روزے سے ممکن ہے۔ اب کون ہے وہ جس نے فساد و بگاڑ کی اصلاح، خلل و مرض کے علاج معالجے اور ضعیف و کمزور کی تقویت کے لیے بھرپور سعی و جدوجہد کی ہے؟ جبکہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ﴾ [الحج: ۷۸]

''اور اللہ کی راہ میں ویسا ہی جہاد کرو، جیسا جہاد کا حق ہے۔''

ثبات و استقامت:

خیر پر استقامت و پختگی اور ہدایت پر ثبات و پائیداری کی بار بار تاکید قرآنِ کریم کا ایک خاص وصف ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ﴾ [هود: ۱۱۲]

''پس آپ ثابت قدم رہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کر چکے ہیں، خبردار! حد سے نہ بڑھنا۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴾ [الحجر: ۹۹]

''اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔''

یہ ربانی وصیتیں ہیں جن کے مخاطب تمام افراد و معاشرے ہیں، جو لوگوں کو امورِ اسلام پر

Marfat.com

ثابت قدم رہنے، منہجِ دین کو ہمیشہ اپنائے رکھنے، اس کی حدود و قیود سے تجاوز نہ کرنے، اس کے اوامر کی اطاعت کرنے اور نواہی و زواجر سے باز رہنے کے بہترین طریقے اور اسلوب کے ذریعے ہدایت دیتی ہیں۔

آیئے اب مشکاتِ نبوت سے پھوٹتے نور کی ایک تجلی بھی ملاحظہ فرمایئے، جس میں انتہائی عمدہ عبارت اور جلیل القدر معنیٰ و مفہوم والی وصیت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی یہ وصیت پوری امتِ اسلامیہ کے لیے ہے جو ایمانِ کامل، اعتقادِ صحیح، اطاعت و عبادت پر صبر و ثبات کے ساتھ التزام، ممنوعات و محظورات سے کلی اجتناب، عمدہ اخلاق و کردار اور اعلیٰ معاملات والا ہونے کا پتا دیتی ہے۔ کسی دیہاتی نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی وصیت فرمائیں کہ آپ ﷺ کے بعد مجھے کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ»[1]

''کہہ دیجیے کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ثابت قدم رہو۔''

یہ وصیتِ مصطفیٰ ﷺ اپنے اندر امتِ اسلامیہ کے تمام افراد اور حکام و عوام کے لیے باسعادت زندگی کی ضمانت لیے ہوئے ہے۔ یہ اہلِ ایمان کے لیے ابدی سعادت و خوشی اور پرامن انجام و عاقبت کی ضامن ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾ [حم السجدة: ۳۰]

''واقعی جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو۔''

اور ایک جگہ فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۸)

Marfat.com

﴿أُولَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ خَٰلِدِينَ فِيهَا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾ [الأحقاف: ۱۳، ۱۴]

''بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے، تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم کھائیں گے، یہی لوگ اہلِ جنت ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا؟

اے امتِ اسلامیہ! یہ تقریبات اور حسین مواقع گزرتے چلے جا رہے ہیں، لیکن امت کئی مصائب و آلام اور مشکلات و مسائل سے دوچار ہے۔ تفرقہ و ضُعف جیسے امور خون کے آنسو رلاتے ہیں۔ کیا اس المناک صورتِ حال اور غلط ڈگر کی اصلاح کے بارے میں حقیقی اسبابِ ضُعف و کمزوری کا کھوج لگانے اور ان مشکلات و مصائب کے اصل عوامل کا پتا چلانے کا وقت ابھی تک نہیں آیا؟ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ ٱللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ ٱلْحَقِّ﴾

[الحدید: ۱۶]

''کیا ابھی تک مومنوں کے لیے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکرِ الٰہی سے اور جو حق اتر چکا ہے، اس سے نرم ہو جائیں؟''

امتِ اسلامیہ ماہِ رمضان کو تو الوداع کہہ چکی ہے، اس کے لیے اب یہ بھی سخت ضروری ہے کہ ان المناک حالات اور امت کے جسم میں کئی جگہوں پر رستے زخموں کو بھی الوداع کہیں، جس کا کامیاب علاج صرف دینِ اسلام کے منہجِ کامل سے تمسک، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کی طرف پرخلوص رجوع میں مضمر ہے۔ دینِ اسلام کے اس منہجِ کامل کا ایک حصہ یہ ہے کہ پوری سنجیدگی سے اس پر عمل ہو، دنیا کے ہر کونے میں اللہ کے دین کی مدد و نصرت کے سلسلے میں اللہ کے ساتھ صدق و صفائی کا معاملہ ہو اور اللہ کے ضعیف و مظلوم بندوں سے ظلم و ستم روکنے کے لیے اپنی ذمے داریوں کو باحسن طریق پورا کیا جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾ [التوبۃ: ۷۱]

''مومن مرد اور عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست (مددگار و معاون) ہیں۔''

Marfat.com

امت کا فریضہ:

برادرانِ اسلام! امتِ اسلامیہ کے تمام افراد پر واجب ہے کہ وہ اعدائے دین اور دشمنانِ اسلام کے ان خطرناک منصوبوں کو اچھی طرح سمجھیں، جن کے ذریعے وہ مسلمانوں کے عقائد اور ان کے امن و استقرار کو نشانہ بنا رہے ہیں۔

آج صیہونی و یہودی طاقتیں پوری دنیا کو مصائب و آلام کے گڑھوں کی طرف دھکیل رہی ہیں اور ہماری اس امتِ اسلامیہ کو بطورِ خاص نقصان پہنچانا اور فتنوں میں جھونکنا چاہتی ہیں، لہٰذا ان سے خبردار رہیں، اور امتِ محمدیہ کے افراد اپنے دینِ اسلام کے تحفظ کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔

برادرانِ اسلام! دشمنانِ دین اور اعدائے امت کے منصوبوں میں سے ایک خطرناک منصوبہ سعودی عرب کے خلاف ان کی ذرائع اَبلاغ کے ذریعے فکری وثقافتی یلغار بھی ہے، وہ ملک جس سے نبوت و رسالت کا نور پھیلا، وہ ملک جس میں حرمین وشریفین ہیں، وہ ملک جس نے انسانیت کے نام پر پوری دنیا میں امداد کی بارش برسا دی، امن و امان، استقرار اور خیر وسلامتی کے عام کرنے کے لیے بڑی قربانیاں دیں، اس ملک کے خلاف مغربی ذرائع اِبلاغ نے زہریلے پروپیگنڈے کی یلغار اور طوفانِ بدتمیزی بپا کر رکھا ہے۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس حقیقت کو خوب پلے باندھ لیں کہ ان کی ان تمام تر کرتوتوں کا ہدف ونشانہ صرف امتِ اسلامیہ کو گہری ضرب لگانا اور اس کے ڈھانچے کی بنیادوں پر اثر انداز ہونا اور اسے نقصان دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے:

﴿ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً﴾ [النساء: ۸۹]

''وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح کے وہ کافر ہیں تم بھی انھی کی طرح کفر کرنے لگو اور پھر سب یکساں ہو جاؤ۔''

لہٰذا امت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دین کے اغراض و مقاصد کو سمجھے اور اپنے خالق و مالک کے کلام کی اغراض اور اس کے اہداف و مقاصد کا ادراک حاصل کرے اور اپنے اسلام کی تعلیمات و مبادیات کو ذہن نشین کر لے، ورنہ اللہ نہ کرے، وہ اپنے رب کی ہدایت والی شمع فروزاں سے دور ہو جائے گی، ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ [التوبة: ۱۰۵]

Marfat.com

"کہہ دیجیے کہ تم عمل کیے جاؤ، تمھارے عمل اللہ خود دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے (بھی دیکھ لیں گے)۔"

سعادت مند اور خوش نصیب:

مسلمانو! سعادت مند اور خوش نصیب وہ ہے جس نے اپنے اوقات کو اپنی آخرت سنوارنے پر صرف کرلیا، اسے ضروریاتِ زندگی نے خالق کے حقوق سے غافل نہ کیا اور اس دارِ فانی کی چمک نے اسے دارِ باقی (آخرت) سے لاپروا نہ کیا۔ اے وہ شخص! جس نے اطاعت کی حلاوت و شیرینی لی ہے، گناہوں کی تلخی کے ساتھ اس حلاوت کا موازنہ کرنے سے بچو۔

مسلمانو! ماہِ رمضان کے علاوہ بھی نیک و متقی رہو، جس طرح تم ماہِ رمضان میں رہے ہو۔ جس نے ماہِ رمضان کے روزے رکھے اور پھر شوال کے بھی چھ روزے رکھے، وہ ایسے ہے جیسے ہمیشہ کا روزے دار ہو، جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے۔[1]

ماہِ شوال کے چھ روزے مستحب ہیں اور جس پر رمضان کے کچھ روزے قضا کرنا باقی ہوں اس کے لیے واجب یہ ہے کہ پہلے وہ فوری طور پر ان فرض روزوں کی قضا کی کوشش کرے، کیونکہ واجب ادا کرنا سب سے زیادہ حقدار اور ضروری ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (١١٦٤)

Marfat.com

ماہِ رمضان کے بعد... ثابت قدمی

امام و خطیب: فضيلة الشيخ عبد المحسن القاسم

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کا تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات کو اس کی وصیت کی ہے اور نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنی امت کے تمام افراد کو اسی کی وصیت فرمائی ہے۔

مرورِ ایام... مرورِ حیات:

اللہ تعالیٰ نے خیرو بھلائی کے راستے آسان کیے ہیں اور اپنے بندوں کے لیے یکے بعد دیگرے نیکیوں کے کئی موسم مقرر فرمائے ہیں۔ شب و روز اور ماہ و سال کو پھیرنے والا، دن کو رات میں اور رات کو دن میں داخل کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس نے ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی سبب و ذریعہ اور ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر فرمایا ہے۔ ہر کام کا حساب بھی اسی کے پاس ہے، اس نے اس دنیا کو ایک بازار بنایا ہے، جس میں لوگ شب و روز جاتے اور آتے ہیں۔ بعض لوگ تو اپنے آپ کو بیچ کر بھی اپنے نفس کو جہنم کی آگ سے آزاد کروا لیتے ہیں اور بعض وہ ہیں، جو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیتے ہیں۔

یہ گزرتے ہوئے دن عمر کا ایک حصہ ہوتے ہیں جس طرح طویل راستے میں مختلف مراحل و منازل ہوتی ہیں۔ ان کے گزرنے سے عمر ختم ہوتی جاتی ہے۔ دنیا میں جتنے قدم کسی نے چلنے ہوتے ہیں وہ پورے ہوتے جاتے ہیں، بندہ موت کے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے اور اعمالِ صالحہ کے دروازے بند ہوتے چلے جاتے ہیں۔

چند انتہائی مبارک دن گزر گئے ہیں اور آپ نے اپنی عمر کے سفر کا ایک مرحلہ طے کرلیا ہے۔ جس نے اس مرحلے میں کوئی نیک عمل کرلیا، وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور اعمالِ صالحہ کا سلسلہ جاری

Marfat.com

رکھے اور جس نے اس مبارک وقت میں بھی کوئی برائی کی، اسے چاہیے کہ فوراً تائب ہوجائے اور اپنے اعمال کی اصلاح کرلے۔

راحت وسکون کا وقت:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ راحت وسکون کب حاصل ہوگا؟ انھوں نے فرمایا:

"عند أول قد يضعها في الجنة" "جب جنت میں پہلا قدم رکھیں گے۔"

مسلسل اطاعت ونیکی میں اگر طویل زمانہ حاصل ہوجائے تو یہ صالحین کے لیے نعمت، مومنین کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک وسکونِ قلب اور محسنین کی تمنائیں پوری ہونے کا باعث ہوتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

« خَيْرُ النَّاسِ مَنْ طَالَ عُمْرُهُ وَ حَسُنَ عَمَلُهُ »[1]

"لوگوں میں سے بہترین وہ ہے، جس کی عمر طویل اور عمل نیک ہو۔"

قبولِ عمل کی علامات:

قبولِ عمل کی کچھ علامتیں ہیں اور توبہ وانابت الی اللہ میں نجات کی نشانیاں ہیں۔ نیکی کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس کے بعد بھی نیکی کرنے پر کاربند رہے، اور برائی کی علامت یہ ہے کہ اس کے بعد بھی بندہ برائی ہی میں مبتلا رہے۔ نیکیوں پر نیکیاں کرتے چلے جاؤ، یہ ان کی قبولیت وتکمیل کی علامت اور نفس کو اس پر قائم رکھنے کا ذریعہ ہوں گی، یہاں تک کہ نیکی کرنا نفس کی عادت اور اس کی عمدہ خصلت بن جائے گی۔ اگر برائی کا ارتکاب ہوجائے تو اس کے بعد نیکی کرو، تاکہ وہ نیکی اس کا کفارہ اور اس کے اَضرار وخطرات سے بچاؤ کا سبب بن جائے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴾ [هود: ١١٤]

"بے شک نیکیاں برائیوں کو بہا لے جاتی ہیں اور یہ نصیحت پکڑنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

« اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ

[1] مسند أحمد (٥/ ٤٠) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٣٣٠)

Marfat.com

بِخُلُقٍ حَسَنٍ» وَفِي لَفْظٍ: «وَإِذَا أَسَأْتَ فَأَحْسِنْ»[1]

''تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ کا تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو اور برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو۔ وہ برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آوٗ۔'' اور ایک دوسری روایت میں ہے: ''اگر برائی کر بیٹھو تو اس کے فوراً بعد نیکی کرو۔''

اطاعت پر استقامت:

اطاعت و فرمانبرداری پر استقامت، امتثالِ اوامر کی پابندی پر استمرار و دوام اور نواہی و زواجر سے اجتناب پر قائم رہنا، اللہ کے مومن بندوں کی صفاتِ حمیدہ میں سے ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَٰئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴾ [حم السجدة: ٣٠]

''بے شک جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو، جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور مومنوں کو استقامت اختیار کرنے اور اس کا ہمیشہ التزام کرنے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ ﴾ [هود: ١١٢]

''آپ اور آپ کے ساتھ توبہ کرنے والے سب لوگ استقامت اختیار کریں۔''

استقامت اور ثابت قدمی خیرات و نیکیوں کی چابی، حصولِ برکات کا ذریعہ اور حالات کی استقامت کا سبب ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَأَن لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُم مَّاءً غَدَقًا ﴾ [الجن: ١٦]

''اور (اے نبی! یہ بھی کہہ دو) کہ اگر لوگ راہِ راست پر قائم رہتے تو یقیناً ہم انہیں بہت وافر پانی پلاتے۔''

صحیح مسلم میں حضرت سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں

[1] مسند أحمد، رقم الحديث (٢١٣٥٤) سنن الترمذي، رقم الحديث (١٩٨٧)

Marfat.com

عرض کی: ''مجھے اسلام کے احکام کے سلسلے میں ایسی بات کہیں کہ آپ کے بعد مجھے کسی کو پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آئے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:

《قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ》[1]

''کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ثابت قدم رہو۔''

ہر وقت اور ہر لمحہ اپنے مولا کریم کی اطاعت و فرمانبرداری پر قائم رہیں اور موت آجانے تک مومن کے لیے عمل کا کوئی خالی وقت نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ [الحجر: ٩٩]

''اپنے رب کی اس وقت تک عبادت کرتے رہو جب تک کہ موت نہ آجائے۔''

صالحین کا منہج:

صالحین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اعمالِ صالحہ کی عدمِ قبولیت سے ڈرتے رہتے ہیں۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ اگر وہ زمین کی پہنائیوں کے برابر بھی اللہ کی راہ میں خرچ کردیں، پھر بھی وہ اپنے دل میں گناہ سے پرامن نہیں ہوتے۔''[2]

لہٰذا عمل کی کثرت پر اعتماد کرکے نہ بیٹھ جائیں، آپ کو کیا معلوم کہ وہ قبول بھی ہوگا یا نہیں؟ اور گناہوں سے کبھی امن محسوس نہ کریں، کیا معلوم کہ ان کا کفارہ ہوا بھی یا نہیں؟ اپنے عمل پر خوش ہو جانے والا بالآخر ذلت و رسوائی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ کتنے ہی عابد لوگ ہیں جنھیں ان کے اعمال پر فخر ہی نے برباد کردیا ہے۔ ہلاکت آفریں چیزوں میں سے بخل، خواہشاتِ نفس کی پیروی اور خود پسندی بھی ہیں۔ جو شخص اپنے اعمال کو ان آفتوں سے صحیح نگرانی کرکے نہیں بچاتا، وہ نقصان اٹھانے والا ہوجاتا ہے۔ ظاہری اعمال اگر ریاکاری سے خالی نہ ہوئے تو وہ عند اللہ فائدہ مند ثابت نہ ہوں گے۔ خود پسندی کے نتیجے ہی میں خود فریبی، تدبیرِ الٰہی سے امن، عمل میں کوتاہی اور گناہوں کو بھول جانا اور ان کے بارے میں بے پروائی برتنا جیسی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٨)

[1] جامع العلوم والحكم لابن رجب (ص: ١٧٤)

Marfat.com

"الهلاك في اثنين: القنوط والعجب"[1]

"ہلاکت کا باعث دو چیزیں ہیں: ناامیدی اور فخر وتکبر یا خود پسندی۔"

اعمال کی بربادی بڑی آسان ہے۔ احسان جتانے اور اذیت پہنچانے سے صدقہ و خیرات برباد ہوجاتے ہیں اور نمازِ عصر ترک کردینے سے تمام اعمال ہی برباد ہوجاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ صالحین یہ دعا بھی کیا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ الْعَمَلَ الصَّالِحَ وَحِفْظَهٗ"

"اے اللہ! ہم تجھ سے عملِ صالح کی توفیق اور اس کے تحفظ کی دعا کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ﴾ [النحل: ٩٢]

"اور اس عورت کی طرح نہ ہوجانا جس نے بڑی محنت کرکے سوت کاتا اور پھر اسے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا، تم اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ بنانے لگو کہ ایک گروہ دوسرے سے زیادہ غالب رہے۔ (بات یہ ہے کہ اللہ تمھیں اس سے آزماتا ہے)۔"

اپنے اعمال پر خوشی اور اِترانے کی نفی کرنے کے لیے اللہ سے مدد طلب کریں اور اپنے اعمال کو معمولی سمجھیں، ان کے مقابلے میں اللہ کی نعمتوں کو یاد کریں، اور شکر نہ کرنے کی صورت میں ان کے ضائع ہوجانے اور چھن جانے سے ڈرتے رہا کریں۔ سیدنا سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں ایک آدمی نافرمانی کے باوجود جنت میں داخل ہوگیا اور ایک شخص اطاعت و فرمانبرداری کے باوجود جہنم میں داخل کردیا گیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ اے سعید! یہ کیسے ہوا؟ انھوں نے بتایا:

"ایک آدمی نے گناہ و نافرمانی کی اور پھر وہ اس گناہ پر مسلسل اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا اور اس کے ڈرنے کی وجہ سے اللہ نے اسے جنت میں داخل کردیا، ایک شخص نے نیکی کی اور اسی پر مسلسل اتراتا رہا یہاں تک کہ اللہ نے اس کے اس عمل کو اسی وجہ سے برباد کردیا اور وہ جہنم میں داخل ہوگیا۔"

لہٰذا اس ماہِ مبارک میں آپ نے جو نیکیاں کی ہیں، انھیں اخلاص وللّٰہیت کے ذریعے محفوظ

---

[1] إحياء علوم الدين للغزالي، الكتاب التاسع، كتاب ذم الكبر والعجب.

Marfat.com

کریں، اپنی کوتاہیوں اور عملی تقصیر کا اعتراف کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کی رضا وخوشنودی اور مغفرت وبخشش طلب کرتے رہا کریں۔

غلطی پر اصرار باعثِ ہلاکت ہے:

مسلمانو! خطائیں تو بندوں کے گلے کا طوق ہیں اور ان پر اصرار کرنا اور بضد ہو کر ان کا ارتکاب کرتے ہی چلے جانا، باعثِ ہلاکت ہے۔ جو شخص اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری سے اعراض کرتا ہے، وہ اپنی غفلت کے لباس ہی میں اوندھا گرا دیا جاتا ہے اور جس نے اپنے اور اپنے رب کے مابین اچھے تعلقات استوار کر لیے اور اپنی اصلاح کر لی، اللہ اس کے اور مخلوق کے مابین تعلقات کی خود ہی اصلاح کر دیتا ہے۔

ابو جعفر السائح بیان کرتے ہیں کہ حبیب ابو محمد ایک تاجر تھے، وہ لوگوں کو درہم کرائے پر (سودی قرضے میں) دیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ کھیل کود کرتے ہوئے چند بچوں کے پاس سے گزرے تو ان میں سے بعض نے کہا: ''یہ آ گیا ہے سود خوار۔'' تاجر نے سر جھکایا اور نکل گیا اور اپنے رب سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: ''اے میرے اللہ! میرے بھید تو تو نے بچوں کے سامنے بھی عیاں کر دیے ہیں، وہ گھر لوٹا، اپنا سارا مال جمع کیا اور اللہ سے درخواست کرتے ہوئے کہنے لگا: اے اللہ! میں تیرا قیدی ہوں، میں اپنا یہ سارا مال تیری راہ میں خرچ کر کے تجھ سے اپنا نفس خریدنا اور اسے آزاد کرانا چاہتا ہوں تو میرے نفس کو آزاد کر دے۔ پھر وہ صبح اٹھا اور اپنا سارا مال صدقہ کر دیا اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گیا۔[1]

ماہِ غفران، ماہِ رمضان کے گزر جانے کے بعد گناہوں سے بچیں، کیونکہ گناہ گار شقاوت و بدبختی میں مبتلا ہوتا ہے اور خطائیں انسان کو ذلیل اور اس کی زبان کو قوت گویائی سے محروم کر دیتی ہیں۔ امام ابو سلیمان تیمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

> ''آدمی پردے سے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، مگر صبح ہونے تک اس پر اس گناہ کی ذلت چھا جاتی ہے۔''[2]

اطاعت ونیکی کے بعد گناہ کو اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کے بعد اس سے دوری پیدا کرنے

---

[1] حلیة الأولیاء (٦/ ١٤٩)

[2] جامع العلوم والحکم لابن رجب (ص: ١٦٣)

Marfat.com

والے افعال کو برا سمجھو اور ان سے بچو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ سَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ [آل عمران: ۱۳۳]

''اور اپنے پروردگار کی بخشش اور جنت کی طرف جلدی کرو، جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جو اہلِ تقویٰ کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

ربِ رمضان ہی ربِ زمان ہے:

وہ فضائل و برکات، اللہ کے انعام و اکرام اور داد و دہش والی روشن راتیں گزر گئیں۔ جن لوگوں نے اپنے رب کی اطاعت کی، ماہِ رمضان کی صحیح قدر کی اور اپنے خالق و مالک کے لیے خلوص وللّٰہیت کے ساتھ نیک عمل کیے، ان کے لیے خوش خبری ہے اور جسے اس ماہِ مبارک میں بھی تائب ہونے کا موقع نہ مل سکا، وہ وقت کے ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے پہلے توبہ کرلے۔ ہمارا پروردگار اپنے بندوں کو نعمتیں عطا کرتا اور ان سے پیار رکھتا ہے، وہ اندھیروں میں انھیں پکار پکار کر طلبِ مغفرت پر اکساتا ہے۔ اپنی زندگی کے ہر لمحے میں اپنے خالق و مالک کے ساتھ تعلق مضبوط کرکے رکھیں اور اپنے ہر طرح کے حالات اور تمام حرکات وسکنات میں اس سے علاقہ قائم رکھیں۔ جس ذات نے ماہِ رمضان کو فضیلت عطا فرمائی ہے، باقی تمام ماہ وسال اور پورے زمانے کا معبود والٰہ بھی وہی ہے۔ استقامت کو اپنا شعار اور اعمالِ صالحہ کو اپنی زندگی کی غرض وغایت بنالیں، اخلاقِ قرآنیہ کو اپنا لیں اور سید الانام ﷺ کے اوصافِ حمیدہ سے متصف ہوجائیں، تم فلاح پا جاو گے اور دنیا و آخرت میں سعادت وخوشی تمھارا مقدر ہوگی۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [النحل: ۹۷]

''جو شخص نیک عمل کرے گا، وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہوگا تو ہم اسے (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔''

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

دعوتِ دین اور ہماری ذمے داری

امام و خطیب: فضیلة الشیخ صلاح البدیر ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

خصائصِ شریعت:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے شریعتِ کاملہ کی شکل میں ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے، جو ٹھنڈے سایوں والی ہے جو اس کے سائے میں آ گیا، وہ گرمی اور تپش سے بچ گیا۔ یہ شریعت ایک مضبوط قلعہ ہے، جو اس میں داخل ہو گیا وہ ہر قسم کے شر سے محفوظ ہو گیا۔ ایسی شریعت جو انتہائی مالوف نظام پر مشتمل ہے جس کی اقسام بھی باہم معتدل و متقارب ہیں، وہ ہر قسم کے نقص و عیب سے بَری، ہر مَیل سے پاک اور ہر قسم کی کمی و کوتاہی سے محفوظ ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے جو عدل و حکمت اور مصلحت و رحمت پر مشتمل ہے۔

اگر اس نے فساد کو حرام قرار دیا ہے تو اس سے ملتی جلتی یا اس سے بھی بری چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اور جب صلاح کی رعایت کی ہے تو اس سے ملتی جلتی اور اس سے بھی عمدہ چیزوں کی بھی رعایت کی ہے۔ یہ سیدھی، ہر قسم کی کجیوں سے خالی اور آسان شریعت ہے جس کے احکام میں کہیں سختی نہیں۔ اس میں کسی ایسی چیز کا حکم نہیں دیا گیا کہ عقل یہ کہہ سکے کہ اگر اس سے منع کیا گیا ہوتا تو بہتر تھا اور کسی ایسی چیز سے منع نہیں کیا گیا کہ عقل کو اس میں ذرا بھی موقع مل سکے اور وہ کہے کہ اگر اسے مباح و جائز کیا گیا ہوتا تو بہتر تھا۔ اس شریعت کے اوامر انسانی جسم و روح کے لیے غذا و دوا ہیں، اور اس کا نور ہی انسان کے لیے اس کی حمایت و بچاو کا ذریعہ ہے، جس نے اس شریعت کے نور سے ہٹ کر کہیں سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کی، وہ اس کے لیے مشکل بلکہ بالکل ناممکن ہے اور وہ شخص سراسر بے بصارت و اندھا اور بے بصیرت و احمق ہے۔

Marfat.com

مسلمانو! اسلامی شریعت کو اپنائے بغیر بشریت و انسانیت حقیقی راحت و سکون نہیں پا سکتی، بلکہ وہ سراسر مبتلائے عذاب و خبط رہے گی، اس کی زندگی اجیرن ہوگی اور اس کی انتہائی قیمتی و عزیز اشیا رائیگاں جائیں گی، اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے:

﴿ وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ﴾ [الحج: ۱۸]

''اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے، اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔''

وہ زندگی جو انسان کو عزت و شرف عطا کر سکتی ہے، وہ صرف شریعتِ اسلامیہ کے سائے میں گزرنے والی زندگی ہی ہے۔ اسے اپنائے بغیر، اس کی حدود و قیود کا احترام کیے بغیر اور اس پر عمل کیے بغیر کوئی عزت و شرف نہیں۔

اعدائے شریعت اور دشمنانِ دین:

مسلمانو! اس شریعتِ غرّا کے بے شمار دشمن ہیں جو اسے ختم کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے، بلکہ چاہتے ہیں کہ اسے اس کے گہوارے ہی میں دفن کر دیں، وہ اس کے مبادیات و ثوابت، قواعد و ضوابط اور اس کے مسلّمات میں تشکیک پیدا کرنے میں کوشاں رہتے ہیں، وہ دھوکے، مکر و فریب، تاویل، کذب و دجل، خوبصورت الفاظ اور چمک و دمک والے اقوال کے ذریعے حق و باطل کو باہم گڈمڈ کرنے میں لگے رہتے ہیں، وہ معاندینِ اسلام و دشمنانِ دین ظاہر تو کچھ کرتے ہیں مگر باطن اس کے سراسر الٹ ہوتا ہے، وہ زمین میں سراسر فساد پیدا کر رہے ہیں، کسی قسم کی اصلاح ہرگز نہیں کر رہے۔

وہ کھل کر تو شریعت کا انکار نہیں کر سکتے، اس لیے انھوں نے مکر و فریب والے اور فاجرانہ و گمراہ کن طریقے اختیار کر لیے ہیں جن کے ذریعے وہ حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کرنے میں لگے ہوئے ہیں، باطل و شر اور فساد پھیلانے والے ان کے بے شمار معاون و مددگار ہیں۔ وہ ایسے لوگوں کا سہارا بھی لے لیتے ہیں جو ان کے مکر و فریب، دھوکا اور گمراہی پر مشتمل نظریات کے ظاہر کو دیکھ کر اس کی ترویج کا باعث بنے۔ وہ ان کے ظاہر کو دیکھ کر انھیں باعثِ عزت سمجھتے اور جواز کا فیصلہ کر دیتے ہیں، جبکہ اہلِ بصیرت ان کے اصل مقاصد اور باطن کو دیکھ کر انھیں انتہائی قبیح و حرام سمجھتے ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان لوگوں نے جو حیلے تراشے ہیں اور ان کے ذریعے وہ سنن کا خاتمہ کرنے کے

Marfat.com

درپے ہیں، انھیں اگر کسی چیز کے بارے میں کہا گیا کہ یہ حرام ہے، انھوں نے ایسے ایسے حیلے تراشے کہ اسے حلال کر دیا، وہ نبی ﷺ کی سنتوں کا خاتمہ کرنے کے لیے حیلے پیدا کرتے ہیں۔''[1]

زیاد بن حدید رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ اسلام کی عمارت کو کیا چیز مسمار کرتی ہے؟ میں نے کہا: نہیں، انھوں نے فرمایا: اسلام کی عمارت کو، عالم کی لرزش، منافق کا جھگڑا اور گمراہ حکمرانوں کی حکومت زمین بوس کر دیتی ہے۔''[2]

لٰہذا اللہ کے بندو! ایسے شر بردوش لوگوں کے ہمرکاب ہونے اور ایسے گمراہ کن راستوں پر چلنے سے بچو، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«لَا تَرْتَكِبُوا مَا ارْتَكَبَتِ الْيَهُودُ وَتَسْتَحِلُّوا مَحَارِمَ اللّٰهِ بِأَدْنَى الْحِيَلِ»[3]

''تم بھی انھی غلطیوں کا ارتکاب نہ کرنا جن کا ارتکاب یہودیوں نے کیا تھا اور حیلوں بہانوں سے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیا کو حلال نہ کر لینا۔''

سلف صالحین میں سے بعض نے کہا ہے:

''جس میں یہ تین چیزیں ہوں گی، یہ خود اسی کے لیے وبال ہوں گی، مکر و فریب، بغاوت و سرکشی اور عہد شکنی، کیونکہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی ہے:

﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ [الفاطر: ٤٣]

''اور مکر و فریب کرنے والے کا وبال خود مکر کرنے والے پر ہی پڑتا ہے۔''[4]

دعوت و تبلیغ کا فریضہ اور اس کے تارک کا انجام:

مسلمانو! شریعتِ اسلامیہ کا دفاع کرنا، حیلے کرنے والوں کے حیلوں کا رد کرنا، افترا پردازوں

[1] الفتاویٰ الکبری لابن تیمیة (١/ ٨٢) إغاثة اللهفان (١/ ٣٥٥)

[2] سنن الدارمي (١/ ٨٢) حلية الأولياء (٤/ ١٩٦)

[3] إبطال الحيل لابن بطة (ص: ٢٤) نیز دیکھیں: غاية المرام، رقم الحديث (١١)

[4] حلية الأولياء (٥/ ١٨٢)

Marfat.com

کے شکوک وشبہات کو زائل کرنا، فساد و بگاڑ پیدا کرنے والوں کے راستوں میں بند باندھنا، امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کی ذمے داری ادا کرنا، دعوت وتبلیغ کرنااور ایضاح و بیان کی ذمے داری کو نبھانا؛ تمام مسلمانوں پر حسبِ استطاعت و قدرت اور حسبِ علم و معرفت واجب و ضروری ہے۔ خصوصاً اہلِ علم و معرفت علما، فقہا، اربابِ بست وکشاد، قضا و افتا کے ذمے داروں، حکّام و اُمرا، حلال وحرام کو جاننے والے ائمہ و علما جو استنباطِ احکام کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ جن کے نور سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں اور جنکے منہاج وطریقے پر اہلِ توفیق چلتے ہیں، ان لوگوں پر تو دعوت وتبلیغِ دین اورنشر و اشاعتِ اسلام کی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے جس کا ادا کرنا ان کے لیے از بس ضروری ہے، تاکہ دین کے مسائل و احکام کو ہر قسم کے تغیر وتبدل سے محفوظ رکھا جاسکے۔ اس دین کو اپنے سلف سے وہ خلف رشید حاصل کریں گے جو غالی لوگوں کی تحریف، اہلِ باطل کی حیلہ سازیوں اور جاہلوں کی تاویلوں کا دفاع کر کے اس کا اثبات کریں گے۔[1] یہ وہ عہد و پیمان ہے جو اللہ تعالیٰ نے علما سے لیا ہے اور فرمایا ہے:

﴿ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ ﴾ [آل عمران: ۱۸۷]

"اور جب اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے اقرار لیا، جنھیں کتاب عنایت کی گئی تھی کہ (جو کچھ اس میں لکھا ہے) اسے صاف صاف بیان کرتے رہنا اور (اس کی کسی بات کو) ہرگز نہ چھپانا۔"

امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ عہد و پیمان ہے جو اللہ نے اہلِ علم سے لیا ہے کہ جسے کسی بات کا علم ہو وہ دوسروں کو سکھائے، لہٰذا علم کو چھپانے سے بچیں، کیونکہ کتمانِ علم باعثِ ہلاکت فعل ہے۔"[2]

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم چار زبانوں پر ظاہر ہوتا ہے: راوی کی زبان، مفتی کی زبان، حاکم و قاضی کی زبان اور گواہ کی زبان۔ ان چار پر واجب ہے کہ وہ علم کی

[1] معرفة الصحابة لأبي نعيم (۱/ ۵۳) الثقات لابن حبان (٤/ ۱۰)

[2] تفسير الطبري (٤/ ۲۰۳)

Marfat.com

بنیاد پر صدق و سچائی کے ساتھ خبر دیں۔ چاروں میں سے ہر کسی کے لیے سب سے خطرناک آفت جھوٹ اور کتمانِ علم ہے، جس نے حق کو چھپایا یا اس میں جھوٹ سے کام لیا، اس نے اللہ کے دین و شریعت میں اس سے منازعت کی۔ ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ اس کے دین و علم اور اس کی دنیا سے برکت اٹھا لیتا ہے۔ جو شخص صدق و سچائی اور توضیح و بیان کی راہ اپناتا ہے، اس کے علم و وقت اور دین و دنیا میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔ کتمانِ حق اور اسے چھپانے کی وجہ سے اسے گویا اس کی قوت و شوکت سے معزول کر دیا جاتا ہے اور جھوٹ کے ذریعے اسے اس کے اصل پہلو سے پھیر دیا جاتا ہے۔ سزا بھی اسی فعل کی جنس سے دی جاتی ہے کہ اہلِ صدق و بیان کو جو شان و شوکت، تعظیم و ہیبت اور عزت و شرف حاصل ہوتا ہے، اس شخص کو ان تمام اعزازوں سے معزول کر دیا جاتا ہے اور اسے بندوں کے مابین ذلت و رسوائی اور اللہ کی ناراضی کا لباس پہنا دیا جاتا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کتمانِ علم و حق اور جھوٹ سے کام لینے والوں میں سے جس کا چاہے گا چہرہ مسخ کر دے گا اور انھیں اوندھے منہ کر دیگا، کیونکہ انھوں نے دنیا میں حق کو مسخ کیا اور اسے اوندھا کیا تھا۔ یہ اس کی پوری پوری سزا ہے اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا ہرگز نہیں ہے۔"[1]

کتمانِ علم اور اخفاے حق کی سزا:

مسلمانو! یقینی علم و تحقیق حاصل ہو جانے کے بعد علم و حق کو چھپانا بہت ہی مذموم حرکت و فعل ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی علامات میں سے شمار فرمایا ہے جو غضبِ الٰہی کا شکار اور گمراہ ہوئے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [آل عمران: ۷۱]

"اے اہلِ کتاب! حق کو باطل کے ساتھ باہم گڈ مڈ کیوں کرتے ہو اور حق کو چھپاتے

---

[1] إعلام الموقعين (٤/ ١٧٤)

Marfat.com

کیوں ہو؟ حالانکہ تم (حق کو) جانتے ہو۔"

اور ارشاد فرمایا:

﴿ وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة: ٤٢]

"حق کو باطل کے ساتھ گڈ مڈ نہ کرو اور نہ حق کو چھپاؤ جبکہ تم جانتے ہو۔"

نیز فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة: ١٤٦]

"وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی وہ اس (نبی) کو بالکل اسی طرح پہچانتے جیسے وہ اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں لیکن ان میں کچھ لوگ حق کو چھپاتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔"

ایک اور جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴾ [آل عمران: ١٨٧]

"جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنھیں کتاب عنایت کی گئی تھی کہ تم اسے لوگوں کے لیے بیان کرو گے، اسے چھپاؤ گے نہیں، انھوں نے اس عہد کو پسِ پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کی، بہت برا ہے جو یہ حاصل کرتے ہیں۔"

اس ارشادِ الٰہی کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"انھوں نے نبی مکرم ﷺ کی نبوت و رسالت اور آپ ﷺ کے اوصاف کو اپنے لوگوں سے چھپایا اور اللہ نے جن دینوی و اخروی خیرات و احسانات کا وعدہ فرمایا ہے اس کے عوض انھوں نے دنیوی مال و دولت اور گھٹیا متاع پائی، انکا یہ سودا اور ان کی یہ تجارت بہت ہی بری تجارت ہے۔ اس میں علما کے لیے تنبیہ ہے کہ وہ کہیں انھی کی سی چال نہ چلنے لگیں، انھی کی طرح متاعِ دنیا کے لیے دین و حق کو نہ بیچ کھائیں اور انھی کی طرح دنیا و آخرت کی نعمتوں اور اجر و ثواب سے محروم نہ کر دیے جائیں۔ علمائے کرام کو چاہیے کہ جس قدر بھی انھیں علم حاصل ہے، اس کی نشر و اشاعت اور بیانِ حق کے لیے بھرپور

Marfat.com

کوشش کرتے رہیں اور علم وحق میں سے کوئی ذرہ برابر چیز نہ چھپائیں۔"[1]

مسلمانو! علم اور حق کا چھپانا اللہ ارحم الراحمین کی رحمت سے دوری، لعنت و ملامت، دربارِ الٰہی سے دھتکارے جانے اور رسوا کن عذاب کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾ [البقرة: ١٥٩، ١٦٠]

"بیشک وہ لوگ جو کتاب میں لوگوں کے لیے ہمارے بیان کر دینے کے بعد، ہماری نازل کردہ ہدایت اور بینات اور نشانیوں کو چھپاتے ہیں، وہ ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت و ملامت کرتے ہیں، سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں اور بیان کر دیں، میں ان کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں بہت توبہ قبول کرنے اور بہت ہی رحم کرنے والا ہوں۔"

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ جو شخص بینات اور ہدایت میں سے کچھ چھپاتا ہے، وہ ملعون ہے۔"[2]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اگر کتابِ الٰہی کی یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں تمھیں ایک حدیث بھی نہ سناتا، پھر انھوں نے یہ سابقہ دو آیتیں پڑھیں۔"[3]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ يَعْلَمُهُ فَكَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ»[4]

---

[1] تفسیر ابن كثير (١/ ٤٣٧)

[2] تفسير القرطبي (٢/ ١٨٤)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٣٥٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٤٩٢)

[4] مسند أحمد (٢/ ٢٦٣) سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٦٥٨) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٦٤٩) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٦٦)

Marfat.com

''جو شخص کسی ایسی بات کے بارے میں سوال کیا گیا جسے وہ جانتا ہے مگر اس نے اسے چھپا لیا، اسے قیامت کے دن نارِ جہنم کی لگام ڈالی جائے گی۔''

بعض اہلِ علم نے کہا ہے:

''جس طرح اس نے قولِ حق کے اقرار اور اظہار سے اپنی زبان کو گویا لگام دی ہے، اسی طرح قیامت کے دن اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔''[1]

دعوت و تبلیغ کی تاکید:

مسلمانو! جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پوری امانت و دیانت کے ساتھ کسی خوفِ ملامت کے بغیر آگے پہنچاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی بڑی تعریف فرمائی ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَ لَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾ [الأحزاب: ٣٩]

''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغامات آگے پہنچاتے ہیں اور صرف اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ تعالیٰ ہی حساب کرنے کو کافی ہے۔''

ایک حدیث شریف میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا:

«أَلَا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَّقُوْلَ بِحَقٍّ إِذَا عَلِمَهُ»[2]

''خبردار! کسی شخص کو لوگوں کا ڈر اور خوف حق کہنے سے ہرگز نہ روکے، جبکہ حق کا اسے علم ہو چکا ہو۔''

مسند احمد میں یہ اضافی الفاظ بھی مروی ہیں:

«فَإِنَّهُ لَا يُقَرِّبُ مِنْ أَجَلٍ وَلَا يُبَاعِدُ مِنْ رِزْقٍ أَنْ يُّقَالَ بِحَقٍّ أَوْ يُذَكِّرَ بِعَظِيمٍ»[3]

---

[1] معالم السنن للخطابي (٥/ ٢٥١)

[2] مسند أحمد (٣/ ٥) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢١٩١) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤٠٠٧)

[3] مسند أحمد (٣/ ٥٠)

Marfat.com

''حق کہنا اور عظمت والے کا ذکر کرنا اسے اس کے رزق سے دور کرسکتا ہے نہ اسے اس کی موت کے پاس لے جا سکتا ہے۔''

نیز نبی ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((لَا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ نَفْسَهُ))

''تم میں سے کوئی شخص اپنے نفس کو حقیر ہرگز نہ سمجھے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! بندہ اپنے نفس کو کس طرح حقیر سمجھ سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بندہ دیکھتا ہے کہ اسے یہاں اللہ کے لیے کچھ کہنا چاہیے مگر وہ نہیں کہتا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے کہے گا کہ تم نے فلاں فلاں موقع پر بات کیوں نہ کی؟ وہ بندہ کہے گا: میں لوگوں سے ڈر گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں اس بات کا زیادہ مستحق ہوں کہ تو مجھ سے ڈرتا۔''[1]

غرض کہ شرعی قواعد وضوابط کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہو اور دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہو، تاکہ تمھیں اس کے فوائد و مصالح حاصل ہوں اور نقصانات و برائیاں ختم ہوں۔ امن وسلامتی اور نفع و نیکی تو دعوت و تبلیغ کرنے میں اور اللہ کے پیغام کو چھپانے میں نہیں بلکہ بیان کرنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝ قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ﴾ [الجن: ٢١ تا ٢٣]

''کہہ دیجیے (اے نبی!) کہ میں تمھارے لیے نقصان یا نفع کسی کا کوئی اختیار نہیں رکھتا ہوں، یہ بھی کہہ دیجیے کہ اللہ کے عذاب سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور میں اس کے سوا کہیں جائے پناہ نہیں پاتا، ہاں اللہ کے احکام اور اس کے پیغامات کا پہنچا دینا ہی میرے ذمے ہے۔''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ

[1] مسند أحمد (٣/ ٣٠) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤٠٠٨)

Marfat.com

﴿وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ [المائدة: ٦٧]

''اے رسول! تم پر جو اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اسے آگے پہنچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے حقِ رسالت ادا نہ کیا، تمھیں لوگوں سے اللہ بچائے گا اور اللہ تعالیٰ کافر قوم کو ہرگز ہدایت نہیں دیتا۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

''اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اہلِ علم کو بھی یہ ادب سکھلایا گیا ہے کہ وہ امورِ شریعت میں سے کوئی چیز ہرگز نہ چھپائیں۔''[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کی جو ذمے داری سونپی گئی تھی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باحسن طریق پوری کی۔ مسروق بیان کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا كَتَمَ شَيْئًا مِّنَ الْوَحْيِ فَقَدْ كَذَبَ))[2]

''اگر تمھیں کوئی یہ بات بتلائے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے امورِ وحی میں سے کوئی معمولی سی چیز بھی چھپائی ہے تو وہ شخص جھوٹا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کا ایک واضح منہج بیان نہیں فرما دیا، حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار نہیں دے دیا۔ آپ نے نکاح کیے، طلاق دی، جنگیں لڑیں اور صلحیں کیں۔''[3]

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((لَقَدْ تَرَكَنَا مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَيْهِ فِي السَّمَاءِ إِلَّا أَذْكَرَنَا مِنْهُ عِلْمًا))[4]

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فوت ہوئے تو تب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہر چیز پہنچا چکے تھے، حتیٰ

---

1. تفسير القرطبي (٦/ ٢٤٢) یہ امام قرطبی رحمہ اللہ کا کلام ہے۔
2. صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٦١٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٧٧)
3. سنن الدارمي، رقم الحديث (٨٣)
4. مسند أحمد (٥/ ١٥٣)

Marfat.com

کہ کسی پرندے نے فضا میں پر پھیلائے تو اس کے بارے میں بھی آپ ﷺ نے ہمیں مطلع فرما دیا۔"

خود نبی مکرم ﷺ نے واقعۂ کسوف کے خطبے میں اس بات کا علانیہ ذکر فرمایا:

"میں ایک بشر ہوں اور رسول ہوں۔ میں تمھیں اللہ کا واسطہ اور اس کی یاد دلاتے ہوئے پوچھتا ہوں کہ بتاؤ: کیا میں نے اللہ کے پیغامات پہنچانے میں کوئی کمی کوتاہی کی ہے؟ تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہ یک زبان کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ کے پیغامات ہمیں اچھی طرح پہنچا دیے ہیں اور اپنی (تبلیغی و دعوتی) ذمے داری پوری کر دی ہے۔"[1]

میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

«تَرَكْتُكُمْ عَلٰى بَيْضَاءَ نَقِيَّةٍ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لَا يَزِيغُ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ»[2]

"میں نے تمھیں شفاف اور روشن دین پر چھوڑا ہے، جس کی رات بھی دن کی طرح ضوافشاں ہے، جو اس منہج و دین سے پھر گیا وہ ہلاک ہو گیا۔"

حق و ہدایت کے حامیو! اہلِ علم و تقویٰ خواتین و حضرات! سیّد الوریٰ حضرت محمدِ مصطفیٰ ﷺ کے متبعین! خیر و بھلائی کے داعیو! دعوت و ارشاد کے سپاہیو! اللہ تعالیٰ نے جو ذمے داری تمھیں سونپی ہے، اسے نبھاؤ اور اپنے رب کے پیغام کو آگے پہنچاؤ۔ لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈراؤ، مختلف قوموں کو اس کے مبتلائے عذاب کرنے کے واقعات سناؤ، اور اللہ اگر انتقام لینے پر آ جائے تو اس کے انتقام کی شدت بیان کر کے انھیں نصیحت کرو، نبی مکرم ﷺ کا یہ ارشاد یاد رکھو:

«لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِداً خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ»[3]

"اگر ایک شخص بھی آپ کے ہاتھ پر ہدایت پا گیا تو یہ چیز تمھارے لیے سرخ اونٹوں کی دولت سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔"

جاہل کو تعلیم دو، غافل کو نصیحت کرو، اعراض کرنے والے کو خیر خواہی کے ساتھ دعوت دو،

---

[1] مسند أحمد (٥/ ١٦) صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث (١٣٩٧) اس کی سند میں "ثعلبہ بن عباد" مجہول ہے۔

[2] مسند أحمد (٤/ ١٢٦) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤٤)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٠٠٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٤٠٦)

Marfat.com

اہلِ باطل کے ساتھ جدال بالحق کرو، دعوت وتبلیغ کو اپنا نصب العین بنا لو اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو اپنا فرضِ منصبی سمجھو اور توحید خالص کی نشر و اشاعت کو اپنی ذمے داری و ڈیوٹی بنا لو، باہم اختلاف میں نہ پڑو، جبکہ دشمن خوب متحد ہے اور جب تک باطل کو پچھاڑ نہ لو، دم نہ لو۔ ناچیز متاعِ دنیا کے پیچھے نہ لگو، یہ دعوت وتبلیغ انتہائی عظیم الشان، جلیل القدر اور بہت بھاری ذمے داری ہے۔ حق کو بیان کرو، چھپاؤ نہیں۔ عمر بھر اور موت آجانے تک تمام جد و جہد اس کام میں لگا دو، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس وقت تک اس ذمے داری کو نبھانے سے ہاتھ نہیں کھینچا، جب تک روح نکل کر حلق تک نہیں آگئی، اور دعوت و بیان کے فریضے سے اس وقت تک نہیں رُکے، جب تک زبان نے بولنے سے ساتھ نہیں چھوڑ دیا۔

سنن ابن ماجہ میں مروی ہے کہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اس مرض میں جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی، یہ کہہ رہے تھے:

''نماز کا خیال رکھو، اپنے غلاموں اور کنیزوں کا خیال رکھو۔ آپ ﷺ اس وقت تک یہ کلمات کہتے رہے جب تک کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک نے ساتھ نہیں چھوڑ دیا۔''[1]

اور مسند احمد میں ہے:

''یہاں تک کہ نبی ﷺ کے سینہ مبارک میں یہ آواز رکنے لگی اور زبان الفاظ ادا کرنے سے عاجز آگئی۔''[2]

یعنی آپ ﷺ یہ کلمات بار بار دہراتے رہے، کیونکہ یہ باتیں ہی اتنی اہم تھیں، لیکن مرض کی شدت کی وجہ سے آپ ﷺ اب پوری طرح کہہ نہیں پا رہے تھے۔ اے دعاۃِ حق و ہدایت! باہم شانہ بہ شانہ ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور اس فریضے کو بھرپور طریقے سے ادا کرو، اس میں کمی کوتاہی نہ کرو۔ لوگوں کو بشارتیں دو اور انھیں دین سے متنفر نہ کرو، لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرو، انھیں تنگی میں مبتلا نہ کرو، خود بھی خوش ہو جاؤ اور اپنے رب کا ارشاد سنو۔ فرمایا:

﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ

---

(1) مسند أحمد (٦/ ٢٩٠) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٦٢٥)

(2) مسند أحمد (٦/ ٢٩٠)

Marfat.com

اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۝ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَ لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ۝ وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَکُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْکُرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ [النحل: ۱۲۵ تا ۱۲۸]

’’(اے پیغمبر) لوگوں کو حکمت و دانائی اور اچھی نصیحت و خیر خواہی سے اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو، اور بہت اچھے طریقے سے ان سے جدال و مناظرہ کرو، جو اس کے راستے سے بھٹک گیا تمھارا رب اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو سیدھے راستے پر چلنے والے ہیں وہ ان سے بھی خوب واقف ہے۔ اور اگر تم انھیں تکلیف دینا چاہو تو صرف اتنی ہی تکلیف دو جتنی انھوں نے تمھیں دی اور اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت ہی اچھا ہے، اور صبر ہی کرو اور تمھارا صبر کرنا بھی اللہ کی مدد سے ہے اور جو بد اندیشی کرتے ہیں، ان کے بارے میں غم نہ کریں اور نہ اس سے تنگ دل ہوں، بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیز گار اور نیکو کار ہیں۔‘‘

منصبِ فتویٰ اور سہل انگاری:

تبلیغِ شریعت میں امانت و صدق کے منافی اشیا میں سے ایک یہ ہے جو بعض دنیا پرست اور دولت کے پجاری لوگوں سے صادر ہوتا ہے کہ وہ دلیل صحیح کے مخالف امور کے اَخذ و جواز کا فتویٰ دے دیتے ہیں اور شاذ اقوال کو اختیار کر لیتے ہیں جن کے اسلام اور مسلمانوں کے لیے مفاسد و ہلاکت آفرینیوں کو معمولی بصیرت رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے، ان اقوال و فتاوی کو وہی شخص صادر کر سکتا ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کی تعظیم و اجلال اور تقویٰ و خوف سے خالی ہو اور حبِ دنیا، مخلوق سے قرب اور خالق سے دوری سے بھرا ہوا ہو۔ بعض صالحینِ امت نے کہا ہے:

’’لوگوں میں سے شقی و بدنصیب وہ شخص ہے جو اپنی دنیا کے بدلے اپنی آخرت کو بیچ دے اور اس سے بھی بدنصیب وہ ہے جو کسی دوسرے کی دنیا بنانے کے لیے اپنی آخرت داؤ پر لگا دے۔‘‘

Marfat.com

ایسے لوگوں کو اس دن سے ڈرنا چاہیے کہ جس دن انسان کے اعضائے جسم گواہی دیں گے، سینوں کے راز اگلوا لیے جائیں گے اور قبروں میں مدفون سب لوگوں کو بھی اٹھا لیا جائے گا۔ اس دن دھوکا دینے والوں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ تو اپنے ہی آپ اور اپنے دین کو دھوکا دیتے رہے ہیں اور وہ اپنے ہی آپ سے کھیلے اور اپنی ذات ہی سے مکر وفریب کرتے رہے، مگر انھیں اس کا شعور نہ ہو سکا۔ دین کے معاملے میں غیرت اور تبلیغ و بیان میں رغبت بعض ایسے لوگوں کو بعض اہم مسائل اور حالات پر نظر ڈالنے پر آمادہ کر دیتے ہیں جن کو علم سے بہت کم حصہ ملا ہوتا ہے اور دقتِ نظر میں بھی حظِ وافر نہیں ملا ہوتا۔ وہ علم و معرفت کے بغیر فتویٰ بازی شروع کر دیتے ہیں اور شریعتِ اسلامیہ کے مخالف فتوے داغ دیتے ہیں۔ وہ ایسے کام اسلام کے نام پر کرتے ہیں، جبکہ اسلام ان کاموں سے بالکل بریٔ الذمہ ہے۔

موجودہ دور کا فتنہ یہ ہے کہ بعض ایسے لوگ فتویٰ صادر کرنے میں پیش پیش ہیں، جنھیں اس میدان میں کوئی حصہ ہی نہیں ملا، ایسے لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کتاب وسنت کے ماہر عالم کے سوا فتویٰ دینا کسی کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے۔''[1]

امام ابو حصین الاسدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تم میں سے کوئی شخص ایک مسئلے میں فتویٰ دے دیتا ہے، یہی مسئلہ اگر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا ہوتا تو وہ جواب دینے سے پہلے مشورہ کرنے کے لیے تمام اہلِ بدر صحابہ کو اکٹھا کر لیتے۔''[2]

امام سحنون بن سعید رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ جسارت کرنے والا وہ شخص ہے جو سب سے کم علم ہے۔ کسی کے پاس علم کا صرف ایک باب ہوتا ہے اور وہ سمجھ بیٹھتا ہے جیسے وہ اتنا بڑا عالم ہے اور فتوے کا اہل ہے۔ اللہ کے بندو! ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا

[1] إعلام الموقعين (١/ ٤٥)

[2] المدخل للبيهقي (ص ٤٢٤)

Marfat.com

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ [النحل: ۱۱٦]

''کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھ لو، سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ پر بہتان بازی کرنے والے کامیابی سے محروم ہی رہتے ہیں۔''[1]

اور ارشادِ نبوی ہے:

« إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا أُمُوْرٌ مُّشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِيْ الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِيْ الْحَرَامِ كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ أَنْ يَّرْتَعَ فِيْهَا، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى وَإِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِيْ الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ سَائِرُ الْجَسَدِ وَإِنْ فَسَدَ فَسَدَ سَائِرُ الْجَسَدِ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ »[2]

''حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے مابین کچھ ایسے امور و اشیا ہیں جو مشتبہ ہیں، جنھیں لوگوں کی اکثریت نہیں جانتی۔ جو مشتبہ اشیا سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت و آبرو کو محفوظ کر لیا اور جو مشتبہ اشیا میں واقع ہوگیا وہ حرام میں واقع ہوگیا، جیسے وہ چرواہا جو کسی چراگاہ کے قریب اپنے جانور چرائے تو قریب ہے کہ اس کا کوئی جانور اس چراگاہ میں گھس جائے، خبردار! ہر بادشاہ کی اپنی ایک مخصوص جگہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی مخصوص جگہ اس کی حرام کردہ اشیا ہیں۔ خبردار! جسم میں ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ اگر وہ سدھر جائے تو سارا جسم ہی سدھر جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم ہی بگڑ جاتا ہے۔ خبردار! وہ ٹکڑا دل ہے۔''

الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام على رسوله الكريم

---

[1] إعلام الموقعين (۱/ ۳٤)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٥٩٩)

Marfat.com

مصائب و مشکلات کے اسباب اور ان کا حل

امام و خطیب: فضيلة الشيخ علي عبد الرحمن الحذيفي ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا حقیقی تقویٰ اختیار کرو اور اسلام کے مضبوط کڑے کو تھامے رکھو، اللہ تعالیٰ کا تقویٰ تمھاری دنیا و آخرت کی بھلائی کا ضامن ہے۔

سننِ الٰہیہ اور نظامِ ربانی:

اللہ کے بندو! اس کائنات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ایک خاص نظام ہے جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں آتا۔ وہ تمام بنی بشر پر جاری ہے اور تمام مخلوقات پر نافذ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا﴾ [فاطر: ٤٣]

”تو اللہ کی عادت میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے اور اللہ کے طریقے میں کبھی تغیر نہ دیکھو گے۔“

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے:

① اللہ کی سنن اور اس کے نظام میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جو خیر کی تخم ریزی کرتا ہے وہ خیر ہی کا پھل پاتا ہے اور جو شر کا بیج بوتا ہے وہ شر ہی کی فصل پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾
[الزلزال: ٧، ٨]

”جس نے ذرہ بھر بھی بھلائی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر بھی برائی کی وہ اسے پا لے گا۔“

② یہ بھی اللہ کی سنن اور طریقوں میں سے ہے کہ جس نے دنیا اور اس کی متاع کو پانے کے

Marfat.com

اسباب اختیار کیے، اسے دنیا میں اتنا حصہ مل جاتا ہے جو اللہ نے اس کی قسمت میں رکھا اور اس کے مقدر میں لکھا ہوتا ہے اور جس نے جنت کو پانے کے اسباب اختیار کیے اور جنت کی راہ پر چلا، اللہ اسے جنت تک پہنچا دیتا اور اسے اہلِ جنت میں سے بنا دیتا ہے، اور جس نے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی پانے کے اسباب اختیار کیے اور اللہ کے احکام کی اطاعت کی اور اس کی معصیت و نافرمانی سے بچتا رہا، وہ دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی بھلائیاں حاصل کرنے میں کامیابی پا گیا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَ مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴾ [الإسراء: ۱۸ تا ۲۱]

”جو شخص دنیا کی آسودگی کا خواہشمند ہو تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں۔ پھر اس کے لیے جہنم کو ٹھکانا مقرر کر رکھا ہے جس میں وہ نفرین و مذمت زدہ اور راندۂ بارگاہِ الٰہی ہو کر داخل ہوگا، اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہوا اور اسے پانے کی اتنی کوشش کرے جتنی اس کے لائق ہے اور وہ مومن بھی ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے، ہم ان کو اور ان سب کو آپ کے رب کی بخشش و عطا سے مدد دیتے ہیں اور آپ کے رب کی عطا کسی سے رکی ہوئی نہیں۔ دیکھیں ہم نے کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے اور آخرت درجوں میں (دنیا سے) بہت برتر اور برتری و فضیلت میں کہیں بڑھ کر ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [النحل: ۹۷]

Marfat.com

''جو شخص نیک عمل کرے گا، وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہوگا تو ہم اسے (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔''

آزمائشیں:

(۳) سنن الٰہیہ اور نظامِ الٰہی میں سے یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو بھلائی اور برائی پہنچا کر اچھائیوں اور برائیوں کے ذریعے آزماتا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً وَ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾ [الأنبياء: ۳۵]

''اور ہم تم لوگوں کو سختی و آسودگی میں آزمایش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں اور تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔'' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ [الأعراف: ۱۶۸]

''اور ہم نے آسایشوں اور تکلیفوں (دونوں) سے ان کی آزمایش کی، تاکہ (ہماری طرف) رجوع کریں۔''

کسی مسلمان کو جب اللہ کی طرف سے خیر و بھلائی اور نعمت و رحمت پہنچتی ہے تو وہ جانتا ہے کہ یہ اس پر اللہ کا فضل اور اسی کی رحمت و احسان ہے اور وہ صرف اسی کا شکر ادا کرتا اور اسکی حمد و ثنا خوانی کرتا ہے، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اللہ پر کسی کا کوئی حق و قرض نہیں ہے، وہ اگر کسی کو دے تو اس کا فضل ہے اور اگر وہ کسی کو نہ دے تو یہ بھی یقیناً اس کا عدل ہے۔

اگر کسی مسلمان کو شر و برائی اور تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر و ہمت سے کام لیتا اور اپنے رب سے اس پر اجر و ثواب کی امید رکھتا ہے، اسے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ یہ تکلیف اس کے کسی گناہ کی وجہ سے آئی ہے، جس کا اس نے ارتکاب کیا ہے، اور اللہ چاہتا ہے کہ وہ آخرت میں اس کا درجہ بلند کردے اور اسے اللہ کی طرف سے جو مصیبت و تکلیف پہنچی ہے اس پر وہ اسے اجر و ثواب عطا کرے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ﴾ [النساء: ۷۹]

Marfat.com

''(اے آدم زاد!) تجھے جو فائدہ پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو نقصان پہنچے وہ تیری ہی (شامتِ اعمال کی) وجہ سے ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾ [الشوریٰ: ۳۰]

''اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے، وہ تمھارے اپنے افعال کا نتیجہ ہوتی ہے اور وہ بہت سے گناہ تو معاف کر دیتا ہے۔''

غرض مسلمان اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے اور اپنے اعمال کی جانچ پڑتال بھی کرتا رہتا ہے۔ جب بھی وہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس پر اپنے رب کی طرف تائب ہو جاتا ہے، لیکن کافر کو جب اللہ کی طرف سے کوئی نعمت ملے تو وہ شر میں اور بڑھ جاتا ہے، حق کو جھٹلاتا ہے، طغیانی و سرکشی اور تکبر پر اتر آتا ہے، اور جب اسے کوئی مصیبت و برائی پہنچتی ہے تو جزع و فزع اور چیخ و پکار کرتا ہے اور اپنے کفر ہی میں لوٹ پوٹ ہوتا رہتا ہے اور صبر و ہمت کا مظاہرہ نہیں کرتا، کیونکہ اس کی جنت تو اس کی دنیا ہی ہے اور اس کا معبود اس کی خواہشاتِ نفس ہوتی ہیں، اس کی مثال اس اونٹ کی ہے جس کا گھٹنا مالک باندھ دیتے ہیں اور اسے کھلا چھوڑ دیتے ہیں اور اسے معلوم نہیں ہوتا کہ مالکوں نے اس کا گھٹنا کیوں باندھا ہے اور اسے کھلا کیوں چھوڑا ہے؟

مصائب و مشکلات:

مسلمانو! دورِ حاضر میں مسلمانوں پر مصائب و مشکلات اور عالمِ اسلام پر حوادث و سانحات کی پے در پے یلغار ہوگئی ہے۔ لوگ اس کے متعدد اسباب و وجوہات بیان کر رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ دشمنانِ دین اور اعدائے اسلام کی باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت ہو رہا ہے، کوئی اس کا سبب مسلمانوں کی اقتصادی کمزوری کو شمار کرتا ہے، کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ سب کچھ مسلمانوں کے صنعتی اور ٹیکنیکل میدان میں بہت پسماندہ رہ جانے کا نتیجہ ہے، غرض اس طرح کی متعدد وجوہات و اسباب ذکر کیے جا رہے ہیں، بہر حال یہ سب مرض کے اعراض و علامات ہیں اصل مرض نہیں۔ مسلمان آج جن المناک حالات اور تکلیف دہ مصائب و مشکلات میں مبتلا ہو چکے ہیں، ان کا اصل سبب لوگوں کا

Marfat.com

انفرادی طور پر اور اجتماعی شکل میں اپنے دین کے معاملے میں کوتاہی ہے، سوائے ان معدود چند لوگوں کے جن پر اللہ کی رحمت و کرم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [آل عمران: ١٦٥]

''بھلا یہ کیا بات ہے کہ جب تم پر مصیبت واقع ہوئی، حالانکہ اس سے دوچند مصیبت تمھارے ہاتھوں ان پر آ چکی ہے، تو تم چلا اٹھے کہ (ہائے) ہم پر آفت کہاں سے آن پڑی، کہہ دو کہ یہ تمھاری ہی شامتِ اعمال ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ﴾ [الرعد: ١١]

''بے شک اللہ اس وقت تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا، جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدلیں۔''

مشکلات کا حل:

امتِ اسلامیہ پر موجودہ دور کے مصائب و مشکلات سے بھی گراں حالات آئے اور اعدائے اسلام نے انھیں بڑے بڑے زخم دیے، لیکن امت نے صدق و اخلاصِ علم اور ایمان و عمل کے ساتھ دین کی طرف رجوع کیا تو تاریخِ اسلام کے ان بڑے مشکل حالات میں بھی اس رجوع کے نتیجے میں امت کو امن و امان، عزت و شرف، اتحاد و اتفاق اور خیر و بھلائی میسر آئی، لیکن یہ سب دینِ حق اور شریعتِ مطہرہ کے زیرِ سایہ آجانے کے نتیجے میں ہوا، تمام زخم مندمل ہوگئے اور بگڑے ہوئے تمام حالات سنور گئے۔ آج بھی اسلام اور مسلمانوں پر بڑے مشکل و کربناک حالات آئے ہوئے ہیں، اس امت کا یہ آخری دور بھی اسی چیز سے صلاح و فلاح پا سکتا ہے، جس کے ذریعے اس کے سلف صالحین نے پائی تھی۔ یہ بات کافی نہیں کہ مسلمان ان حالات کی ذمے داری کافروں پر ڈال کر انھیں لعنت و ملامت کر دیں، اس سے مسلمانوں کی ذمے داری پوری نہیں ہوتی، اگر مسلمان کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی روشنی میں اپنے مصالح اور اپنی آیندہ نسلوں کے مصالح و منافع کو پیشِ نظر رکھ کر اپنی مشکلات کو خود حل نہیں کریں گے تو کیا ان کی مشکلات غیر مسلم قومیں حل کریں گی؟

Marfat.com

حکّام و علما کا اتحاد:

اصل حل تو خود اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، پھر ان مشکلات کا حل مسلمانوں کے حکّام و اُمرا اور علما کے ہاتھ میں ہے کہ وہ سب باہم شانہ بہ شانہ متحد ہو کر بشریت کے ہر خیر و بھلائی کے معاملے میں باہمی تعاون سے کام لیں، امت کو ہر مفید و نفع بخش چیز کا پتا دیں اور دین و دنیا کے اعتبار سے شر و نقصان والی چیزوں سے انھیں بچائیں۔ ان سب پر یہ عظیم ذمے داری عائد ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بعد ان سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔

توبۂ نصوح:

جب مصائب و مشکلات اور فتنے گھیر لیں تو ان کے چنگل سے نکلنے کا سب سے پہلا راستہ ''توبۂ نصوح'' ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [النور: ۳۱]

''اور اے مومنو! سب کے سب اللہ کے آگے توبہ کرلو، تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔''

اگر کوئی کہے کہ میرے گناہوں سے میری توبہ امتِ اسلامیہ کے حالات کو سنوارنے میں کیا کردار ادا کر سکتی ہے؟ تو ایسے شخص سے کہا جائے گا کہ دنیا و آخرت میں ہر خیر و بھلائی کا سبب اطاعتِ الٰہی ہے اور دنیا و آخرت کی ہر عقوبت و سزا اور شر کا باعث اللہ کی معصیت و نافرمانی ہے، تمام افرادِ امت کا ہر قسم کے گناہوں سے تائب ہو جانا، خیر و بھلائی کی کثرت اور شر و برائی کی قلت کا باعث بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کو صرف اس وجہ سے ہلاک کیا تھا کہ ان میں نافرمانوں کی کثرت ہوگئی تھی اور اطاعت شعار لوگ بہت کم رہ گئے تھے۔ کبھی کبھی صرف ایک ہی فردِ واحد کی نافرمانی اس کی پوری قوم کی ہلاکت کا سبب بن جایا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پوری قومِ ثمود کو اس قوم کے صرف ایک شخص کے اونٹنی کو قتل کرنے کے نتیجے میں ہلاک کر دیا تھا۔ اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے زمانے میں جب بعض بنی اسرائیلی زنا کا ارتکاب کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے پوری قومِ بنی اسرائیل کو طاعون میں مبتلا کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ماضی میں ہلاک ہونے والی امتوں کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ

Marfat.com

الصَّيْحَةُ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ أَغْرَقْنَا ۚ وَ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لَٰكِنْ كَانُوْٓا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ [العنکبوت: ٤٠]

''ہم نے (ان) سب کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا، ان میں سے کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے پتھروں کی بارش برسائی اور کچھ ایسے تھے، جن کو چنگاڑ نے آ پکڑا اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ ایسے بھی تھے، جنھیں ہم نے غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔''

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهِ وَحَلَّقَ بَيْنَ الْإِبْهَامِ وَالسَّبَّابَةِ» قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! أَنَهْلِكُ وَ فِيْنَا الصّٰلِحُوْنَ؟ قَالَ: «نَعَمْ، إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ» [1] يَعْنِي الْفَوَاحِشَ وَشُرْبَ الْخَمْرِ.

''عربوں کے لیے ایک شر کی وجہ سے ہلاکت ہے جو قریب آ گیا ہے، آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں صرف اتنا سا سوراخ ہوا ہے، پھر آپ ﷺ نے اپنے انگوٹھے اور انگشتِ شہادت کے کناروں کو ملا کر ان سے بننے والے دائرے سے اس سوراخ کی مقدار بتائی۔''

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے مابین نیک و صالح لوگوں کے موجود ہونے کے باوجود ہم ہلاک کر دیے جائیں گے؟ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، جب خباثتیں عام ہو جائیں گی۔'' یعنی فحاشی و زناکاری اور شراب نوشی پھیل جائے گی۔

توبہ کے مقام و مرتبے کو معمولی نہ سمجھیں، یہ مشکلات و مصائب سے نکلنے کا راستہ ہے، کسی نہ کسی گناہ ہی کی وجہ سے مصیبت آتی ہے اور توبہ کے نتیجے میں وہ اٹھالی جاتی ہے۔

مسلمانو! اپنے رب کی کتابِ مقدس قرآنِ کریم اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کو دل و جان سے اپنا لو، وہ دونوں تمھارے لیے اندھیروں میں نور اور گمراہیوں میں ہدایت کا ذریعہ ہیں۔

اتحادِ امت:

مسلمانو! آج جبکہ فتنے ہر طرف سے جھانک رہے ہیں، ایسے حالات میں امتِ اسلامیہ پر

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٣٤٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٨٠)

Marfat.com

واجب ہے کہ اتحاد و اتفاق کر کے صفِ واحد بن جائیں۔ آج دنیا پر جو تغیر کی ہوائیں چل رہی ہیں اور لوگ اہلِ اسلام کا عقیدہ، ان کی شریعت، ان کی دینی قدریں، اخلاق، اصول وثوابت اور ان کے منہج وطرزِ زندگی تک کو بدل کر رکھ دینے کی تمنائیں لیے پھر رہے ہیں، ان آندھیوں اور جھکڑوں کے مقابلے میں ہمیں جمع ہو جانا چاہیے۔ آپ کا دینِ اسلام اتفاق و اتحاد کو واجب قرار دیتا ہے اور تفرقہ و اختلاف کو تمھارے لیے حرام شمار کرتا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ [آل عمران: ۱۰۳]

''تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقے میں مت پڑو۔''

﴿ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا﴾ [الأنفال: ٤٦]

''باہم تنازع نہ کرو، ورنہ تم ناکام ہو جاو گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو۔''

غلط فہمی کا ازالہ:

اسلام جب اتحاد و اتفاق کا حکم دیتا ہے تو وہ یہ ہرگز نہیں کہتا کہ غیر مسلم لوگوں پر ظلم و زیادتی کرو یا انھیں ان کے وہ حقوق پوری طرح نہ دو، جو انھیں اسلام نے دیے ہیں۔ اگر غیر مسلم اسلام کے ان اوصاف وسعتِ ظرفی، رحم و کرم، کمال وشمول، عدل و انصاف اور حسن و جمال کا صحیح طور پر ادراک کر لیں تو وہ فوراً اسلام لے آئیں اور اسلام کو کبھی ان منفی قسم کے افعال و کردار کا الزام نہ دیں جو بعض مسلمانوں سے تو سرزد ہوتے ہیں، مگر وہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے:

﴿ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ [الأنعام: ۱۵۱]

''کہہ دیجیے، آؤ میں تمھیں وہ چیزیں پڑھ کر سناتا ہوں، جو تمھارے رب نے تم پر حرام کی ہیں، کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنانا اور ماں باپ سے حسنِ سلوک کرنا، فقر و تنگدستی (کے اندیشے) سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا کیونکہ تمھیں اور انھیں ہم ہی رزق دیتے ہیں

Marfat.com

اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس بھی نہ پھٹکنا اور کسی جان کو، جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر رکھا ہے، ناحق قتل نہ کرنا، ان باتوں کی وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔"

تقویٰ اور اعمالِ صالحہ:

اعمالِ صالحہ اور ترکِ منکرات کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرو اور اس کی ملاقات سے قبل نیک اعمال اپنے رب کی طرف بھیج لو، موت آنے سے پہلے پہلے اس زندگی کو غنیمت سمجھو۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

[آل عمران: ۱۰۲]

"اے ایمان والو! اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا اس کا حق ہے اور تمھیں موت آئے تو اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔"

نیز فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ [الحشر: ۱۸]

"اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر کسی کو چاہیے کہ وہ دیکھے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک وہ تمھارے تمام اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔"

اُس سوال کا جواب تیار کر لو جو قیامت کی مشکلات سے نجات دلا دے۔ حدیث شریف میں نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«لَنْ تَزُوْلَا قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْئَلَ عَنْ أَرْبَعٍ، عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا أَبْلَاهُ، وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا أَنْفَقَهٗ، وَعَنْ عِلْمِهٖ مَاذَا عَمِلَ فِيْهِ» [1]

"بندہ قیامت کے دن اس وقت تک اپنی جگہ سے قدم نہیں ہلا سکے گا، جب تک اس

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٤١٧) صحيح الترغيب والترهيب للعلامة الألباني (٣٥٩٣)

Marfat.com

سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے گا۔ اس کی عمر کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے کہ اسے کہاں فنا کیا تھا؟ اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کہاں برباد کرآئے ہو؟ اس کے مال کے بارے میں کہ وہ کہاں سے کمایا تھا اور کہاں لگایا تھا؟ اور علم کے بارے میں کہ اس سے کیا عمل کیا تھا؟''

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

ماہِ ذو القعدۃ

پہلا خطبہ

تعاونِ باہمی
اور
خدمتِ انسانیت

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

عبد المحسن القاسم حفظہ اللہ

18/1/2002 = 4/11/1422

دوسرا خطبہ

طلباے علم
کے لیے نصیحتیں

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

حسین بن عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ

25/1/2002 = 11/11/1422

تیسرا خطبہ

خطبہ حجۃ الوداع
اور
حقوقِ انسانیت

دروس اور نصیحتیں

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباري الثبیتي حفظہ اللہ

1/2/2002 = 18/11/1422

چوتھا خطبہ

زیارتِ مدینہ کے
احکام و آداب

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

صلاح البدیر حفظہ اللہ

8/2/2002 = 25/11/1422

Marfat.com

Marfat.com

تعاونِ باہمی اور خدمتِ انسانیت

امام و خطیب: فضیلة الشیخ عبد المحسن القاسم حفظه الله

حمد و ثنا کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ در حقیقت خواہشاتِ نفس اور شقاوت و بدبختی والے امور سے اجتناب کرنے کا نام ہے۔

سنتِ الٰہی:

مسلمانو! اللہ نے اپنے بندوں میں عزت و شرف، جاہ و منزلت اور عبادت و بندگی کے اعتبار سے الگ الگ درجاتِ فضیلت بنائے ہیں اور انھیں ایک دوسرے کے لیے مسخر کیا ہے، تاکہ وہ دنیا میں خلافت قائم کریں اور اس کرہ ارضی کو آباد کریں، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ﴾ [الأنعام: ١٦٥]

''اور وہی (اللہ) ہے، جس نے تمھیں زمین میں خلیفہ بنایا اور ایک کے دوسرے پر درجات بلند کیے تاکہ جو کچھ اس نے تمھیں بخشا ہے، اس میں تمھاری آزمایش کرلے۔''

نیز فرمایا:

﴿ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ﴾ [الزخرف: ٣٢]

''ہم نے دنیوی زندگی میں ان میں ان کی روزی تقسیم کی اور ایک کو دوسرے سے بلند درجات عطا کیے، تاکہ وہ ایک کسی دوسرے کو اپنا ماتحت بنالے۔''

فقیر و محتاج شخص کے شکوے میں غنی و مالدار کی آزمایش ہے، ضعیف و کمزور کے انکار میں طاقت ور کا امتحان ہے، اور بیمار کے درد سہنے میں اس کے صبر کا امتحان اور تندرست کے لیے عبرت ہے۔

Marfat.com

تعاونِ باہمی اور خدمتِ خلق:

اسی سنتِ کونیہ اور اللہ کے اس نظام کی وجہ سے شریعت اسلامیہ میں لوگوں کے مابین باہمی تعاون، ایک دوسرے کی ضرورتیں پوری کرنے، ان کی تکالیف دور کرنے اور ان کے لیے اچھے کاموں میں سفارش کرنے کی ترغیب آئی ہے، تاکہ دائمی محبت و الفت اور پیار و اخوت کے جذبات جنم لیں اور دین تو نام ہی عبادت و بندگی اور حسنِ معاملہ کا ہے۔ علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''بے شمار نسلوں اور گروہوں میں بٹے ہونے کے باوجود تمام امتوں کے تجربات اس بات کی دلیل ہیں کہ ان تمام جہانوں کے رب کا تقرب حاصل کرنا، نیکی کمانا اور اللہ کی مخلوقات کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا، ہر طرح کی خیر و بھلائی لانے کے عظیم اسباب میں سے ہے اور ان کے برعکس اللہ کا تقرب حاصل نہ کرنا، نیکی کمانے کی جستجو نہ کرنا اور مخلوقات سے حسن سلوک نہ کرنا؛ ایسے امور ہیں جو ہر قسم کی برائی کو لانے کا سبب بنتے ہیں۔ غرض اللہ کی نعمتوں کو لانے اور اس کی قمتوں اور عذابوں کو ہٹانے کا بہترین ذریعہ اس کی اطاعت اور اس کی مخلوق کے ساتھ احسان کے سوا دوسرا کوئی نہیں ہے۔''[1]

اوصافِ انبیا علیہم السلام:

لوگوں کو فائدہ پہنچانا اور ان کی مشکلات حل کرنے میں کوشاں رہنا، انبیا و رسل کی صفاتِ جلیلہ میں سے ہے۔ صاحبِ جود و کرم نبی یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کے ساتھ کیا کیا سلوک نہ کیا، مگر اس کے باوجود انھوں نے انھیں مال و اسباب مہیا کر دیا اور انھیں کسی چیز میں کمی نہ کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین کے ایک کنویں کے پاس پہنچے تو لوگوں کو جانوروں کو پانی پلاتے دیکھا اور دو کمزور لڑکیوں کو الگ تھلگ پایا تو ان کے لیے کنویں کے منہ سے پتھر ہٹایا اور ان کے جانوروں کو پانی پلایا حتی کہ ان کی بکریاں خوب سیر ہوگئیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ان سے مخاطب ہو کر فرماتی ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلہ رحمی کرتے ہیں، فقیر کی مدد کرتے ہیں، محتاج و نادار کو کپڑے پہناتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور مشکلات میں مبتلا لوگوں کی مدد و تعاون کرتے ہیں۔''[2]

---

[1] الجواب الكافي (ص: ٩)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٦٠)

Marfat.com

اشرف الخلق جناب نبی کریم ﷺ سے اگر کسی بھی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ ﷺ سائل کو کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹایا کرتے تھے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا» [1]

''اللہ کے رسول ﷺ سے جب بھی کسی چیز کا سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے کبھی نہ نہیں کی۔''

کیوں کہ یہ دنیا تو اس سے بہت کمتر ہے کہ اس کے مانگنے والے کو انکار کیا جائے۔

منہجِ سلف صالحین:

صحابہ کرام اور صالحینِ امت بھی اس سیدھے منہج پر چلتے رہے۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ راتوں کو بیواؤں کے گھروں میں پانی پہنچایا کرتے تھے۔ ابو وائل رحمہ اللہ روزانہ محلے کی عورتوں اور بوڑھی خواتین کے پاس جاتے اور ان کی طلب پر ان کی مطلوبہ چیزیں خرید کر انھیں لا دیتے تھے۔ [2]

خدمتِ خلق کا صلہ:

خدمتِ خلق اور کمزوروں کی مدد بندے کی اچھی فطرت، بہتر تربیت، صفائے قلب اور حسنِ سیرت و کردار کی دلیل ہے۔ ہمارا رب رحم و کرم کرنے والے بندوں پر رحم کرتا ہے، اللہ نے اپنے کچھ بندوں کو نعمتوں سے نواز رکھا ہے، تاکہ وہ بندوں کو فائدہ پہنچائیں۔ دوسروں کی مشکلات اور پریشانیوں کو دور کرنا، قیامت کی مشکلات اور اس دن کے غموں کو دور کرنے کا باعث ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ» [3]

''جس نے کسی مومن کو دنیا کی کسی مشکل سے نکالا، اللہ اسے اس کے بدلے میں قیامت کی مشکل سے نکالے گا۔''

صحیح مسلم ہی میں ایک حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

---

(1) صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠٣٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٣١١)

(2) جامع العلوم والحكم (ص: ٣٤١)

(3) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢١٩٩)

Marfat.com

«مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنْجِيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ أَوْ يَضَعْ عَنْهُ»[1]

''جسے یہ بات اچھی لگے کہ اللہ اسے قیامت کے دن کی مشکلات سے نجات دے دے تو اسے چاہیے کہ تنگدست کی مشکل آسان کرے یا اسے قرض معاف کر دے۔''

جو شخص اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا ہے، اللہ اس کی مدد کرتا ہے۔ خدمتِ خلق انسان کے وقت اور کام میں خیر و برکت کا باعث اور مشکل امور کو آسان کرنے کا ذریعہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ»[2]

''جس نے کسی تنگ حال کے لیے آسانی پیدا کی، اللہ اس کے لیے دنیا و آخرت میں آسانیاں پیدا کرے گا۔''

ائمہ دین کا منہج:

امتِ اسلامیہ کے بڑے بڑے اہلِ تقویٰ قائدین اور ائمہ علم و دین کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ لوگوں کی ضرورتیں پوری کیا کرتے تھے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اپنے جلیل القدر استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں کہتے ہیں:

''شیخ الاسلام لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے کی بھرپور کوشش کیا کرتے تھے۔''

دین کی تعلیم بھی یہی ہے کہ علم حاصل کریں، عمل و عبادت کریں اور لوگوں کے ساتھ حسنِ معاملہ کا مظاہرہ کریں۔

حسنِ خاتمہ کی ضمانت:

دوسروں کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک کرنے میں حسنِ خاتمہ کی ضمانت اور برے خاتمے سے نجات ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

« صَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ تَقِي مَصَارِعَ السُّوءِ وَالْآفَاتِ وَالْهَلَكَاتِ، وَأَهْلُ

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۵۶۳)

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۱۹۹)

Marfat.com

الْمَعْرُوفِ فِي الدُّنْيَا هُمْ أَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الآخِرَةِ»[1]

''نیکیاں کرنا برے خاتمے، آفات و بلایا اور ہلاکتوں سے بچاتا ہے اور دنیا میں نیکی کرنے والے ہی آخرت میں نیک بدلہ پانے والے ہوں گے۔''

اپنی جاہ و منزلت کو لوگوں کی حاجت برآری کے کام میں لانا اور محتاجوں مسکینوں کی مدد کرنا دنیا و آخرت ہر دو جہاں میں نفع بخش ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«رُبَّ أَشْعَثَ أَغْبَرَ مَدْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ»[2]

''کئی ایسے پراگندہ حال و خاک نشین اور در در کی ٹھوکریں کھانے والے لوگ ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں، تو وہ ان کی قسم پوری کر دے۔''

جن کا اللہ کے سوا کوئی نہیں:

کمزوروں، بیواؤں اور یتیموں کا اللہ کے سوا کون ہے؟ ان لوگوں میں سے کسی ایک کی مقبول دعا آپ کے حالات کو سنوار سکتی ہے۔ یہ دنیا تو مشکلات و مصائب کا گھر ہے، طاقتور کل تک کمزور ہو سکتا ہے، آج کا مال دار کل کا مفلس و نادار بن سکتا ہے، جو آج زندہ ہے کل کو بالآخر اُسے مرنا ہے۔ خوش نصیب وہ ہے، جس نے اپنے منصب و مرتبت اور جاہ و منزلت کو خدمتِ دین اور مسلمانوں کو نفع پہنچانے کے لیے مسخر کر لیا، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''من مشیٰ بحق أخيه ليقضيه فله بكل خطوة صدقة''[3]

''جو شخص اپنے کسی بھائی کا کوئی حق دلانے کے لیے نکلا، اسے اس کے ہر ہر قدم پر صدقے کا ثواب ملے گا۔''

نیکی تو ابدی خزانہ اور دائمی ذخیرہ ہے۔ لوگوں کے کام کروانے کی سعی کرنا اہلِ مروءت کی زکات ہے۔ اہلِ ہمت لوگوں کے لیے یہ مصیبت ہے کہ لوگ ضرورت کے وقت ان کے پاس نہ جائیں، سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں صبح اٹھوں اور میرے دروازے پر کوئی حاجتمند نہ ہو تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ یہ ایک

---

[1] المستدرك للحاكم (١/ ١٢٤) صحيح الجامع، رقم الحديث (٣٧٩٥)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٢٢)

[3] تعظيم قدر الصلاة للمروزي (٢/ ٨٢٤)

Marfat.com

مصیبت کا پیش خیمہ ہے۔[1]

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اہلِ مروءت لوگ اور اہلِ جاہ و منصب حضرات جب کسی ضرورت مند کو پاتے ہیں تو یہ ان کا فضل و احسان مانتے ہیں کہ انھوں نے ان سے کام کروا کر انھیں خدمت و نیکی کا موقع مہیا کیا۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''تین آدمیوں کو میں بدلہ نہیں دے سکتا۔ ایک وہ جس نے مجھے سلام کرنے میں پہل کی۔ دوسرا وہ جس نے مجلس میں مجھے بیٹھنے کی جگہ دی اور تیسرا وہ جس نے مجھے سلام کرنے کے لیے آنے میں اپنے قدموں کو غبار آلود کیا، اور چوتھا شخص تو ایسا ہے کہ اسے میری طرف سے صرف اللہ ہی بدلہ دے گا۔ ان سے پوچھا گیا کہ وہ کون ہے؟ فرمایا: وہ شخص جسے رات کو کوئی معاملہ اور ضرورت پیش آ گئی، رات بھر اس نے سوچ بچار کی کہ میں اپنی یہ حاجت کس سے بیان کروں اور بالآخر اس نے مجھے اس لائق سمجھا کہ وہ اپنی حاجت مجھے بتائے اور واقعی اس نے وہ میرے سامنے رکھی۔''[2]

آدابِ سفارش:

ضرورت مند اور سفارش طلب کرنے والے کو چاہیے کہ وہ صرف اس کام کے اہل لوگوں سے طلب کریں، بے وقت مطالبہ نہ کریں اور اس چیز کا مطالبہ نہ کریں جس کے وہ مستحق نہیں ہیں، جس نے کوئی ایسی چیز طلب کی جس کا وہ مستحق نہیں ہے تو اسے حرمان و مایوسی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

اچھے کلمات اختیار کریں اور میٹھی بات کہیں اور اگر کسی کی سفارش نہ مانی جائے تو اسے ملامت نہ کریں، سفارش کرنے والا چاہے کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو۔ خود سرور کائنات ﷺ کی سفارش ایک عورت نے قبول نہیں کی تھی۔ نبی مکرم ﷺ نے ایک عورت سے کہا:

«لَوْ رَاجَعْتِ زَوْجَكِ فَإِنَّهُ أَبُو وَلَدِكِ» قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَتَأْمُرُنِي؟ قَالَ: «لَا، إِنَّمَا أَنَا شَافِعٌ» قَالَتْ: فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهِ»[3]

---

[1] سير أعلام النبلاء (٣/ ٥١)

[2] شعب الإيمان (٧/ ٤٣٦)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٢٨٣)

Marfat.com

''بہتر ہے کہ آپ اپنے شوہر کے نکاح میں چلی جائیں، کیونکہ وہ تمھارے بچوں کا باپ ہے۔'' اس عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ مجھے رجوع کا حکم دے رہے ہیں (یا یہ صرف سفارش و مشورہ ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''حکم نہیں میں صرف سفارش کر رہا ہوں۔'' اس عورت نے عرض کی کہ اگر یہ آپ ﷺ کی صرف سفارش ہے تو مجھے اپنے خاوند کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

جب کسی کی ضرورت پوری ہو جائے تو سفارش کرنے اور کام کرنے والے لوگوں کی تعریف اور شکریہ ادا کرنا ضروری ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ» [1]

''جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔''

نیز آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«مَنْ صَنَعَ إِلَيْكُم مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ، فَإِنْ لَم تَجِدُوا مَا تُكَافِئُونَهُ فَادْعُوا لَهُ حَتّٰى تَرَوْا أَنَّكُم قَدْ كَافَأْتُمُوهُ» [2]

''جس نے آپ پر کوئی نیکی کی، اسے اس کا اچھا بدلہ دو اور اگر اس کا بدلہ دینے کے لیے کچھ نہ پاؤ تو اس کے حق میں اللہ سے اتنی دعائیں کرو کہ تمھیں یقین ہو جائے کہ اب تم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے۔''

اگر بدلہ دینے سے ہاتھ تنگ آجائے تو کم از کم کھلی زبان سے اس کے لیے کثرت سے شکریہ ہی ادا کر دیں، کیونکہ نیکی و احسان کے بہترین مقامات و مواقع وہ ہیں جو اجر و شکر دونوں کے جامع ہوں۔

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اپنے بھائیوں کی مدد کرو، حق و عدل کی باہم وصیت کرتے رہو اور بر و تقوے کے کاموں میں دستِ تعاون بڑھاؤ۔ بندے کے کام صرف اس کا عمل ہی آئے گا، بندہ اپنے خصالِ حمیدہ کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتا ہے، اگرچہ وہ اہلِ قبور کے ساتھ لحد ہی میں کیوں نہ پڑا ہو۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اتَّقُوا

[1] مسند أحمد (٢/ ٦٨)

[2] سنن النسائي (٥/ ٨٢)

Marfat.com

اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ﴾ [المائدۃ: ۲]

''نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں مدد نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔''

نیکی کو برباد کرنے والی چیز:

نیکیوں کو برباد کرنے والی چیزوں میں سب سے بڑی چیز ہے کسی پر احسان جتلانا اور اپنی اس نیکی کا دوسروں کے سامنے ذکر کرتے پھرنا۔ احسان جتلانا، نیکی کو برباد کر دیتا ہے اور اس نیکی میں کوئی خیر و بھلائی نہیں جسے گن گن کر سنایا جائے۔

نیکی تین چیزوں کے بغیر پوری نہیں ہو پاتی۔ پہلی یہ کہ نیکی کرنے میں جلدی کی جائے، دوسری یہ کہ اس نیکی کو معمولی سمجھا جائے اور تیسری یہ کہ اسے چھپایا جائے، کیونکہ جب وہ جلدی کرے گا تو اسے کر گزرے گا اور وہ اس کے لیے باعث اطمینان ہو جائے گی اور جب اسے وہ معمولی سمجھ کر کرلے گا تو وہ اس کی عظمت کا باعث ہوگی اور جب وہ اسے چھپا کر رکھے گا تو وہ اس کا پورا اجر و ثواب حاصل کرلے گا۔

ممنوع سفارش:

سفارش کے سلسلے میں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ بعض امور میں سفارش کرنا ممنوع و محظور ہے، مثلاً کسی حرام کام کے سلسلے میں سفارش کرنا یا کسی مسلمان کی حق تلفی کرنے والے کی سفارش کی جائے یا کسی کو نقصان پہنچانے والے کی سفارش کی جائے یا کسی کے جائز معاملے کو بلا وجہ مقدم کرنے یا کسی کو موخر کرنے میں سفارش کی جائے۔

اسلام تو سراسر عدل و انصاف والا دین ہے، وہ مصلحتوں کا حکم دیتا ہے اور مفاسد سے منع کرتا ہے، حدود اللہ (قصاص، حدِ زنا وغیرہ) میں کسی کی سفارش کر کے مجرم کو چھڑوانا بدترین گناہوں میں سے ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

طلبائے علم کے لیے نصیحتیں

امام و خطیب: فضیلة الشیخ حسین بن عبد العزیز آل شیخ ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

مومنو! اسلامی منہج کی نمائندگی کرنے والے عام اسلامی اصولوں میں سے ایک اہم اصول ''جماعتی و انفرادی ذمے داری'' بھی ہے، چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ»[1]

''تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر شخص اپنی زیرِ نگرانی لوگوں کے بارے میں جواب دہ ہے۔''

اسلام میں علم کا مقام و مرتبہ:

اللہ کے بندو! اسلام میں علم کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔ اسلام کی نظر میں یہ عظیم ذمے داری اور بہت بڑی امانت ہے۔ آج امتِ اسلامیہ تاریخ کے ایسے موڑ پر آ گئی ہے کہ ہر طرف سے شر و فساد اس کی گھات میں ہیں اعدائے دین اس کے پیغام کو محو کرنا چاہتے ہیں اور وہ گندے منہاج، غلط مفاہیم، زہریلے کلچر اور دشمنانہ قوت جیسے مختلف وسائل و ذرائع سے شمعِ اسلام کو بجھانے کے درپے ہیں۔ ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
فانوس بن کر جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ چراغ کیا بجھے گا جسے روشن خدا کرے

آج امتِ اسلامیہ کو سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ تعلیم و تربیت اور قانون و حکومت بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں اسلام کی بتائی ہوئی راہ پر چلے، تاکہ اس کے اصلی

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۸۹۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۸۲۹)

Marfat.com

چشمے اور بحرِ زخار سے سیراب ہو، پوری طرح منہجِ ربانی کا التزام کرے اور اپنے تمام فیصلے اسی سے کروائے تاکہ اصل غرض و غایت یعنی دنیا و آخرت کی سعادت اور امن و سلامتی کو پا سکے۔

اسلام کی راہ پر چلنے کے لیے امت کو ایسے ربانی علما اور ایسے اہلِ صدق و صفا دعاۃ و مبلّغین کی ضرورت ہے جن کے چشمۂ علم سے وہ سیراب ہوں اور جس طرف وہ لگائیں ادھر لگ جائیں، انھیں ایک قدوہ و نمونہ بنا کر تربیت پائیں، یہیں سے علمِ شرعی کے چند بنیادی مفاہیم و قواعد اور ستون و ارکان سامنے آتے ہیں جو ہر طالبِ علم کے ذہن میں ہونے چاہییں اور پھر ان میں سے ہر کسی پر اس کا عمل ہو اور وہ اس کے کردار کا حصہ بھی ہو۔

① عدل و انصاف:

تمام اقوال و افعال، تصرفات و تحرکات اور حرکات و سکنات میں عدل و انصاف کو لازم پکڑا جائے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰی﴾ [النحل: ۹۰]

''بے شک اللہ، عدل و انصاف، بھلائی و احسان اور قرابت داروں سے حسنِ سلوک و تعاون کا حکم دیتا ہے۔''

ایسے ہی دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ [الأنعام: ۱۵۲]

''اور جب تم کوئی بات کرو تو عدل و انصاف کرو، اگرچہ وہ شخص قرابت دار ہی ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا ہوا ہے اسے پورا کرو، ان امور کا اللہ نے تمھیں تاکیدی حکم فرمایا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔''

اہلِ سنت والجماعت کا منہج وطریقہ عدل و انصاف، اعتدال اور میانہ روی ہے۔ علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''وہ ائمۂ حدیث جن کی تعریف میں پوری امت رطب اللسان ہے، جو لوگ ان کی سیرت اور احوال سے واقفیت رکھتے ہیں، وہ بہ خوبی جانتے ہیں کہ وہ لوگ صدق و صفا

Marfat.com

اور امانت و دیانت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ وہ ہمیشہ حق گوئی اختیار کرتے اور دروغ گوئی و کذب بیانی سے بچتے تھے۔‘‘

چونکہ نبی اکرم ﷺ کی صحیح احادیث کی معرفت کے لیے ان کا یہ مقام و مرتبہ امت کی ایک شرعی ضرورت کے لیے بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب وہ رواۃِ حدیث (اسنادِ حدیث کے راویوں) کے حالات بیان کرتے ہیں تو اعتدال و میانہ روی سے کام لیتے ہیں اور ضرورت سے زیادہ جرح و تنقید نہیں کرتے، نہ اس کی اجازت دیتے ہیں۔ جس قدر انھوں نے اجازت دی ہے وہ صرف جائز شرعی ضرورت کے لیے ہے نہ کہ کسی کی کردار کشی کے لیے، لہٰذا ہر کسی کے لیے واجب و ضروری ہے کہ اپنی ذاتی خواہشاتِ نفس کی پیروی سے بچے اور اقوال و افعال میں تعصب سے دور رہے کیونکہ یہ تو دلوں کی ظلمتوں اور اندھیروں، نفسوں کے تلاطم اور زبانوں کو تیز و گدلا کرنے کا دروازہ ہے، یہ فضائل کو سمیٹنے لپیٹنے اور رذائل کو عام کرنے کا باعث بنتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [ص: ٢٦]

’’اپنی خواہشات کی پیروی نہ کریں یہ آپ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔‘‘

اور اللہ کو راضی کیے بغیر عدل قائم نہیں ہو سکتا۔

② اتحاد و اتفاق:

سنتِ رسول ﷺ پر سب لوگ متحد و متفق ہو جائیں، خیر و بھلائی کے کاموں میں باہمی تعاون کریں، تفرقہ بازی اور اختلافات کو ہوا دینے سے گریز کریں۔ اہلِ سنت والجماعت کا منہج و طریقہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور تفرقہ بازی و اختلافات سے بچنا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ [آل عمران ١٠٣]

’’اور اللہ کی رسی (دین) کو مضبوطی سے پکڑے رہیں اور اختلاف و تفرقے میں مبتلا نہ ہوں۔‘‘

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ [آل عمران: ١٠٥]

’’اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا، جنھوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے

Marfat.com

بعد بھی تفرقہ ڈالا اور باہم اختلاف کیا، انھی لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔''

امام طحاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''ہم جماعت (اتحاد و اتفاق) کو حق وصواب سمجھتے ہیں اور تفرقے کو کجی اور باعثِ عذاب جانتے ہیں۔''[1]

اختلافات اور تفرقہ بازی ان فتنوں میں سے ہیں جن سے ہمیں ڈراتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً﴾ [الأنفال: ٢٥]

''تم ایسے فتنے (وبال) سے بچو جو خاص کر صرف ان لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے۔''

یہیں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شریعت کے اغراض و مقاصد کو سمجھا، انھیں اپنے ذہنوں میں بٹھایا اور وحدت کی رسی کو تھامنے اور تفرقہ بازی میں نہ پڑنے کے منہج پر عمل کیا۔ سنن ابی داود میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک تاویل کی بنا پر منیٰ میں پوری نماز پڑھی تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

''منیٰ میں ہر چار رکعتوں والی نماز کی دو رکعتیں (قصر) پڑھنا سنت ہے۔'' ان سے کہا گیا اگر یہ بات ہے تو پھر آپ ان (عثمان رضی اللہ عنہ) کے ساتھ پوری نماز کیسے پڑھ رہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: ''اختلاف وتفرقہ بہت برا ہے، اختلاف بہت برا ہے، تفرقہ بہت بری چیز ہے، تفرقہ بازی بری بلا ہے۔''[2]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کے معنیٰ ومفہوم کے اور بھی کتنے ہی آثار و اقوال موجود ہیں۔ اختلافِ مذموم سے وہ اختلاف مراد ہے جو بغاوت و سرکشی اور عدمِ اتباعِ حق کے نتیجے میں ہو، کیونکہ یہی اختلاف امت میں ہوا و ہوس اور خواہشاتِ نفس کی پیروی، خون ریزی، دوسروں کا ناحق مال بٹورنے اور افرادِ امت کے مابین عدوات و دشمنی پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔

---

[1] العقيدة الطحاوية (ص: ٢٩)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٩٦٠) نیز دیکھیں: صحيح البخاري، برقم (١٠٨٤) صحيح مسلم (٦٩٥)

Marfat.com

③ رجوع اِلی الکتابِ و السنۃ:

ان میں سے تیسرا ستون ہر نئے پیش آمدہ مسئلے اور کسی بھی مشکل امر و اختلاف کا حل تلاش کرنے کے لیے کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا ہے، اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایات بڑی واضح ہیں۔ چناں چہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ [النساء: ٥٩]

''اگر تمھارے کسی معاملے میں اختلاف و تنازع ہو جائے تو اسے اللہ (کتاب اللہ) اور رسول (سنتِ رسول) کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہی بہتر اور اچھے انجام والا ہے۔''

اور نبی اقدس ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« فَإِنَّهُ مَن يَعِشْ بَعْدِي فَسَيَرىٰ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا، فَعَلَيْكُم بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِيْ »[1]

''جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا، میرے بعد تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفا کی سنت کی پیروی لازم ہے۔''

اس امت کے اہلِ حق نے یہی طریقہ اپنایا۔ عقیدہ طحاویہ کے شارح لکھتے ہیں:

''مسائلِ اصول و فروع جن میں امت نے باہم تنازع و اختلاف کیا ہے، اگر انھیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف نہ لوٹایا جائے گا تو ان میں سے حق کا پہلو واضح نہیں ہوگا، بلکہ تنازع کرنے والے اپنے مسئلے میں بلا دلیل اَڑ جانے والے بن جائیں گے۔''

پھر آگے چل کر وہ لکھتے ہیں:

''اگر ان پر رحمِ الٰہی نہ ہوا تو وہ اس مذموم اختلاف میں مبتلا ہو جائیں گے جو منع ہے، اس کے نتیجے میں پھر وہ ایک دوسرے کے خلاف سرکشی و بغاوت پر اتر آئیں گے، کوئی

[1] مسند أحمد (٤/ ١٢٦) سنن أبي داود، برقم (٤٦٠٧) سنن الترمذي، برقم (٢٦٧٦) سنن ابن ماجه، برقم (٤٦)

Marfat.com

زبانی حد تک کسی کو کافر و فاسق قرار دے گا اور کوئی عملاً کسی کو حبس بے جا میں ڈالنے، زد و کوب کرنے حتیٰ کہ قتل کرنے تک کا ارتکاب کرنے لگے گا۔"[1]

④ مقاصدِ شریعت کی معرفت:

مقاصدِ شریعت کی معرفت حاصل کرنے کا اہتمام کرنا، انھیں خوب اچھی طرح سمجھنا اور اپنے تمام تصرفات و اعمال اور حرکات و سکنات انہی کے ساتھ مربوط کرنا بھی علمِ شریعت کے بنیادی امور میں سے ہے۔ علماے شریعت نے ان مقاصد کا تعارف یوں کروایا ہے کہ مقاصد سے مراد وہ اغراض، حکمتیں اور معانی ہیں جن کے حصول کے لیے احکام مشروع کیے گئے ہیں جو دنیا و آخرت کے تمام مصالح کو شامل ہیں۔

علامہ عز الدین بن عبد السلام رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"قرآنِ کریم کے مقاصد میں سے اکثریت کا تعلق مصالح و منافع اور ان کے اسباب معلوم کرنے کے حکم سے ہے یا پھر مفاسد اور ان کے اسباب سے بچنے کے ساتھ متعلق ہے۔"[2]

غرض ہر مکلف مقاصدِ شریعت کے بارے میں علم حاصل کرنے کا محتاج و ضرورت مند ہے، تا کہ اس کا ہر عمل اور اس کے ہر عمل میں اس کا مقصد بھی شارع کے قصد کے موافق ہو۔ شریعت تو ہے ہی بندوں کے مصالح اور مفادات کے لیے۔ ہر مکلف سے مطالبہ یہ ہے کہ وہ اپنے تمام افعال و اعمال میں اس کے مطابق چلے، اور اس بات کی معرفت کا حصول ان علما کے راستے کے سوا کسی کا علم بھی ممکن نہیں ہے جو واقعات و حادثات کا استقرا کرتے اور نصوصِ شرعیہ کا علم رکھتے ہیں، جب کسی نے فقہا و علماے شریعت کے "جلبِ مصالح" اور "درءِ مفاسد" کے اصول کے فہم کو رد کر دیا تو اس پر اس فہم کا خطرہ ہے جو تعمیر کم اور تخریب زیادہ کرے گا اور اصلاح کم اور بگاڑ زیادہ پیدا کرے گا۔

ایسے شخص کے بارے میں امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"آپ اس شخص کو اس حال میں پائیں گے کہ وہ شریعت کی بعض جزئیات کو لے کر اس کے قواعدِ کلیہ کی عمارت مسمار کر رہا ہوگا، یہاں تک کہ وہ کسی موضوع کا احاطہ کیے بغیر

---

[1] شرح العقيدة الطحاوية (٢/ ٧٧٧)

[2] قواعد الأحكام في مصالح الأنام (ص: ٧)

Marfat.com

بادی الرای میں اس کے لیے جو ظاہر ہو وہ اسی کے پیچھے لگ جاتا ہے، وہ اصل معانی کی طرف رجوع کرتا ہے نہ اس کے فہم کے سلسلے میں صحابہ کرام سے مروی مسلّم امور کی طرف رجوع کرنا ضروری خیال کرتا ہے۔ اللہ کی کتاب نہ اس کے رسول ﷺ کے حکم کی طرف ہی رجوع کرتا ہے، اس سب کچھ پر اسے آمادہ کرنے والی صرف وہ خواہشاتِ نفس ہوتی ہیں، جو اس کے دل میں چھپی ہوتی ہیں۔ وہ اسے واضح دلیل کو ترک کرنے پر آمادہ کرتی ہیں اور اس کا علم جہاں تک نہیں پہنچ پایا، اسے اپنے اس عجز و عدمِ علم کا اعتراف کرنے سے بھی روکتی ہیں اور اِن مقاصدِ شریعت سے جہالت و بے علمی اس پر اضافہ کرتی ہیں، اور وہ اس وہم میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ وہ درجہ اجتہاد پر فائز ہوگیا ہے اور طلبِ علم کے نتیجے میں جلد بازی بھی اس کی معاون بن جاتی ہے۔‘‘[1]

لہٰذا اگر اس دروازے کو اچھی طرح مضبوط نہ کیا گیا اور دقیق میزانِ شریعت میں اسے نہ تولا گیا تو پھر یہ دروازہ فتنوں کے دروازوں میں سے ایک بن جائے گا۔ مصالح اور مفاسد میں پائے جانے والے تعارض کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

’’اس کا وجود امت کے مابین فتنوں کے وقوع کا سبب ہے، کیونکہ اگر نیکیوں اور برائیوں میں باہمی اختلاط ہوگیا تو اشتباہ واقع ہوجائے گا۔ کچھ لوگ نیکیوں کو دیکھتے ہوئے اس جانب کو راجح قرار دیں گے، اگرچہ اس میں بڑی بڑی برائیاں بھی کیوں نہ ہوں اور کچھ لوگ برائیوں کو دیکھتے ہوئے اس پہلو کو راجح قرار دیں گے، اگرچہ اس طرح بڑی بڑی نیکیاں ہی کیوں نہ چھوٹ جائیں اور اعتدال و میانہ روی والے وہ ہوں گے جو دونوں کو ہی پیشِ نظر رکھیں گے۔‘‘[2]

⑤ فہمِ صحیح پر عمل:

نصوصِ شریعت کے فہمِ صحیح کے لزوم پر عمل کیا جائے، کیونکہ شر و برائی اور نقصان کا سبب نصوص کا صحیح فہم حاصل نہ کرنا ہے۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

① الموافقات (۵/ ۱۴۲)

② مجموع الفتاویٰ (۲۰/ ۵۷)

Marfat.com

''اکثر بدعات کے وجود کا سبب یہی تھا۔ لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کو صرف اپنے ہی دعووں پر محمول کرنا شروع کر دیا کہ یہ ان کے دعوے پر دلالت کرتا ہے، حالانکہ بات یہ نہ تھی۔''[1]

⑥ شریعت کے نتائج کی رعایت رکھنے کی معرفت حاصل کرنا:

اس سلسلے میں پوری معرفت اور مکمل بیداری حاصل کر لینا ضروری ہے کہ شریعتِ اسلامیہ نے تمام امور و احکام کے نتائج و انجام کی پوری پوری رعایت رکھی ہے۔ فقہِ دقیق میں سے یہ بھی ہے کہ انجام کے قاعدے پر بھی نظر رکھی جائے جس کی طرف تمام امور لوٹتے ہیں اور ان عواقب کو بھی پیشِ نظر رکھیں جن تک فتاویٰ لے جاتے ہیں۔ طالبِ علم کو چاہیے کہ مصالح کو صرف وقتی نظر سے نہ دیکھے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی چیز میں وقتی طور پر تو کوئی فائدہ ہو، مگر انجام کار وہ کسی بہت بڑے نقصان تک لے جاتی ہو، امام شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''افعال کے انجام پر نظر رکھنا شرعاً قابلِ اعتبار اور مطلوب و مقصود ہے۔ افعال موافق ہوں یا مخالف، اور وہ یوں کہ مجتہد کسی مکلّف سے سرزد ہونے والے فعل پر اس کے اقدام کے فوراً بعد ہی اپنا حکم صادر نہ کر دے، جب تک کہ وہ اس کے انجام کار پر گہری فکر و نظر نہ کر لے۔''[2]

آگے لکھتے ہیں:

''مجتہد کے لیے یہ عمل کچھ مشکل تو ہے لیکن یہ بڑا ہی خوش مذاق و پسندیدہ نتائج اور مقاصدِ شریعت کے موافق ہے۔''

اسی طرح بعض لوگ قول یا فعل کی طرف مقدم کیے جاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں اصلاح اور خدمتِ دین ہے، جبکہ شاہدِ حال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس میں اصلاح کی بجائے مفاسد زیادہ ہیں۔ کتنے ہی قول و فعل ایسے ہیں جو اصلاحی اجتہاد کی نیت سے صادر ہوتے ہیں، لیکن ان کا صدور معاملے کے نتائج و عواقب پر نظر کیے بغیر ہی عمل میں آیا ہوتا ہے، وہ شرعی

---

[1] مجموع الفتاویٰ (۷/ ۱۱۶)

[2] الموافقات (۵/ ۱۷۷)

Marfat.com

ضوابط کے مطابق ہوتے ہیں نہ مقاصدِ شریعت سے مناسبت رکھنے والے ہوتے ہیں۔ ایسے اقوال و افعال کا نتیجہ امن و امان کے بجائے خوف و ہراس، خون ریزی اور سفاک لوگوں کے ہاتھوں زمین میں فساد و بگاڑ کی شکل میں رونما ہوتا ہے۔

⑦ اصولی قواعد اور طُرقِ استنباط کی معرفت کا اہتمام:

علمِ شریعت کے ستونوں اور ارکان میں سے اصولی قواعد اور طرقِ استنباط کی معرفت حاصل کرنے کا اہتمام کرنا بھی ہے جو اہلِ علم نے وضع کیے ہیں۔ دینی و شرعی طالب کے لیے ان امور پر عمل کرنا ضروری ہے، تاکہ وہ کسی غلطی کا ارتکاب کرنے سے بچ سکے۔ اس سلسلے میں علما نے کہا ہے:

> ''متشابہات کی پیروی کرنے میں سے یہ بھی ہے کہ مقیّدات پر نظر ڈالے بغیر مطلقات یا مخصصات پر غور وفکر کیے بغیر عمومات کو اختیار کر لے، اسی طرح اس کا عکس بھی ہے کہ کوئی نص تو مقید ہو مگر اسے بلا دلیل ہی محض اپنی رائے سے مطلق مان لیا جائے یا کوئی نص تو خاص ہو، مگر اسے عام مان لیا جائے۔ یہ طریقہ کورانہ تیر اندازی اور دلیل میں اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والی بات ہے۔''

ایسے اجتہادی مسالک میں خلل، عقائد و اصول اور احکام و فروع میں بدترین اخطا کا باعث بنتا ہے۔ خوارج نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جو بغاوت کی تو اس کا سبب یہی تھا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ [الأنعام: ٥٧، یوسف: ٤٠، ٦٧] ''اللہ کے سوا (کائنات پر) کسی کا حکم نہیں چلتا۔'' کو اس کے اصل مفہوم پر محمول کرنے کے بجائے ''لَا حَكَمَ إِلَّا اللّٰهَ'' کے معنوں پر محمول کرلیا کہ اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے۔

⑧ جدید مسائل میں حکم جاری کرنے اور بلا اہلیت اجتہاد کرنے میں جلدی نہ کرنا:

یہ بھی ایک نہایت ضروری امر ہے۔ نئے پیش آمدہ حالات و واقعات اور امور و مسائل کے سلسلے میں شرعی حکم و فتویٰ جاری کرنے میں جلد بازی نہ کی جائے، اور اجتہاد کے لیے ضروری علوم و شرائط کی تکمیل کے بغیر ہی بلا اہلیت اجتہاد کرنے کی سعی نہ کی جائے، کیونکہ شریعتِ اسلامیہ میں اجتہاد ایک وسیع علم کا متقاضی ہے، اس کی کچھ شرطیں اور آداب و قواعد ہیں، جو شخص ان شرائط و قواعد پر پورا نہ اترتا ہو، دلائل کے عوارض اور انھیں دفع کرنے کے طریقوں کا واقف نہ ہو، استنباط کے طریقوں کو

Marfat.com

جانتا نہ ہو، اور اصولِ تشریع و قانون سازی کے بارے میں وسیع علم نہ رکھتا ہو، اس کے لیے مسندِ اجتہاد پر قدم رکھنا روا نہیں ہے۔ اگر ان اصول و قواعد اور شرائط و اساسیات کے بغیر ہی کسی نے اجتہاد کرنے کا اقدام کیا تو وہ اللہ پر جھوٹ باندھنے اور اس کی شریعت پر افترا پردازی کرنے والوں میں سے ہوگا، جس سے اللہ نے یہ کہتے ہوئے منع فرمایا ہے:

﴿ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ﴾ [النحل: ١١٦]

''اور یونہی جھوٹ جو تمھاری زبانوں پر آجائے مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھنے لگو۔''

منہجِ سلف:

سلف صالحینِ امت کا یہ منہج و طریقہ تھا کہ جس بات کو جانتے اس کے بارے میں کچھ کہتے اور جسے نہ جانتے اس کے بارے میں خاموش رہتے تھے۔ آپ علمائے سلف کے تراجم و حالات میں کثرت سے یہ بات پڑھیں گے کہ وہ نئے پیش آمدہ مسائل و امور اور حوادث و قضایا میں اس وقت تک توقف کرلیا کرتے تھے جب تک اس کے بارے میں پوری معلومات حاصل نہ کرلیں اور اس کے متعلق بہ خوبی انکشاف نہ کرلیں، اس کے بعد ایسی نصِ شرعی کی روشنی میں اجتہاد کرتے جو اس مسئلے کو حل کرنے کی صلاحیت والی ہوتی، امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کسی شخص کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ کسی ایسے معاملے میں گفتگو کرے، جس کے بارے میں وہ پوری خبر نہ رکھتا ہو۔ نبی اکرم ﷺ جو امام المسلمین اور سید العالمین تھے، اس کے باوجود آپ ﷺ اس وقت تک کسی سوال کا جواب نہیں دیا کرتے تھے جب تک آسمان سے وحی نہ اتر جاتی۔''[1]

امام مروزی رحمہ اللہ کے بقول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہر چیز اور ہر معاملے میں بات کرنا ضروری نہیں، پھر انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں متعدد احادیث ذکر کیں جن سے پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا جاتا

[1] جامع بیان العلم و فضله، رقم الحدیث (١٥٨٠)

Marfat.com

اور آپ ﷺ فرماتے کہ ''مجھے معلوم نہیں جب تک کہ جبرائیل علیہ السلام سے (وحی کے ذریعے) معلوم نہ کرلوں۔''[1]

⑨ عمومی نفی نہ کرنا:

اس رشد و ہدایت والے منہج میں سے ایک اہم ترین بات یہ بھی ہے کہ کسی چیز کی عمومی نفی نہ کی جائے، کیونکہ جن چیزوں کو وہ جانتا ہے وہ ان چیزوں سے کہیں کم ہیں جنھیں وہ نہیں جانتا، جیسا کہ ارشادِ الٰہی شاہد ہے:

﴿ وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ﴾ [الإسراء: ٨٥]

''اور تمھیں علم کا بہت تھوڑا حصہ دیا گیا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ﴾ [یوسف: ٧٦]

''ہر ذی علم سے بڑھ کر علم والا موجود ہے۔''

⑩ رجوع الی الحق:

علم شریعت کے قواعد و ارکان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جیسے ہی حق ظاہر ہو جائے اور وہ چاہے کسی کے ساتھ بھی ہو، فوراً حق کی طرف رجوع کرلیا جائے۔ اہلِ حق اور اصحابِ خیر کی خصلتوں میں سے یہ ایک اہم ترین خصلت ہے۔ حق تو دراصل مومن کی گمشدہ چیز ہوتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا گیا مکتوب گرامی معروف ہے، جس میں انھوں نے لکھا تھا:

''آج اگر تم نے کوئی فیصلہ کیا ہے اور کل اپنی رائے بدلی اور رشد و ہدایت پائی تو اپنے پہلے فیصلے سے اس حق کی طرف رجوع سے تمھیں کوئی چیز ہرگز نہ روکے، کیونکہ حق قدیم ہے اور اسے کوئی چیز باطل نہیں کرسکتی، اور باطل پر اڑے رہنے سے حق کی طرف رجوع کرلینا ہی بہتر ہے۔''[2]

---

[1] جامع بيان العلم وفضله، رقم الحديث (١٥٧٨)

[2] سنن الدارقطني (٤/ ٢٠٦) سنن البيهقي (١٠/ ١١٩) نیز دیکھیں: منهاج السنة النبوية (٦/ ٧١) التلخيص الحبير (٤/ ١٩٦)

Marfat.com

ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، یہ منہج آپ کے تمام امور اور تصرفات میں جاری وساری اور آپ کے تمام حالات میں فیصل وحکم ہونا چاہیے، اسی طرح فوز وفلاح آپ کا مقدر ہوگی۔ علمی ذمے داری کی نسبت لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان ربانی علما کی طرف رجوع کیا کریں، جن کے فتاویٰ پر دنیا عمل کرتی ہے، کیونکہ وہ استنباطِ احکام میں ایک خاص حیثیت کے مالک ہیں اور وہ حلال وحرام کے قواعد وضوابط سے بھی بخوبی واقف ہیں، چنانچہ ایسے ہی علما کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأنبياء: ٧]

''اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر (علما) سے پوچھ لو۔''

علمائے کرام کی اطاعت ان کی ذات کی وجہ سے مطلوب ومقصود نہیں، بلکہ اس لیے ضروری ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ (کی کتاب) کا علم حاصل ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے صادر شدہ (تعلیمات کو) سمجھتے ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے:

''کوئی شخص علما میں سے بھی صرف اس عالم کا اتباع کرے جو شریعت کی طرف متوجہ ہو، اس کی حجت کو قائم کرنے والا ہو اور اس کے تمام احکام کو پیشِ نظر رکھ کر فیصلہ کرنے والا ہو۔ اگر کوئی شخص کسی بھی جزئی یا فرعی مسئلے میں اس جہتِ شریعت سے ہٹ جائے تو اس مسئلے میں اس کا فیصلہ قابلِ قبول ہوگا اور نہ اس معاملے میں اسے قدوہ ونمونہ بنایا جائے گا۔''

عوام الناس پر واجب ہے کہ وہ اس بات کو خوب ذہن میں رکھیں کہ اصل اعتبار حق کا ہے نہ کہ شخصیات کا، اور اللہ کا تقویٰ وورع اور خوفِ الٰہی رکھنے والے اہلِ علم کے بغیر حق کا معلوم کرنا بھی ممکن نہیں ہے، وہی اللہ کے راستے کی طرف راہنمائی کرنے والے ہوتے ہیں، لہٰذا سب پر واجب ہے کہ ان سے رابطہ کیا کریں اور ان کی رائے وفتویٰ پر عمل کیا کریں۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

خطبۂ حجۃ الوداع اور حقوقِ انسانیت

دروس اور نصیحتیں

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الباری الثبیتي ﷾

حمد و ثنا کے بعد:

ہر سال ماہِ ذوالحج کی آمد پر تاریخِ اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی نصیحتوں میں سے ایک نصیحت کا صفحہ روشن ہوجاتا ہے۔ سفرِ حج کے نشانات و معالم میں سے مناسکِ حج ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ہی وہ جامع معانی و مطالب اور بلیغ مبادئ بھی ہیں، جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر مسلمانوں سے خطاب کیا تھا۔

خطبۃ الوداع کی خصوصیات:

وہ اصول و مبادئ اور نظریات کوئی ایسے کھوکھلے نعرے نہیں تھے جنھیں کوئی بلند کرتا اور ان سے اپنی تجارت چمکاتا ہو، بلکہ وہ تو ایسے بنیادی اصول تھے جو آپ ﷺ نے تاریخِ اسلامی کی ابتدا ہی سے اپنائے، جبکہ آپ ﷺ ابھی تن تنہا تھے اور یہ مبادئ اس وقت بھی تھے، جب آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی بھی بہت تھوڑے اور ضعیف و کمزور تھے۔ یہ قلت و کثرت کے پیمانے سے کبھی نہیں بدلے، ان میں جنگ و امن کے حالات کی وجہ سے کوئی تبدیلی رونما ہوئی ہے اور نہ لوگوں کے اعراض و بے رخی یا قبول کرنے اور اپنانے میں شوق و ذوق کو ظاہر کرنے سے کوئی فرق آیا ہے۔ وہ ایسے مبادی تھے، جنھیں نبی مکرم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں راسخ کر گئے تاکہ وہ پوری دنیا میں انھیں پہنچا دیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر پوری دنیا سعادت و خوشی پالے۔ وہ مبادئ اپنی قوت اور صدق کی وجہ سے ایک زمانہ گزر جانے کے باوجود آج بھی ویسے کے ویسے ہیں، وہ پرانے ہوئے اور نہ وہ ایک لمبا عرصہ گزرنے کے ساتھ مٹے ہیں۔ وہ آج بھی اپنے قدموں پر مضبوط کھڑے ہیں اور اقوال و افعال ہر دور میں موجود رہے ہیں۔

Marfat.com

شرک پر تنبیہ:

یہ ایسے مبادئ و اصول ہیں جن کے ساتھ ساتھ الوداع کے آنسو بھی بہائے گئے، یہی وجہ ہے کہ اس خطبہ کا نام ہی ''خطبۃ الوداع'' ہے۔ اس میں شرک سے بھی ڈرایا گیا۔ شرک وہ خطرناک بیماری ہے جو انسانیت کو برباد کرتا اور باہمی روابط و تعلقات کو منقطع کرتا ہے۔ اسی طرح یہ شرک مصدرِ خیر سے بندے کا تعلق توڑ دیتا ہے اور اسے ان گہرے کھڈوں میں گرا دیتا ہے، جن میں وہ حرص و ہوا کا غلام اور خواہشاتِ نفس کا قیدی بن کر رہ جاتا ہے۔ حج کے تمام احکام و مناسک بلکہ پورے دین کے تمام احکام جس معنیٰ کے گرد گھومتے ہیں، وہ اللہ کی توحید ہی ہے۔ اسلام دینِ توحید و عقیدہ ہے، بیت اللہ شریف کی تعمیر توحید ہی کے لیے ہوئی تھی، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْقَآئِمِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾ [الحج: ٢٦]

''اور (ایک وقت تھا) جب ہم نے ابراہیم کے لیے خانہ کعبہ کو مقام مقرر کیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور طواف و قیام اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو صاف ستھرا رکھا کرو۔''

اسلام میں حج اس بات کی علامت کے سوا کچھ نہیں کہ یہ لوگوں کو اعلیٰ صورت اور بلند معانی کی شکل میں اللہ کی توحید کی طرف دعوت دیتا ہے۔ امت اس بات کی سخت محتاج و ضرورت مند ہے کہ اس کے دل میں ایمان کے تقاضے راسخ کیے جائیں، امتِ اسلامیہ کے افراد میں سے بعض وہ لوگ بھی ہیں، جنھوں نے عقیدۂ اسلامیہ کے بجائے گمراہ نظریات و مبادئ کو اپنایا ہوا ہے۔ بعض اپنے قلم سے امت میں الحاد و بے دینی کا زہر گھول رہے ہیں، کوئی اپنے ائمہ میں اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کو ثابت کرنے میں لگا ہوا ہے، اور ایسے لوگ یہ دعویٰ کرتے پھرتے ہیں کہ ان کے امام غیب جانتے ہیں، ان پر آسمان سے وحی اترتی ہے۔ افرادِ امت میں سے بعض لوگ اپنے بعض افراد کو مقامِ تقدیس پر فائز کر چکے ہیں اور وہ بعض لوگوں سے احکام کی پابندی ہی اٹھا چکے ہیں۔ انھوں نے بشر کو اللہ تک پہنچنے کا واسطہ بنالیا ہے۔ انھی کے ذریعے ان کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور انھی کے ہاتھوں ان کے گناہوں کی بخشش تک ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

اس پر مستزاد اولیا کی عبادت اور ان کی قبروں پر گنبد بنانا، ان کے گرد طواف کرنا، ان میں مدفون لوگوں کو مدد کے لیے پکارنا، ان کے نام کی نذریں ماننا اور انہی کی قبروں کے پاس جانور ذبح کرنا ہے۔ آج مزاروں کی کثرت ہو چکی ہے اور تصوف و طریقت کے کئی طرق ہیں۔ ہر کسی کا اپنا مزار ہے، وہ اسی سے مدد طلب کرتے، اسی کے پاس آہ و زاری کرتے اور اسی کی پناہ لیتے ہیں۔

حقوقِ انسانی کا چارٹر:

خطبۃ الوداع میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا»[1]

''تمھارے خون، تمھارے اموال اور تمھاری آبروئیں تمھارے لیے اسی طرح حرمت والی ہیں، جس طرح تمھارا یہ دن، تمھارے اس شہر مکہ میں اور تمھارے اس ماہِ ذوالحج میں حرمت والا ہے۔''

ایسے سدا بہار اصول و مبادیٔ کہ ان میں جن انسانی حقوق کا اعلان کیا گیا تھا، کوئی خود ساختہ وغیر اسلامی نظام اور بشری قانون ان تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ جان کے تحفظ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ﴾ [البقرة: ١٧٩]

''قصاص میں تمھارے لیے زندگی ہے۔''

مال و متاع کے تحفظ کے سلسلے میں ارشاد فرمایا:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا﴾ [المائدة: ٣٨]

''چور مرد اور چور عورت کا ہاتھ کاٹ دو۔''

جبکہ لوگوں کی عزت و آبرو کے تحفظ کے سلسلے میں فرمایا:

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ [النور: ٢]

''زانی مرد اور زانی عورت (کنوارے ہیں تو) ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٦٧٩)

Marfat.com

ان دونوں کے کنوارے ہونے کی شکل میں اسی گناہ کے ارتکاب پر یہ سزا ہے، اور اگر وہ شادی شدہ ہوں تو شادی شدہ کی سزا موت تک اسے رجم (سنگسار) کرنا ہے، کیونکہ باطل کی کوئی عزت وقدر نہیں اور غیر اخلاقی و نازیبا حرکت کرنے والے کے لیے کوئی تحفظ نہیں ہے۔

اسلام حقِ حیات کا سخت احترام کرتا ہے، لیکن احترام صرف پاکیزہ زندگی کا کرتا ہے، فسق و فجور اور فتنہ بردوش زندگی کا نہیں۔ اسلام انسان کی زندگی کے حق کی نگرانی کرتا ہے تاکہ وہ باعزت زندگی ہو، جسے امن و استقرار اور سکون و اطمینان کے سائے نصیب ہوں۔

امن و امان:

اسلام پہلے مسلمان کے نفس میں امن کی بنیاد رکھتا ہے اور پھر اس کی زندگی میں بھی امن و امان کی فضا پیدا کرتا ہے۔ وہ لوگوں میں شرعی اصولوں کے مطابق عدل و انصاف قائم کرتا ہے اور اس قوت وسلطنت کی بنیاد رکھتا ہے جو زمین پر اللہ کی شریعت کو نافذ کرے، پھر وہ ایمانی رابطوں کے ساتھ لوگوں میں آبرومندانہ تعلقات کی بنیادیں رکھتا ہے، امن و امان کی نگرانی اور اس کا تحفظ کرتا ہے۔ اللہ کے لیے قائم اخوت و بھائی چارگی کے کچھ حقوق ہیں اور اس کی کچھ ذمے داریاں ہیں۔ اللہ کے لیے صلہ رحمی ہو، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آیا جائے، پڑوسیوں اور ساتھیوں سے اچھے تعلقات پیدا کیے جائیں، رہائش کے ان اصول وضوابط کے ساتھ ہی شادی کا نظام ہے اور اس کے بعد خاندان وقبائل میں باہمی تعارف ہے، اور اس سب کچھ پر یہ اصول موجود ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت وآبرو والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ اور پرہیزگاری کرنے والا ہے۔

عدم ایذا رسانی:

اسلام میں انسانی حقوق کے مبادیٔ میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی انسان اپنے کسی بھائی کی موجودگی میں یا اس کی عدم موجودگی میں اپنے کسی قول وفعل سے اس کے دل یا جسم کو کوئی اذیت نہ پہنچائے۔ پھر اسلام نے دوسروں کو ناحق زدوکوب کرنے اور مارنے پیٹنے کو بھی حرام قرار دیا ہے، کسی کا الٹا نام رکھنے اور ہاتھوں یا آنکھوں کے اشاروں سے کسی کی توہین کرنے، کسی کا مذاق اڑانے اور گالیاں دینے سے منع کیا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک آدمی پر کئی مرتبہ شراب نوشی کی شرعی حد (سزا) قائم کی گئی، پھر

Marfat.com

ایک دن اسے لایا گیا اور اسے کوڑے مارے گئے، لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما کہ یہ بار بار پکڑ کر لایا جاتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَلْعَنُوهُ، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتَ أَنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ»[1]

''اسے لعنت نہ کرو کیونکہ اللہ کی قسم تم نہیں جانتے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔''

اسلام نے صرف زندگی کی حد تک ہی انسان کی حمایت و نگرانی اور اس کی عزت و آبرو کے تحفظ پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ انسان کے مرنے کے بعد بھی اس کے احترام کو ملحوظ رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسے غسل دینے، کفن پہنانے، اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے اور اسے دفن کرنے کا حکم ہے اور میت کی کوئی ہڈی توڑنے، اس کی لاش پر زیادتی کرنے یا لاش کو ضائع کرنے سے منع کیا ہے۔ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلٰى مَا قَدَّمُوا»[2]

''مُردوں کو گالی نہ دو، وہ تو اپنے آگے بھیجے گئے اعمال کی طرف جا چکے ہیں۔''

تہذیبِ حاضر اور انسانی حقوق:

تہذیبِ جدید اور اس سے بھی صحیح تر عبارت کی رو سے موجودہ مادی تہذیب نے بھی انسانی حقوق کا اعلان کیا ہے، لیکن وہ اصلی غرض کو پورا کرنے سے قاصر اور انتہائی کمزور ہیں، کیوں کہ ان کی بنیاد دنیوی مصالح پر رکھی گئی ہے اور انھیں نافذ کرنے والے لوگ وہ ہیں، جن میں عنصریت کا زہریلا مادہ کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اسی طرح ان کے پاس کوئی عقیدہ نہیں، جو ان حقوق کو راسخ کر سکے، نہ ان کے پاس ایمان ہے کہ وہ ان کا احیا کر سکیں، اور نہ ان کے پاس وہ احکام ہیں جو ان کا تحفظ و نگرانی کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان حقوق کی دنیا میں اعلیٰ ترقی یافتہ اور مادی تہذیب میں بہت آگے نکلے ہوئے ملکوں میں بھی بے حرمتی کی جاتی ہے اور پھر اس انسان کے حقوق کہاں گئے؟ جس کے قدسِ شریف کی بے حرمتی کی گئی، جس کی زمین غصب کی گئی، جس کے اموال چھین لیے

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٧٨٠)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣٩٣)

Marfat.com

گئے اور جس کا خون کئی سالوں سے بہایا جا رہا ہے؟ اس انسان کے حقوق کہاں ہیں؟ جس کی اخلاقی تباہی، قدروں کی بربادی اور انسانیت کی بے حرمتی ایک ایسی جنگ میں کی گئی ہے جسے کوئی اخلاق جائز قرار دیتا ہے نہ کوئی دوسرا اصول ہی اُسے روا کہتا ہے۔

اسلام اور جان و مال کی حفاظت:

نبی اکرم ﷺ نے اپنے خطبۃ الوداع میں فرمایا:

«أَلَا كُلُّ شَيْئٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ»[1]

''سن لو! جاہلیت کے تمام امور و عادات مَیں اپنے قدموں تلے روندتا ہوں۔''

عہدِ جاہلیت میں خون بہت سستا تھا، نفس انسانی کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی، قتل و غارت ایک تجارت تھی، جنگ اور خون ریزی ان کے لیے معمولی بات تھی، کیونکہ ان کے یہاں زندگی کے لیے کوئی رسالت و پیغام نہیں تھا اور نہ وہ کسی عقیدے کے مالک تھے جو انھیں ان غلاظتوں سے پاک کرتا اور نہ ان کے پاس کوئی بلند کردار و مقصد تھا جو انھیں ان گھٹیا امور سے باز رکھتا۔ اسلام آیا اور اس نے آ کر اس گھٹیا اندازِ حیات کو بدلا، زندگی کو وہ بنیادیں مہیا کیں جن کی بدولت نفسِ انسانی کا احترام بڑھے اور ناحق قتل کو بشریت کے حق میں ایک جرم قرار دے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ [المائدۃ: ۳۲]

''جس نے کسی نفس کے بدلے کے بغیر ہی کسی کو قتل کر دیا یا زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے (قتل کیا) اس نے گویا تمام انسانوں کا خون کر دیا۔''

عصبیت و عنصریت کی بیخ کنی:

اسلام کی آمد سے پہلے تعصب و عنصریت کی جڑیں بہت گہری تھیں اور اس کی بنیادیں بڑی مضبوط تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے عنصری تمیز و عصبیت کی تمام شکلوں کو اس زمین سے جڑوں سے اکھاڑ دیا، جہاں اس کی یادیں تازہ کی جاتی تھیں، اس کی تعریف میں نعرے لگائے جاتے تھے اور اس کی اساس و بنیاد پر فخر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کی جڑوں کو کاٹتے اور اس کی بیخ کنی کرتے ہوئے

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۲۱۸)

Marfat.com

نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«كُلُّكُمْ لِآدَمَ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ، لَيْسَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى أَعْجَمِيٍّ، وَلَا أَعْجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلٰى أَبْيَضَ، وَلَا لِأَبْيَضَ عَلٰى أَحْمَرَ، فَضْلٌ إِلَّا بِالتَّقْوٰى»[1]

''تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی، تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو تقویٰ و پرہیزگاری میں سب سے آگے ہے، کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی لال کو سفید پر اور کسی سفید کو لال پر کوئی فضیلت حاصل نہیں سوائے تقوے کے۔''

نبی اکرم ﷺ کے اس اعلان نے تمام کھوکھلی دنیوی قدروں اور فوارق و امتیازات پر پانی پھیر دیا۔ انسان کے لال یا کالے رنگ، اس کے نسب یا مال اور دنیوی منصب و جاہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ یہ چیزیں انسان اللہ تعالیٰ سے عبودیت اور سنتِ کونی کی رو سے پاتا ہے، اس میں اس کا اپنا کوئی اختیار و کردار نہیں ہوتا، البتہ ادھر ایک میزان ہے جس پر لوگوں میں چھوٹے بڑے کا فرق کیا جا سکتا ہے اور وہ میزان یہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ﴾ [الحجرات: ١٣]

''تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ تقوے والا ہے۔''

جس کا ایمان سب سے قوی اور جس کا عمل سب سے بہتر ہوگا، وہ سب سے افضل ہوگا۔ غزوۂ بنی مصطلق کے موقع پر ایک غیر اسلامی چیز (قبائلی تعصب) صف مسلم میں داخل ہونے لگی اور اس پاکیزہ معاشرے میں در آنے لگی جس کی زمام کار خود نبی اکرم ﷺ تھامے ہوئے تھے۔ اسے دیکھتے ہی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تمھارے مابین موجود ہوں اور تم ابھی سے عہدِ جاہلیت کی عادت کو اپنانے لگے ہو؟

«دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ»[2] یعنی اسے چھوڑ دو، کیوں کہ وہ جاہلیت کی بدبودار عادت ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو ذرا بھر کے لیے بھی یہ گوارا نہ ہوا کہ لفظی حد تک بھی ان میں قومی تعصب

---

[1] مسند أحمد (٥/ ٤١١) حلية الأولياء (٣/ ١٠٠) السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (٢٧٠٠)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٩٠٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٥٨٤)

Marfat.com

اورعنصری تمیز درآئے۔ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو اس کی ماں کے حوالے سے عار دلائی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم نے اسے اس کی ماں سے عار دلائی ہے، تم ایسے شخص ہو جس میں ابھی جاہلیت کے اثرات پائے جاتے ہیں۔''[1]

لیکن اس سے سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کی اسلامی اور جہادی فضیلت اور مقام و مرتبے کو سلب نہیں کیا گیا۔ اس طرح نسب وخون اور رگ وقوم یا قبائلی تعصب پر قائم جاہلانہ عصبیتیں دم توڑ گئیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''جس نے تعصب کی طرف دعوت دی وہ ہم سے نہیں، جس نے تعصب کی بنیاد پر قتال و جنگ کی وہ ہم سے نہیں اور جس کو عصبیت پر ہی موت آئی وہ بھی ہم سے نہیں ہے۔''[2]

مزید فرمایا ہے:

''جس نے جاہلیت کے دور کی عصبیت کا نعرہ لگایا اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی وہ جہنم کا ایندھن ہے۔''[3]

سود کا خاتمہ:

خطبۂ حجۃ الوداع میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَانَا، رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ»[4]

''سب سے پہلا سود جسے میں ختم کرتا ہوں، وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے، وہ جس جس کے ذمے بھی ہے، سب ختم ہوا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کو اس کے سخت نقصانات اور کثیر مفاسد کے پیشِ نظر ختم فرمایا تھا۔ یہ سود فرد کے ضمیر کو خراب کر دیتا اور حیاتِ انسانی کو برباد کر دیتا ہے، کیوں کہ اس میں طمع و لالچ اور خود غرضی بھر جاتی ہے، یہ جماعتی و اجتماعی روح کو مار دیتا، عداوت و دشمنی کا باعث بنتا اور دلوں میں حقد و

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٦٦١)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٥١٢١) اس کی سند میں ''ابن أبي لبيبة'' ضعیف ہے۔

[3] مسند أحمد (٤/ ١٣٠)

[4] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٢١٨)

Marfat.com

بغض کے جذبات کی تخم ریزی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سود لینے اور اسے مروج کرنے والوں کے خلاف دنیا میں جنگ کا اعلان کیا ہے، اس کی وجہ سے قیمتیں چڑھ جاتی ہیں، مالی بحران آتے ہیں اور نفسیاتی امراض پھیل جاتی ہیں اور اس سود کی بدولت تعاون و ایثار کا مفہوم ہی ختم ہو کر رہ جاتا ہے، جبکہ آخرت میں سود کھانے والے کے لیے دردناک عذاب ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ [البقرة: ٢٧٥]

''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) یوں اٹھیں گے جیسے وہ اٹھتا ہے جسے شیطان نے چھو کر دیوانہ کر دیا ہو۔''

یہ مروجہ سودی نظام ہی کثرت سے آنے والے مالی و اقتصادی بحرانوں کا سبب قرار دیا گیا ہے جو انفرادی، جماعتی اور ملکی سطح پر رونما ہوتے رہتے ہیں۔

عورتوں سے حسنِ سلوک:

خطبۃ الوداع میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوْهُنَّ بِأَمَانِ اللّٰهِ »[1]

''عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو، کیوں کہ انھیں تم نے اللہ کی امان کے ساتھ اپنی نگرانی میں لیا ہے۔''

دینِ حنیف نے عورت کے حقوق کا بھی تحفظ کیا ہے اور اس کے ماں، بیوی، بیٹی کچھ بھی ہونے کی شکل میں اس کی عزت و تکریم محفوظ کی ہے۔ اس کے اس دنیا میں قدم رکھنے سے لے کر اس کی حفاظت و نگرانی کا اہتمام کیا اور یہ سلسلۂ تحفظ اس وقت تک جاری رکھا ہے جب تک وہ اپنی جان، جان آفریں کے سپرد نہ کر دے۔ اس کا سارا بدن عورۃ (ستر) بنایا ہے جس کی طرف غیر محرم کا دیکھنا حرام ہے، جبکہ اسلام سے پہلے یہ ہر کسی کے لیے عام تھا۔ دینِ اسلام نے عورت کو وراثت کا حق دیا، اور اسے حصولِ علم کے حق سے نوازا، پھر اجر و ثواب میں مرد و عورت دونوں کا درجہ برابر کیا، ایسے ہی تمام عبادات میں اسے برابر کا حصہ عنایت فرمایا، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٢١٨)

Marfat.com

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾

[النحل: ۹۷]

’’جو شخص نیک عمل کرے وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو تو ہم اسے بہترین زندگی سے بہرہ ور کریں گے اور ان کے عمل کا بہترین بدلہ دیں گے۔‘‘

اسلام میں عورت کے حقوق کے بارے میں ہم محض خالی نظریات اور بڑی بڑی کانفرنسوں کے حوالے سے گفتگو نہیں کرتے، بلکہ ہم ہر کسی کو دعوت دیتے ہیں کہ مومن خواتین ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ، سیدہ سمیہ، سیدہ اسماء بنت ابی بکر، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ حفصہ اور سیدہ خنساء رضی اللہ عنہن کی سیر و سوانح پڑھ کر دیکھ لیں، ہم ان کے سامنے اپنی تاریخ کے روشن صفحات کھول دیتے ہیں، تاکہ انھیں مسلمان خواتین کی زندہ مثالیں، اعلیٰ نمونے اور بے شمار مناظر دیکھنے کو ملیں۔ ہماری دعوت ہے کہ آئیں دیکھیں! اسلام نے کس طرح عورت کا مقام و مرتبہ بلند کیا ہے، اس کے مشاعر و احساسات کو طہارت و پاکیزگی بخشی ہے، اس کے سلوک و کردار کی کیسے تہذیب کی ہے اور اس کے مقاصد و تمناؤں کو کیسے بلندیوں سے دوچار کیا ہے۔

تاریخ اپنے اوراق میں نور کی سیاہی سے مومن عورتوں کے زندہ جاوید کارناموں کا تذکرہ کرے گی۔ وہ کارنامے اس بات کے سچے دلائل اور اعلیٰ ثبوت ہیں کہ ان خواتین کو کتنی ذکاوت و شرافت اور نجابت و رفعت شان حاصل تھی۔ وہ لوگ جو ان ارادوں سے اٹھے ہیں کہ وہ عورت کو اعلیٰ راہ پر چلانے میں ان کے ساتھ تعاون کریں گے، اور اپنے آپ کو وہ مصلح و ہادی سمجھتے ہیں، اپنے سوا دوسرے عزت و حشمت اور عفت و پاکدامنی کی طرف دعوت دینے والوں کو احمق و نادان سمجھتے ہیں، اور انھیں وہ جمود اور پسماندگی کا طعنہ دیتے ہیں، اگر آپ ان کے مطالبات پر ذرا گہری نظر ڈالیں گے تو پتا چلے گا کہ ان کی فکر و کردار میں کیسے فطرت سے انحرافات اور شذوذ پائے جاتے ہیں۔ ان کے نفس کس قدر گھٹیا مریض ہیں، جنھیں خواہشاتِ نفس نے اپنا قیدی بنا کر رکھا ہوا ہے، ان پر شہوت کا داعیہ غلبہ پا چکا ہے، اور انھیں ہر طرف سے باطل وسوسوں نے گھیرے میں لے رکھا ہے، تاکہ وہ امت کی قدر و قیمت سلب کر لیں، آزاد عورت سے اس کی عزت و آبرو چھین لیں اور عفیف و پاکدامن عورت سے اس کی عفت و شرف لے اڑیں۔

Marfat.com

کتاب وسنت کی طرف رجوع:

خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابُ اللّٰهِ»①

''اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اس پر عمل کر لیا تو اس کے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور وہ چیز ہے: اللہ کی کتاب۔''

جس ذات نے انسان کو پیدا کیا ہے وہ بہتر سمجھتا ہے کہ اس کی اصلاح اور سعادت کے لیے کیا چیز ضروری ہے اور وہ ضروری چیز ہے؛ کتاب وسنت پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونا، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ ﴾ [الإسراء: ٩]

''یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے۔''

یعنی وہ راستہ جو اس کے تمام معاملات میں سب سے سیدھا ہے، جو اس کے امورِ قضا وعدل کے لیے سب سے سیدھا ہے، جو حکومت وسیاست کا سب سے سیدھا طریقہ ہے، جو اس کے مال و اقتصادیات کے لیے سب سے مفید وسیدھا ہے، جو علم ومعرفت اور تعلیم وتربیت کے لیے سب سے سیدھا ہے۔ یہ قرآن انسان کو وہ طریقہ سکھلاتا اور وہ راہ دکھلاتا ہے، جو اخلاقی نقطہ نظر سے سب سے سیدھی ہے، قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے:

﴿ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ﴾ [الأنعام: ٣٨]

''ہم نے کتاب میں کسی چیز (کے لکھنے) میں کوتاہی نہیں کی۔''

اگر کسی کو عزت درکار ہے تو اسے یہ عزت قرآن کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے میں ملے گی۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [المنافقون: ٨]

''عزت اللہ کے لیے ہے، اس کے رسول کے لیے ہے اور مومنوں کے لیے ہے۔''

جسے امن وسلامتی مطلوب ہو، اسے اس بات پر یقین کر لینا چاہیے کہ امن وسلامتی صرف قرآن پر چلنے ہی سے ممکن ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ [الأنعام: ٨٢]

---

① صحيح مسلم، رقم الحديث (١٢١٨)

Marfat.com

''جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ ملوث نہیں کیا، انھی لوگوں کے لیے امن و امان ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔''

اگر کسی کو اقتصادی خوشحالی چاہیے تو وہ اسے قرآنی ہدایت میں ملے گی، اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ﴾ [الأعراف: ٩٦]

''اور اگر بستیوں والے ایمان لے آئیں اور تقویٰ اختیار کریں تو ہم ان پر زمین و آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیں۔''

اور فرمایا ہے:

﴿ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴾ [نوح: ١٠ تا ١٢]

''میں نے کہا: اللہ سے بخشش طلب کرو، وہ بہت بخشنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے لگاتار بارش برسائے گا اور مال و اولاد سے تمھاری مدد کرے گا اور تمھیں جنتیں (باغات) عطا کرے گا اور ان میں نہریں بہا دے گا۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴾ [النحل: ١١٢]

''اللہ نے تمھارے لیے اس بستی کی مثال بیان کی ہے، جس کے اہالیان بڑے امن و اطمینان سے رہ رہے تھے اور انھیں ہر طرف سے کھلی روزی پہنچ رہی تھی، پھر جب انھوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے انھیں ان کے عملوں کے بدلے میں فقر و فاقہ اور خوف و بدامنی میں مبتلا کر دیا۔''

جسے قوت چاہیے اسے قرآنِ کریم پر عمل کرنے سے قوت ملے گی، کیونکہ ہدایتِ قرآنی میں

Marfat.com

حکومت کو تیاری اور قوت جمع کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ ﴾ [الأنفال:٦٠]

''اور ان (دشمنوں) کے لیے ہر ممکن طریقے سے افرادی قوت جمع کرو اور گھوڑے (سامانِ حرب) تیار کر کے مستعد رہو، اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمھارے دشمنوں کے دلوں میں تمھاری ہیبت و دہشت بیٹھی رہے گی۔''

قرآنِ کریم میں انسان کی عزت و شرف کے مبادیات و اصول اور انسانی حقوق مقرر ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴾ [الإسراء:٧٠]

''ہم نے بنی آدم کو عزت و تکریم سے نوازا، انھیں جنگل اور دریا (عبور کرنے کی) سواریاں دیں اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انھیں فضیلت دی۔''

اگر کوئی شخص قرآنِ کریم پر صحیح طرح سے عمل کرے تو اس کے لیے دنیا میں سعادت مند زندگی اور آخرت میں سدا کی نعمتوں کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ [الملك:٢]

''وہ (اللہ) جس نے موت و حیات کو اس لیے پیدا فرمایا، تاکہ وہ تمھیں آزما کر دیکھے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہوتا ہے۔''

جبکہ آخرت کی زندگی تو قرار کی جگہ اور متقی و پرہیزگار لوگوں کے لیے عیش و عشرت کا مقام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [العنكبوت:٦٤]

''آخرت کا گھر ہی دراصل (ہمیشہ کی) زندگی کا مقام ہے، کاش یہ لوگ سمجھتے۔''

نیز فرمایا:

Marfat.com

﴿ الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ﴾ [فاطر: ۳۵]

''جس نے اپنے فضل سے ہمیں ہمیشہ کے رہنے کے گھر میں اتارا، جس میں نہ تو ہمیں رنج پہنچے گا اور نہ ہی ہمیں تکان (تھکاوٹ) ہوگی۔''

اختلافات سے گریز:

جب تک پہلے مسلمان اور سلف صالحینِ امت قرآنِ کریم کی تعلیمات کو اپنائے رہے، تب تک وہ اللہ کے حکم سے تمام لوگوں کے پیشوا رہے، اور انھوں نے رحم دل اسلامی حکومت قائم کیے رکھی، جب انھوں نے ان قرآنی آداب پر عمل ترک کر دیا تو وہ دھڑے بندیوں میں بٹ گئے اور باہم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگے، اور ایک دوسرے کو لعنت و ملامت کرنے لگے، جبکہ خطبۃ الوداع میں نبی اکرم ﷺ نے اس چیز سے سختی سے منع فرمایا تھا، چنانچہ اپنے بعض خطبوں میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ»[1]

''خبردار! میرے بعد کفار (کی طرح) نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں ہی مارنے لگو۔''

جب مسلمانوں نے قرآنی ہدایات پر عمل ترک کیا تو ان کے مقاماتِ مقدسہ (مسجدِ اقصیٰ وغیرہ) ان کے ہاتھوں سے نکل گئے، ان کی حرمتیں پامال کی گئیں اور ان کے خون کو سستا سمجھ کر پانی کی طرح بہایا گیا۔

خطبۃ الوداع ایک ندا ہے جو موسمِ حج کی مناسبت سے امتِ اسلامیہ کے لیے لگائی جا رہی ہے، تاکہ وہ صحیح معنوں میں اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں اور اپنے اعمال کا جائزہ لیں، صحیح راہ پر استقامت اختیار کریں اور نبی ﷺ کی ندا پر لبیک کہیں۔ اللہ تو سچ ہی کہتا ہے اور وہی سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (۱۲۱) صحيح مسلم، رقم الحديث (٦٥)

Marfat.com

زیارتِ مدینہ کے احکام و آداب

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ صلاح البدیر حفظہ اللہ

حمد و ثنا کے بعد:

مدینہ طیبہ کی زیارت کے لیے آنے والے مسلمانو! آپ بہترین جگہ تشریف لائے ہیں اور اعلیٰ غنیمتیں پا گئے ہیں۔ اللہ کرے اس مبارک شہر میں آپ کا قیام خوشگوار رہے، اللہ آپ کے تمام اعمالِ صالحہ کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور آپ کی تمام امیدوں کو پورا کرے۔ آپ نبی اکرم ﷺ کے دار الہجرت، آپ ﷺ کے دار النصرت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دار الہجرت اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے شہر میں ہیں۔ آپ اس حرمین شریفین والے ملک میں ہیں جو دو عظیم مسجدوں (مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی) کے خدمت گزاروں کا ملک ہے۔ آپ لوگ اپنے ہی اہل و احباب میں ہیں۔ اپنے پیار کرنے والوں کے مابین آئے ہیں جو آپ کی خدمت کو اپنا شرف، آپ کے مطالبات پورے کرنے میں اپنی راحت اور آپ کی ضروریات کو پورا کرنا اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہیں۔ یہ شہر آپ کا اپنا شہر ہے اور یہ ملک آپ کا اپنا ملک ہے۔

آدابِ مدینہ منورہ:

آپ ایسے شہر میں ہیں جو مکہ مکرمہ کے بعد دنیا کا سب سے زیادہ شرف و عظمت والا شہر ہے، اس کے حقوق کا آپ بھی خیال رکھیں اور اس کی حرمت و قدسیت کو پیشِ نظر رکھیں، اس میں قیام کے دوران میں اعلیٰ اخلاق و آداب کا مظاہرہ کریں۔ اس شہرِ مقدس میں کسی بدعت کو ایجاد کرنے والے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے سخت وعید فرمائی ہے، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمَدِیْنَۃُ حَرَمٌ مَا بَیْنَ عَیْرٍ إِلٰی ثَوْرٍ، فَمَنْ أَحْدَثَ فِیْھَا حَدَثًا أَوْ آوَی مُحْدِثًا

Marfat.com

فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْنَ ، لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا »[1]

''مدینہ منورہ عیر سے ثور تک حرم ہے۔ جس نے اس میں کسی بدعت کا آغاز کیا یا کسی بدعتی آدمی کو پناہ دی، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، قیامت کے دن اللہ اس سے کوئی معاوضہ نہیں لے گا۔''

جس نے اس شہر میں قیام کے دوران میں کسی گناہ کا ارتکاب کیا، یا کسی مجرم و گناہ گار کو پناہ دی اور اس کی حمایت کی، اس نے اپنے آپ کو انتہائی رسوا کن عذاب اور اللہ رب العالمین کے غضب میں مبتلا کر لیا۔

اس شہرِ مقدس میں نئی پیدا کی جانے والی چیزوں میں سے سب سے بدترین چیز اس شہر کی پاکیزہ فضا کو بدعات و خرافات اور محدثات کے ذریعے خراب کرنا ہے، اس کی پاک سرزمین کو بدعات کی ترویج پر مشتمل مضامین و مقالات اور شرکیہ امور کی نشر و اشاعت کرنے والے کتب و رسائل اور دیگر گناہوں اور برائیوں کو پھیلانے والی خلافِ شرع چیزیں ہیں۔ بدعت کو ایجاد کرنے اور اسے پناہ دینے والا، دونوں ہی گناہ میں برابر ہیں۔

سید الاولین و الآخرین ﷺ کی مسجد کے زائرین! کیا آپ نے اس زیارتِ مدینہ منورہ سے متعلقہ احکام اچھی طرح سیکھ لیے ہیں؟ کیا اس شہر میں کیا حلال ہے اور کیا حرام، اس کا علم حاصل کر لیا ہے؟ یا پھر آپ بھی انہی لوگوں میں سے ہیں جو دوسروں کی دیکھا دیکھی چلتے رہتے ہیں اور سید الانام ۔علیه أفضل الصلاة و أزكىٰ السلام۔ کی سنت سے نابلد رہتے ہیں؟

زائرینِ کرام! ہم آپ کی خدمت میں کتاب و سنت کی تعلیمات سے منتخب کر کے چند کلمات و پیراجات پیش کر رہے ہیں جو آپ کے لیے باعثِ راہنمائی اور احکامِ زیارت کے سلسلے میں سنگِ میل ہیں۔ کتاب و سنت پر عمل ہی مسلمان کو ضلالت و گمراہی اور جہالت و بدعات سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

زیارتِ مسجدِ نبوی:

مسجد نبوی کی زیارت مسنون ہے، فرض و واجب نہیں ہے، اس کا حج کے ساتھ کوئی تعلق نہیں

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (١٨٦٧) صحیح مسلم، رقم الحدیث (١٣٧٠)

Marfat.com

ہے اور نہ یہ زیارت تکمیلِ حج کے لیے ضروری ہے۔ جتنی احادیث بھی زیارتِ مسجدِ نبوی یا زیارتِ قبر رسول ﷺ کے بارے میں مروی ہیں، ان کا حج سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ سب جھوٹی اور من گھڑت ہیں۔ جس نے کہیں سے بھی مسجدِ نبوی اور اس میں نماز ادا کرنے کی نیت سے رختِ سفر باندھا، اس کا یہ عمل وقصد انتہائی مبرور اور اس کی یہ محنت وکوشش انتہائی مشکور ہے، لیکن جس نے رختِ سفر کے وقت نیت ہی قبر کی زیارت اور صاحبِ قبر سے مدد واستعانت کے لیے کی، اس کا یہ سفر ممنوع اور اس کا یہ فعل ناجائز ہے، کیونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ، وَمَسْجِدِيْ هٰذَا، وَالْمَسْجِدُ الْأَقْصٰى»[1]

''تین مساجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ کی طرف (ثواب کی نیت سے) رختِ سفر باندھنا جائز نہیں: مسجدِ حرام اور میری یہ مسجد (نبوی) اور مسجدِ اقصیٰ۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ خَيْرَ مَا رُكِبَتْ إِلَيْهِ الرَّوَاحِلُ مَسْجِدِيْ هٰذَا وَالْبَيْتُ الْعَتِيْقُ»[2]

''وہ مقامات جن کی طرف سواریوں پر سوار ہو کر جایا جائے، ان میں سے بہترین مقامات میری یہ مسجد اور بیت اللہ ہیں۔''

مسجدِ نبوی میں نماز کا ثواب:

مدینہ منورہ کی اس مسجد میں علما کے صحیح تر قول کے مطابق فرض ونفل ہر نماز کا ثواب بہت بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«صَلَاةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ»[3]

''میری اس مسجد میں نماز کا ثواب دوسری عام مساجد سے ایک ہزار گنا زیادہ ہے، سوائے مسجدِ حرام کے۔''

---

[1] صحيح البخاري (٢/ ٥٦) صحيح مسلم (٩/ ١٦٧)

[2] مسند أحمد (٣/ ٣٥٠)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (١١٣٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٣٩٤)

Marfat.com

البتہ نفل نماز مسجد میں ادا کرنے کے بجائے گھر میں ادا کرنا زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے، کیونکہ نبی مکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ»[1]

''آدمی کی گھر میں ادا کی گئی نماز افضل ترین نماز ہے سوائے فرض کے۔''

اجزائے مسجد اور تبرّک:

مسجدِ عظیم کے زائرین! مسجدِ نبوی کے کسی بھی حصے جیسے ستونوں، دیواروں، دروازوں، محرابوں اور منبر وغیرہ کو چھو کر یا چوم کر تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح نبی مکرم ﷺ کے حجرۂ شریفہ کو چھو کر یا چوم کر یا اس سے کپڑے رگڑ کر تبرک حاصل کرنا بھی روا نہیں ہے، ایسے ہی اس حجرہ مقدسہ کا طواف کرنا بھی ہرگز جائز نہیں ہے، اگر کسی نے ان میں سے کسی بھی فعل کا ارتکاب کیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے اس فعل سے توبہ کرے اور آیندہ اس کا اعادہ ہرگز نہ کرے۔

روضۃ الجنہ میں نماز:

مسجدِ نبوی کی زیارت کرنے والوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ روضہ شریفہ (روضۃ الجنہ) میں دو رکعتیں یا جتنی چاہے نفل نماز پڑھیں، کیونکہ اس جگہ کی فضیلت ثابت ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَا بَيْنَ بَيْتِي وَ مِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلٰى حَوْضِي»[2]

''میرے گھر اور منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر میرے حوضِ (کوثر) پر ہے۔''

یزید بن ابو عبید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجدِ نبوی میں آیا کرتا تھا، وہ مصحف کے پاس والے ستون کے پاس (روضہ شریفہ میں) نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں نے عرض کی: اے ابو مسلم! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اس ستون کے پاس ہی نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٨٦٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٨١)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٧٨٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٣٩١)

Marfat.com

"میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ بھی اس ستون کے پاس ہی نماز پڑھنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔"[1]

روضۂ شریفہ میں نماز کی حرص کا یہ معنیٰ بھی نہیں کہ دوسرے لوگوں کو اذیت پہنچائی جائے یا کمزور کو دھکے مارے جائیں یا لوگوں کی گردنیں پھلانگی جائیں۔

مسجدِ قبا میں نماز:

مدینہ منورہ کے ساکنین اور زائرین؛ سب کے لیے جائز ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے مسجدِ قبا میں آئیں، کیونکہ یہ ام القریٰ (مکہ مکرمہ) میں مبعوث ہونے والے نبی ﷺ کی سنت اور عمرے کے ثواب کا باعث ہے۔ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ خَرَجَ حَتّٰى يَأْتِيَ هٰذَا الْمَسْجِدَ- يعني: مَسْجِدَ قُبَاءَ- فَيُصَلِّيَ فِيهِ كَانَ كَعَدْلِ عُمْرَةٍ»[2]

"جو شخص گھر سے نکلے اور اس مسجدِ قبا میں آئے اور اس میں نماز پڑھے، اسے عمرے کے برابر ثواب ہوگا۔"

اور سنن ابن ماجہ میں ہے:

«مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ أَتٰى مَسْجِدَ قُبَاءَ فَصَلّٰى فِيهِ صَلَاةً كَانَ لَهُ أَجْرُ عُمْرَةٍ»[3]

"جس نے اپنے گھر (رہائش گاہ) سے وضو کیا اور مسجدِ قبا میں آیا اور اس میں نماز پڑھی تو اسے عمرے کا ثواب ملے گا۔"

جبکہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے:

«أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَأْتِي قُبَاءَ يَعْنِي كُلَّ سَبْتٍ كَانَ يَأْتِيهِ رَاكِبًا وَّ مَاشِيًا»[4]

"نبی اکرم ﷺ ہر ہفتے کبھی پیدل اور کبھی سوار ہوکر مسجدِ قبا میں آتے اور اس میں دو رکعتیں ادا کرتے تھے۔"

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٨٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (٥٠٩)

[2] مسند أحمد (٣/ ٤٨٧)

[3] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٤٠١)

[4] صحيح البخاري، رقم الحديث (١١٣٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٣٩٩)

Marfat.com

مدینہ منورہ کی دیگر مساجد؟

مذکورہ دو مسجدوں (مسجدِ نبوی اور مسجدِ قبا) کے سوا مدینہ منورہ کی دیگر مساجد میں سے کسی بھی مسجد کی زیارت کے لیے جانا مشروع ہے نہ کسی دوسری جگہ کا قصد کرنا اور وہاں سے خیر و برکت کی نیت کرنا جائز ہے، نہ کسی کے پاس عبادت کرنے کا ارادہ کر کے جانا روا ہے اور نہ ان جگہوں اور مسجدوں کی تلاش میں سرگرداں پھرنے کی ضرورت ہے جن میں کبھی نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی تھی اور نہ ایسے مقامات کی تلاش اور وہاں عبادت کی ضرورت ہے، جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے نماز پڑھی تھی، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسے کسی مقام کی زیارت کرنے یا وہاں جا کر عبادت کرنے کی کوئی ترغیب نہیں دلائی۔ معرور بن سوید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر پر نکلے تو راستے میں ایک مسجد آئی، لوگوں نے بھاگ بھاگ کر اس میں نمازیں پڑھنا شروع کر دیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ کچھ لوگوں نے انھیں بتایا کہ اس مسجد میں نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ نماز پڑھی تھی۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"إنما هلك من كان قبلكم بمثل هذا يتبعون آثار أنبيائهم فيتخذوها كنائس وبيعاً من أدركته الصلاة في هذه المساجد فليصل ومن لا فليمض"[1]

''اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اسی طرح کی اتباع کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے، حتی کہ انھوں نے بعض جگہوں کو عبادت گاہیں بنا لیا تھا۔ اگر کسی کو کسی نماز کا وقت ہو جائے تو ایسی جگہ پر نماز پڑھ لے اور اگر کسی فرض نماز کا وقت نہ ہو تو وہ چلتا جائے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی کہ وہ درخت جس کے نیچے بیعتِ رضوان کا واقعہ پیش آیا تھا، لوگ اس درخت کی زیارت کے لیے جانے لگے ہیں تو انھوں نے حکم دے کر اس درخت کو جڑ سے اکھڑوا دیا تھا۔[2]

زیارتِ قبرِ رسول ﷺ اور قبرِ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما:

مسلمانو! مسجدِ نبوی کی زیارت کے لیے آنے والوں کے لیے نبی اکرم ﷺ کی قبر مقدس اور آپ ﷺ کے دونوں خلفائے راشدین سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی قبروں کی زیارت

[1] البدع لابن وضاح (٧/ ١٠١)

[2] مصنف ابن أبي شيبة (٢/ ١٥٠)

Marfat.com

مشروع و جائز ہے، انھیں سلام کہا جائے اور ان کے لیے دعا کی جائے۔ اہلِ علم کے صحیح تر قول کے مطابق عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت جائز نہیں ہے، کیونکہ سنن ابو داود و ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

«لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ»[1]

''نبی ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور قبروں پر چراغ جلانے والوں اور ان پر مسجدیں تعمیر کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

سنن ترمذی میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ»[2]

''نبی کریم ﷺ نے قبروں کی کثرت سے زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

قبرِ نبوی کی زیارت کا طریقہ:

اس زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ زائر قبر شریف پر آ کر اپنا منہ قبر کی طرف کر لے اور زبان سے یہ کہے:

''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ''

''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ پر سلام (سلامتی) ہو۔''

پھر ایک ہاتھ دائیں جانب بڑھے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں سلام کہے:

''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ'' ''اے ابوبکر! آپ پر سلام (سلامتی) ہو۔''

پھر ہاتھ بھر اور دائیں طرف بڑھے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں سلام کہے:

''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرُ'' ''اے عمر! آپ پر سلام (سلامتی) ہو۔

بعض مخالفِ شرع امور:

یہاں زائرین کے لیے ضروری ہے کہ درجِ ذیل مخالف شرع امور میں واقع ہونے سے گریز کریں:

① نبی مکرم ﷺ کو پکارنا، آپ ﷺ کو ندا دینا، آپ ﷺ سے استغاثہ کرنا یا آپ ﷺ سے مدد

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٢٣٦) اس کی سند میں ''ابو صالح باذام'' ضعیف ہے۔

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (١٠٥٦)

Marfat.com

مانگنا، جیسا کہ بعض کہتے ہیں: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے فلاں بیمار کو شفا و تندرستی دے دیں، اے اللہ کے رسول ﷺ! میرا قرض اتروا دیں۔ اے میرے وسیلے، اے میری حاجتوں کے دروازے، یا ایسے ہی دیگر شرکیہ یا بدعیہ اقوال و افعال جو اس توحید خالص کے سراسر منافی ہیں جو بندوں پر اللہ کا حق ہے۔

② قبر شریف کے سامنے اس انداز سے دائیں ہاتھ کو بائیں پر اور پھر ان دونوں کو سینے پر یا اس سے نیچے باندھ کر کھڑے ہونا جیسا کہ نمازی کھڑا ہوتا ہے، ایک حرام فعل ہے، کیونکہ یہ عاجزی اور عبادت کا انداز ہے جو کسی غیر اللہ کے لیے ہرگز روا نہیں ہے۔

③ قبر شریف کے سامنے جھک کر کھڑے ہونا یا سجدے کرنا یا کوئی دوسری ایسی حرکت کرنا جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں ہے۔ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حیرہ شہر گیا تو میں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے پیشوا کو سجدے کرتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ ہمارے رسول ﷺ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ ﷺ کو سجدہ کیا جائے۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی: میں حیرہ گیا تو وہاں میں نے ان لوگوں کو اپنے پیشوا کو سجدہ کرتے دیکھا اور اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ تو ہمارے سجدوں کے اس سے بھی زیادہ مستحق ہیں؟ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِي أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ؟» فَقُلْتُ: لَا، فَقَالَ ﷺ: «فَلَا تَفْعَلُوا»[1]

''کیا خیال ہے اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا تم مجھے سجدہ کرو گے؟'' میں نے عرض کی: نہیں۔ تب نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ کام اب بھی نہ کرو۔''

اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَصْلُحُ لِبَشَرٍ أَنْ يَّسْجُدَ لِبَشَرٍ»[2]

''کسی بشر کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے بشر کو سجدہ کرے۔''

④ قبر کی طرف منہ کر کے اللہ کو پکارنا یا یہ اعتقاد رکھنا کہ قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر کی گئی دعا

---

① سنن أبي داود، رقم الحديث (٢١٤٠)

② مسند أحمد (٣/ ١٥٨)

Marfat.com

زیادہ قبول ہوتی ہے، یہ فعل حرام ہے کیونکہ یہ فعل اسبابِ شرک اور ذرائعِ افک و کذب میں سے ہے۔ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوکر یا نبی مکرم ﷺ کی قبر شریف کے پاس کھڑے ہوکر کی گئی دعا اگر افضل و اعلیٰ اور اللہ کو زیادہ پسندیدہ ہوتی تو نبی اکرم ﷺ ہمیں بتا کر جاتے، کیونکہ جنت کے قریب کرنے والی کوئی چیز آپ ﷺ ہمیں بغیر بتائے اس دنیا سے رخصت نہیں ہوئے اور جب آپ ﷺ نے اس کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا، تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ فعل غیر مشروع اور حرام و ناجائز ہے۔

حافظ ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور ضیاء المقدسی نے اپنی کتاب "الأحاديث المختارة" میں سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے کسی آدمی کو دیکھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی قبرِ مبارک کے پاس ایک جگہ آتا اور وہاں داخل ہوکر دعا کرتا ہے، انھوں نے اسے منع فرما دیا اور کہا:

"کیا میں تمھیں ایک حدیث نہ سناؤں جو میں نے اپنے والد اور انھوں نے میرے دادا اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے سنی تھی؟ نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي عِيدًا، وَلَا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا، وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ تَسْلِيمَكُمْ يَبْلُغُنِي أَيْنَ مَا كُنْتُمْ»[1]

"میری قبر کو عیدگاہ بناؤ نہ اپنے گھروں کو قبریں بنالو، مجھ پر صلات و سلام پڑھو، جہاں سے بھی تم مجھ پر صلات و سلام پڑھو گے، وہ مجھ تک پہنچ جائیں گے۔"

⑤ بعض لوگوں کا زائرینِ مدینہ کے ہاتھوں نبی کریم ﷺ کی طرف سلام بھیجنا اور بعض لوگوں کا یہ سلام پہنچانا، یہ ممنوع فعل اور نئی ایجاد کردہ بدعت ہے۔ اے سلام بھیجنے اور سلام پہنچانے والو! تم سب کے لیے یہی کافی نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

«صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ تَسْلِيمَكُمْ يَبْلُغُنِي أَيْنَ مَا كُنْتُمْ»[2]

"مجھ پر صلات و سلام پڑھو، تم جہاں ہوتے ہوئے بھی صلات و سلام پڑھو گے وہ مجھے پہنچ جائے گی۔"

---

[1] مسند أبي يعلى (١/ ٣٦١)

[2] مصدر سابق، نیز دیکھیں: مسند أحمد (٢/ ٣٦٧)

Marfat.com

نیز آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِنَّ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ»[1]

''اللہ کے کچھ سیاح فرشتے ایسے بھی ہیں جو میری امت کا مجھے بھیجا ہوا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔''

(٦) نبی اکرم ﷺ کی قبر شریف کی بار بار اور کثرت سے زیارت کرنا، مثلاً ہر فرض نماز کے بعد یا پھر ہر روز کسی ایک فرض نماز کے بعد زیارت کرنا، یہ بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

« لَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا»[2] ''میری قبر کو عید گاہ نہ بنا دینا۔''

علامہ ابن حجر ہیتمی نے مشکات کی شرح میں لکھا ہے:

''عید، اعیاد سے اسم ہے: کہا جاتا ہے: عَادَهُ، اِعْتَادَهُ، تَعَوَّدَهُ: صَارَلَهٗ عَادَةً، یعنی یہ اس کی عادت بن گئی اور حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ میری قبر کو بار بار تکرار اور کثرت سے آنے کی جگہ نہ بنا دو، اسی لیے نبی اقدس ﷺ نے فرمایا:

«وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ مَا كُنْتُمْ»[3]

''مجھ پر صلات و سلام بھیجو، کیوں کہ تم جہاں سے بھی صلات بھیجو گے وہ مجھے پہنچ جائے گی۔'' یہ صلات و سلام کہیں سے بھی پڑھ دیں تو وہ آپ ﷺ تک پہنچ جاتا ہے۔

علامہ ابن رشد کی کتاب ''جامع البیان'' میں ہے:

''امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کسی دور کے شہر سے آیا ہوا شخص کیا ہر روز قبرِ رسول ﷺ پر آجایا کرے؟ انھوں نے فرمایا: یہ صحیح نہیں ہے اور پھر انھوں نے یہ حدیث ذکر کی:

«اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا يُّعْبَدُ»[4]

''اے اللہ! میری قبر کو ایسا بت نہ بنا دینا جس کی پوجا اور عبادت ہوا کرے۔''

---

(1) مسند أحمد (١/ ٣٨٧)

(2) سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٠٤٢)

(3) مسند أحمد (٦/ ٣٦٧)

(4) موطأ الإمام مالك (١/ ١٧٢)

Marfat.com

امام ابن رشد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"کثرت سے قبرِ رسول ﷺ پر آنا اور آپ ﷺ کی قبر پر آ کر کثرت سے سلام کہنا اور ہر روز قبر شریف پر آنا مکروہ ہے، تاکہ قبر شریف کو مسجد کی طرح نہ بنا دیا جائے جس کی طرف نماز کے لیے روزانہ آیا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے: «اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا» "اے اللہ! میری قبر کو پوجا جانے والا بت نہ بنا دینا۔"[1]

قاضی عیاض رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ مدینہ منورہ کے کچھ لوگ ہر روز ایک مرتبہ یا اس سے زیادہ بار قبر شریف کے پاس جا کھڑے ہوتے ہیں اور نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو سلام کرتے ہیں اور گھڑی بھر کھڑے کھڑے دعائیں مانگتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا:

"مجھے ایسا کرنے کے جواز کے بارے میں اہلِ علم میں سے کسی سے کچھ نہیں پہنچا اور اس امت کا آخر اسی عمل سے سدھر سکتا ہے جس سے اس امت کے سلف صالحین کا عمل سنورا تھا اور مجھے سلف صالحینِ امت میں کسی کے بارے میں ایسی کوئی خبر نہیں پہنچی کہ وہ ایسا کرتے ہوں۔"[2]

⑦ مسجدِ نبوی میں جہاں بھی بیٹھے ہوں وہیں سے قبر شریف کی طرف رخ کر کے بیٹھنا اور ایسا ہر وقت کرنا، جب بھی مسجد میں آئیں اور جب بھی نماز سے فارغ ہوں، اسی طرح نبی اکرم ﷺ کو سلام کرتے وقت سروں کو جھکا کر رکھنا اور اپنے ہاتھوں کو اپنی پیشانیوں پر رکھنا، یہ سب بھی منع اور مشہور بدعات میں سے ہے۔

اللہ کے بندو! بدعات اور شرعی مخالفات سے گریز کرو اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے اور اندھی تقلید کرنے سے بچو، اپنے عمل کی بنیاد صرف اور صرف دلیل و ہدایت پر رکھو۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ﴾

[محمد: ١٤]

"بھلا جو شخص اپنے رب کی مہربانی سے روشن اور کھلے راستے پر چل رہا ہو، وہ ان لوگوں

① البيان والتحصيل لابن رشد (١٨/ ٤٤٤)

② الشفا بتعريف حقوق المصطفى (٢/ ٨٨)

Marfat.com

کی طرح ہو سکتا ہے، جن کے اعمالِ بد انھیں اچھے کر کے دکھائے جائیں اور جو اپنی خواہشوں کی پیروی کریں۔''

اہلِ بقیع اور شہداے اُحد کی زیارت:

مدینہ منورہ کی زیارت کرنے والے مردوں کے لیے جائز ہے کہ وہ بقیع الغرقد اور شہداے اُحد کی زیارت وسلام اور ان کے لیے دعا کے لیے جا سکتے ہیں۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو زیارتِ قبور کی دعا سکھلائی:

«اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ»[1]

''قبرستان میں آسودہ خاک مومنو اور مسلمانو! تم پر سلامتی ہو، ہم بھی تم سے ان شاء اللہ ملنے والے ہیں، ہم اپنے لیے اور تمھارے لیے اللہ سے عافیت طلب کرتے ہیں۔''

زیارتِ قبور کے مقاصد:

قبروں کی زیارت دو عظیم مقاصد کے لیے مشروع کی گئی ہے:

1. زیارت کرنے والے کو قبریں دیکھ کر عبرت و نصیحت حاصل ہوگی۔
2. دوسرا مقصد یہ ہے کہ جس کی زیارت کی گئی ہے، اس کی مغفرت و بخشش اور رحمت کے لیے دعا کی جائے۔ زیارتِ قبور کے لیے یہ شرط ہے کہ وہاں کوئی غلط اور کفریہ اور مشرکانہ بات نہ کہی جائے، چنانچہ بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَزُوْرَ فَلْيَزُرْ، وَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا»[2]

''میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے روک رکھا تھا، اب جو چاہے وہ قبروں کی زیارت کرلے، مگر کوئی قبیح و شرکیہ بات نہ کرے۔''

قبروں کو مساجد نہ بنائیں:

ان قبروں یا دوسری قبروں کا طواف کیا جائے، نہ اُن کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے،

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٧٤)

[2] سنن النسائي، رقم الحديث (٢٠٣٣) نیز دیکھیں: صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٧٧)

Marfat.com

ان کے مابین نماز ادا کی جائے اور نہ ہی ان کے پاس عبادت کی نظر سے تلاوتِ قرآن پاک اور دعا وغیرہ کی جائے، کیونکہ یہ افعال آسمانوں کے رب اور تمام کائنات کے مالک کے ساتھ شرک کے وسائل و ذرائع ہیں، ایسے ہی قبرستان کو مسجد اختیار کرنا بھی ناجائز ہے، چاہے ان پر باقاعدہ مسجد کی عمارت نہ بھی تعمیر کی جائے۔ حضرت عائشہ وعبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ آپ ﷺ اس وقت اپنے چہرہ اقدس پر چادر ڈال لیتے اور جب ذرا دم گھٹنے لگتا تو چادر چہرہ انور سے ہٹا لیتے، اسی حالتِ کرب میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى؛ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ»[1]

''یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو، انھوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو مساجد بنا لیا تھا۔''

نیز نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ، وَالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ»[2]

''وہ لوگ جنھیں قیامت پالے گی اور وہ زندہ ہوں گے، وہ بدترین لوگ ہوں گے یا پھر بدترین لوگ وہ ہوں گے جو قبروں کو مساجد بنا لیتے ہیں۔''

ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

«لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا إِلَيْهَا»[3]

''قبروں پر بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔''

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

«اَلْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ»[4]

''ساری زمین ہی مسجد ہے سوائے قبرستان اور حمام کے۔''

---

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (٤٣٦) صحیح مسلم، رقم الحدیث (٥٢٩)

[2] مسند أحمد (١/ ٤٠٥) نیز دیکھیں: صحیح البخاري، رقم الحدیث (٧٠٦٧) صحیح مسلم، برقم (٢٩٤٩)

[3] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٩٧٢)

[4] مسند أحمد (٣/ ٨٣) سنن الترمذي، رقم الحدیث (٣١٧)

Marfat.com

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے مابین نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔[1] اسی طرح قبروں پر سجدے کرنا بھی جائز نہیں ہے، بلکہ یہ بت پرستی، جہالت، کج فکری اور عقلی پسماندگی ہے۔

قبروں سے عدمِ تبرّک:

ان قبروں یا دوسری کوئی بھی قبر ہو، ان کی زیارت کرنے والوں کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ ان سے تبرک حاصل کریں، انھیں چھوئیں، چومیں یا اپنے جسم کا کوئی حصہ ان سے لگائیں یا ان کی مٹی سے شفا طلب کریں یا ان پر لیٹیں یا ان سے کوئی چیز اٹھائیں اور اسے پانی میں ڈال کر اس پانی سے نہائیں، ان قبروں یا دیگر مقابر کی زیارت کرنے والوں کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ اپنے بال یا بدن کی کوئی چیز یا رومال وہاں دفن کیے جائیں یا وہاں اپنی تصویر رکھ کر آئے یا اپنے پاس سے کوئی بھی چیز قبرستان کی مٹی میں برائے تبرّک دفن کرے، ان پر نقدی (سکے) کھانے اور دانے وغیرہ ڈالنا بھی جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے ان افعال میں سے کسی بھی فعل کا ارتکاب کیا تو اس پر واجب ہے کہ فوری طور پر توبہ کرے اور آیندہ کبھی اس کا اعادہ نہ کرے۔

قبروں کو خوشبو لگانا بھی جائز نہیں اور نہ اللہ کو قبروں والوں کی قسم دینا ہی روا ہے، نہ ان کے وسیلے سے نہ ان کی جاہ و منزلت سے۔ ان کے حق سے اللہ سے دعائیں کرنا بھی جائز نہیں ہے بلکہ یہ سب وسائلِ شرک میں سے ہیں۔ قبروں کی تصویریں بنانا بھی جائز نہیں، کیونکہ یہ ان کی تعظیم اور ان پر فریفتہ ہونے کا سبب بنتا ہے، اسی طرح ان لوگوں کو کھانے پینے کی چیزیں غلہ اور دانے وغیرہ بیچنا بھی جائز نہیں جن کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ انھیں ان شرعی خلاف ورزیوں میں استعمال کریں گے۔

مُردوں سے مدد مانگنا:

مُردوں سے استغاثہ کرنا، ان کے ساتھ مدد طلب کرنا یا ان سے مدد مانگنا یا انھیں پکارنا یا ان سے فقر و فاقہ زائل کرنے اور مشکلات حل کرنے کا سوال کرنا؛ بتوں کے پجاریوں اور شیطان کے چیلوں کا کام ہے، جو مساجد سے دور رہتے اور قبروں اور مزاروں کی تعظیم کرتے ہیں۔

[1] صحيح ابن حبان، رقم الحديث (١٦٩٨)

Marfat.com

رجوع الی اللہ:

مسلمانو! اللہ کی پناہ میں آ جاؤ، اسی سے التجائیں کرو اور اپنی تمام مشکلات و مصائب کا حل اسی سے طلب کرو۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾ [الفاطر: ١٣، ١٤]

”یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے اسی کی بادشاہی ہے اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی تو (کسی چیز کے) مالک نہیں۔ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمھاری نہ سنیں اور اگر سن بھی لیں تو تمھاری بات کو قبول نہ کر سکیں اور قیامت کے دن تمھارے شرک سے انکار کر دیں گے اور (اللہ) باخبر کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا۔“

نیز فرمایا:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا﴾ [الإسراء: ٥٦، ٥٧]

”کہو (کہ اے مشرکو!) جن لوگوں کی نسبت تمھیں (معبود ہونے کا) گمان ہے اُن کو بلا دیکھو وہ تم سے تکلیف کے دور کرنے یا اُس کو بدل دینے کا کچھ اختیار بھی نہیں رکھتے۔ یہ لوگ جن کو (اللہ کے سوا) پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے ہاں ذریعہ (تقرب) تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون اُن میں (اللہ کا) زیادہ مقرب (ہوتا) ہے اور اُس کی رحمت کے اُمیدوار رہتے ہیں اور اُس کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں، بے شک تمھارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔“

اور فرمایا ہے:

﴿ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ

Marfat.com

عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾

[الأنعام: ١٧، ١٨]

''اور اگر تجھے اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کو دور کرنے والا اللہ کے سوا دوسرا کوئی نہیں اور اگر تجھے اللہ تعالیٰ کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے، اور وہی اللہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہی بڑی حکمت والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

ماہِ ذو الحجۃ

پہلا خطبہ

حج اور عشرۂ ذوالحجہ کے فضائل و مسائل

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

علی عبد الرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

15/2/2002 = 3/12/1422

دوسرا خطبہ

خطبہ عید الاضحی

(مدینہ منورہ ۱۴۲۲ھ)

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

علی عبد الرحمن الحذیفی حفظہ اللہ

22/2/2002 = 10/12/1422

تیسرا خطبہ

عملِ صالح پر ہمیشگی

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

عبدالباري الثبیتي حفظہ اللہ

22/2/2002 = 10/12/1422

چوتھا خطبہ

حج کے بعد ہمارا طرزِ عمل

امام وخطیب

فضیلۃ الشیخ

صلاح البدیر حفظہ اللہ

1/3/2002 = 17/12/1422

پانچواں خطبہ

اساسِ دین... عقیدۂ توحید

امام وخطیب فضیلۃ الشیخ عبد المحسن القاسم حفظہ اللہ

8/3/2002 = 24/12/1422

Marfat.com

Marfat.com

حج اور عشرۂ ذوالحجہ کے فضائل و مسائل

امام و خطیب: فضيلة الشيخ علی عبد الرحمن الحذيفي حفظه الله

حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، کیوں کہ اللہ کا تقویٰ اور پرہیزگاری یومِ آخرت کے لیے بہترین زادِ راہ ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ بندوں کے امور و اعمال کی اصلاح فرماتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ﴾ [الطلاق: ٤]

''جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے، اللہ اسکے کاموں میں آسانی فرما دیتا ہے۔''

عبادت کے ثمرات:

اللہ کے بندو! عبادت، اللہ رب العالمین کا تمام عاقل و بالغ مسلمانوں پر حق اور تمام جن و انس پر فرض ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ [الذاريات: ٥٦]

''میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

عبادت ایک ایسا شرف ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے عبادت گزار بندوں کی عزت و شرف میں اضافہ کرتا ہے اور اہلِ تقویٰ کو عبادت کے نتیجے میں اعلیٰ درجات سے نوازتا ہے۔ عبادت سے دل منور ہوتے ہیں، نفوس کی تہذیب و تربیت ہوتی ہے، اخلاق سنورتے ہیں، عقلوں کی اصلاح ہوتی ہے، اعمال میں نکھار آتا ہے، اللہ راضی ہوتا ہے، زندگی میں اچھائی و اصلاح سے آبادی ہوتی ہے، جنت میں درجات بلند ہوتے ہیں، گناہ مٹتے ہیں اور نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

منصبِ رسالت:

یہ اللہ تعالیٰ کی ہم پر خاص رحمت اور اس کا عظیم فضل ہے کہ تمام مخلوقات میں افضل و اشرف

Marfat.com

شخصیت حضرت محمد ﷺ کو ہمارے لیے رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے وہ تمام اقوال و اعمال اور اعتقادات ہمیں بتا دیے جو اللہ کی رضا و خوشنودی کا باعث بنتے ہیں اور ہمیں ان تمام اقوال و اعمال اور عقائدِ فاسدہ سے متنبہ کردیا جو ہمارے لیے رب کی ناراضی و غضب کا باعث ہیں، اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۞ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ﴾ [البقرۃ: ۱۵۱، ۱۵۲]

”جیسا کہ ہم نے تمھارے مابین تمھیں میں سے رسول بھیجا، جو تم پر ہماری آیات پڑھتا ہے، تمھارا تزکیہ کرتا ہے اور تمھیں کتاب و حکمت (سنت) کی تعلیم دیتا ہے اور تمھیں وہ سکھلاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ پس تم میرا ذکر کرو، میں تمھیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور میرا کفر (ناشکری) نہ کرو۔“

اگر اللہ نے رسول نہ بھیجے ہوتے اور کتابیں نہ نازل کی ہوتیں تو بنی آدم جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ہوتے، لیکن اللہ نے اپنے بندوں پر رحم فرمایا، انھیں دین کی توفیق سے نوازا اور ہر چیز کی تفصیلات بیان کیں اور صراطِ مستقیم کے نشانات قائم فرمائے، باسعادت لوگ تو ہدایت پاگئے اور بدبخت لوگ دلائل و براہین آجانے کے باوجود گمراہ ہوگئے۔

فلسفۂ عبادت:

اللہ کی رحمت و حکمت اور اس کے کمالِ علم کا نتیجہ ہے کہ اس نے نفسِ انسانی کی اصلاح کے لیے عبادت مشروع فرمائی اور طرح طرح کی عبادات کا حکم فرمایا، جیسے نماز، روزہ، زکات اور حج وغیرہ، تاکہ انسان کی تربیت کی تکمیل اور اس کی ہر اعتبار سے تطہیر و پاکیزگی ہو، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ [المائدۃ: ٦]

”اللہ تمھیں کسی قسم کی تنگی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا بلکہ اس کا ارادہ تمھیں پاک کرنے اور تمھیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے تاکہ تم شکر ادا کرتے رہو۔“

Marfat.com

حج... مجموعۂ عبادات:

حج اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے ایک رکن ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے اخلاصِ نیت کے ساتھ قلبی عبادت اور اس کے ساتھ ہی مالی، قولی اور فعلی (بدنی) عبادات کو جمع فرما دیا ہے۔ چنانچہ اس حج میں اقرارِ توحیدِ الٰہی اور شہادتِ رسالتِ مصطفیٰ ﷺ بھی ہے جو اسلام کا رکنِ اعظم (ایمان) ہے۔ اسی میں نماز ہے، اللہ کی راہ میں مال کا خرچ کرنا ہے اور جس کے پاس قربانی کے لیے پیسے نہ ہوں وہ قربانی کرنے کی جگہ روزے رکھے، اس میں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی ہے اور صبر ہے، حلم و بردباری، شفقت و رحمت کے مواقع ہیں، خیر و بھلائی کی تعلیم اور نفس کے ساتھ جہاد کرنے کے مواقع ہیں، اسی طرح حرام اشیا سے اجتناب کی تربیت بھی ہے۔

حج... اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی:

حج اللہ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی ہے، کیونکہ حضرت محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت ہی دینِ حق ہے اور روے زمین کی دوسری کوئی قوت اس کی طاقت نہیں رکھتی کہ ہر سال تمام دنیا اور تمام بشری انواع و اقسام کے معاشروں کے تمام طبقات زیارتِ بیت اللہ کے شوق اور محبتِ الٰہی سے سرشار ہوکر جمع ہوجاتے ہیں، سفر کی مشقتوں سے لذت پاتے اور لطف اندوز ہوتے ہیں، اہل و عیال، دوست احباب اور وطن کے فراق پر بھی فرحت و خوشی محسوس کرتے ہیں اور یہ محسوس کرتے ہیں کہ حج کی گھڑیاں عمر کی انتہائی سعادت کی گھڑیاں ہوتی ہیں۔ وہ اس عرصے میں حج کے مشاعرِ مقدسہ کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں اور حج پر سخاوتِ نفسی اور خوش دلی کے ساتھ مال خرچ کرتے ہیں، ان سب کو ان اعمال پر اللہ کے سوا دوسری کوئی طاقت تیار نہیں کرسکتی۔ اسی ذاتِ الٰہی نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مخاطب ہوکر فرمایا تھا:

﴿ وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴾ [الحج: ۲۷، ۲۸]

''اور لوگوں میں حج کی منادی کر دیں، لوگ آپ کے پاس پا پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی اور دور دراز کی تمام راہوں سے بھی آئیں گے، تاکہ اپنے

Marfat.com

فائدے حاصل کریں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں، پس تم بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ۔''

مفسرینِ کرام میں سے امام ابن جریر طبری اور امام ابن کثیر وغیرہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو حکم دیا کہ لوگوں میں حج کی منادی کردیں، تو انھوں نے عرض کی: اے میرے رب! میں تمام لوگوں میں اعلان کیسے کرسکتا ہوں، جبکہ میری آواز ان سب تک نہیں پہنچ سکتی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابراہیم (علیہ السلام)! ندا لگانا آپ کا کام ہے اور لوگوں تک تمھاری آواز پہنچانا ہمارا کام ہے۔ تب حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام اپنی جگہ کھڑے ہوگئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ایک پتھر پر کھڑے ہوگئے اور یہ روایت بھی ہے کہ وہ کوہِ صفا پر چڑھ گئے اور یہ قول بھی ہے کہ وہ جبلِ ابوقبیس پر چڑھ گئے اور یہ ندا لگائی: ''اے لوگو! تمھارے رب نے اس جگہ کو اپنا گھر بنا لیا ہے، لہٰذا اس کا حج کرو۔'' کہا جاتا ہے کہ تمام پہاڑ نیچے ہوگئے اور ان کی آواز پوری دنیا کے اطراف و اکناف تک پہنچ گئی، اللہ نے وہ آواز انہیں بھی سنا دی جو ابھی رحمِ مادر میں یا صلبِ پدر میں تھے جن کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا، ان میں سے ہر کسی نے اس ندا پر ''لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ'' کہا۔[1]

فضائلِ حجِ مبرور:

مسلمانو! اپنے حج کے لیے اپنی نیت کو اللہ کے لیے خالص کرو اور حج کے اعمال و مناسک ادا کرنے میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور پیروی کرو، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما کر گئے ہیں:

«خُذُوْا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ»[2] ''مجھ سے اپنی عبادات کا طریقہ سیکھ لو۔''

اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں حج کے مبرور و مقبول ہونے اور اس سعی کے مشکور ہونے کی ضمانت ہے، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

«مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ»[3]

---

[1] تفسیر ابن جریر (١٧/ ١٤٤) المستدرك للحاكم (٢/ ٣٨٨)

[2] سنن البيهقي، رقم الحديث (٥/ ١٢٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٢٩٧)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٥٢١) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٣٥٠)

Marfat.com

''جس نے حج کیا اور دورانِ حج کوئی شہوانی حرکت کی اور نہ کسی فسق (گناہ) کا ارتکاب کیا تو وہ حج کرکے یوں گناہوں سے پاک ہوکر لوٹتا ہے جیسے اسے اس کی ماں نے آج ہی جنم دیا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ»[1]

''ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور و مقبول کی جزا تو جنت ہی ہے۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم دیکھ رہی ہیں کہ جہاد افضل ترین عمل ہے، کیا ہم بھی جہاد نہ کریں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا، وَلٰكِنَّ أَفْضَلُ الْجِهَادِ: حَجٌّ مَبْرُورٌ»[2]

''نہیں، بلکہ تمھارے لیے حجِ مبرور افضل ترین جہاد ہے۔''

حجِ مبرور وہ حج ہے، جس میں حج کرنے والے نے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی نیت کو خالص کیا ہو اور حج کے تمام مناسک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ادا کیے ہوں، گناہوں سے اجتناب کیا ہو، دوسرے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے سے بچا رہا ہو اور ایسے وقت میں اپنی بیوی سے جماع نہ کیا ہو، جس میں اس کے لیے وہ حلال نہیں تھی، لغو و باطل گفتگو سے اپنی زبان کو بچا کر رکھا ہو، مالِ حلال خرچ کرکے حج کیا ہو اور حسبِ توفیق ابوابِ خیر میں خرچ کیا ہو، اگر یہ سب صفات کسی حج میں جمع ہوجائیں تو وہ حج ''حجِ مبرور'' ہوتا ہے۔

ارکانِ حج:

حاجی پر ضروری ہے کہ ہر وہ چیز سیکھے، جس سے اس کا حج صحیح ہو اور احکامِ حج علما سے پوچھے۔ حاجی صاحب! حج کے تمام ارکان کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کریں، کیونکہ انھیں ادا کیے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٧٧٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٣٤٩)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٥٢٠)

Marfat.com

بغیر حج صحیح نہیں ہوتا۔ ارکانِ حج درجِ ذیل ہیں:

احرام یعنی مناسکِ حج میں داخل ہونا، عرفات میں وقوف کرنا، وقوفِ عرفات حج کا رکنِ اعظم ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: «اَلْحَجُّ عَرَفَةٌ»[1] ''حج تو وقوفِ عرفات ہی کا نام ہے۔'' طوافِ افاضہ اور راجح قول کے مطابق صفا و مروہ کے مابین سعی کرنا۔

واجباتِ حج:

حاجی کے لیے ضروری ہے کہ وہ حج کے تمام واجبات ادا کرے اور ان میں سے کوئی واجب ترک نہ کرے۔ حج کے واجبات یہ ہیں: میقات سے احرام باندھنا، غروبِ آفتاب تک میدانِ عرفات میں وقوف کرنا، مزدلفہ میں رات گزارنا، رمی (کنکریاں مارنا) حلق (پورا سر منڈوانا) یا تقصیر (بال چھوٹے کروانا)، منیٰ میں راتیں گزارنا، قارن و متمتع کا قربانی کرنا اور طوافِ وداع کرنا۔

اعمالِ یوم نحر اور تحلّل:

یومِ نحر (۱۰ / ذوالحج) کو کئی اعمال جمع ہو جاتے ہیں، یعنی جمرۂ عقبہ (بڑے جمرے) پر رمی کرنا، قربانی کرنا، سر منڈوانا، طوافِ افاضہ کرنا، حج تمتُّع کرنے والے حجاج کا سعی اور قِران و اِفراد والوں کا بھی سعی کرنا، جنھوں نے اس سے پہلے سعی نہ کی ہو۔ جب کوئی حاجی قربانی ذبح کر لے یا سر منڈوا لے اس پر احرام کی وجہ سے حرام ہونے والی تمام اشیا حلال ہو گئیں سوائے بیوی کے (اور عورت کے لیے سوائے شوہر کے، اسی کا نام؛ تحللِ اول ہے) جب کوئی شخص جمرۂ عقبہ کی رمی اور سر منڈوانے کے بعد بیت اللہ کا طوافِ افاضہ اور صفا و مروہ کے مابین سعی بھی کر لے تو اس پر ہر چیز حلال ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی بیوی بھی (اور یہی ''تحللِ کامل'' کہلاتا ہے)۔

مستحباتِ حج:

حاجی کے لیے مستحب ہے کہ اعمال و افعالِ خیر کی کثرت کرے اور کثرت سے تلبیہ کہے، یہاں تک کہ جمرۂ عقبہ کی رمی شروع کر دے، قرآنِ کریم کی کثرت سے تلاوت کرے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر کثرت سے دعائیں کرے، خصوصاً یومِ عرفہ میں کثرت سے دعائیں مانگے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ

[1] مسند أحمد (٤/ ٣٠٩) سنن أبي داود، رقم الحديث (١٩٤٩) سنن الترمذي، رقم الحديث (٨٨٩) سنن النسائي، رقم الحديث (٣٠١٦) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٣٠١٥)

Marfat.com

کا ارشادِ گرامی ہے:

«خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ عَرَفَةَ، وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّوْنَ قَبْلِي يَوْمَ عَرَفَةَ: لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ» ①

''بہترین دعا وہ ہے جو یومِ عرفہ میں کی جائے اور میں نے اور مجھ سے پہلے والے انبیائے کرام علیہم السلام نے جو دعائیں کی ہیں، ان میں سے بہترین دعا یہ ہے: «لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ» اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ اکیلا و یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، تمام بادشاہی اور ہر قسم کی تعریفیں اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

حاجی اپنی زبان کو غیبت و چغلی سے محفوظ رکھے، باطل کلام سے بچے۔ بعض سلف صالحینِ امت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ جب وہ احرام باندھ لیتے تو ایسے ہو جاتے جیسے کوئی گونگا ہو، خیر و بھلائی کی بات کے سوا کوئی بات نہ کرتے اور لایعنی قول و فعل میں تو بالکل دخل نہ دیتے تھے، لڑائی جھگڑوں اور مجادلات و مناظرات سے دور رہتے تھے۔ تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ مسنون تکبیرات کا اہتمام کریں جن کا وقت یومِ عرفہ کی نمازِ فجر سے شروع ہوتا ہے اور ایامِ تشریق کے آخری دن (۱۳/ ذوالحج) کی نمازِ عصر تک رہتا ہے۔ حاجی کو چاہیے کہ یومِ نحر (یومِ عید) کو نمازِ ظہر کے بعد تکبیرات کہنا شروع کرے اور ایامِ تشریق کے آخری دن کی نمازِ عصر تک کہتا رہے۔ تکبیراتِ عید یہ ہیں:

«اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ» ②

''اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور ہر قسم کی تمام تعریفیں صرف اللہ ہی کے لیے ہیں۔''

فضائلِ عشرہ ذوالحجہ:

تمام حجاج اور عام مسلمانوں کے لیے مستحب ہے کہ ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں خیر و بھلائی

① سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٥٨٥)

② مصنف ابن أبي شيبة (٢/ ١٦٥۔ ١٦٧) نیز دیکھیں: المستدرك للحاكم (١/ ٣٠٠) إرواء الغليل (٣/ ١٢٥)

Marfat.com

کے تمام نیک کاموں کو ادا کرنے میں جلدی کریں، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ» يَعْنِي الْأَيَّامَ الْعُشْرَ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: «وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ»[1]

''ان ایام -عشرۂ ذوالحجہ- میں کیے گئے نیک اعمال سے بہتر اور اللہ کو پیارا دوسرے کسی دن کا کوئی عمل نہیں ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کی راہ میں جہاد بھی نہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد بھی نہیں، سوائے اس آدمی کے جو جان و مال دونوں لے کر میدانِ جہاد میں اترا اور ان میں سے کوئی چیز بھی واپس نہ لایا۔''

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ سَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ﴾ [عمران: ۱۳۳]

''اور اللہ کی مغفرت اور اس جنت کی طرف لپکو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کی پہنائیوں کے برابر ہے اور وہ اہلِ تقویٰ اور پرہیزگاری کرنے والوں کے لیے بنائی گئی ہے۔''

ذوالحجہ کے عشرۂ اول کے دن اللہ کے نزدیک سب سے افضل ترین دن ہیں۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے ﴿اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ﴾ [الحج: ۲۸] کا نام دیا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر سے پتا چلتا ہے۔[2] ان دنوں میں مساجد، راستوں، بیٹھکوں، بازاروں اور تنہائیوں میں اللہ کا ذکر کرنا مستحب ہے۔ اسی عشرۂ ذوالحجہ ہی میں یوم عرفہ بھی ہے۔

مسلمانو! اگر اس دن میدانِ عرفات میں وقوف نہ کر سکو تو اللہ نے تمھارے لیے اس دن کا روزہ مشروع کیا ہے۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے یومِ عرفہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ»[3]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٩٦٩)

[2] صحيح البخاري مع الفتح (٢/ ٥٨٢)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (١١٦٢)

Marfat.com

''یہ گذشتہ اور آیندہ دو سالوں کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔''

اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

«مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَلَا أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعَمَلُ فِيهِنَّ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ، فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّحْمِيدِ» [1]

''اللہ کے نزدیک کوئی عمل اتنا عظیم ترین اور محبوب ترین نہیں ہے جتنا ان دس دنوں میں کیا گیا کوئی عمل ہے، لہٰذا ان دنوں میں بکثرت سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہو۔''

خود سیدنا ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بازار کی طرف نکل جایا کرتے تھے اور تکبیرات کہا کرتے تھے، پھر ان کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی تکبیریں کہا کرتے تھے۔ [2]

اے حاجی!:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ وَ لَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ [البقرة: ١٩٧]

''حج کے مہینے معلوم و معروف ہیں، جس نے ان میں اپنے اوپر حج فرض کر لیا اسے چاہیے کہ کسی شہوانی فعل اور گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور نہ دورانِ حج لڑائی جھگڑا کرے اور بھلائی کا جو بھی کام تم کرو گے اللہ اسے جانتا ہے اور زادِ راہ لے کر چلو اور بہترین زادِ راہ تو تقویٰ (پرہیز گاری اور دستِ سوال دراز کرنے سے بچنا) ہی ہے۔ اے عقل والو! میرا تقویٰ اور خوف اختیار کرو۔''

اسلامی آداب و اخلاقِ عالیہ کو اپناؤ اور حج کو اپنی آیندہ زندگی کے لیے توبہ و اچھائی کا آغاز بنا لو اپنے آیندہ کے اعمال کے لیے اسے تقوے کا پیش خیمہ بنا لو اور جو کوتاہیاں ہوگئیں، ان کے لیے

---

[1] مسند أحمد (٢/ ٧٥)

[2] صحيح البخاري (١/ ٣٢٩) نیز دیکھیں: فتح الباري لابن رجب الحنبلي (٩/ ٨)

Marfat.com

اسے ندامت کی علامت بنا لو۔ اللہ کی تعریفیں کرو، اس کا شکرادا کرو جس نے تمھیں امن و امان اور ایمان کی نعمتوں اور تسخیرِ اسباب سے نواز رکھا ہے اور رزقِ فراواں عطا کیا ہے، اپنی اطاعت وعبادت آسان کی ہے اور عقوبات و آفات سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، و سلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

خطبۂ عید الاضحیٰ

(مدینہ منورہ ۱۴۲۲ھ)

امام و خطیب: فضيلة الشيخ علي عبد الرحمن الحذيفي حفظه الله

حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! حقیقی معنوں میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اسلام کی مضبوط رسی کو پکڑے رکھو، اللہ کا تقویٰ تمھارا بہترین زادِ راہ ہے اور یہی تمھارے لیے اللہ کی طرف جانے کا سامان اور وسیلہ ہے۔

مختلف اقوام کی عیدیں:

اللہ کے بندو! ہر امت کی کوئی نہ کوئی عید ہوتی ہے جو کسی مخصوص دن میں آتی ہے اور وہ ان کے عقیدہ و اخلاق اور فلسفۂ حیات کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ بعض عیدیں ایسی ہیں جو وحیِ الٰہی سے بہت دور محض بشری افکار و نظریات کی پیداوار ہوتی ہیں۔ یہ غیر اسلامی عقائد والوں کی عیدیں ہیں۔

اسلامی عیدیں:

عید الاضحیٰ اور عید الفطر ایسی عیدیں ہیں جنھیں خود اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ﴾ [الحج: ٦٧]

"ہر امت کے لیے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ بنا دیا ہے جسے وہ بجا لانے والے ہیں۔"

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ ﴿مَنسَكًا﴾ کا معنیٰ یہاں عید ہے۔[1] اس طرح اس آیت کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے شرعی عید بنائی ہے۔ یوں عید الفطر اور عید الاضحیٰ اسلام کے ارکان میں سے دو رکن بنتے ہیں۔ عید الاضحیٰ عبادتِ حج کے بعد ہوتی ہے اور عید الفطر عبادتِ روزہ کے بعد آتی ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ

---

[1] تفسیر ابن جریر (۱۷/ ۱۹۸)

Marfat.com

سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ ان لوگوں کی دو عیدیں تھیں، جن میں وہ کھیل کود کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ((مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ؟)) ''یہ دو دن کیا ہیں؟'' انھوں نے بتایا کہ ہم عہدِ جاہلیت میں ان دو دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے۔ تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((قَدْ أَبْدَلَكُمُ اللّٰهُ خَيْرًا مِّنْهُمَا: يَوْمَ الْأَضْحٰى وَ يَوْمَ الْفِطْرِ))[1]

''اللہ تعالیٰ نے تمھیں ان دو دنوں کے بدلے ان سے بدرجہا بہتر دو دن عطا کر دیے ہیں: عید الاضحیٰ اور عید الفطر۔''

عید الاضحیٰ:

اللہ تعالیٰ نے اسے ۱۰؍ ذوالحج کے دن مقرر فرمایا ہے، جو وقوفِ عرفات کے بعد آتا ہے۔ وہ رکنِ حج جو حج کے تمام ارکان سے بڑا (رکنِ اعظم) ہے، اس دن اللہ نے ایسے اعمال مشروع فرمائے ہیں جو بڑے ہی جلیل القدر ہیں، جن کے ذریعے بندے اپنے رب کا تقرّب حاصل کرتے ہیں اور اسی دن کو اللہ تعالیٰ نے ''یومِ حجِ اکبر'' بھی قرار دیا ہے، کیونکہ حج کے اکثر اعمال کی انجام دہی اسی دن میں ہوتی ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنی رحمت و حکمت اور وسیع علم و قدرت کے پیشِ نظر اس دن بہت ہی جلیل القدر اعمالِ صالحہ اور حصولِ تقرّب کے لیے نیک کام مشروع فرمائے ہیں اور تمام لوگوں کو انھیں سرانجام دینے کا حکم فرمایا ہے، تاکہ اللہ کا قرب حاصل ہو، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ [الحديد: ٢١]

''دوڑے آؤ اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت زمین و آسمان کی وسعتوں کے برابر ہے۔ یہ ان کے لیے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔''

نیز ارشادِ الٰہی ہے:

---

[1] مسند أحمد (٣/ ١٠٣) سنن أبي داود، رقم الحديث (١١٣٤) سنن النسائي، رقم الحديث (١٥٥٦)

Marfat.com

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا﴾ [المائدة: ٤٨]

''تم نیکیوں کی طرف جلدی کرو، تم سب کا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے۔''

بعض عباداتِ عظیمہ:

بعض عبادات مسلمان اس لیے نہیں بجا لا سکتا کہ ان کا تعلق کسی خاص جگہ یا خاص وقت سے ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اسی طرح کی بعض دوسری عبادات بھی مشروع فرمائی ہیں جو ان زمان ومکان کے ساتھ خاص عبادات جیسی ہی ہیں، چنانچہ یومِ عرفہ تو حاجیوں کے لیے عید و اجتماع اور اللہ سے گڑگڑا کر دعائیں کرنے کا دن ہوتا ہے، جبکہ وہ مسلمان جو حج نہ کر رہے ہوں، ان کے لیے یومِ عرفہ کا روزہ اور اجتماع کی شکل میں عید الاضحیٰ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ یہ روزہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ حجاج کرام منیٰ میں قربانی کر رہے ہوتے ہیں تو اپنے گھروں میں مقیم لوگ بھی قربانیاں دے رہے ہوتے ہیں۔ غرض خیر و بھلائی اور نیکی کے دروازے کثرت سے کھلے ہوئے ہیں جو بڑے آسان اور وسیع بھی ہیں، تاکہ مسلمان اپنی ابدی و اخروی زندگی کے لیے حسبِ توفیق کثرت سے اطاعات و نیکیاں جمع کر سکے۔

عید... مظہرِ توحید:

مسلمانو! عید اسلام کے ان شعائر میں سے ایک ہے جو انتہائی عظمت والے ہیں۔ عید اپنے اندر بہت ہی بلند معانی سموئے ہوئے ہوتی ہے۔ اس میں عظیم مقاصد اور نادر و بدیع حکمتیں پنہاں ہوتی ہیں جو انتہائی اعلیٰ معانی کو شامل ہوتی ہیں۔ اسلام میں عید اللہ تعالیٰ کی توحید کا مظہر ہے کہ ہر قسم کی عبادات: دعا و پکار، خوف و رجا، مدد طلب کرنا، استغاثہ کرنا، اس کی رحمتوں کی امیدیں لگانا، اس کی سزاؤں اور عذاب سے ڈرنا، ذبح و قربانی اور نذر و نیاز وغیرہ اس میں شامل ہیں۔ تمام عبادات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہونی چاہییں جس پر شریعت کی تمام فروع کی بنیاد ہے وہ ہے: ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کے معنیٰ و مفہوم اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا، اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کناں ہے:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ [الفاتحة: ٥]

''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں۔''

Marfat.com

وہ ارشاد جسے ہم عید کی نماز اور اپنی دیگر تمام نمازوں میں بار بار پڑھتے رہتے ہیں۔ توحید کا اپنانا ہی وہ عظیم عمل ہے، جس کے نتیجے میں انسان نعمتوں والی جنتوں میں داخل ہوجاتا ہے اور اگر کوئی شخص توحید کو کھوہ بیٹھا تو اسے اس کا دوسرا کوئی عمل فائدہ نہ دے سکے گا اور وہ ہمیشہ کا جہنمی بن جائے گا۔

توحیدِ عبادت:

بشری تاریخ پر غور وفکر کرنے والا شخص اس راز کو پاجاتا ہے کہ سب سے پہلے توحید ہی میں بدعات وضلالتیں اور انحرافات واقع ہوئے اور اس کے بعد دین کی دوسری فروع میں بگاڑ شروع ہوا، لہٰذا اے مسلمانو! اس اصلِ عظیم کو خوب مضبوطی سے پکڑے رکھیں، کیونکہ یہ آپ پر اللہ کا حق ہے اور یہی وہ میثاق ومعاہدہ ہے، جو اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں بنی آدم سے کیا تھا۔ توحیدِ عبادت کی اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں جا بہ جا تاکید فرمائی ہے اور اس کی عظمت وشان بیان کی ہے۔ قرآنِ کریم میں کوئی سورت ایسی نہیں جس میں نصاً، ضمناً یا التزاماً کسی نہ کسی رنگ میں اللہ تعالیٰ نے اس توحیدِ عبادت کا حکم نہ دیا ہو، موحدین کے ثواب کا تذکرہ نہ کیا ہو یا مشرکین کے عقاب وعذاب کا ذکر نہ فرمایا ہو۔ جس نے اللہ کا یہ حقِ توحید ادا کیا، اللہ اپنے فضل وکرم سے اپنا وعدۂ جنت پورا فرمائے گا، چنانچہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

« حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا » [1]

''بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور اللہ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ شرک نہ کرنے والے کسی بندے کو عذاب نہ دے۔''

گویا یہ توحید ہی دین کا اول وآخر ہے۔

شہادتِ رسالت:

عید کے عظیم معانی ومقاصد میں سے دوسرا مقصد یہ ہے کہ بندے کلمۂ شہادت ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں'' کے تقاضوں اور معنوں پر عمل کریں، وہ کلمہ جسے مسلمان عید کی نماز میں اور اپنی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٨٥٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٠)

Marfat.com

دوسری تمام نمازوں میں بار بار پڑھتے ہیں۔ اس بات کی گواہی دینا کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے احکام و اوامر پر عمل ہو، آپ ﷺ کے منع کردہ امور سے اجتناب کیا جائے، آپ ﷺ کی بتائی ہوئی تمام باتوں کی تصدیق کی جائے اور اللہ کی مشروع عبادت کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ سے محبت کی جائے اور آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر کی جائے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ [النور: ٥٤]

''کہہ دیجیے (اے نبی!) کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مانو، رسول اللہ کی اطاعت کرو، پھر بھی اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمے تو صرف وہی ہے، جو اس پر لازم کر دیا گیا ہے اور تم پر اس کی جواب دہی ہے، جو تم پر ذمے داری ڈالی گئی ہے۔ ہدایت تو تمھیں اسی وقت ملے گی جب رسول کی ماتحتی کرو گے۔ سنو! رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہی ہے۔''

عید... سالانہ عظیم اجتماع:

عید کی حکمتوں اور عظیم فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمان مل کر ایک عظیم اجتماع کی شکل میں نمازِ عید ادا کرتے ہیں اور اس مبارک اجتماع پر نازل ہونے والی خیرات و برکات والی دعا میں شرکت کرتے ہیں، وہ سب اس رحمتِ الٰہی کے سائے تلے جمع ہوتے ہیں، جو نمازیوں کو ڈھانپے ہوئے ہوتی ہے اور لوگ اپنے رب کے سامنے کھلے میدان میں نکل کر اس کے سامنے اپنے فقر و عاجزی کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، اپنے مالک کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں اور اللہ سے اس کے لامحدود و لاتعداد انعامات و احسانات کا انتظار کرتے ہیں۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نُخْرِجَهُنَّ فِيْ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى الْعَوَاتِقَ وَالْحُيَّضَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلَاةَ وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ »[1]

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٦٥٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٨٩٠)

Marfat.com

''ہمیں نبی اکرم ﷺ نے یہ حکم فرمایا کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں جوان دوشیزاؤں، حیض و نفاس والی عورتوں اور پردہ نشین خواتین کو بھی عید گاہ میں ساتھ لے جائیں۔ حیض والی عورتیں نماز سے تو الگ رہیں، البتہ خیر و برکت اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شرکت کریں۔''

عورتیں باپردہ حالت میں اور خوشبو لگائے بغیر عید کی نماز میں شامل ہوں۔

عید... باہمی تعلقات میں بہتری کا موقع:

مسلمانو! عید کی حکمتوں اور عظیم فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ یہ مسلمانوں میں تجدیدِ تعلق، باہم میل ملاقات اور دلوں کو قریب لانے کا ذریعہ ہے۔ اسی کے نتیجے میں ان کے دلوں سے وحشت اٹھ جاتی ہے اور حسد و حقد اور بغض کی آگ بجھ جاتی ہے۔ مسلمانوں کو اسلام کا ایک جگہ یوں جمع کر لینے پر قادر ہونا، اس بات کی قوی دلیل ہے کہ وہ انھیں حق پر جمع کرنے کی اہلیت رکھتا ہے اور تقوے کی بنیاد پر ان سب کے دلوں میں باہم محبت و الفت پیدا کر سکتا ہے۔ مسلمانوں کے دلوں میں حق کے سوا کوئی چیز الفت و محبت پیدا نہیں کر سکتی، کیونکہ حق صرف ایک ہے اور دلوں میں تفریق و اختلاف صرف خواہشاتِ نفس ہی پیدا کرتی ہیں اور وہ کثرت سے پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ باہم اتحاد و اتفاق اور تعاون و محبت مومنوں کی صفات ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

« مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بَالسَّهْرِ وَالْحُمَّى »[1]

''باہم پیار و محبت، رحم و کرم اور تعاطف و تعلق میں مومنوں کی مثال ایک جسم جیسی ہے کہ جب اس کا کوئی ایک عضو تکلیف و بیماری میں مبتلا ہو تو سارا جسم ہی بخار اور رتجگے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''

ایک اور حدیث میں ہے:

« لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمِ الصَّغِيرَ، وَيُوَقِّرِ الْكَبِيرَ »[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠١١) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٥٨٦)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (١٩١٩) مسند أحمد (٢/ ٢٠٧)

Marfat.com

''جو شخص بچے پر ترس نہیں کھاتا اور بڑے کی عزت نہیں کرتا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ نبی کریم ﷺ فرما رہے تھے:

«اِبْغُوْنِيْ فِي الضُّعَفَاءِ، فَإِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَ تُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ»[1]

''مجھے ضعفا اور کمزوروں میں ڈھونڈو، کیوں کہ تم ضعیف اور کمزور لوگوں کی وجہ سے فتح و نصرت اور رزق دیے جاتے ہو۔''

مسلمانوں میں باہمی محبت و مودت اسلام کے عظیم اغراض و مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا، وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْئٍ إِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ»[2]

''تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک تم ایمان نہ لے آؤ اور تم اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے جب تک تم باہم محبت نہ کرنے لگو۔ کیا میں تمھیں ایک کام نہ بتاؤں کہ اگر تم اسے کر لو تو تم باہم محبت کرنے لگ جاؤ گے؟ اپنے درمیان سلام کو عام کر دو۔''

مسلمانو! اپنے نفس سے جہاد کرو اور اپنے سینے کو دوسرے مسلمانوں کی طرف سے صاف کر لو، کیونکہ سینے اور دل کی صفائی دنیا کی نعمت اور بدن کے لیے راحت اور آخرت میں اللہ کی رضا کا باعث ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! لوگوں میں سے افضل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

« كُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ، صَدُوْقِ اللِّسَانِ » قَالُوْا: فَمَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ؟ قَالَ: «هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ، لَا إِثْمَ فِيْهِ وَلَا بَغْيٌ وَلَا غِلٌّ وَلَا حَسَدٌ»[3]

''ہر صاف دل اور سچی زبان والا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: صاف دل والا کون ہے؟

---

[1] مسند أحمد (٥/ ١٩٨) سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٥٩٤) سنن الترمذي، رقم الحديث (١٧٠٢) سنن النسائي، رقم الحديث (٣١٧٩)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٥٤)

[3] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤٢١٦)

Marfat.com

تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ سے ڈرنے والا اور صاف دل والا کہ جس کے دل میں گناہ ہو نہ بغاوت و سرکشی کا داعیہ، نہ حسد و بغض اور نہ کینہ وحقد۔“

عید... تعلیماتِ اسلام کا اعلانِ عام:

اللہ کے بندو! عید کے اغراض و مقاصد اور فوائد و حکمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلامی تعلیمات کا کھلے عام اعلان کیا جائے، مسلمانوں کے بڑے بڑے اجتماعات میں کھلے طور پر اظہار کیا جائے اور سرِ عام ان کی تبلیغ کی جائے، تاکہ نسلِ نو اپنی پرانی نسل سے ان تعلیمات کو اخذ کر سکے، آنے والے لوگ جانے کے لیے تیار بیٹھے لوگوں سے سیکھ سکیں اور ان پر عمل بھی کر سکیں، اس طرح اسلامی تعلیمات دلوں کے نہاں خانوں میں ثبت ہو جاتی ہیں، انھیں ہر چھوٹا بڑا یاد کر سکتا ہے اور ان پر عمل پیرا ہو سکتا ہے، اسی طرح ہر مرد و زن اسے حفظ بھی کریں گے اور اس پر عمل بھی کر دکھائیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے جو خطبۂ عید مشروع فرمایا ہے، وہ اسلام کے بلند احکام اور حکیمانہ قوانین پر مشتمل ہوتا ہے۔ اسلام کے فرائض و قوانین اور احکام کا ظہور و اعلان ہی ایسی قوت ہے جو اسلام کو قیامت تک قائم و باقی رکھنے والی ہے۔ اسلام کو ایسی بقا و دوام دینے والی ہے جس کے بعد اسے بھلایا جا سکتا ہے، نہ اس میں تغیر و تبدل ممکن ہے، اس کے احکام کی غلط تاویل کی جا سکتی ہے اور نہ ہی اس کی تعلیمات سے سرِ مو انحراف کیا جا سکتا ہے۔

عید... تاریخِ امت:

مسلمانو! عید الاضحیٰ کا تہوار ایسا ہے جس میں امتِ اسلامیہ اپنے روشن ماضی اور عظیم تاریخ سے ربط حاصل کرتی ہے، امتِ اسلامیہ انتہائی گہری جڑوں والی ہے، اس کائنات کی تاریخ میں تمام زمانوں سے اس کا گہرا ربط و تعلق اور اتصال و واسطہ رہا ہے اور یہ تعلق تب سے ہے جب سے حضرت آدم علیہ السلام نے زمین پر اپنا قدم رنجہ فرمایا ہے، یہ تعلق سابقہ زمانوں میں تب سے چلا آ رہا ہے، جب سے اللہ تعالیٰ نے انبیاے کرام علیہم السلام پر اپنا کلام نازل کرنا شروع فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [الأنبياء: ٩٢]

”یہ تمھاری امت (دینِ توحید) ہے، جو درحقیقت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں، پس تم میری ہی عبادت کرو۔“

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے سید البشر حضرت محمد ﷺ کے ساتھ انبیا و رسل علیہم السلام کے سلسلے کو ختم فرمایا ہے، جنھیں اللہ تعالیٰ نے ملتِ ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ ثُمَّ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّۃَ اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا وَ مَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ﴾ [النحل: ۱۲۳]

''پھر ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی کہ ابراہیم حنیف (مخلص و موحد) کی ملت کی پیروی کریں جو مشرکین میں سے نہیں تھے۔''

محمد ﷺ کی شریعتِ اسلامیہ تمام پہلی شریعتوں کی ناسخ ہے، لہٰذا اب دین کے طور پر اللہ تعالیٰ کو اسلام کے سوا دوسرا کوئی دین قبول نہیں ہے، چنانچہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ ۚ وَ ہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ﴾ [آل عمران ۸۵]

''جو شخص اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین تلاش کرے، اس کا وہ دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔''

حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يَسْمَعُ بِي يَهُودِيٌّ وَّلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ لَا يُؤْمِنُ بِي إِلَّا دَخَلَ النَّارَ»[1]

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر کوئی یہودی یا نصرانی میرے بارے میں سن لے اور پھر بھی مجھ پر ایمان نہ لائے تو وہ جہنم میں جائے گا۔''

ملتِ ابراہیم علیہ السلام:

مسلمانو! تم لوگ اپنی حقیقی وراثت اور دینِ قیم یعنی ملتِ ابراہیم خلیل علیہ الصلاۃ والسلام اور دینِ خلیلِ الٰہی حضرت محمد ﷺ پر قائم ہو اور یہ عید آپ کو ان دو عظیم نبیوں اور اللہ کے خلیلوں کے ساتھ ملاتی ہے۔ اس دن کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو عبادات مشروع کی ہیں وہ سببِ رابطہ ہیں۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۵۳)

Marfat.com

((سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ)) قَالُوا: مَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ ﷺ؟ قَالَ: ((بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ))[1]

''یہ تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔'' صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ان قربانیوں میں ہمارے لیے کیا اجر و ثواب ہے؟ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔''

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیں۔ وہ اپنے بیٹے کی قربانی پر فوراً تیار ہو گئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی صبر و ہمت کے ساتھ ذبح ہونے پر رضا مند ہو گئے۔ جب اللہ تعالیٰ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزما کر ارادہ پورا ہو گیا اور وہ عزم بالجزم دکھا چکے اور اپنے بیٹے کو ذبح کرنا شروع کر دیا اور صرف گوشت و خون کا مرحلہ ہی باقی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ ایک عظیم قربانی عطا کر دی، کیونکہ اللہ نے دیکھ لیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت و محبت محض کھوکھلا دعویٰ نہیں بلکہ وہ ایسی سچی محبت ہے جس کا مقابلہ ہی نہیں۔ منیٰ میں حجاج کی اور گھروں میں مسلمانوں کی یہ سب قربانیاں اسی جلیل القدر عمل کی یاد تازہ کرتی ہیں۔

نماز پر ہمیشگی:

اللہ کے بندو! نماز کا خیال رکھو، یہ دین کا ستون ہے اور فحاشی و گناہ اور برائی سے روکنے والی ہے۔ یہ بندے اور اللہ کے مابین ایک عہد ہے، جس نے اس کی حفاظت کی، اس نے اپنے دین کو محفوظ کر لیا اور جس نے اسے ضائع کر دیا، وہ دیگر اشیا کو اس سے بھی زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔ قیامت کے دن جب مختلف اعمال کے بارے میں سوال ہوگا تو سب سے پہلے نماز ہی کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اگر یہ مقبول ہوگئی تو باقی اعمال بھی قبول ہو جائیں گے اور اگر یہی رد کر دی گئی تو پھر اس کے باقی اعمال بھی رد کر دیے جائیں گے۔

---

[1] مسند أحمد (٤/ ٣٦٨) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٣١٢٧) اس کی سند میں ''عائذ اللہ مجاشعی'' اور ''نفیع بن حارث'' راوی سخت ضعیف ہے۔

Marfat.com

زکات ادا کرو:

اپنے اموال کی زکات خوش دلی سے ادا کرو۔ اس سے تمھارے دل بھی پاک ہو جائیں گے اور مال بھی ہلاکتوں سے محفوظ ہوجائیں گے۔ تم اس کے ذریعے فقرا و مساکین پر احسان کرتے ہو اللہ سے عظیم اجر وثواب پاتے ہو، اللہ نے آپ کو بے شمار نعمتوں اور اموال سے نواز رکھا ہے، لیکن اس میں سے معمولی خرچ ہی سے وہ راضی ہوجاتا ہے۔

روزہ اور حج وغیرہ:

ماہِ رمضان کے روزوں کی پابندی کیا کرو اور بیت اللہ کا حج کرو۔ یہ دونوں اسلام کے عظیم ارکان ہیں۔ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو، صلہ رحمی کو اپنا شعار بناؤ، یتیموں سے شفقت و پیار کرو اور ان پر احسان کرو؛ یہ ایسے اعمال ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا فوری ثواب دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں بھی یہ اعمال کرنے والوں کو حسنِ ثواب سے نوازے گا۔ ایسے ہی عقوقِ والدین، قطع رحمی اور خیر و بھلائی کے کاموں سے روکے رکھنا ایسے افعال ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی سزا دے گا اور آخرت میں جو عذابِ الیم و دردناک سزائیں ہوں گی، وہ الگ ہیں۔ پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے پر توجہ دیں، کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

«لَا یُؤْمِنُ مَنْ لَا یَأْمَنُ جَارُہُ بَوَائِقَہُ»[1]

”وہ شخص ایماندار ہی نہیں جس کا پڑوسی اس کے شر اور اذیت سے محفوظ نہیں۔“

نیکی کا حکم دیتے رہا کرو اور برائی سے روکتے رہا کرو، یہ دونوں کام معاشرے کے دو چوکیدار ہیں۔ یہ دونوں ہی اسلام کے لیے باڑھ کا کام کرتے ہیں اور انھی کی بدولت سزاؤں اور مصائب و مشکلات سے امن و امان ممکن ہے۔

شرک سے پرہیز:

شرک کی تمام چھوٹی بڑی اقسام سے بچیں جو توحید کے منافی ہیں، خصوصاً وہ جن میں اکثر لوگ لاعلمی کے نتیجے میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جیسے انبیا و صالحین کو مشکل کشائی کے لیے پکارنا، ان کی قبروں کا طواف کرنا، ان سے مدد طلب کرنا، ان سے حاجت روائی، مشکل کشائی اور دفعِ مصائب کا

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠١٦)

Marfat.com

سوال کرنا، کسی نفع ونقصان کے لیے انھیں پکارنا یا کسی بھی غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا یا نذر دینا اور چڑھاوے چڑھانا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ [الجن: ١٨]

''اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہیں، پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔''

ایک جگہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ [النساء: ٤٨]

''یقیناً اللہ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔''

قتل اور گناہ سے گریز:

کسی کو ناحق قتل کرنے اور زنا کاری کا ارتکاب کرنے سے گریز کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان افعال کو شرک کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾ [الفرقان: ٦٨، ٦٩]

''اور وہ لوگ بھی (فلاح پانے والے) ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کو اللہ نے حرام قرار دے رکھا ہے اور نہ وہ لوگ زنا کرتے ہیں اور جس نے ان میں سے کسی کام کا ارتکاب کیا وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا، اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں مبتلا رہے گا۔''

اس آیت میں جو لفظ ﴿اَثَامًا﴾ آیا ہے، اس کا معنیٰ ہے: ''جہنم کی تہہ میں پایا جانے والا ایک کنواں۔'' ایک حدیث میں ہے:

«لَا يَزَالُ الْمَرْءُ فِيْ فُسْحَةٍ مِنْ دِيْنِهٖ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا»[1]

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٨٦٢)

Marfat.com

''بندہ اس وقت تک بچت میں رہتا ہے جب تک کسی کا ناحق خون نہ کرے۔''

ہیثم بن مالک طائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ ذَنْبٍ بَعْدَ الشِّرْكِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ نُطْفَةٍ وَضَعَهَا رَجُلٌ فِي رَحِمٍ لَا يَحِلُّ لَهُ))[1]

''اللہ کے نزدیک شرک کے بعد اس سے بڑا دوسرا گناہ کوئی نہیں کہ آدمی کسی ایسے رحم میں نطفہ ڈال دے جو اس کے لیے حلال نہیں۔''

لواطت اور اغلام بازی تو زنا سے بھی بدترین گناہ ہے، کیونکہ اس غیر فطری فعل کا ارتکاب کرنے والوں پر نبی مکرم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے[2] اور سحاق (دو عورتوں کا باہم خود لذتی کرنا) بھی زنا کی ایک قسم اور حرام خباثتوں میں سے ایک بدترین خباثت ہے۔

سود خوری سے بچاؤ:

سود خوری سے بچیں، کیونکہ سود رزق میں بے برکتی اور اللہ کی ناراضی کا باعث ہے۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

((اَلرِّبَا اثْنَانِ وَسَبْعُونَ بَابًا، أَدْنَاهَا مِثْلُ إِتْيَانِ الرَّجُلِ أُمَّهُ))[3]

''سود کے بہتر (۷۲) درجے ہیں، جن میں سے کم ترین درجے کا گناہ اتنا ہے جتنا کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔''

رشوت ستانی وغیرہ:

مسلمانوں اور کمزور لوگوں کے اموال کو ناجائز طریقوں سے مت بٹورو، ایسے مال کو اپنے حلال مال میں ملا لینا دنیا کی تباہی اور آخرت میں جہنم کا باعث ہے۔ رشوت ستانی اور جھوٹی گواہی سے دامن بچاؤ، یہ چیزیں لوگوں کے حقوق کو ضائع کرنے والی اور باطل کی مدد کرنے والی ہیں، جس نے باطل کا ساتھ دیا، اسے اللہ گناہ و عار کے ساتھ ساتھ ہلاکت کے گھر (جہنم) میں داخل کر دے

---

① ذم الهوىٰ لابن الجوزي (ص: ۱۹۰) اس کی سند میں ''ابوبکر بن ابی مریم'' راوی ضعیف ہے اور یہ روایت بھی مرسل ہے۔

② مسند أحمد (۱/ ۳۰۹)

③ المعجم الأوسط، رقم الحديث (۷۱۵۱) السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (۱۸۷۱)

Marfat.com

گا۔ رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے اور رشوت دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے[1] اور جھوٹی گواہی کو شرک کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے۔

شراب و منشیات:

شراب نوشی اور دیگر منشیات کی تمام اقسام اور تمباکو نوشی سے بھی بچیں، یہ چیزیں دل کو برباد کر دیتی ہیں، عقل کو خراب، جسم کو تباہ اور اخلاقِ حسنہ کو مٹا دیتی اور اللہ کی ناراضی کا موجب بنتی ہیں، انھی کے نتیجے میں پورا معاشرہ بگاڑ و انتشار میں مبتلا ہوجاتا ہے اور تدبیر بے کار ہوجاتی ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَإِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَهْدًا لِمَنْ يَّشْرَبُ الْمُسْكِرَ أَنْ يَّسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ! وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ: «عَرَقُ أَهْلِ النَّارِ» أَوْ «عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ»[2]

''ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ اللہ نے اپنے ذمے یہ عہد لے رکھا ہے کہ جس نے دنیا میں شراب پی، اسے جہنم کی "طِينَةُ الْخَبَالِ" پلائے گا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ "طِينَةُ الْخَبَالِ" کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ اہلِ جہنم کا پسینہ یا ان سے نکلنے والے فضلے اور نچوڑ ہیں۔''

چغلی اور غیبت:

چغلی اور غیبت سے بھی اپنے آپ کو پاک رکھیں، کیونکہ جس کی عزت و آبرو میں طعن و تشنیع کی جائے گی وہ غیبت کرنے والے کی نیکیوں میں سے غیبتوں کے برابر لے لے گا۔ اس سلسلے میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ایک حدیث بھی ہے۔[3]

نیز ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ

---

[1] مسند أحمد (١١/ ٨٧) سنن أبي داود، برقم (٣٥٨٠) سنن الترمذي، برقم (١٣٣٧) سنن ابن ماجه (٢٣١٣)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٠٠٢)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠٥٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠٥)

Marfat.com

سَبِيلِهِ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [الأنعام: ١٥٣]

''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے، اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تمھیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس کی اللہ تعالیٰ نے تمھیں تاکید کی ہے، تاکہ تم تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرو۔''

فضائل یوم نحر وقربانی:

مسلمانو! اللہ کی رضا طلب کر کے اور اس کی حرام کردہ اشیا سے دور رہ کر اللہ سے پرہیز گاری کا ثبوت دو اور یہ بات ذہن نشین کر لو کہ تمھارا یہ روزِ عید بہت ہی جلیل القدر اور بہت ہی فضیلت والا دن ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«أَفْضَلُ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمُ النَّحْرِ وَ يَوْمُ الْقَرِّ»[1]

''اللہ کے نزدیک سب سے فضیلت والا دن یومِ نحر (۱۰ر ذوالحج) اور اس کے بعد والا دن ہے۔''

یومِ عرفہ اگرچہ بعض وجوہات کی بنا پر افضل دن ہے، لیکن وہ اسی یوم نحر کا مقدمہ و پیش رس ہے۔ یومِ عرفہ میں لوگ گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں، وہ دعائیں مانگتے اور گڑگڑاتے ہیں اور خشوع و خضوع کرتے اور تائب ہوتے ہیں، پھر جب وہ صاف ستھرے ہوگئے، پاک ہوگئے اور مزدلفہ کی رات (لیلۃ الجمع) میں بھی گڑگڑاتے رہے، توبہ و استغفار کرتے رہے، پھر انھوں نے اللہ وحدہ لاشریک کے لیے اپنی قربانیاں ذبح کیں اور یومِ نحر میں انھوں نے اللہ کی مہمانی کے گوشت میں سے گوشت کھایا تو پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی زیارت اور اپنے گھر کے طواف کا اذن بخش دیا۔

یہ حجاج کرام کی نسبت ہے، جبکہ عام مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس دن ذکر و اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ ہی قربانیاں ذبح کرنے کو مشروع فرمایا ہے، جن کے اجر و ثواب کا اندازہ اس حدیث سے کیا جا سکتا ہے، جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ يَوْمَ النَّحْرِ عَمَلًا أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ مِنْ هِرَاقَةِ دَمٍ، وَإِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَأَظْلَافِهَا وَأَشْعَارِهَا ، وَإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ

[1] مسند أحمد (٤/ ٣٥٠) سنن أبي داود، رقم الحديث (١٧٦٥)

Marfat.com

مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ، فَطِيبُوْا بِهَا نَفْسًا ›› [1]

''یوم نحر میں کیے گئے اعمال میں سے خون بہانے سے بڑھ کر بنی آدم کا کوئی عمل اللہ کو پسند نہیں ہے، قیامت کے دن قربانی کے جانور کو اس کے سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت لایا جائے گا (حسنات کے پلڑے میں ڈالا جائے گا) اور قربانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ کے یہاں قبولیت کا مقام پالیتا ہے، لہٰذا خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

‹‹ مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ يَوْمَ أَضْحٰى أَفْضَلُ مِنْ دَمٍ يُهْرَاقُ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ رَحِمًا يُوْصَلُ ›› [2]

''عید الاضحیٰ کے دن ابن آدم کا افضل عمل (قربانی کا) خون بہانا ہے، البتہ صلہ رحمی کا مقام زیادہ ہے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

‹‹ يَا فَاطِمَةُ، قُوْمِي إِلٰى أُضْحِيَتِكِ، فَاشْهَدِيْهَا، فَإِنَّ لَكِ بِكُلِّ قَطْرَةٍ، مِنْ دَمِهَا مَا سَلَفَ مِنْ ذُنُوْبِكِ ›› قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، أَ لَنَا خَاصَّةً أَهْلَ الْبَيْتِ؟ أَوْ لَنَا وَ لِلْمُسْلِمِيْنَ؟ قَالَ: ‹‹ بَلْ لَنَا وَ لِلْمُسْلِمِيْنَ ›› [3]

''اے فاطمہ! قربانی کے جانوروں کی طرف جاؤ اور انھیں دیکھو، ان کے خون کے ہر قطرے کے بدلے میں تمھارے سابقہ گناہوں کو بخشا جائے گا۔'' انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ معاملہ صرف ہم اہلِ بیت کے لیے ہی خاص ہے یا عام مسلمانوں کے لیے بھی یہی اجر وثواب ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نہیں! بلکہ یہ ہمارے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے یکساں ہے۔''

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (١٤٩٣) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٣١٢٦) اس کی سند میں ''سلیمان بن یزید ابو المثنی'' ضعیف ہے۔

[2] المعجم الكبير (١١/ ٣٢) اس کی سند میں ''یحییٰ بن حسن خشنی'' راوی ضعیف ہے۔

[3] المستدرك للحاكم (٤/ ٢٢٢) اس کی سند میں ''عطیۃ بن قیس'' ضعیف ہے۔ دیکھیں: السلسلة الضعيفة (٢/ ١٥)

Marfat.com

مسائلِ قربانی:

مسلمانو! ایک بکری ایک آدمی اور اس کے گھر والوں کی طرف سے قربانی کے لیے کافی ہوتی ہے اور اونٹ سات حاجیوں (اور دس غیر حاجی گھروں) کی طرف سے کفایت کر جاتا ہے۔ گائے بھی سات حاجیوں (اور سات غیر حاجی گھروں) کی طرف سے کافی ہو جاتی ہے۔ بھیڑ کا چھ ماہ سے کم عمر کا جانور قربانی کرنا جائز نہیں اور بکری کا دو دانتا ہونا ضروری ہے۔ دو دانتا وہ ہوتا ہے، جو ایک سال مکمل کر چکا ہو اور اونٹوں میں پانچ سال سے کم عمر والے کی قربانی جائز نہیں۔ گائے دو سال کی ہونا ضروری ہے اور مستحب یہ ہے کہ خوب موٹی تازی تندرست قربانی اختیار کی جائے۔ ایسا بیمار جانور جس کی بیماری ظاہر ہو، ایسا کانا جانور جس کا کانا پن واضح ہو اور جو لاغر و کمزور ہو اور جو لنگڑا ہو اور اس کا لنگڑا پن واضح ہو، اسی طرح یہ کہ اس کے کان اور سینگ کا اکثر حصہ ٹوٹا یا کٹا ہوا ہو، تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ بلا سینگ اور خصی جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔ اونٹ کا اگلا بایاں بازو اس کی ران کے ساتھ باندھ کر اسے تین ٹانگوں پر کھڑا کر کے نحر کرنا سنت ہے اور گائے بکری کو پہلو پر لٹا کر ذبح کرنا مسنون ہے۔ ذبح کے وقت ان سب کا منہ قبلہ کی طرف کر لینا چاہیے اور ذبح و نحر کرتے وقت یہ کہیں: "بِسْمِ اللّٰہِ" (اللہ کے نام سے) اور اتنا کہنا واجب ہے، جبکہ ساتھ ہی "اَللّٰهُ أَكْبَر" (اللہ سب سے بڑا ہے) کہنا بھی مستحب ہے، اسی طرح یہ بھی کہے: "اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنْكَ وَ لَكَ" (اے اللہ یہ تیری توفیق سے اور تیرے ہی لیے ذبح کر رہا ہوں) یہ بھی مستحب ہے کہ قربانی کے گوشت کا ایک حصہ خود کھائیں، ایک حصہ دوست و احباب کو ہدیہ دیں اور تیسرا حصہ غریبوں میں بانٹ دیں۔ گوشت بنانے والے کو اجرت میں گوشت نہیں دینا چاہیے۔ قربانیوں کو ذبح کرنے کا وقت نمازِ عید کے بعد سے لے کر اگلے دو دنوں تک تو بالاتفاق ہے اور ان سے اگلے دن میں اختلاف پایا جاتا ہے، جبکہ راجح بات یہی ہے کہ وہ بھی قربانی کا دن ہے، اگرچہ پہلے دنوں کی نسبت فضیلت کم ہو جاتی ہے۔

خواتین سے خطاب:

مسلمان خواتین! اپنے ان واجبات کو نبھا کر تقویٰ اختیار کرو، یہ وہ واجبات ہیں جو تمھارے کندھوں پر ڈال دیے گئے ہیں، اپنے بچوں کی اچھی مفید اسلامی تربیت کرو، انھیں ایک کامیاب اور صحیح و سالم مسلمان نسل بنانے کی ذمے داری پوری کرو، عورت بچوں پر باپ سے بھی انتہائی زیادہ اثر انداز

Marfat.com

ہوتی ہے، اگرچہ باپ کو بھی ان کی تربیت میں اس کا معاون ہونا چاہیے، اپنے شوہروں کے ساتھ حسنِ معاملہ سے پیش آؤ اور اپنے شوہروں کی عزت و آبرو، مال اور گھر کی حفاظت کرو، اس کے اقارب اور مہمانوں اور پڑوسیوں کا خیال رکھو۔ حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَجَّتْ بَيْتَ رَبِّهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا، قِيلَ لَهَا: ادْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِهَا شِئْتِ»[1]

''جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنے رب کے گھر کا حج کرے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کرے، اسے کہا جائے گا: جنت کے جس دروازے سے چاہو، داخل ہو جاؤ۔''

اے خاتونِ مسلم! تمھیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، جس نے آپ کو یہ نعمت دی ہے۔ آپ کے تمام حقوق کو اسلام نے تحفظ دیا ہے، مغربی ممالک سے آنے والے نعروں اور سبز باغوں کے دھوکے میں ہرگز نہ آنا، آج کے دور میں دنیا میں تمھارا سب سے زیادہ باعزت مقام صرف اس ملک (سعودی عرب) میں ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اس ارشادِ الٰہی کو ہمیشہ یاد رکھیں:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الممتحنة: ١٢]

''اے نبی! جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو مار نہ ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی، جو خود ہی اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے انھوں نے گھڑا ہوگا اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی، تو آپ ان سے بیعت لے لیا کریں اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ بڑا بخشنے اور بڑا معاف کرنے والا ہے۔''

---

[1] مسند أحمد (١/ ١٩١)

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ عید کے خطبے میں عورتوں کو یہ آیت یاد دلایا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے امام بخاری نے روایت کی ہے۔[1] یہاں بہتان باندھنے سے مراد یہ ہے کہ شوہروں کے نام ایسے بچے لگا دیں جو دراصل ان کے نطفے سے نہیں، بلکہ کسی دوسرے کی اولاد (ولدِ زنا) ہیں۔

شکرانِ نعمت:

مسلمانو! اللہ کی ظاہری اور پوشیدہ نعمتوں پر اس کا شکر ادا اور اس کی حمد و ثنا بیان کرو۔ نعمتِ اسلام پر بھی اس کا شکر ادا کرو، ایسے ہی امن و امان، آسان وسائلِ رزق، منافع اور دیگر اَن گنت نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو، اس بات پر بھی اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے آپ کے اس ملک کو اتحاد و اتفاق کی دولت سے نواز رکھا ہے اور ان تمام فتنوں سے آپ کو محفوظ رکھا ہوا ہے جو دلوں میں بھی اختلافات پیدا کر دیتے ہیں۔ ان امور میں اللہ کا شکر یوں ہوگا کہ اللہ کی اطاعت کریں، گناہوں سے بچیں اور توبہ کرتے رہیں۔

عید کس کی ہوتی ہے؟

مسلمانو! یہ بات ذہن نشین کر لو کہ عید اس کی نہیں جس نے زیب و زینت اختیار کر لی اور خوب نئے لباس میں بن سنور گیا۔ نہ عید اس کی ہے، جس کی خدمت دنیا نے کی اور اسے ہر طرح کی آسائش مہیا کر دی، بلکہ عید تو اس کی ہے جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے میں کامیاب ہوگیا اور اسے جہنم کی آگ سے نجات مل گئی، جس کی تپش بہت سخت اور تہہ بہت ہی گہری ہے۔ جس میں جانے والوں کا کھانا تھوہر اور ایک دوسرے کانٹے دار درخت سے ہوگا، انھیں پینے کے لیے ابلتا ہوا پانی اور (اہلِ جہنم کی) پیپ دی جائے گی۔ حقیقی عید تو اس کی ہے جو جناتِ خلد و جاوداں کو پانے میں کامیاب ہوگیا، جس کی نعمتیں ختم ہوں گی نہ ان میں کوئی کمی واقع ہوگی۔

عید کی تکبیرات:

اللہ کے بندو! یہ بات بھی یاد رکھو کہ غیر حاجی کے لیے تکبیراتِ عید کا آغاز یومِ عرفہ کی فجر سے ہوتا ہے اور ایامِ تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحج) کے آخری دن کی نمازِ عصر تک رہتا ہے، البتہ حجاجِ کرام

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٨٩٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (٨٨٤)

Marfat.com

یومِ نحر کی فجر سے تکبیروں کا آغاز کریں گے۔ یہ تو مخصوص تکبیروں کا حکم ہے، جبکہ مطلق تکبیرات پورے عشرۂ ذوالحج میں ہوں گی۔

فکرِ آخرت:

اللہ والو! اپنے آنے والے وقت، موت، اس کے سکرات، قبر، اس کے اندھیروں، حشر، اس کی ہولناکیوں، اعمال ناموں، میزان، پل صراط اور اس کے خوفناک منظر کو یاد رکھو اور اپنے ان دوست واحباب اور رشتہ دار و اقارب کو یاد کرو، جنھوں نے کبھی آپ کے ساتھ اس جگہ نمازیں پڑھی تھیں، انھیں موت نے کیسے دبوچ لیا اور آج وہ اپنی قبروں میں اپنے اعمال کے مرہونِ منت ہیں۔ ان میں سے کوئی جنت کے باغات میں ہے اور کوئی نارِ جہنم کے گڑھوں میں پڑا ہے۔ یقین رکھو کہ تمھیں بھی ان راستوں سے گزرنا ہوگا جن سے گزر کر وہ گئے ہیں اور موت کا پیالہ تمھیں بھی پینا ہی ہوگا۔ تمھیں دنیا کی یہ زندگی اور غرور کہیں اللہ سے پھسلا بہکا نہ دے۔ پہلی امتیں کہاں ہیں؟ پہلی قومیں کہاں گئیں؟ وہ کہاں ہیں جو بڑے بڑے ملکوں اور سلطنتوں کے مالک تھے؟ وہ کہاں ہیں جو بڑے کج کلاہ اور تاج والے تھے؟ ان کی وہ فوجیں اور لشکر کہاں گئے؟ وہ کہاں ہیں جنھوں نے بڑے اموال جمع کیے؟ شجرکاری کی، نہریں جاری کیں، شہر تعمیر کیے؟ وہ کہاں ہیں جو بڑے غنی تھے اور وہ کیا ہوئے جو فقیر وغریب تھے؟ ان سب کو موت آگئی اور انھیں شاہی محلات سے تنگ قبروں میں دھکیل لے گئی؟ انھیں اہل وعیال اور دوست احباب کے حلقے سے اٹھا کر لحد کی مٹی میں لے گئی۔

اس دنیا میں دل نہ لگا لینا، اس کے شر کا کوئی بھروسا ہے نہ یہ اپنا عہد پورا کرتی ہے، اس کا چین و سرور سدا کے لیے ہے اور نہ اس کی آفات کی گنتی کرنا ہی ممکن ہے۔ اس دنیا کی مثال تو ایک دسترخوان جیسی ہے جو ہر ایک کو بہت بھلا لگتا ہے، پھر وہ محض گھر کا صحن ہی رہ جاتا ہے، نئی چیزیں پرانی اور بوسیدہ ہو جاتی ہیں، جوانی ڈھل جاتی ہے اور حالات بدل جاتے ہیں، لہٰذا اس دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھو اور اچھا عمل کرلو۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، و سلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

Marfat.com

عملِ صالح پر ہمیشگی

امام و خطیب: فضیلة الشيخ عبد الباري الثبيتي حفظه الله

حمد و ثنا کے بعد:

میں تمھیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اللہ جل و علا کا فرمان ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ [آل عمران: ۱۰۲]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔''

مبارک ہو، اس شخص کو جسے وقوفِ عرفات کی توفیق ملی، مبارک ہو اس خوش نصیب کو جس نے مشعر الحرام کے پاس آنسوؤں کا نذرانا پیش کیا، مبارک ہو اس انسان کو جس نے سچی دعاؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ہاں پناہ پکڑی، مبارک کے لائق ہے وہ شخص جس نے عرفے کے دن کا روزہ رکھا اور مبارک کے مستحق بن گئے وہ لوگ جنھوں نے گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے اللہ عزوجل سے معافی مانگ لی، کتنے ہی توبہ کرنے والے ہیں، جن کی توبہ قبول ہوگئی اور کتنے ہی بخشش مانگنے والے ہیں، جن کے گناہ مٹا دیے گئے اور کتنے ہی وہ لوگ ہیں جن پر آگ واجب ہوچکی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں پناہ دے کر اس سے دور کر دیا۔

عملِ صالح کے دنیاوی فوائد:

اللہ کے بندو! نیک عمل کا بدلہ آخرت میں تو ملے گا ہی، دنیا میں بھی اس کا کچھ نہ کچھ حصہ ملتا ہے، چنانچہ دنیا میں اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مضبوط حفاظت کی شکل میں ملتا ہے، لہٰذا حدیثِ قدسی میں ارشادِ الٰہی ہے:

Marfat.com

«وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ»[1]

''میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا اتنا قرب حاصل کر لیتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، تو جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہے جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے، اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں، جس کے ساتھ وہ چھوتا ہے، اس کی وہ ٹانگ بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے، پھر اگر وہ مجھ سے مانگے تو بلاشبہہ یقیناً میں اسے عطا کروں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو بے شک میں ضرور اسے پناہ دوں گا۔''

دنیا میں عملِ صالح کی ایک جزا یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے مومنوں کے دلوں میں مودت و محبت پیدا ہوتی ہے، جیسے ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ [مریم: ٩٦]

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، عنقریب ان کے لیے رحمان محبت پیدا کر دے گا۔''

نیک نامی اور اچھی شہرت بھی عملِ صالح کا ایک بدلہ ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا﴾ [العنکبوت: ٢٧]

''اور ہم نے اسے اس کا اجر دنیا میں دیا۔''

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آخرت کی سعادت کے ساتھ ملی ہوئی دنیا کی سعادت عطا فرما دی اور اسی دنیاوی سعادت کے نتیجے میں انھیں دنیا میں خوشگوار اور وسیع رزق نصیب ہوا، کشادہ منزل، شیریں چشمہ، ثنائے جمیل اور اچھی شہرت عطا ہوئی، چنانچہ ہر شخص ابراہیم علیہ السلام سے محبت کرتا ہے اور ان سے دوستی کرتا ہے۔

عملِ صالح کا ایک بدلہ غموں کا دور ہونا بھی ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٥٠٢)

Marfat.com

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾

[الطلاق: ۲، ۳]

''اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔''

اور حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے:

«اِنْطَلَقَ ثَلَاثُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَتّٰى آوَاهُمُ الْمَبِيتُ إِلٰى غَارٍ فَدَخَلُوهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ، فَلَمْ يُنْقِذْهُمْ إِلَّا تَوَسُّلُهُمْ إِلَى اللّٰهِ بِأَعْمَالِهِمُ الصَّالِحَةِ» [1]

''پہلے دور کی بات ہے کہ تین آدمی سفر پر روانہ ہوئے، رات گزارنے کے لیے وہ ایک غار میں داخل ہوئے، پہاڑ کے اوپر سے ایک بھاری پتھر لڑھکتا ہوا آیا اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا، تو انھیں اس مصیبت سے اپنے نیک اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ بنانے نے نجات بخشی۔''

اسلامی بھائیو! خیر و بھلائی کے وہ کام جو تم اپنی آخرت کا ذخیرہ بنا چکے ہو، انھیں تسلسل سے جاری رکھو، عملِ صالح پر ہمیشگی کے ذریعے تم نے جو فضیلت و مقام حاصل کیا ہے، اس کی حرص اور لالچ قائم رکھو اور ان اعمال صالحہ کا پیش خیمہ ان عبادات: نماز، زکات، روزے اور حج کو بناؤ اور یہی عبادات اسلام کے وہ ارکان ہیں، جن میں کاہلی اور سستی کا مظاہرہ کرنا، مطلق طور پر جائز ہے اور نہ ہی انھیں کم اہم اور بے وقعت سمجھنا جائز ہے۔

عملِ صالح کا وسیع دائرہ کار:

عملِ صالح مقرر عبادات اور مخصوص میدانوں میں محدود نہیں ہے، بلکہ یہ ایک وسیع دائرہ کار ہے اور اس کے مفہوم میں بہت زیادہ کام شامل ہیں، چنانچہ جس شخص نے مسجد بنائی یا مدرسے اور سکول کی داغ بیل ڈالی، ہسپتال قائم کیا، یا اس نیت سے کارخانہ اور فیکٹری بنائی، تاکہ امت کی ضروریات پوری ہوں تو یہ تمام کام کر کے اس نے اعمال صالحہ ہی بجا لائے اور اسے ان اعمال پر

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (۲۲۷۲) صحيح مسلم، رقم الحديث (۲۷۴۳)

Marfat.com

اجر وثواب سے نوازا جائے گا۔

جس شخص نے کسی فقیر کی غم خواری کی، کسی یتیم کی کفالت کی، جس نے کسی بیمار کی عیادت کی، کسی ڈوبتے کو بچایا، کسی حاجت مند، مصیبت زدہ کی مدد کی، کسی تنگ دست کو مہلت دی اور کسی گمراہ کی راہنمائی کی تو اس نے ایک عملِ صالح ہی کیا۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ))[1] ''ہر معروف اور نیکی صدقہ ہے۔''

ہر وہ عمل جس سے دوسرے لوگ فائدہ اٹھائیں تو اس عمل کو سرانجام دینے والے کو اس پر اجر وثواب ملتا ہے اور اس کا وہ عمل اعمال صالحہ میں سے شمار ہوتا ہے۔ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک بھی عملِ صالح ہے، دیکھو تو! ایک آدمی نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلا دیا، اللہ عزوجل نے اس کے اس معمولی عمل کی قدر کرتے ہوئے اسے بخش دیا۔[2] تنگ دستوں کو مہلت دینا اور ان سے بوجھ ہلکا کرنا بھی عملِ صالح ہے۔ درخت لگانا اور لوگوں کے راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا بھی ایک نیک عمل ہے۔ سچی نیت کے ساتھ معاشرے کی عام خدمت کرنا اور عام مسلمانوں کی ضروریات کا پاس لحاظ کرنا بھی اعمالِ صالحہ میں شمار ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلٰى ظَهْرِ طَرِيْقٍ فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَأُنَحِّيَنَّ هٰذَا عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ لَا يُؤْذِيْهِمْ، فَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ))[3]

''ایک آدمی راستے میں رکاوٹ بننے والی ایک درخت کی شاخ کے پاس سے گزرا تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! بلاشبہہ میں ضرور اسے مسلمانوں سے دور کروں گا تاکہ وہ انھیں تکلیف نہ پہنچائے تو وہ (اس عملِ صالح پر) جنت میں داخل کر دیا گیا۔''

آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے:

((اَلْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً)) ''ایمان کے ستر سے اوپر شعبے اور درجے ہیں۔''

نیز اسی حدیث میں ہے:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٠٢١)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٧٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٤٤)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٤٧٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٩١٤)

Marfat.com

«أَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ»[1]

''(ایمان کا) کم از کم درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ہے۔''

کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جانو:

انسان پر لازم ہے کہ وہ کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھے، خیر و بھلائی کا کام خواہ چھوٹا ہی ہو، اسے حقیر نہ جانے۔ اللہ رحیم و کریم تو ذرے کے برابر نیکی پر بھی اجر و ثواب عطا کرتا ہے، چنانچہ اس کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾ [الزلزال: ٧]

''تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا، اسے دیکھ لے گا۔''

اور حدیث میں آیا ہے:

«لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ»[2]

''نیکی کے کسی کام کو ہرگز حقیر اور چھوٹا نہ سمجھو اگرچہ وہ عمل اپنے (مسلمان) بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔''

عاجز و درماندہ شخص کا عملِ صالح:

جب کسی شخص کو تنگ دستی عاجز و درماندہ کر دے، درآنحالیکہ وہ عملِ صالح کا بہت خواہش مند اور مشتاق ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کی وسعت اور طاقت کے مطابق خیر کے راستے کھول دے گا اور اسے بھلائی کے میدانوں میں اتار دے گا۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ، قَالُوا: يَا نَبِيَّ اللهِ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ؟! قَالَ: يَعْمَلُ بِيَدِهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ، قَالُوا: فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ؟! قَالَ: يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفِ، قَالُوا: فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ؟! قَالَ: فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ، وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ»[3]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٥)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٢٦)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٤٤٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠٠٨)

Marfat.com

''ہر مسلمان پر صدقہ کرنا واجب ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا نبی اللہ ﷺ! جو شخص استطاعت نہ رکھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے اور اس سے اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے، انھوں نے پھر دریافت کیا: اگر وہ اس کی بھی طاقت نہ رکھے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کسی شکستہ دل حاجت مند کی مدد کرے۔ انھوں نے پھر سوال کیا: اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ نیکی کرے اور گناہ سے رک جائے، اس کے لیے یہی صدقہ ہے۔''

عملِ صالح کا وسیع دائرہ کار:

ہر شخص جو امت کی فلاح اور بہتری کے لیے جو مشن سر انجام دے رہا ہے، وہ عملِ صالح ہی تو کر رہا ہے۔ مصنف اور لکھاری اپنے اصلاح کرنے والے قلم کے ساتھ، طبیب اور ڈاکٹر اپنی نفع مند ادویات کے ساتھ، محقق اپنے میدان میں، کسان اپنی زراعت میں، معلم و مدرس اپنے طلبہ کے سامنے کھڑا ہو کر اور وہ مسئول و ذمہ دار جو اس امانت کو ادا کر رہا ہو، جس کا اسے امین و ذمہ دار بنایا گیا ہے، الغرض یہ سارے ہی لوگ دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور ان کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔

عملِ صالح میں مستقل مزاجی:

برادرانِ اسلام! مسلسل عملِ صالح بجا لانا اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ اعمال میں سے ہے، جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ارشادِ الٰہی ہے:

«وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْئٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ» [1]

''اور میرا بندہ کسی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل نہیں کر سکتا جو چیز مجھے اس عمل سے زیادہ پسند ہو جو میں نے اس پر فرض کیا ہے۔''

خود رسول اللہ ﷺ کی سیرت و طریقہ بھی اعمال صالحہ پر مداومت و ہمیشگی کرنا تھا، چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

« كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا أَثْبَتَهُ، وَكَانَ إِذَا نَامَ مِنَ اللَّيْلِ أَوْ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٥٠٢)

Marfat.com

مَرِضَ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً»[1]

''رسول اللہ ﷺ جب کوئی عمل کرتے تو اس پر مداومت وہیشگی کرتے، جب آپ ﷺ رات کی نماز سے سوئے رہ جاتے یا بیمار پڑ جاتے تو اس کے بدلے دن کے وقت بارہ رکعت نماز ادا فرماتے۔''

مداومت کے فوائد وثمرات:

اللہ کے بندو! اعمالِ صالحہ کی پابندی کرنا اور انھیں برقرار رکھنا یعنی دل کا اپنے خالق کے ساتھ تعلق اور رشتہ جوڑ کر رکھنا، یہ ان اعمال میں سے ہے جو انسان کو قوت، ثبات اور اللہ عزوجل کے ساتھ تعلق جیسی نعمت سے نوازتا ہے۔ بعض اہلِ علم نے پابندیِ اعمال کے اس اثر کو ان حکمتوں میں شمار کیا ہے، جن کی وجہ سے مطلق اور بعض احوال کے ساتھ مقید اذکار کو مشروع قرار دیا گیا ہے۔

اعمالِ صالحہ کی پابندی کرنے کے ساتھ انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت ثابت ہوجاتی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ [البقرة: ٢٢٢]

''بے شک اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اور ان سے محبت کرتا ہے جو بہت پاک رہنے والے ہیں۔''

عملِ صالح کا تسلسل سختیوں سے نجات کا ایک سبب ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«يَا غُلَامُ! إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، تَعَرَّفْ إِلَيْهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ»[2]

''اے لڑکے! بے شک میں تجھے چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں، اللہ (کے احکام) کی حفاظت کر، اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے گا، اللہ (کے دین) کی حفاظت کرتو (مشکل کی ہر گھڑی میں) اُسے اپنے سامنے پائے گا، خوشحالی میں اسے اپنی واقفیت کرا تو سختی کے

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٧٤٦)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٦١٥)

Marfat.com

دنوں میں وہ تیری دیکھ بھال کرے گا۔‘‘

اعمال صالحہ کی پابندی انسان کو بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ﴾ [العنكبوت: ٤٥]

’’اس کی تلاوت کر جو کتاب میں سے تیری طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کر، بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔‘‘

عملِ صالح کو برقرار رکھنا خطائیں اور گناہ مٹانے کا ایک سبب اور ذریعہ ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا، هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهِ شَيْئٌ؟! قَالُوا: لَا، قَالَ: فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا »[1]

’’تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر نہر بہتی ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس میں غسل کرتا ہو تو کیا اس پر کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازوں کی یہی مثال ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہ مٹا دیتا ہے۔‘‘

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ »[1]

’’جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ ’’سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ‘‘ (اللہ پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ) پڑھا تو اس کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔‘‘

عملِ صالح کی پابندی اور تسلسل انسان کے حسنِ خاتمہ کا باعث بنتا ہے، وہ اس طرح کہ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٢٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٦٦٧)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٤٠٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٩١)

Marfat.com

بلاشبہ مومن جس طرح نافرمانیوں اور برائیوں سے رک کر صبر کرتا ہے، اسی طرح وہ اللہ عزوجل سے اجر وثواب کی امید باندھتے ہوئے اطاعات بجا لا کر صبر کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس پر اس کا دل مضبوط ہو جاتا ہے اور وہ خیر و بھلائی کے کاموں پر عزم بالجزم کر لیتا ہے، چنانچہ وہ نیکی کے ان کاموں کو بجا لانے اور گناہوں سے رکنے میں اپنے نفس سے مجاہدہ کرتا ہی رہتا ہے، حتی کہ اللہ تعالیٰ اسے حسن خاتمہ کی توفیق دے دیتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ [إبراهيم: ٢٧]

''اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے، پختہ بات کے ساتھ خوب قائم رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔''

نیز ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [العنكبوت: ٦٩]

''اور وہ لوگ جنھوں نے ہمارے بارے میں پوری کوشش کی، ہم ضرور ہی انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بلاشبہ اللہ یقیناً نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اعمالِ صالحہ پر مداومت و ہمیشگی اختیار کرنا حسابِ آخرت میں آسانی اور اللہ تعالیٰ کے اپنے بندے سے تجاوز کرنے کا سبب اور باعث بنتی ہے۔ سیدنا حذیفہ اور ابو مسعود رضی اللہ عنہما ایک جگہ اکٹھے ہوئے تو سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

«رَجُلٌ لَقِيَ رَبَّهُ فَقَالَ: مَا عَمِلْتَ؟ قَالَ: مَا عَمِلْتُ مِنَ الْخَيْرِ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ رَجُلًا ذَا مَالٍ فَكُنْتُ أُطَالِبُ بِهِ النَّاسَ، فَكُنْتُ أَقْبَلُ الْمَيْسُوْرَ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمَعْسُوْرِ، فَقَالَ: تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِيْ»[1]

''(قیامت کے دن) ایک آدمی اپنے رب تعالیٰ سے ملا تو اس نے پوچھا: (اے میرے بندے!) تونے (دنیا میں) کیا عمل کیا؟ اس نے کہا: میں نے کوئی بھلا کام تو نہیں کیا،

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٠٧٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٥٦٠)

Marfat.com

سوائے اس کے کہ میں ایک مال دار آدمی تھا تو میں جب لوگوں سے اپنے مال کا مطالبہ کرتا تو جتنا وہ آسانی سے دے پاتے، اتنا لے لیتا اور جتنا ان پر مشکل ہوتا، اسے معاف کر دیتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے میرے فرشتو!) میرے بندے سے درگزر کرو۔"

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی فرماتے سنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسے اس وجہ سے معاف کر دیا کہ وہ تسلسل کے ساتھ اللہ کے بندوں سے درگزر کرتا تھا۔

عملِ صالح کی پابندی انسان کو اس دن اللہ عزوجل کے عرش کا سایہ دلانے کا باعث بنے گی، جس دن اس کے سایے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ امام بخاری ـرحمه الله الباري۔ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ»[1]

"(قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سات قسم کے آدمیوں کو اپنے سایے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سایے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: ① عادل امام، ② وہ نوجوان جو اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں لگا رہا، ③ وہ آدمی جس کا دل مساجد کے ساتھ وابستہ ہے، ④ وہ دو آدمی جو اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اسی بنا پر ملتے اور اسی پر جدا ہوتے ہیں، ⑤ وہ آدمی جسے منصب و جمال والی عورت نے گناہ کی دعوت دی، مگر اس شخص نے کہا: بلاشبہہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، ⑥ وہ آدمی جس نے اتنا مخفی صدقہ کیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی کچھ خبر نہ ہوئی کہ اس کا دایاں ہاتھ کیا خرچ کر رہا ہے، ⑦ وہ آدمی جسے تنہائی میں اللہ کی یاد آئی تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔"

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٦٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠٣١)

Marfat.com

اعمالِ صالحہ کی درجہ بندی:

برادرانِ اسلام! اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمالِ صالحہ کے درجات میں بہت زیادہ فرق ہے، ایمان کے بعد ان کے اعلیٰ درجات میں سے فرائض کو ادا کرنے اور محارم سے اجتناب کرنا ہے اور اعمالِ صالحہ کے ادنیٰ درجات میں سے کلمہ طیبہ اور راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے، حدیث میں آتا ہے:

«اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ»①

''محارم سے اجتناب کرو تم لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔''

بعض سلف کا کہنا ہے: ''اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں میں سے ایک ذرے کے برابر کوئی چیز ترک کر دینا عبادت کے بلند ڈھیروں سے بہتر ہے۔''

جنت کا داخلہ اعمالِ صالحہ سے نہیں رحمتِ الٰہی سے ہے:

اللہ تعالیٰ انسان کو جتنے بھی نیک اعمال کرنے کی توفیق دے دے، بہر حال وہ اس حد کو پہنچنے والے نہیں ہیں کہ وہ ان کے ذریعے اس جنت میں داخل ہونے کے قابل بن جائے، جس جنت کی چوڑائی آسمانوں و زمین کے برابر ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بخت بندوں کو محض اپنی رحمت، فضل، احسان اور جود و کرم کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

« سَدِّدُوا وَقَارِبُوا، فَإِنَّهُ لَا يُدْخِلُ أَحَدَانِ الْجَنَّةَ عَمَلُهُ، قَالُوا: وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟! قَالَ: وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّرَحْمَةٍ»②

''درستی کے ساتھ عمل کرتے رہو، میانہ روی اختیار کرو، بلاشبہ کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ مجھے ڈھانپ لے۔''

اعمالِ صالحہ کا اخروی بدلہ:

اللہ کے بندو! آخرت میں عملِ صالح کی جزا عظیم الشان نعمتیں اور دائمی اجر و ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ

① سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٣٠٥)

② صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٤٦٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨١٨)

Marfat.com

نے ہیشگی کے گھر جنت میں مومنین اور صالحین کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی بشر کے دل میں اس کا خیال بھی نہیں گزرا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ [البقرة: ۲۵]

"اور ان لوگوں کو خوش خبری دے دے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے کہ بے شک ان کے لیے ایسے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، جب کبھی ان سے کوئی پھل انھیں کھانے کے لیے دیا جائے گا، کہیں گے یہ تو وہی ہے جو اس سے پہلے ہمیں دیا گیا تھا اور وہ انھیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا اور ان کے لیے ان میں نہایت پاک صاف بیویاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔"

نیز فرمایا ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى﴾ [طٰهٰ: ۷۵، ۷۶]

"اور جو اس کے پاس مومن بن کر آئے گا کہ اس نے اچھے اعمال کیے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں، جن کے لیے سب سے بلند درجے ہیں۔ ہیشگی کے باغات، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے، اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔"

جن اعمال کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے:

اللہ کے بندو! میں تمھیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ انسان ایک طویل زندگی بسر کرتا ہے، اس حیاتِ فانی کے دوران وہ بہت سے نیک اعمال بجا لاتا ہے، پھر جب وہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال درج کیے جانے والے رجسٹر لپیٹ دیے جاتے ہیں، اب وہ اپنی ان نیکیوں میں کسی اضافے اور اپنے گناہوں میں کسی کمی کی طاقت نہیں رکھتا، الا یہ کہ اس نے کچھ ایسے اعمال سر انجام دیے ہوں، جن کے اثرات اس کی موت کے بعد بھی باقی رہیں تو ان اثرات کی وجہ سے اس کی نیکیوں میں تجدید و اضافہ ہوتا رہتا ہے، جیسے اس نے علم کی تعلیم

Marfat.com

دی، یا کوئی کتاب تصنیف کی یا اس نے مسجد یا مدرسے یا ہسپتال وغیرہ کی عمارت تعمیر کروائی، اس مضمون کو بیان کرنے والی روایت امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ، إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ»[1]

''جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو تین کاموں کے سوا اس کا اعمال کا سلسلہ بند ہوجاتا ہے، وہ تین کام یہ ہیں: ① صدقہ جاریہ، ② وہ علم جس سے استفادہ کیا جائے، ③ اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ، عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ، وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ، وَمُصْحَفًا وَرَّثَهُ، أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ، أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ، أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ، أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ، يَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ»[2]

''بلاشبہ مومن کو اس کی وفات کے بعد نیک اعمال پہنچتے ہیں، ان میں سے یہ بھی ہیں: وہ علم جس کی تعلیم دی اور اسے پھیلایا، نیک اولاد جو پیچھے چھوڑی، قرآن مجید کا نسخہ جو وراثت میں چھوڑا، مسجد جو اس نے تعمیر کی، مسافر خانہ جو اس نے قائم کیا، نہر جو اس نے جاری کی یا صدقہ جو اس نے اپنی زندگی میں صحت و تندرستی کی حالت میں نکالا، ان سب چیزوں کا اجر و ثواب اس کی موت کے بعد اسے ملتا رہتا ہے۔''

---

① صحيح مسلم، رقم الحديث (١٦٣١)

② سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٤٢)

Marfat.com

حج کے بعد ہمارا طرزِ عمل

امام و خطیب: فضیلة الشیخ صلاح البدیر حفظه الله

حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، کیوں کہ اس کا تقویٰ سب سے زیادہ نفع آور مال ہے اور اس کی معصیت و نافرمانی سے بچو، کیونکہ جس نے احکامِ الٰہیہ میں کوتاہی برتی وہ ناکام و نامراد ہوگیا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ﴾

[الأحزاب: ۷۰، ۷۱]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سیدھی بات کہو، وہ تمھارے لیے تمھارے اعمال کی اصلاح کردے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا، جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ عظیم کامیابی پا گیا۔''

شرفِ عبودیت:

مسلمانو! بندے کا اپنے رب کی عبادت کرنا، اس کے خشوع و خضوع کی علامت، اس کے صدق کی دلیل، اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا عنوان، اس کے لیے شرف اور باعثِ عزت و فخر ہے۔ عبودیت و بندگی بلند ترین مقام اور اعلیٰ ترین مقصد و غایت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تمام مراتب و مقامات کو چھوڑ کر اسی مقامِ عبودیت کو اختیار فرمایا تھا، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر بیٹھے تو آسمان کی طرف نگاہ کی، دیکھا کہ ایک فرشتہ نازل ہو رہا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:

''جب سے یہ فرشتہ پیدا کیا گیا ہے، یہ کبھی زمین پر نازل نہیں کیا گیا۔''

Marfat.com

جب وہ فرشتہ آیا تو کہنے لگا:

''اے محمد ﷺ! مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس بھیجا ہے (اور پوچھا ہے کہ) آپ کو بادشاہ نبی بننا پسند ہے یا بندہ رسول؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں: ''اے محمد ﷺ! اللہ کے سامنے تواضع سے کام لیں۔''

تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«بَلْ عَبْدًا رَّسُوْلًا»[1] ''میں بندہ رسول بننا پسند کرتا ہوں۔''

حج... ایک عظیم عبادت:

مسلمانو! گذشتہ چند دنوں کے دوران میں حجاجِ کرام نے ایک عظیم عبادت ادا کی ہے جو قربِ الٰہی حاصل کرنے کا ایک عظیم ذریعہ ہے۔ میقات پر پہنچ کر انھوں نے اللہ کے لیے سلے ہوئے کپڑے اتار دیے اور میدانِ عرفات میں انکے رخسار توبہ کے آنسوؤں سے تر ہوگئے، وہ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر شرمندہ تھے، تمام زبانوں میں ہر آواز ہی اللہ کے سامنے اپنے فقر و ناداری کا اظہار کر رہی تھی۔ پھر میدانِ عرفات سے لوگ رات گزارنے کے لیے مزدلفہ پہنچ گئے اور دن چڑھنے پر لوگ وہاں سے جمرات کی رمی کے لیے روانہ ہوگئے۔ رمی کے بعد انھوں نے کعبہ شریف کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی بھی کی اور زندگی کے عمدہ ترین سفرِ حج کے دوران میں یہ سب عبادات بجا لائیں، جبکہ یہ سفر سب سے زیادہ پر لطف سیر و سیاحت بھی تھا۔ اس کے بعد حجاج کرام اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کو پا کر خوشی خوشی واپس لوٹ آئے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ [يونس: ٥٨]

''کہہ دیجیے کہ یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ چیز اس نے بھیجی، اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہیے، یہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جنھیں لوگ سمیٹ رہے ہیں۔''

یہ ساری دنیا سے بہتر ہے اور اس کی تمام دولتوں اور مال و متاع سے بھی بہتر ہے جو محض خواب و خیال ہے اور اس کا انجام زوال ہے، پھر دنیا کا یہ مالِ قلیل آفات کا نشانہ ہے۔ حجاجِ کرام کو ان کا حج مبارک ہو، عبادت گزاروں کو ان کی عبادت اور محنت و کوشش مبارک ہو، انھیں اپنے

[1] مسند أحمد (٢/٢٣١)

Marfat.com

بارے میں نبی مکرم ﷺ کا یہ ارشاد بھی مبارک ہو جو آپ ﷺ اپنے رب سے بیان کرتے ہیں:

« إِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِذَا تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَإِذَا أَتَانِي مَشْيًا أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً »[1]

''جب میرا بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ (بازو) جتنا بڑھتا ہوں اور جب وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر بڑھ کر آتا ہوں اور اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف آتا ہوں۔''

شکرانِ نعمت:

بیت اللہ کے حج سے شرف یاب ہونے والو! اللہ کے احسانات پر اس کا شکر کرو اور اس کی نعمتوں اور عطاؤں پر اس کی حمد و ثنا بیان کرو۔ اس نے تمھیں بے حساب دیا، لا انتہا عطاؤں سے نوازا اور اپنے فضل و کرم کی انتہا کر دی۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ﴾ [النحل: ٥٣]

''جو نعمتیں تمھیں حاصل ہیں، یہ سب اللہ ہی کی دین ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [النحل: ١٨]

''اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو گے تو نہ کر پاؤ گے، بے شک اللہ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔''

حجاجِ کرام! اللہ تعالیٰ سے اچھی چیز کے حصول کا حسنِ ظن رکھو، اس کی خیرات کی امید رکھو، اپنے حج کے قبول ہونے کی اللہ سے قوی امید رکھو اور سابقہ گناہوں کی مغفرت و بخشش کی توقع رکھو۔ ایک حدیثِ قدسی میں ارشادِ الٰہی ہے:

« أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي »[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٥٣٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٧٥)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧٤٠٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٧٥)

Marfat.com

"میں اپنے بندے کے اپنے بارے میں کیے گئے ظن وگمان کے مطابق ہی پورا اترنے والا ہوں۔"

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی وفات سے تین دن پہلے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

«لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ»[1]

"تم میں سے کوئی شخص بے یقینی کی حالت میں نہ مرے بلکہ اللہ سے مکمل حسن ظن ہونا چاہیے۔"

مستدرک حاکم میں مروی ہے:

«حُسْنُ الظَّنِّ بِاللّٰهِ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ»[2]

"اللہ کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا بھی حسنِ عبادت ہے۔"

عبادات کا تحفظ:

مسلمانو! بیت العتیق کا حج کرنے والو! تم دور دراز سے آئے ہو اور ہر طرف سے آپ لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی اعلان پر لبیک کہا ہے۔ اب آپ لوگ حج وعمرہ جیسی عبادت مکمل کر چکے ہیں اور مناسک وشعائر ادا کر کے فارغ ہوگئے۔ اب آپ لوگ اپنے اپنے وطن لوٹنے کی تیاری کر رہے ہیں، اس عظیم فریضے کو ادا کر کے اور ان سب مشقتوں کو اٹھانے کے بعد اب آپ کو اپنے اس عمل کا تحفظ بھی کرنا ہوگا، ورنہ یہ سب کچھ ضائع ہوجائے گا، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا ﴾ [النحل: ٩٢]

"تم اس عورت کی طرح نہ ہوجاؤ جس نے اپنی محنت سے خوب مضبوط سوت کات لینے کے بعد اسے توڑ کر ریشہ ریشہ کردیا۔"

وہ عورت احمق ہے، بے عقل اور کوڑ مغز ہے جو صبح وشام محنت کر کے اون کاتے اور جب وہ خوب مضبوط دھاگے کی شکل میں تیار ہو جائے تو اسے ریشہ ریشہ کردے اور تیار ہو چکنے کے بعد اسے کاٹ دے اور اپنی محنت سے تھکاوٹ ومشقت کے سوا کوئی فائدہ نہ اٹھائے۔ خبردار! تم بھی اس

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٧٧)

[2] مسند أحمد (٢/ ٣٩٧) سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٩٩٣)

Marfat.com

عورت کی طرح نہ ہو جانا کہ اپنے ہی ہاتھوں سے نیکیوں کی تعمیر کردہ عمارت کو مسمار کرنے لگ جاؤ اور اپنے جمع کردہ اعمال کو برباد کرلو اور اپنے ہاتھوں سے اس کو توڑ دو۔

نئے صفحۂ حیات کا آغاز:

حجاجِ بیت العتیق! آپ لوگوں نے اب اپنی زندگی کے ایک نئے صفحے کا آغاز کیا ہے، جو گناہوں سے پاک و صاف ہے۔ حج کرلینے کے بعد آپ نے پاک و صاف لباس پہن لیا ہے، اب رسوا کن افعال، تباہ کن حرکات اور برے اعمال سے بچ کر رہنا۔ وہ نیکی کتنی ہی اچھی ہوتی ہے جس کے پیچھے بھی نیکی ہی لگائی جائے۔ نیکی کے بعد برائی میں لگ جانا کتنا برا کام ہے۔ مسلمانو! حجِ مبرور اور حجِ مقبول کی کچھ علامتیں اور نشانیاں ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: حجِ مبرور کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: ''تم حج کے بعد دنیا سے بے رغبت اور آخرت میں دلچسپی لینے والے بن کر لوٹو۔'' آپ کے لیے ضروری ہے کہ آپ کا حج آپ کو ہلاکت کے مقامات سے بچانے والا بن جائے، ایسے ہی وہ آپ کے لیے مزید اعمالِ صالحہ کا باعث بنے اور یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ مومن کے لیے موت آنے تک عملِ صالح کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

مسلمانو! کیا ہی خوب ہو کہ حاجی حج کرکے اپنے اہل و عیال اور وطن کی طرف لوٹے تو وہ پہلے سے اچھے اخلاق و عقل اور سلوک و کردار والا ہو، اس میں تمام پسندیدہ عادات پیدا ہو چکی ہوں۔ وہ جب واپس لوٹے تو اپنے گھر والوں کے لیے حسن معاملہ والا ہو، اپنے بچوں کے لیے کریمانہ عادات والا ہو، پاک دل اور منہج حق و عدل کا پیرو کار ہو، اس کے ظاہر کی نسبت اس کے باطن میں خیر و بھلائی زیادہ ہو اور اس کے ظاہر سے اس کا باطن زیادہ خوبصورت ہو، جو شخص ان صفات کا مالک ہو کر حج سے واپس لوٹا، اس نے حقیقی معنوں میں حج، اس کے اسرار اور دروس و آثار سے استفادہ کیا۔

توحید اور حقوقِ الٰہی:

مسلمانو! حاجی کے تلبیہ شروع کرنے سے لے کر حج کے تمام مناسک و اعمال مکمل کرنے تک اس کا ہر ہر عمل اسے اللہ کا پتا دیتا ہے، اس کے حقوق کی یاد تازہ کرتا اور اس کی الوہیت کے خصائص بیان کرتا اور بتاتا ہے کہ اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں۔ ہر ہر عمل اسے یہ بتاتا اور یاد دلاتا ہے کہ وہ یکتا و تنہا ہے جس کے سپرد ہم نے اپنے نفس کو کرنا ہے اور جس کی طرف رخ کرنا ہے، وہ بے

Marfat.com

نیاز ہے جو ساری مخلوقات کی تمام ضرورتیں پوری کرتا ہے، ناپسندیدہ چیزوں سے انھیں اپنی پناہ دیتا ہے اور مشکلات و مصائب کے وقت ان کی مدد کرتا ہے، اس کے بعد کسی حاجی کے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ان عبادات اور حقوق اللہ یعنی استعانت و مدد طلبی، ذبح و قربانی اور نذر وغیرہ کسی غیر اللہ کے لیے بجا لائے؟ جو شخص حج کر کے بھی ایسے شرکیہ افعال اور قبیح اعمال سے باز نہیں آتا اس کا حج بھی کیا ہے؟

ضعیف الاعتقادی:

مسلمانو! اس شخص کا حج کیا ہے جو واپس لوٹ کر شعبدہ بازوں اور جادوگروں کے پاس جاتا ہے اور فال نکالنے، ستارہ شناسی کرنے اور علمِ نجوم کا دعوی کرنے والوں کے پاس جا نکلتا ہے؟ درختوں سے تبرک حاصل کرتا پھرتا ہے؟ پتھروں کو چھوتا اور تعویذ گنڈے کرواتا اور باندھتا ہے؟

مسلمانو! اس شخص پر حج کا کیا اثر ہوا جو حج کے بعد آ کر نمازوں کو ضائع کرتا ہے؟ زکات ادا نہیں کرتا؟ سود خوری و رشوت ستانی کرتا ہے؟ منشیات بیچتا اور استعمال کرتا ہے؟ قطع رحمی کرتا اور ہلاکت خیز گناہوں کا ارتکاب کرتا پھرتا ہے؟

حجاج بیت اللہ مسلمانو! جنھوں نے دورانِ حج احرام کی پابندیوں کو نبھایا! بعض پابندیاں ہمیشہ کے لیے بھی ہیں، جو سالہا سال اور عمر بھر کے لیے ہیں، ان کی خلاف ورزی کرنے سے بلکہ ان کے نزدیک آنے سے بھی بچو، کیونکہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ [البقرۃ: ۲۲۹]

''یہ اللہ کی بنائی ہوئی حدود ہیں اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا وہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔''

مغربی افکارِ باطلہ:

مسلمانو! اے وہ شخص جس نے ادائے حج میں اللہ تعالیٰ کی ندا پر لبیک کہا! اب تم کسی ایسی دعوت، اصول، مذہب یا ندا پر کیسے لبیک کہو گے جو اللہ کے دین اور اس کی شریعت کے سراسر منافی ہے؟ جس نے حج میں ندائے الٰہی پر لبیک کہا، وہ اب شریعتِ الٰہیہ کے سوا کسی دوسرے قانون سے کیسے فیصلے کروائے گا؟ اللہ کے سوا کسی دوسرے کے حکم کی اطاعت کیسے کرے گا؟ اس کے پیغام کے

Marfat.com

سوا کسی دوسرے پر کیسے رضا مند ہوگا؟ جس نے حج میں اللہ کی آواز پر لبیک کہا، اسے چاہیے کہ باقی تمام جگہوں اور ہر وقت اللہ کے احکام و اوامر پر لبیک کہے، وہ چاہے جہاں بھی جا رہا ہو، تعمیلِ ارشاد میں لمحہ بھر بھی تردّد نہ کرے، بلکہ پورے خشوع وخضوع کے ساتھ سمع و طاعت کا مظاہرہ کرے۔

اللہ کے بندے! اے وہ شخص! جس نے اپنی ساری زندگی ہی معصیت و گناہ میں گزار دی ہے، اے وہ شخص! جس نے خیر وبرکت اور فضل و رحمت کے تمام مواسم و اوقات لہو ولعب اور منکرات میں برباد کر دیے ہیں۔ آپ نے حجاج کرام، عمرہ کرنے والوں اور عبادت گزاروں کے قافلے نہیں دیکھے؟ آپ نے احرام باندھے لوگوں کو تمام ملبوسات فاخرہ سے دست بردار ہوتے نہیں دیکھا؟ کیا آپ نے لوگوں کو دست بہ دعا اور توبہ کے آنسو بہاتے نہیں پایا؟ کیا آپ نے تلبیہ وتکبیر اور لا الٰہ الاّ اللہ کہنے والوں کی آوازیں نہیں سنیں؟ آپ کو کیا ہوگیا ہے کہ آپ پر دنیا کے بہترین دن گزر گئے ہیں، مگر آپ ہیں کہ حرص و ہوا کے پھندے ہی میں جکڑے پڑے ہیں؟!

باز آ، باز آ:

اے شب و روز گناہوں میں لت پت پھرنے والے اور یہ رٹ لگائے جانے والے کہ میں آج یا کل توبہ کرلوں گا! اے وہ شخص! جس کا دل حرص و ہوا، جہالت اور خواہشاتِ نفس میں جکڑا ہوا ہے، اس رات کو یاد کرو، جو تمھیں اکیلے ہی قبر میں گزارنی پڑے گی۔ جب تک تمھارے پاس مہلت ہے، فوری طور پر تائب ہوکر عمل میں لگ جاؤ۔ وقت کی ڈور ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے پہلے تلافیِ مافات کرلو کہ اللہ دن کو اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ رات کو برائی کرنے والا توبہ کرلے اور رات کو بھی ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ دن کو برائی کرنے والا توبہ کرلے۔

استقامت:

اے مسلمان! جس نے شب و روز طرح طرح کی عبادات میں گزارے ہیں۔ اسی راہ پر استقامت اختیار کرلو اور مسلسل عمل کیے جاؤ، کیونکہ آپ مستقل اقامت میں نہیں بلکہ عارضی ٹھکانے یا رہائش میں ہو، نمود ونمائش اور ریاکاری سے بچو، بعض دفعہ کسی معمولی کام کو نیک نیتی عظمت نشان بنا دیتی ہے اور کبھی بہت بڑے کام کو بدنیتی و ریاکاری حقیر و معمولی بنا کر رکھ دیتی ہے۔

بعض سلف صالحین کا کہنا ہے:

Marfat.com

''جسے یہ بات اچھی لگے کہ اس کا عمل تکمیل پذیر ہو، اسے چاہیے کہ وہ اپنی نیت کو صاف کرے۔''

عدمِ قبولیت کا خطرہ:

اس بات کا ڈر بھی دل میں رہنا چاہیے اور یہ دھڑ کا لگا رہنا چاہیے کہ معلوم نہیں میرا عمل قبول بھی ہو گا یا نہیں؟ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا جس میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ [المؤمنون: ٦٠] فَقُلْتُ: أَهُمُ الَّذِيْنَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُوْنَ؟ فَقَالَ: « لَا يَا بِنْتَ الصِّدِّيْقِ، وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ وَ يَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ أَنْ لَا تُقْبَلَ مِنْهُمْ » ﴿أُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ﴾ [المومنون: ٦١] ⓵

''اور وہ لوگ جن کا یہ حال ہے کہ وہ دیتے ہیں اور جو کچھ بھی دیتے ہیں اور ان کے دل (عدمِ قبولیت کے خیال سے) کانپتے رہتے ہیں۔'' میں نے عرض کی: کیا ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو شراب پیتے اور چوری کرتے ہیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے صدیق (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی! نہیں، بلکہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں اور ساتھ ہی وہ اس بات سے بھی ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو ہمارے یہ اعمال قبول نہ ہوں۔'' (اور پھر یہ آیت پڑھی، جس میں ارشادِ الٰہی ہے): ''یہی وہ لوگ ہیں جو خیر و بر کے کاموں میں جلدی کرتے اور ان میں سبقت لے جاتے ہیں۔''

اللہ والو! ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ذہن میں رکھو:

﴿ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ [المائدة: ٢٧]

''اللہ اہلِ تقویٰ ہی سے عمل قبول کرتا ہے۔''

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اس کا تقویٰ اس دنیا میں بہترین زادِ راہ ہے اور آخرت میں

⓵ سنن الترمذي، رقم الحديث (٣١٧٥) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤١٩٨)

Marfat.com

اچھے انجام کا ضامن ہے۔ یہ بات خوب سمجھ لو کہ یہ دنیا کھیل کا میدان ہے۔ جو لوگ نیکیوں میں سبقت لے گئے وہ فوز و فلاح پا گئے اور جو لوگ پیچھے رہ گئے وہ ناکام ہو گئے۔ اللہ اس بندے پر رحم کرے، جو دیکھے تو گہری نظر سے فکر کرے اور جب فکر کرے تو اس سے عبرت حاصل کرے اور تکلیف آئے تو صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے اور حق پر صبر صرف وہی کرتا ہے، جو اس کی فضیلت اور آخرت میں اس کے اجر و ثواب کی امید رکھتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ [هود: ٤٩] ''یقیناً اچھا انجام تو اہلِ تقویٰ کے لیے ہے۔''

اللہ کے بندو! تم دنیا میں موت کا نشانہ اور بلاؤں کا ٹھکانہ ہو۔ سلف کے رخصت ہونے کے بعد اب تم خلف ہو، کل تم چلے جاو گے اور بعد میں آنے والوں کے سلف بن جاو گے۔ اپنی عمر اور زندگی کے زمانے کو غنیمت سمجھیں، اپنے نفس کے ساتھ محنت کریں، کیوں کہ محنت ہی عبادت گزاروں کا مال ہے۔ یہی دنیا سے بے رغبت زاہدوں کا راس المال ہے، اس پر نفوس کی صلاح و اصلاح کا دار و مدار ہے۔ صبح و شام اور اندھیرے میں کچھ وقت عمل کرتے رہو، میانہ روی اپناؤ، تم با سلامت منزل تک پہنچ جاو گے۔

زائرینِ مدینہ سے:

مسلمانو! جنھوں نے حج ادا کر لیا ہے اور اب مدینہ طیبہ میں پہنچ گئے ہو۔ مدینہ منورہ کی سر زمین میں رہتے ہوئے، یہ بات ذہن سے غائب نہ ہونے پائے کہ یہ وہ سرزمین ہے جس پر پوری کائنات کے اشرف ترین شخص کے قدموں کی شوخی پا نمایاں ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں سرورِ کونین ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ کا ایک حصہ گزارا، آپ ﷺ کی سنتوں کا علم حاصل کرنے کی کوشش کریں، آپ ﷺ کی سیرت پڑھیں اور سیکھیں، آپ ﷺ کے منہج و طریقے پر چلیں، آپ ﷺ کی شریعت پر عمل کریں اور آپ ﷺ کے منہاجِ نبوت کی پیروی کریں، اللہ سے مدد طلب کیے بغیر یہ مقصود حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [آل عمران: ١٠١]
''جس نے اللہ سے لو لگائی، وہ صراطِ مستقیم کی ہدایت پا گیا۔''

حجاجِ بیت اللہ! یہ حج آپ کی پہلی فتح، آپ کی فجرِ عمل کا سپیدہ، صبح کا نور، ولادت کی ابتدا

Marfat.com

اور آپ کے صدقِ ارادہ کا عنوان ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے حج اور کوشش کو شرفِ قبولیت سے نوازے، اللہ ہمارے اور آپ کے لیے یہ دن تادیر بار بار لائے اور امتِ اسلامیہ کو عزت و شرف، رفعت و سرداری اور نصرت و اقتدار عطا فرمائے۔ اے اللہ! حجاج کرام سے ان کا حج اور سعی قبول فرما، ان کے حج کو حجِ مبرور بنا، ان کی سعی کو سعیِ مشکور بنا اور ان کے گناہوں کو معاف فرما۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، و سلام على المرسلين، والحمد للّٰه رب العالمين.

Marfat.com

اساسِ دین... عقیدۂ توحید

امام و خطیب: فضیلة الشیخ **عبد المحسن القاسم** حفظه الله

حمد و ثنا کے بعد:

مسلمانو! ہم پر اللہ نے یہ احسان فرمایا ہے کہ اس نے ہمیں وہ دین دیا ہے جو فطرتِ قویم اور عقلِ سلیم کے عین مطابق ہر زمان و مکان کے لیے مناسب اور علم و عمل، قول و عبادت اور اعتقاد کا جامع ہے، اللہ تعالیٰ اس دین کے سوا تمام مخلوقات سے دوسرا کوئی دین قبول نہیں کرے گا، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ مَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [آل عمران: ٨٥]

''جس نے اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو اختیار کیا، اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا۔''

کلمہ توحید کی فضیلت:

اسلام میں ایک کلمہ ایسا ہے کہ جس نے صدقِ دل سے وہ کہہ دیا اور اس کے تقاضوں پر عمل کر لیا اور اس میں صرف رضائے الٰہی کو اپنا مطلوب و مقصود بنایا، وہ بلا حساب اور بلا عذاب جنت میں داخل ہو جائے گا، وہ کلمہ ہے: ''لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے) یہ سب سے پیارا کلام، سب سے افضل عمل اور ایمان کی سب سے اونچی شاخ ہے۔ جس نے حقیقی طور پر یہ کلمہ کہہ دیا، وہ دین کی اعلیٰ منزل تک ترقی کر گیا۔ اسلام میں داخل ہونے اور مسلمان رہنے کے لیے صرف یہ کلمہ کہہ دینا ہی کافی نہیں، بلکہ مسلمان کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس کلمے کا معنیٰ جانتا ہو، اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہو کر شرک کی عملی و قولی نفی کرے اور توحیدِ الٰہی کا عملی ثبوت دے، وہ اس کلمے کے مضمون اور تقاضوں کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھے۔

Marfat.com

مشکل کشا، حاجت روا اور مددگار صرف اللہ ہے:

ایمان وعقیدے میں سچا مسلمان ہر موڑ پر اللہ کا مطیع فرماں ہوتا ہے، وہ اپنی حاجتیں صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی بیان کرتا ہے اور اپنی مشکلات کا حل صرف اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [الأنعام: ۱۷]

''اگر اللہ تمھیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو تمھیں اس نقصان سے بچا سکے اور اگر وہ تمھیں بھلائی دینا چاہے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

صرف ایک اللہ کو پکارنا افضل عبادات میں سے ایک جلیل القدر عبادت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

« لَيْسَ شَيْئٌ أَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ »[1]

''اللہ تعالیٰ کو دعا سے بڑھ کر پیاری چیز اور کوئی نہیں۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ''دعا افضل عبادت ہے۔''[2]

جب آپ مشکلات و حادثات میں مبتلا ہو جائیں اور تمام دروازے اور راستے آپ کے سامنے بند ہو جائیں تو اس عظمت والے رب کو پکارو۔ اسے جس نے پکارا اسے وہ عطا کرتا ہے اور جس نے اس کی پناہ مانگی وہ اس کی حمایت کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

« إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ »[3]

''جب سوال کرو تو صرف اسی سے کرو اور جب مدد طلب کرو تو صرف اسی سے مدد مانگو،

---

[1] مسند أحمد (۲/ ۳۶۲) سنن الترمذي، رقم الحديث (۲۳۷۰) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (۳۸۲۹)

[2] المستدرك (۱/ ۴۹۱) السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (۱۵۷۹)

[3] مسند أحمد (۱/ ۲۹۳) سنن الترمذي، رقم الحديث (۲۵۱۶)

Marfat.com

اس بات کو خوب پلے باندھ لو کہ اگر پوری دنیا بھی آپ کو نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو وہ آپ کو نفع نہ پہنچا سکے گی، سوائے اس کے جو اللہ نے آپ کے لیے لکھ رکھا ہے اور اگر پوری دنیا آپ کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو جائے تو وہ تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی، سوائے اس کے جو اللہ نے تمھارے لیے لکھ رکھا ہے۔''

اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا ہے:

«سَلُوا اللّٰهَ كُلَّ شَيْئٍ حَتَّى الشِّسْعَ إِذَا انْقَطَعَ، فَإِنَّهُ إِنْ لَمْ يُيَسِّرْ لَمْ يَتَيَسَّرْ» [1]

''اللہ ہی سے ہر چیز مانگو، حتیٰ کہ اگر تسما ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ ہی سے مانگو، کیونکہ اگر اللہ نے اس کا ملنا آسان نہ فرمایا تو وہ بہ آسانی نہیں مل پائے گا۔''

غلط عقائد:

[1] اب رہا معاملہ فوت شدگان اور غائب شخص کا تو وہ اپنے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے، وہ کسی دوسرے کو کیا نفع پہنچا سکتے ہیں؟ خصوصاً فوت شدہ تو خود زندہ لوگوں کا محتاج ہوتا ہے کہ وہ اس کے لیے مغفرت کی دعائیں کریں، جیسے ہمیں نبی مکرم ﷺ کا حکم ہے کہ جب قبروں کی زیارت کریں تو ان کے لیے رحمتِ الٰہی مانگیں اور مغفرت کی دعائیں کریں نہ کہ ان سے مدد مانگیں۔

[2] ہمارا رب سننے اور دیکھنے کی صفات سے متصف ہے اور یہ بات اس کی ربوبیت میں عیب اور اس کی الوہیت میں نقص شمار ہوگی کہ آپ اپنے اور اس کے درمیان دعا کرتے وقت اور اس سے کچھ مانگتے وقت وسیلے اور واسطے کھڑے کر دیں، جبکہ خود اس نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ [المؤمن: ٦٠]

''تم مجھے پکارو، میں تمھاری حاجت پوری کرنے والا ہوں۔''

[3] یہ کلمۂ توحید و اخلاص کے منافی ہے کہ غیر اللہ کے لیے جانور قربان کیے جائیں اور ان کے نام پر خون بہایا جائے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [الأنعام: ١٦٢، ١٦٣]

[1] مسند أبي يعلى (٨/ ٤٤) یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی موقوف روایت ہے۔

Marfat.com

''کہہ دیجیے میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور مرنا؛ سب اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا حکم مجھے دیا گیا اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں۔''

④ بیت اللہ شریف کا طواف کرنا تو ایک عبادت ہے جس میں بیت اللہ شریف کے رب کے لیے خشوع وخضوع، عاجزی و ذلت اور انکساری کا اظہار کرنا شامل ہے۔ اس کا باقاعدہ اللہ نے حکم فرمایا ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ [الحج: ٢٩]

''اور اس قدیم گھر (خانۂ کعبہ) کا طواف کریں۔''

بیت اللہ کے سوا دیگر مزاروں، درباروں (پہاڑوں) اور قبروں کا طواف کرنا، اللہ تعالیٰ کی جنت سے محرومی کا باعث ہے۔

⑤ ضرورت کے وقت اللہ کو صادق جانتے ہوئے اس کی قسم کھانا، اللہ کی تعظیم ہے اور غیر اللہ کی قسم کھانا، باری تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ -أَوْ- أَشْرَكَ))①

''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی، اس نے کفر یا شرک کیا۔''

⑥ جس نے نظرِ بد اتارنے یا کوئی فائدہ پانے کے لیے تعویذ گنڈے اپنے پاس رکھے، اس کے خلاف نبی اکرم ﷺ نے یہ بد دعا فرمائی ہے کہ اس کی وہ حاجت پوری نہ ہو بلکہ اس کے برعکس اسے تکلیف پہنچے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَلَا أَتَمَّ اللّٰهُ لَهُ))②

''جو تعویذ گنڈا لٹکائے، اللہ اس کی حاجت پوری نہ کرے۔''

نبی کریم ﷺ نے اس شخص کی بیعت لینے سے انکار فرما دیا تھا، جس نے تعویذ باندھ رکھا تھا۔ چنانچہ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک وفد حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس وفد کے نو آدمیوں سے بیعت لی اور دسویں سے رک گئے۔ انھوں نے عرض کی: اے

① سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٢٥١) سنن الترمذي، رقم الحديث (١٥٣٤)

② مسند أحمد (٤/ ١٥٤)

Marfat.com

اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے نو آدمیوں سے بیعت لی اور ایک سے نہیں لی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:
«إِنَّ عَلَيْهِ تَمِيمَةً» ''اس نے تعویذ لٹکا رکھا ہے۔''

اس نے ہاتھ ڈالا اور تعویذ توڑ دیا، تب نبی اکرم ﷺ نے اس سے بیعت لی اور فرمایا:
«مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ»[1] ''جس نے تعویذ لٹکایا تو یقیناً اس نے شرک کیا۔''

مشکلات اور پریشانیوں میں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، وہ بہترین سننے اور حاجتیں پوری کرنے والا ہے۔ جس کا نفس اللہ تعالیٰ سے متعلق ہو گیا اور اس نے اپنی ضرورتیں صرف اللہ سے بیان کرنا شروع کر دیں، اسی سے التجائیں کیں اور اپنے کام کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں دے دی، اللہ اسے اس کے ہر کام میں کافی ہو جائے گا، اس کی ہر مشکل کو آسان کر دے گا اور جو غیر اللہ کے آسرے ڈھونڈنے لگا یا اپنے علم و عقل کا سہارا لیا یا اپنی طاقت و قوت پر بھروسا کر لیا، اللہ اسے انھیں چیزوں کے سپرد کر کے ذلیل کر دیتا ہے۔

''تیسیر العزیز الحمید'' (شرح کتاب التوحید) میں شارح نے لکھا ہے:
''یہ بات نصوص اور تجربات سے کھل کر سامنے آ چکی ہے۔''[2]

7 دین کی عمارت کو مسمار کرنے والی چیزوں میں سے ایک جادوگروں، شعبدہ بازوں، کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جانا اور ان سے سوال کرنا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے جادوگروں کے سلسلے میں فرمایا ہے:

﴿ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ [البقرة: ١٠٢]
''وہ دونوں (فرشتے) جب بھی کسی کو اس (جادو) کی تعلیم دیتے تھے تو پہلے صاف طور پر متنبہ کر دیا کرتے تھے کہ دیکھ ہم ایک آزمائش ہیں تو کفر میں مبتلا نہ ہو۔''

حدیث شریف میں ہے:
«مَنْ أَتٰى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ»[3]
''جو کسی نجومی یا کاہن کے پاس آیا اور اس نے جو کچھ کہا اسے اس نے صحیح مان لیا، تو

---

[1] مسند أحمد (٤/ ١٥٦)

[2] تيسير العزيز الحميد في شرح كتاب التوحيد (١/ ٢١٧)

[3] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٩٠٤) المستدرك للحاكم (١/ ٤٩)

Marfat.com

اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ شریعت سے کفر کیا۔''

جس نے جادوگروں سے کسی دوسرے کے خلاف کوئی مکر وفریب کرنے کا مطالبہ کیا، اس کا وبال خود اس مطالبہ کرنے والے ہی پر آئے گا، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ [الفاطر: ۴۳]

''بری چالیں اپنے چلنے والے ہی کو لے ڈوبتی ہیں۔''

اندھیرے کو اندھیروں سے دور نہیں کیا جا سکتا، بلکہ جادو کی تاریکیوں کو قرآن کے نور سے دور کیا جا سکتا ہے نہ کہ ویسے ہی جادو کی تاریکیوں سے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ [الإسراء: ۸۲]

''ہم اس قرآن میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو ماننے والوں کے لیے شفا و رحمت ہے۔''

تحفظِ عقیدہ:

اے مسلمان! اپنے عقیدے کا تحفظ کرو، یہ آپ کا سب سے نفیس ترین مال اور سب سے قیمتی خزانہ ہے۔ شرک نورِ فطرت کو بجھا دیتا ہے، یہ شقاوت و بدبختی کا سبب ہے اور دشمنوں کا تسلط جما دیتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ﴾ [الزخرف: ۴۳، ۴۴]

''تم بہر حال اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہو جو وحی کے ذریعے سے تمھاری طرف بھیجی گئی ہے۔ یقیناً تم سیدھے راستے پر ہو، حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب تمھارے لیے اور تمھاری قوم کے لیے ایک بہت بڑا شرف ہے اور عنقریب تم لوگوں کو اس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔''

نماز کی پابندی:

مسلمانو! قیامت کے دن جس عمل کا حساب سب سے پہلے ہوگا، وہ ہے نماز۔ نماز با جماعت ادا کرنے میں سستی نہ کریں اور اللہ کی اطاعت پر سستی و کاہلی کو ترجیح نہ دیں، اللہ نے اپنے تعلق داروں اور نمازوں کی پابندی کرنے والوں کے لیے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، ان سے اس کی برکتیں اور رحمتیں عام ہوں گی۔

Marfat.com

گناہوں سے اجتناب اور توبہ و استغفار:

گناہوں سے کلی اجتناب کریں، یہ بندے پر نیکیوں کو بوجھل کر دیتے ہیں۔ دعوت الی اللہ میں اللہ کے دین کا اعزاز ہے اور اس میں انبیا و رسل علیہم السلام کے عمل کی پیروی بھی ہے، یہی بہترین قول و کلام ہے۔

گناہوں کی بیماری کی تشخیص کریں اور اس کے لیے کوئی مناسب دوا دیں، لوگوں کے حالات پر نظر رکھیں اور انھیں پہچانیں، ان کی ضروریات پر نظر رکھیں اور حتی المقدور پوری کوشش کریں کہ لوگوں کے غموں میں شریک ہوں، ان پر اپنے غم نہ لاد دیں۔

حاجی حضرات! توبہ و استغفار کثرت سے کریں، اعتبار کمالِ انجام کا ہوگا نہ کہ نقصِ آغاز کا۔ نیکی کے مقبول ہونے کی نشانی یہ ہے کہ بندہ نیکی پر نیکی کرتا چلا جائے۔ امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ قرآن تمھیں تمھاری بیماری اور اس کی دوا بھی بتاتا ہے، تمھاری بیماری گناہ ہیں اور اس کا علاج و دوا توبہ و استغفار ہے جو دخولِ جنت، قوت میں اضافے، بہترین فائدے اور دفعِ بلا کا باعث ہے۔''[1]

امام ابو المنہال رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''بندے کی قبر میں توبہ و استغفار سے اچھا پڑوسی دوسرا کوئی نہیں ہوگا۔''[2]

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، و سلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

---

[1] جامع العلوم والحكم (ص: ۳۹۷)

[2] جامع العلوم والحكم (ص: ۳۹۷)

Marfat.com

خطباتِ مدینہ منورۃ ۱۴۲۲ھ

خطباتِ حرمین

خطباتِ جمعہ اور دروسِ مساجد کے لیے راہنما کتاب

لأصحاب الفضيلة

فضيلة الشيخ ڈاکٹر على بن عبد الرحمن الحذيفى حفظه الله

فضيلة الشيخ ڈاکٹر حسين بن عبد العزيز آل شيخ حفظه الله

فضيلة الشيخ صلاح بن محمد البدير حفظه الله

فضيلة الشيخ ڈاکٹر عبد البارى الثبيتي حفظه الله

فضيلة الشيخ ڈاکٹر عبد المحسن القاسم حفظه الله

ترجمہ وتفہیم

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج

حافظ شاہد محمود

فاضل مدینہ یونیورسٹی

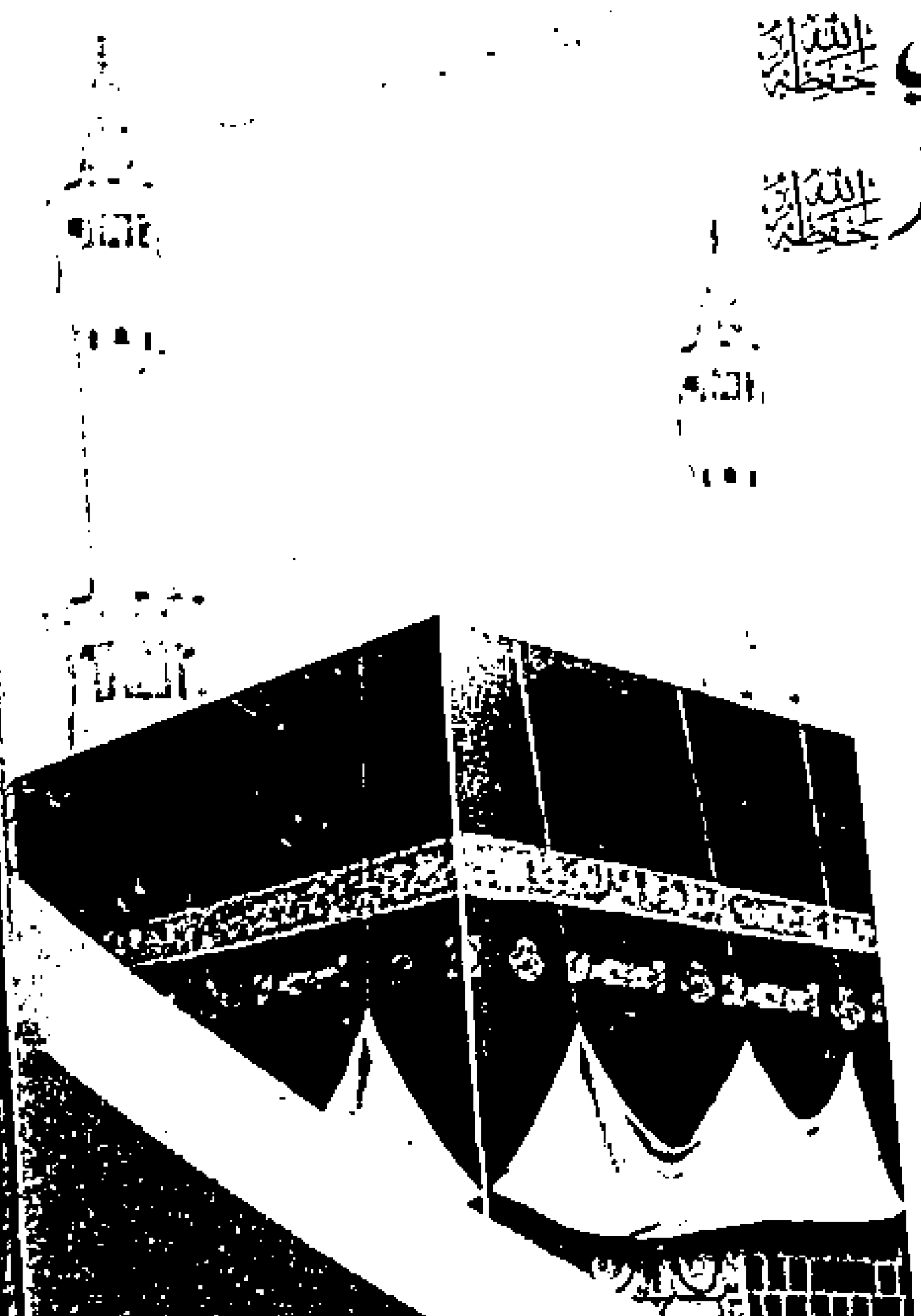

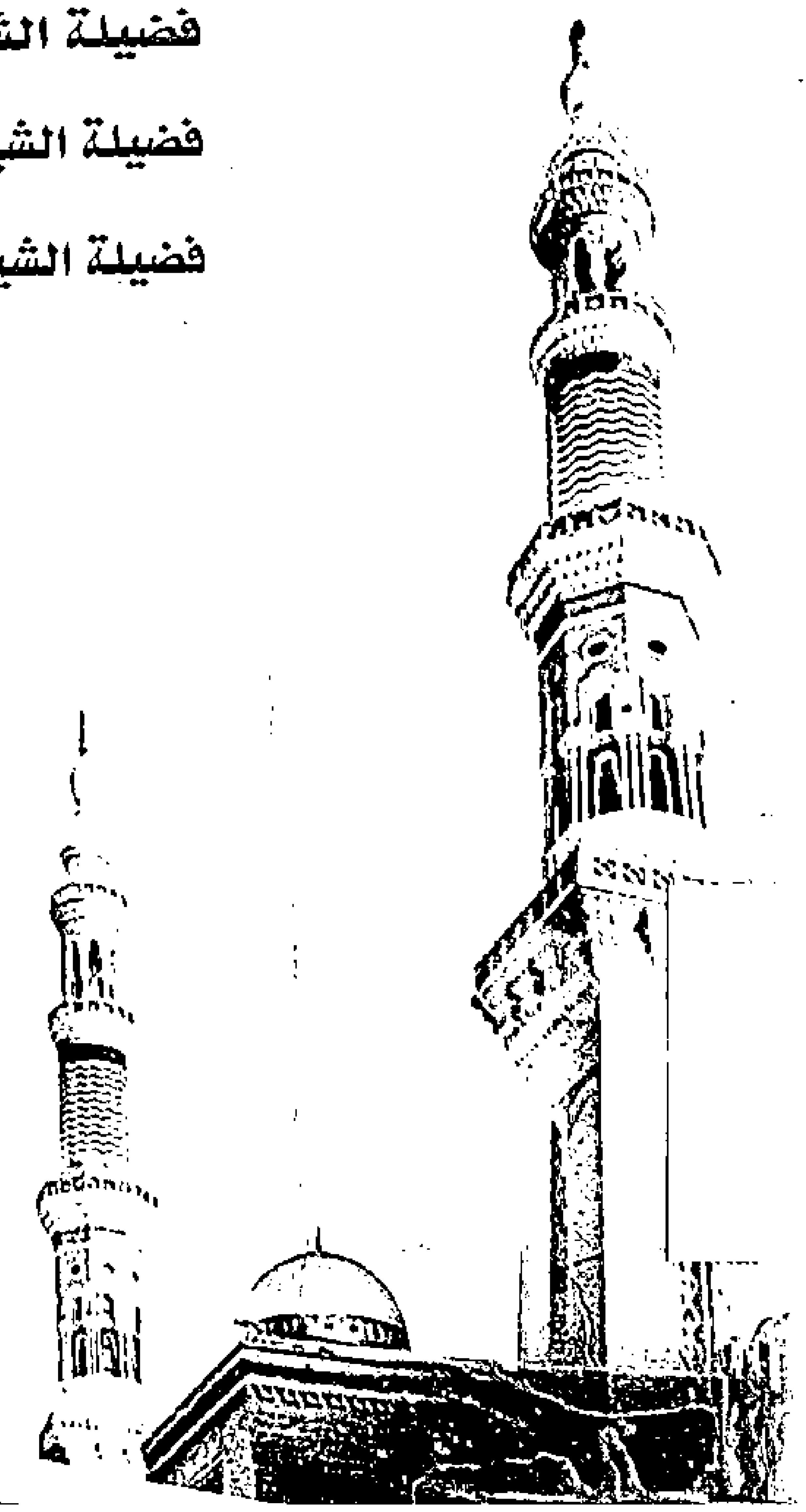

مکتبہ کتاب وسنت

ریحان چیمہ - ڈسکہ

Marfat.com